

المصباح المنير

تهذيب وتحقيق

تفسير ابن كثير
(أرفو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں



سورۃ فاتحہ — سورۃ آل عمران

امام ابوالفداء، عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیفی حفظہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظر ثانی:

شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



المصباح المنیر

تمہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ کلف کی روشنی میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المصباح المنير

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اُردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثارِ ائلاف کی روشنی میں

5

سورہ سبا — سورہ نجم

امام ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف رحمہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار رحمہ اللہ

ترجمہ تحقیق و نظر ثانی: شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دارالسلام، لاہور



بحقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



سفودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416 سعودی عرب فون: 4033962-403432 00966 1 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

- الرياض: الفيا: فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سوہم فون: 2860422 01
- مندوب الرياض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قسیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- چتہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- صنع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • شمس شیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

- شامہ: فون: 5632623 6 00971 • امریکہ: • برلن فون: 7220419 001 فیکس: 6255925 718 001
- لندن: فون: 4885 539 208 0044 • آسٹریلیا: فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شو روم)

36- لوہڑ مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور

فون: 7110081-711023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 8484569-0322

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 4439150-0322

• 260-Y بلاک کرش ایریا، فیئر ویسٹ، لاہور فون: 5084895-042 موبائل: 4212174-0321

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

• اسلام آباد: F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 51 2281513 0092 موبائل: 5370378-0321

• کراچی: مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110, 111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی

فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 2441843-0321

ح) مکتبہ دارالسلام، ۱۴۳۰ھ

فہرستہ مکتبہ الملک فہد الوطنیہ أثناء النشر

الدمشقی، ابی الفداء الخافظ اسماعیل ابن کثیر

المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیر - الجزء الخامس /

ابی الفداء الخافظ اسماعیل ابن کثیر الدمشقی - الرياض، ۱۴۳۰ھ

ص: ۶۵۰ مقاس: ۲۴×۱۷ سم

ردمک: ۵-۰۸۹-۶۰۳-۹۷۸ (النص باللغة الاردية)

۱- القرآن - التفسیر بالمأثور أ. العنوان

ديوي ۲۲۷،۳۲ ۱۴۳۰/۸۵

رقم الإيداع: ۱۴۳۰/۸۵

ردمک: ۵-۰۸۹-۶۰۳-۹۷۸

اجمالی فہرست

376..... سورۃ زخرف	27..... سورۃ سبا
408..... سورۃ دخان	66..... سورۃ فاطر
427..... سورۃ جاثیہ	95..... سورۃ یس
442..... پارہ: 26	105..... پارہ: 23
442..... سورۃ احقاف	135..... سورۃ صفت
467..... سورۃ محمد	181..... سورۃ صق
492..... سورۃ فتح	214..... سورۃ زمر
533..... سورۃ حجرات	235..... پارہ: 24
555..... سورۃ ق	269..... سورۃ مومن
577..... سورۃ ذریات	314..... سورۃ لہم سجدہ
585..... پارہ: 27	339..... پارہ: 25
592..... سورۃ طور	344..... سورۃ شوری

608..... سورۃ نجم

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسی کو تھامے رہو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔
(ال عمران 3: 103)

فرمانِ نبوی

فَإِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللَّهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ
فَتَمَسَّكُوا بِهِ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا بَعْدَهُ أَبَدًا

پس یقیناً یہ قرآن رسی ہے، اس کا ایک سر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور دوسرا
تمہارے ہاتھ میں ہے، لہذا اسے مضبوطی سے تھام لو پس اس کے ہوتے
ہوئے یقیناً تم کبھی نہ گمراہ ہو گے اور نہ ہلاک ہو گے۔ (صحیح ابن حبان 122)

گر تو می خواہی مسلمان رہی تن نیست ممکن جز بہ قرآن زبیتن

فہرست

صفحہ	آیات	عنوانات
		﴿سورہ سبا﴾
27	2,1	سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے
27	2,1	علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے
28	6-3	روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا
30	9-7	کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید
32	11,10	حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم
34	13,12	حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم
36	14	سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب
37	17-15	قوم سبا کا کفرانِ نعمت اور ان کی سزا
38	17-15	وادیِ مارب اور شدید سیلاب
39		نقشہ: قوم سبا کا مسکن اور وادیِ مارب
42	19,18	سبا کی تجارت اور اس کا خاتمہ
44	21,20	ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا
45	23,22	مشرکین کے معبودوں کی عاجزی و درمانگی
48	27-24	کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں
49	27-24	ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا
50	30-28	نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت

عنوانات

صفحہ

آیات

51	30-28	کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب
52	33-31	کفار کا دنیا میں انکار حق پر اتفاق اور روز قیامت آپس میں جھگڑا
54	39-34	امراء کے وقت کی انبیاء کرام علیہم السلام سے محاذ آرائی
58	42-40	قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت
59	45-43	انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید
60	46	نبی اکرم ﷺ پر جنون کے الزام کا فیصلہ
62	50-47	میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا
64	54-51	روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن.....

سورۃ فاطر

66	1	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر
67	2	اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں
68	3	توحید کی دلیل
69	6-4	رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی
69	6-4	قیامت آکر رہے گی
69	6-4	اپنے ازیلی دشمن کو پہچانے!
70	8,7	روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ
71	11-9	مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل
72	11-9	دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے
72	11-9	عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے
73	11-9	اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے
75	12	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں
76	14,13	مشرکین کے معبود کسی چیز کے مالک نہیں
78	18-15	سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں

عنوانات

صفحہ

آیات

78	18-15	قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا
79	26-19	مومن اور کافر برابر نہیں
81	28,27	اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان
83	28,27	علماء کی تین قسمیں
83	30,29	مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں
84	31	قرآن مجید اللہ کی کچی کتاب ہے
84	32	قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں
85	32	علماء کی فضیلت
86	35-33	علمائے ربانی فردوسِ بریں میں
87	35-33	جنت میں داخلہ رحمت الہی کا مہون منت ہے
87	37,36	کافروں کی سزا اور جہنم میں ان کا حال
89	37,36	عذر بہانے ختم ہونے کی عمر
90	39,38	اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے
91	41,40	شریکوں کا بجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت
92	43,42	رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا
94	45,44	انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کے برے نتائج
94	45,44	مواخذے میں تاخیر کی حکمت

سورۃ یس

95	7-1	رسول اللہ ﷺ ہادی اعظم
96	12-8	بد بختوں کا حال
101	17-13	اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بد سلوکی
102	17-13	کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے؟
103	19,18	انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا

عنوانات

صفحہ

آیات

104	21,20	حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت
105	25-22	
		پارہ: 23
106	29-26	کاش! میری قوم جان لے
110	32-30	تکذیب کرنے والوں پر افسوس
110	32-30	عقیدہ تناسخ کی تردید
111	36-33	خالق کائنات کا وجود اور حیات بعد الممات کا ثبوت
112	40-37	اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل و نہار اور شمس و قمر جیسی عظیم الشان نشانیاں
115	40-37	چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام
116	44-41	کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے
118	47-45	مشرکین کی گمراہی
118	50-48	کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا
119	54-51	جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا
121	58-55	اہل جنت کا عیش و نشاط
121	62-59	حشر میں کافروں کی جگہ
123	67-63	قیامت کے دن مجرموں کے منہوں پر مہر لگا دی جائے گی
126	70-68	اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو شعر گوئی نہیں سکھائی
127	73-71	چوپائے قدرت کی نشانی بھی ہیں اور نعمت بھی
128	76-74	معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے
128	76-74	رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی
129	80-77	حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید

عنوانات

صفحہ

آیات

135	5-1	فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں
136	5-1	اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے
137	10-6	آسمان کی تزئین و حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
139	19-11	حیات بعد الممات کا ثبوت
140	26-20	قیامت کے دن کی ہولناکیاں
142	37-27	روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا
144	49-38	مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا
147	61-50	اہل جنت کی باہمی میل ملاقات
149	61-50	دو اسرائیلیوں کا قصہ
150	70-62	تھوہر کا درخت
153	74-71	ڈرائے گئے لوگوں کا انجام؟
154	82-75	نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر
155	87-83	ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ
156	98-88	بت شکن؟
159	113-99	ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش
163	113-99	ذبح کون؟
166	122-114	حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا ذکر
167	132-123	الیاس علیہ السلام کا ذکر
168	138-133	قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر
169	148-139	یونس علیہ السلام کا قصہ
173	160-149	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید
175	170-161	مشرکین کی بات کو وہی قبول کر سکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو
175	170-161	فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا

عنوانات

صفحہ

آیات

176	170-161	قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی!
177	179-171	نصرت کا وعدہ اور قریش سے اعراض کا حکم
179	182-180	اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید اور رسولوں پر سلام
﴿سورہ ص﴾		
181	3-1	پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟
183	11-4	مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب
184	11-4	آیات کریمہ: 5-11 کا سبب نزول
187	16-12	ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت
188	20-17	حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ
191	25-21	دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ
192	25-21	سورہ ﴿ص﴾ کا مجملہ
193	26	حکام اور سلاطین کو وصیت
194	29-27	دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت
195	33-30	سلیمان بن داود علیہ السلام کا ذکر
198	40-34	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش
201	44-41	حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ
204	49-45	چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ
205	54-50	سعادت مندوں کا عمدہ مقام
207	64-55	بد بختوں کے انجام کا بیان
208	64-55	اہل دوزخ کا جھگڑنا
209	70-65	رسول اللہ ﷺ کی رسالت عظیم الشان خبر ہے
211	85-71	قصہ آدم و ابلیس
212	88-86	”کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے“

صفحہ	آیات	عنوانات
213	88-86	کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے
		﴿سورۃ زمر﴾
214		سورۃ زمر کی فضیلت
214	4-1	توحید کا حکم اور شرک کی تردید
217	6,5	اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل
219	8,7	اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے
220	8,7	سختی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک
221	9	فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں
222	12-10	تقویٰ، ہجرت اور اخلاص عبادت کا حکم
223	16-13	اللہ کے عذاب سے ڈر
224	18,17	نیک لوگوں کے لیے بشارت
225	20,19	جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں؟
227	22,21	دنیاوی زندگی کی مثال
228	22,21	اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں
228	23	قرآن مجید کی تعریف
232	26-24	تکذیب کرنے والوں کا انجام
233	31-27	شرک کی مثالیں
234	31-27	رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش.....؟
		پارہ: 24
236	35-32	جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ
237	40-36	اللہ اپنے بندے کو کافی ہے
238	40-36	مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف

عنوانات

صفحہ

آیات

240	42,41	اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے
241	45-43	سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے
242	48-46	دعا کا طریقہ
243	48-46	روز قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا
244	52-49	انسان کی مختلف حالتیں
246	59-53	عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت
249	59-53	مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث
251	61,60	اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام
252	66-62	اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے
253	67	مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی
255	70-68	صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان
259	72,71	کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا
261	74,73	گروہ درگروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف و فضل کا ایک عظیم پہلو
265	74,73	جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان
266	74,73	اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے
267	75	حمد ہی سے افتتاح اور حمد ہی پر اختتام

سورۃ مؤمن

269		حوامیم کی فضیلت
269	3-1	حُم کی ایک اور فضیلت
270	3-1	بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لامثنائی
271	6-4	کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا
272	9-7	حالیین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں
275	14-10	دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت

صفحہ	آیات	عنوانات
277	14-10	ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم
278	17-15	وحی الہی کا مقصد
281	20-18	قیامت کے دن کا ڈر
283	22,21	جھٹلانے والوں کا انجام
284	27-23	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
286	29,28	آل فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید
290	35-30	آل فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص
291	37,36	فرعون کا رب کائنات سے استہزا
292	40-38	مومن آل فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں
293	46-41	خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام
295	46-41	عذاب قبر کا ثبوت
297	50-47	اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا
298	56-51	رسولوں اور مومنوں کی مدد
300	56-51	رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ
301	59-57	موت کے بعد زندگی
302	60	دعا کا حکم
304	65-61	اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں
306	68-66	شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم
307	76-69	انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام
309	78,77	صبر کا حکم اور فتح کی بشارت
311	81-79	چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں
312	85-82	سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت

عنوانات

آیات

صفحہ

﴿سورہ تم سجدہ﴾

314	5-1	قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال
315	8-6	دعوتِ توحید
317	12-9	تخلیق کائنات کی بعض تفصیلات
321	18-13	مکذیب کرنے والوں کو سرزنش
324	24-19	حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے
327	29-25	مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنابا کر دکھاتے ہیں
327	29-25	کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت
329	32-30	استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری
331	36-33	دعوت الی اللہ کی فضیلت
332	36-33	دعوت و تبلیغ میں حکمت
334	39-37	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں
336	43-40	کج روی کرنے والوں کی سزا
337	45,44	قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے
338	45,44	موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے تسلی دینا
338	46	ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا

پارہ: 25

339	48,47	قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے
340	51-49	تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی
342	54-52	قرآن مجید کی صداقت کے دلائل

﴿سورہ شوری﴾

344	6-1	وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت
-----	-----	-----------------------------

عنوانات

صفحہ

آیات

346	8,7	قرآن مجید ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے
349	12-9	اللہ تعالیٰ ہی کا رساز، حاکم اور خالق ہے
350	14,13	تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے
351	14,13	اختلاف کا سبب
352	15	دس (10) امور و احکام پر مشتمل آیت مبارکہ
353	18-16	دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ
356	22-19	دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا
357	22-19	بندوں کی دین سازی شرک ہے
358	22-19	میدان حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ
358	24,23	اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت
358	24,23	﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کا مفہوم
359	24,23	نبی اکرم ﷺ پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید
360	28-25	اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے
362	28-25	رزق کی عدم فراخی میں حکمت
362	31-29	آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے
363	31-29	مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے
364	35-32	سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا
365	39-36	اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے مستحق لوگوں کی صفات
367	43-40	ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا
369	46-44	قیامت کے دن ظالموں کا حال
370	48,47	قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب
373	50,49	بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟
373	53-51	وحی کی کیفیت

عنوانات

صفحہ

آیات

﴿سورہ زخرف﴾

376	8-1	قرآن مجید نصیحت و موعظت کی عمدہ ترین کتاب
377	8-1	قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی
379	14-9	توحید خالق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف
380	20-15	اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید
383	25-21	مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں
385	35-26	خلیل اللہ کا اعلان توحید
385	35-26	اہل مکہ کا رسول اللہ ﷺ پر اعتراض
386	35-26	مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں
389	45-36	شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے
390	45-36	اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا
390	45-36	وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین
391	50-46	موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت
393	56-51	فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ
396	65-57	قریش کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین و تحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ
401	73-66	قیامت اچانک آئے گی
401	73-66	اللہ کے سوا کسی اور کے لیے گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی
401	73-66	پرہیزگاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ
403	80-74	بد بختوں کا برا انجام
405	89-81	اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں
405	89-81	رب تعالیٰ کی توحید کا بیان
406	89-81	بتوں کی شفاعت کی نفی
406	89-81	مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے

عنوانات

صفحہ

آیات

406

89-81

نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور

﴿سورہ دخان﴾

408

سورہ دخان کی فضیلت

408

8-1

قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا

410

16-9

مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا

415

16-9

﴿الْبَطْشَةُ الْكُبْرَى﴾ کی تفسیر

415

33-17

بنی اسرائیل کی نجات

419

37-34

مکرمین قیامت کی تردید

419

37-34

تُجَّع کون تھا؟

421

42-38

دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی

422

50-43

قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب

423

59-51

پرہیزگاروں کے لیے جنت کی نعمتیں

﴿سورہ جاثیہ﴾

427

5-1

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کی طرف راہنمائی

428

11-6

جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا

430

15-12

تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے

430

15-12

مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم

432

20-16

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل

432

20-16

بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت

433

23-21

مومن اور کافر کی موت و حیات برابر نہیں

434

23-21

خواہشات کے پجاری

434

26-24

کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید

437

29-27

قیامت کے دن کے ہولناک مناظر

عنوانات

صفحہ

آیات

439

37-30

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ

﴿سورہ احقاف﴾

پارہ: 26

442

6-1

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے

443

6-1

مشرکین کی تردید

444

9-7

قرآن و صاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اور ان کی تردید

447

14-10

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے

450

16,15

اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت

453

20-17

نافرمان اولاد کا انجام

456

25-21

قوم عاد کا قصہ

459

28-26

ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں

460

32-29

جنوں کے قرآن سننے کا قصہ

461

نقشہ: نصیبین سے جنوں کی آمد اور وادی نخلہ

465

35-33

حیات بعد الممات کی دلیل

465

35-33

نبی اکرم ﷺ کو صبر کا حکم

﴿سورہ محمد﴾

467

3-1

کافروں اور مومنوں کی جزا

469

9-4

کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم

470

9-4

شہداء کی فضیلت

471

نقشہ: شام (عہد نبوی میں)

473

9-4

تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا

474

13-10

جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے

عنوانات

صفحہ

آیات

477	15, 14	حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں
477	15, 14	جنت اور اس کی نہریں
479	19-16	منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم
482	23-20	حکم جہاد کے وقت مومن صادق اور بیمار دل انسان کا حال
483	23-20	صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں
485	28-24	قرآن مجید میں تدبر کا حکم
486	28-24	ارتداد کی مذمت
487	31-29	منافقین کی پردہ دری
488	35-32	کفار کے عمل کو اکارت کر دینا
490	38-36	دنیا کے حقیر ہونے کا بیان

﴿سورہ فتح﴾

492		سورہ فتح کی فضیلت
492	3-1	سورہ فتح کا سبب نزول
496	7-4	مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول
498	10-8	رسول اللہ ﷺ کی صفات
498	10-8	بیعت رضوان
499	10-8	حدیبیہ کی تفصیل
450		نقشہ حدیبیہ
501	10-8	اس عظیم الشان بیعت کا سبب
507	14-11	حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید
508	15	آیت مبارکہ میں ﴿كَلِمَ اللّٰهُ﴾ سے کیا مراد ہے؟
509	17, 16	ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا
510	17, 16	ترک جہاد کے لیے شرعی عذر

صفحہ	آیات	عنوانات
510	19,18	اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غمیوں کی بشارت
512	24-20	بہت سی غیبتوں کا وعدہ
512	24-20	قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت
513	24-20	کفار مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے
514	26,25	صلح حدیبیہ کی مصلحتیں
515	26,25	قصہ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں
525	28,27	نبی ﷺ کے خواب کی صداقت
529	28,27	دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت
530	29	مومنین کی صفات
﴿سورہ حجرات﴾		
533	3-1	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت
534	3-1	آیت کا سبب نزول اور تعظیم نبی ﷺ
535	3-1	تعظیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو
535	3-1	تعظیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں
536	5,4	نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت
537	8-6	بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم
539	8-6	نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے
539	8-6	اسلام اور ایمان میں فرق
541	10,9	لڑنے والے مومنوں میں صلح کرادینے کا حکم
543	10,9	اخوت اس کو کہتے ہیں
544	11	تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت
545	11	برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت
545	12	بدگمانی کی ممانعت

صفحہ	آیات	عنوانات
549	12	غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ
549	13	تمام انسان آدم وحواء علیہما السلام کی اولاد ہیں
550	13	اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے
550	13	ایک اور حدیث
550	13	ایک اور حدیث
552	18-14	مومن اور مسلم میں فرق
﴿سورۃ ق﴾		
555		مفصل سورتوں کا آغاز
555		سورۃ ”ق“ کی فضیلت
555		ایک اور حدیث
556	5-1	کفار کا رسالت و آخرت پر تعجب اور ان کی تردید
558	11-6	اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے
560	15-12	سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت
561	15-12	دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے
562	22-16	انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ و حفاظت کیے ہوئے ہے
563	22-16	سکرات موت، نفع صور اور حشر کے ساتھ نصیحت
566	29-23	فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم
567	29-23	اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا
568	35-30	جنت و جہنم کے حالات
568	35-30	دوسری حدیث
569	35-30	ایک اور روایت
570	40-36	کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم
574	45-41	روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت

صفحہ	آیات	عنوانات
575	45-41	نبی ﷺ کو تسلی
		﴿سورۃ ذریت﴾
577	14-1	آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت
578	14-1	مشرکین کی باتوں میں اختلاف
580	23-15	پرہیزگاروں کی جزا اور ان کی صفات
583	23-15	زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں
584	30-24	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ
		پارہ: 27
586	37-31	قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد
587	46-38	باعثِ عبرت واقعات
589	51-47	توحید باری تعالیٰ کے دلائل
590	60-52	ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے
590	60-52	جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے
		﴿سورۃ طور﴾
592		فضیلت
593	16-1	عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم
594	16-1	یومِ عذاب، یعنی روزِ قیامت کا حال
595	20-17	سعادت مندوں کا انجام
597	28-21	مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی
598	28-21	گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل
598	28-21	جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ
600	34-29	مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت

صفحہ	آیات	عنوانات
602	43-35	توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات۔
604	49-44	مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان
605	49-44	رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم
﴿سورۃ نجم﴾		
608		یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدہ تلاوت نازل کیا گیا
608	4-1	رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم
609	4-1	رحمۃ للعالمین ﷺ خواہش نفس سے گفتگو نہیں فرماتے
610	18-5	رسول امین ﷺ کے معلم روح الامین
611	18-5	﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کی تفسیر
613	18-5	کیا نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟
614	18-5	جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟
614	18-5	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدار الہی کے متعلق موقف
615	18-5	محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟
615	18-5	سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جمگھٹ
617	26-19	بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزیٰ اور منات کا بیان
618	26-19	ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ
619	26-19	معبودانِ باطلہ کو مذکور اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید
620	26-19	خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی
620	26-19	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں
621	30-27	فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید
621	30-27	اہل باطل سے اعراض کا حکم
622	32,31	اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے
622	32,31	محسنین کے اوصاف

عنوانات

صفحہ

آیات

623	32,31	توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت
625	41-33	اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت
626	41-33	صحف موسیٰ و ابراہیم علیہ السلام کا بیان
627	41-33	قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا
628	55-42	اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر
630	62-56	انذار و تنبیہ اور سجدہ و خضوع کا حکم
633		تحقیق و تخریج کے مصادر و مراجع



تفسیر سُورَةُ سَبَا

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی حمد اسی کے لیے ہے، اور وہ نہایت

الْخَبِيرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلْجِ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ط

حکمت والا، خوب باخبر ہے ① وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں

وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ②

چڑھتا ہے، اور وہ نہایت رحم کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے ②

تفسیر آیات: 2، 1

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت

میں حمد مطلق کا مستحق صرف وہی ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں حقیقی نعم اور فضل و کرم سے نوازنے والا بھی ہے اور حاکم مطلق بھی

وہی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْخُسُوفُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ

تُرْجَعُونَ ①﴾ (الفصل 70: 28) ”اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی

کے لیے فرمان روائی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”تمام تعریفیں اُس اللہ ہی کے لیے ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور

زمین میں ہے۔“ سب مخلوقات اس کے مملوک اور غلام ہیں اور ان میں صرف اسی کا غلبہ و تصرف کا فرما ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِنَّ

لَنَا لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى ②﴾ (آل 13: 92) ”اور یقیناً آخرت اور دنیا (دونوں ہی) ہماری ہیں۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ

فِي الْآخِرَةِ ط﴾ ”اور آخرت میں بھی اس کی تعریف ہے۔“ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معبود بھی وہی ہے اور محمود بھی۔

علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ ”اور وہ حکمت والا ہے۔“ اپنے تمام اقوال و

افعال اور شرع و قدر میں، ﴿الْخَبِيرُ ①﴾ ”خبر رکھنے والا ہے۔“ یعنی اس سے کوئی چیز مخفی ہے نہ غائب۔

امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں خبردار ہے اور

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ط قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عِلْمُ الْغَيْبِ

اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے عالم الغیب رب کی قسم! بلاشبہ وہ تم پر ضرور آئے گی، آسمانوں میں اور نہ

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ

زمین میں، ذرہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، اور اس (ذرے) سے کوئی چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوح محفوظ) میں (درج)

إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ③ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

نہ ہو ③ تاکہ اللہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے ④ اور

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ④ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ ⑤

جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کی، انھی لوگوں کے لیے سخت ترین، دردناک عذاب ہے ⑤ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۖ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ

وہ دیکھتے (یعنی رکھتے) ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے، اور وہ غالب، تعریف والے (اللہ) کے

الْعَزِيزُ الْحَمِيدُ ⑥

راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے ⑥

اپنے امر میں حکیم ہے۔ ① اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ”جو کچھ زمین میں داخل

ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، سب اس کو معلوم ہے۔“ حتیٰ کہ زمین کے ذرات پر نازل ہونے والے بارش کے قطرات اور

زمین میں بوئے جانے والے دانوں کی تعداد کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان بوئے جانے والے دانوں سے کتنے دانے پیدا

ہوں گے اور ان کی کیفیات و صفات کیا ہوں گی، ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَرْجِعُ فِيهَا﴾ ”اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو

اس میں چڑھتا ہے (وہ سب اس کو معلوم ہے)۔“ آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور رزق کو اور آسمان پر چڑھنے والے اعمال صالحہ

اور اس کے علاوہ کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ﴾ ② ”اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں پر

مہربان ہے، اس لیے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

تفسیر آیات: 3-6

روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: یہ ان تین آیات میں سے ایک ہے، اور اس مفہوم کی

چوتھی آیت نہیں ہے، جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ جب اہل کفر و عناد نے آخرت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ

کو یہ حکم دیا کہ آپ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو اپنے عظیم رب کی قسم کھا کر بیان کریں۔ ان میں سے پہلی سورہ یونس کی درج

ذیل آیت ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِيَّايَ وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ ① (یونس: 53) ”اور وہ

آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا وہ (قیامت کے دن کا عذاب) واقعی سچ ہے؟ کہہ دیجیے: ہاں! اللہ کی قسم! بے شک وہ سچ ہے

اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔“ اور دوسری آیت یہ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ط قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي

لَتَأْتِيَنَّكُمْ اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی ہم پر نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔ اور تیسری سورہ تغابن کی حسب ذیل آیت ہے: ﴿ذَعَمَ الْكَاذِبِينَ كَفَرُوا وَأَنْ لَّنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ﴾ (التغابن 7:64) ”جو لوگ کافر ہیں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، کہہ دیجیے: ہاں ہاں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ پر بہت آسان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے: کیوں نہیں! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کچھ صفات کا یہاں ذکر فرمایا ہے جن سے قیامت کے آنے کی مزید توثیق و تاکید ہو جاتی ہے، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿عَلِيمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِقَالٌ ذَرَّةٌ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ ”(وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا (ہے) ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ مجاہد اور قتادہ رحمہما فرماتے ہیں کہ ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ^(۱) یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، ہڈیاں خواہ گل سر کر بکھر جائیں، ذرہ ذرہ ہو جائیں، وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کے ذرات کہاں کہاں بکھرے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کا اسی طرح اعادہ فرمائے گا جس طرح اس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کرنے اور قیامت برپا کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (۴) ﴿وَالَّذِينَ سَعَوْا لِآيَاتِنَا مُعْجِزِينَ﴾ ”اس لیے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے انھیں بدلہ دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور جنھوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے کی کوشش کی ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ كَرِيمٍ﴾ (۵) ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے۔“ تاکہ وہ سعادت مند مومنوں کو خوش و خرم رکھے اور بد بخت کافروں کو عذاب دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفَائِزُونَ﴾ (الحشر 20:59) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾ (ص 28:38) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَرَى الَّذِينَ آمَنُوا أَلَمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ﴾ ”اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔“ پہلی بات پر عطف کی یہ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مَمْرٍ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي

اور کافروں نے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ہی پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے تو بے شک

خَلَقَ جَدِيدٌ ۚ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

تم البتہ از سر نو پیدا کیے جاؤ گے؟ ۷ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر

فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۚ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ

ایمان نہیں رکھتے (وہ) عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں ۸ کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان و زمین کی طرف نہیں

وَالْأَرْضِ ط إِنَّ نَّشَأَنَ خُسْفٍ بِهِمُ الْأَرْضِ أَوْ نُسْجُطٍ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلاشبہ اس میں ہر جوع کرنے والے بندے

لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۙ

کے لیے ضرور ایک نشانی ہے ۹

ع 7

دوسری حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ رسولوں پر نازل کیے جانے والے دین و شریعت پر ایمان لانے والے جب قیامت کے

برپا ہونے اور نیکو کاروں اور بدکاروں کے انجام کو دیکھیں گے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کی روشنی میں دنیا ہی میں

معلوم تھا اور اب جب اسے یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پکاراٹھیں گے: ﴿لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ بِرَبِّنَا بِالْحَقِّ ط﴾ (الأعراف

43:7) ”بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔“ یہ بھی کہا جائے گا: ﴿هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ

الْمُرْسَلُونَ ۝﴾ (یس 52:36) ”یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔“ اور ﴿لَقَدْ كُنتُمْ فِي كِتَابِ

اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ نَهْذًا يَوْمَ الْبَعْثِ﴾ (الروم 56:30) ”اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا

دن ہے۔“ ﴿وَيَذَرِي الَّذِينَ أَلْمَزُوا الْعِلْمَ الذِّنَىٰ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝﴾

”اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور

نہایت غالب (اور) لائق تعریف (اللہ) کا راستہ بتاتا ہے۔“ ﴿الْعَزِيزِ﴾ وہ ذات جو اس قدر غالب ہو کہ اسے کوئی مغلوب نہ

کر سکے اور نہ اس کے حکم کو نال سکے بلکہ اس نے ہر چیز پر تسلط جما کر اسے مغلوب و مقہور کر رکھا ہو۔ اور ﴿الْحَمِيدِ﴾ وہ ذات

اقدر جس جو اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں قابل تعریف ہو۔ اور اللہ جل و علا بلاشبہ تمام امور میں قابل ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 7-9

کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید: اللہ عز و جل نے ان آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ کفار اور

محدین قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا مذاق

اڑاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مَمْرٍ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي

”اور کافروں نے کہا کہ بھلا ہم تمہیں وہ آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے۔“

یعنی تمہارے جسم کے ذرات خاک میں مل جائیں گے ﴿إِنَّمَا﴾ ”بے شک تم“ اس حالت کے بعد ﴿لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ ”نئے سرے سے پیدا ہو گے“ یعنی دوبارہ زندہ کر دیے جاؤ گے اور تم کھاؤ پیو گے۔ اور وہ یہ بات جو کر رہے ہیں تو یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا تو رسول اللہ ﷺ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کذب و افترا پر مبنی اس بات کو منسوب کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ہے یا وہ جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کر رہے لیکن ایک دیوانے اور مجنون شخص کی طرح ان پر معاملہ خلط ملط ہو گیا ہے، اسی لیے ان کفار نے کہا: ﴿أَفَتَدْعِي عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ حِفْظٌ﴾ ”کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالصَّلٰى الْبَعِيدِ﴾ ”(قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں (بتلا) ہیں۔“ یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ تو صادق، نیکوکار اور ہادی برحق ہیں جس بات کو پیش فرماتے ہیں وہ حق ہے اور یہ کافر ہی کا کذب، جاہل اور نادان ہیں ﴿فِي الْعَذَابِ﴾ ”عذاب میں (بتلا) ہیں۔“ یعنی اس کفر میں جس کی وجہ سے یہ عذاب الہی میں مبتلا ہو جائیں گے ﴿وَالصَّلٰى الْبَعِيدِ﴾ ”اور پرلے درجے کی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔“ آخرت میں یہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا میں حق و ہدایت سے دور ہو کر پرلے درجے کی جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اس جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں اپنی قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ”کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان و زمین کی طرف نہیں دیکھا؟“ یعنی یہ جہاں بھی جائیں اور جس طرف کا بھی رخ کریں آسمان کو اپنے اوپر اور زمین کو اپنے نیچے پائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾ ۵۱: 47، 48 ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے قوت سے بنایا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں اور زمین الٰہیہ ۵۱: 48، 47، 48“ ”کو ہم ہی نے بچھا یا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِن تَشَاءُ نَخِيفُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ﴾ ”اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔“ یعنی اگر ہم چاہیں تو ان کے ظلم اور ان پر اپنی قدرت کی وجہ سے ہم ایسا کر دیں لیکن غفور و درگزر اور حلم و بردباری کی وجہ سے ہم نے ان کی سزا کو مؤخر کر دیا ہے، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ﴾ ”بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ایک نشانی ہے۔“ معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿مُنِيبٍ﴾ کے معنی توبہ کرنے والے ہیں۔^① اور قتادہ ہی سے روایت ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔^② یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی طرف دیکھنے والے ذہین و فطین اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہر انسان کے لیے انسانوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی دلیل موجود ہے،

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يُجِبَالُ أَوْبَىٰ مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۚ وَاللَّا لَهُ

اور بھی ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت عطا کی، (ہم نے حکم دیا: اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح پڑھاؤ، اور (اے پرندو! تم بھی) اور ہم نے اس

الْحَدِيدَ ۝۱۰ اِنْ اَعْمَلْ سَبِيغًا وَقَدَّرْ فِي السَّرْدِ وَاَعْمَلُوا صَالِحًا

کے لیے لوہا نرم کر دیا ۱۰ کہ تو کامل کشادہ (زریں) بنا اور کڑیاں جوڑنے میں (مناسب) اندازہ رکھ، اور تم (سب) نیک عمل کرو، تم جو کرتے ہو بلاشبہ

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱

اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں ۱۱

یعنی جو ذات پاک ان بلند و بالا آسمانوں اور اس وسیع و عریض اور پست زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ بلاشبہ اس بات پر بھی قدرت تامہ رکھتا ہے کہ جسموں کو دوبارہ پیدا کر دے اور خاک میں بکھری ہوئی ہڈیوں کے ذرات میں دوبارہ جان پیدا کر دے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ طَبَقًا ۚ﴾ (یس: 81-83) ”کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کرے؟ کیوں نہیں!“ اور فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ (المومن: 57-40) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بہت بڑا (کام) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

تفسیر آیات: 10، 11

حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت داود علیہ السلام کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان آیات کریمہ میں ان کا ذکر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بے حد فضل و کرم فرمایا، انھیں نبوت اور بادشاہت سے سرفراز کیا اور ایسے لشکر عطا فرمائے جن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور جن کے پاس ساز و سامان بھی بہت تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت خوب صورت آواز بھی عطا فرمائی تھی کہ جب وہ خوش الحانی کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تو بلند و بالا پہاڑ اور مضبوط و مستحکم چٹانیں بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنا شروع کر دیتی تھیں حتیٰ کہ فضا میں اڑنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے والے پرندے بھی رک جاتے اور مختلف بولیوں میں ان کے ساتھ گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا جبکہ وہ رات کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کی قراءت کو سننا شروع کر دیا، پھر فرمایا: [لَقَدْ أُوتِيَ هَذَا مِزْمَارًا مِّنْ مِّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ] ”اس شخص کو تو آل داود کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔“ ① ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے کسی طبّے، باجے یا کسی تانت کی آواز نہیں سنی جو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے زیادہ خوب صورت ہو۔ ② اور ﴿أَوْبَىٰ﴾ کے معنی ہیں: تسبیح بیان کرو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم کا قول ہے۔ ③ تاویب کے لغوی معنی لوٹانے کے ہیں، پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا گیا تھا

وَلَسْلَيْنَ الرِّيحَ غُدُوَهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاسْلَنَّا لَهُ عَيْنَ الْقَطْرِ

اور ہوا کو سلیمان کے (تابع کیا)، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ (کی مسافت) تھا اور اس کا شام کا چلنا بھی ایک ماہ (کی مسافت) تھا، اور ہم نے اس کے لیے

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَنْ يَنْزِعُ مِنْهُمْ عَنْ

پچھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا، اور بعض جن (اس کے تابع کر دیے) جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

أَمْرًا نُنَادِيهِ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۚ ۱۲ يَعْزُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَتَكَاثُفٍ

ہمارے حکم سے سرکشی کرتا تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب پچھاتے ۱۲ جو وہ (سلیمان) چاہتا وہ (جن) اس کے لیے وہی بنادیتے، عالی شان

وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُئِيتُ ۖ إِنْ أَلَّا دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ

عبارتیں اور تجھے اور حوض جیسے (بڑے بڑے) لگن اور ایک ہی جگہ (چنہوں پر) جمی ہوئی دیکھیں، اے آل داود! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو، اور

مِنْ عِبَادِي الشُّكُورُ ۚ ۱۳

میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں ۱۳

کہ داود علیہ السلام کی آواز سن کر وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ پڑھیں۔

﴿وَالنَّالَهُ الْخَبِيرُ﴾ ”اور ان کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔“ امام حسن بصری، قتادہ، اعمش اور دیگر کئی

علماء رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ انھیں اس بات کی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ وہ لوہے کو آگ میں داخل کریں یا اسے تھوڑے کے ساتھ

کوئیں بلکہ اسے ہاتھ سے اسی طرح استعمال میں لے آتے تھے جیسے ہاتھ سے دھاگوں کو بٹ لیا جاتا ہے۔ ۱ اس لیے

ارشاد فرمایا: ﴿إِنْ أَعْمَلَ سَبِيغًا﴾ ”کہ کامل کشادہ (زرہیں) بناؤ۔“ ﴿سَبِيغٌ﴾ زرہوں کو کہتے ہیں، امام قتادہ

رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے حضرت داود علیہ السلام ہی نے زرہیں بنائی تھیں، ان سے پہلے لوہے کی صرف

تختیاں استعمال کی جاتی تھیں۔ ۲ ﴿وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ﴾ ”اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔“ زرہوں کی صنعت سکھانے

کے سلسلے میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی داود علیہ السلام کے لیے رہنمائی تھی اور امام مجاہد رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ان الفاظ کا

مفہوم یہ ہے کہ اس قدر آہستہ نہ ٹھونکو کہ وہ حلقے میں ہلتا رہے اور نہ اس قدر زور سے ٹھونکو کہ وہ اسے پھاڑ دے بلکہ اسے ایک

مختاط اندازے کے ساتھ ٹھونکو۔ ۱ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ﴾ میں

”سرد“ سے مراد لوہے کے حلقے ہیں ۴ اور بعض نے کہا ہے کہ درع مسرودۃ اس صورت میں کہا جاتا ہے، جب اس کے

حلقوں میں کیل لگائے گئے ہوں اور انھوں نے شاعر کے درج ذیل شعر کو بطور استشہاد پیش کیا ہے:

وَعَلَيْهِمَا مَسْرُودَتَانِ قَضَاهُمَا دَاوُدُ أَوْ صَنَعَ السَّوَابِغُ تَبَعُ

”ان دونوں پر کیلوں اور مینوں سے ٹھونکی ہوئی دو زرہیں ہیں جنھیں داود نے بنایا ہے یا شاید ان زرہوں کو تبع (یعنی

کے بادشاہ) نے بنایا ہے۔“ ۵

① تفسیر الطبری: 82/22 و تفسیر القرطبی: 266/14۔ ② تفسیر الطبری: 82/22۔ ③ تفسیر الطبری: 83/22۔

④ تفسیر الطبری: 83/22۔ ⑤ تفسیر الطبری: 83/22۔

اور فرمایا: ﴿وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ ”اور تم سب نیک عمل کرو۔“ ان نعمتوں کے سلسلے میں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نوازا ہے۔ ﴿إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ”جو عمل تم کرتے ہو بلاشبہ اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں۔“ تمہارا نگہبان ہوں، تمہارے اعمال و اقوال کو دیکھنے والا ہوں اور تمہاری کوئی بات بھی مجھ سے مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 12، 13

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم: حضرت داود علیہ السلام پر اپنے انعامات کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے ان کے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی، امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت دمشق سے اپنے تخت پر سفر شروع کرتے اور دوپہر کا کھانا اصطخر میں تناول فرماتے، پھر اصطخر سے سفر شروع کرتے تو رات کا بل میں بسر فرماتے۔^(۱) یاد رہے کہ دمشق اور اصطخر کے درمیان اور اصطخر اور کابل کے درمیان تیز رفتار سواری ہو تو پورے ایک ایک مہینے کی مسافت ہے۔^(۲)

﴿وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ ”اور اس کے لیے ہم نے (پہاڑوں سے) تانبے کا چشمہ بہا دیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، عکرمہ، عطاء، خراسانی، قتادہ، سدی، مالک از زید بن اسلم، عبدالرحمن بن زید بن اسلم اور کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم نے کہا ہے کہ قطر کے معنی تانبے کے ہیں۔^(۳) قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ چشمہ یمن میں تھا۔^(۴) اب لوگ جس قدر بھی تانبا استعمال کرتے ہیں، اس کا تعلق اسی تانبے سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے نکالا تھا۔ ﴿وَمِنَ الْجِبِّ مِّنْ يَّعْلَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِأَذْنِ رَبِّهِ﴾ ”اور جنوں میں سے ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام کرتے اور سلیمان علیہ السلام جن عمارتوں کو بنوانا چاہتے وہ ان کی خواہش کے مطابق بنادیتے تھے اور دیگر کئی کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ ﴿وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا﴾ ”اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرکشی کرتا۔“ یعنی حکم عدولی اور نافرمانی کرتا ﴿نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ ”تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے۔“ سعیر کے معنی آگ کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَعْمَلُونَ لَنَا مَائِشَاءَ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَاثِيلَ﴾ ”وہ (سلیمان) جو کچھ چاہتا ہے (جن) اس کے لیے وہی بناتے، عالی شان عمارتیں اور مجسمے۔“ ﴿مَّحَارِبٍ﴾ سے مراد خوبصورت عمارت ہے، سکونت کے لیے قلعے چونکہ سب سے اشرف و نمایاں ہوتے ہیں، جبکہ ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد رہائشی مکانات ہیں۔^(۵) عطیہ عوفی، ضخاک اور سدی کا قول ہے کہ ﴿تَمَاثِيلَ﴾ کے معنی تصویریں ہیں۔^(۶) اور فرمایا: ﴿وَجَفَّانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَتٍ﴾ ”اور (بڑے بڑے)

(۱) تفسیر الطبری: 85/22۔ اصطخر سے دمشق اور اصطخر سے کابل دونوں کا فضائی فاصلہ قریباً سترہ سترہ سو (1700) کلومیٹر

ہے۔ اصطخر ساسانی سلطنت کا پہلا دار الحکومت تھا۔ اب اس کے کھنڈر ایران کے صوبہ فارس کے دار الحکومت شیراز کے شمال مشرق میں

66 کلومیٹر کے فاصلے پر پائے جاتے ہیں۔ (۳) تفسیر الطبری: 85/22 و تفسیر القرطبی: 270/14۔ (۴) تفسیر الطبری: 85/22۔

(۵) تفسیر الطبری: 86/22۔ (۶) تفسیر الطبری: 87/22 و تفسیر الماوردی: 438/4۔

حوضوں کی طرح ٹب اور ایک ہی جگہ جی ہوئی دیکھیں۔“ جواب، حبابیہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ حوض ہے جس میں پانی جمع کیا جائے اور القدور الراسیات سے مراد دیکھیں ہیں جو اپنی جگہ ہی پر رہیں اور اتنی بڑی ہوں کہ انھیں ان کی جگہ سے ہلایا اور ہٹایا نہ جاسکے۔ مجاہد، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمہم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^①

﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا﴾ ”اے داود کی اولاد! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو۔“ یعنی ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دین اور دنیا کی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان پر شکر ادا کرو۔ ﴿شُكْرًا﴾ غیر فعل سے مصدر ہے، یا مفعول لہ ہے، دونوں صورتوں میں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شکر فعل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور قول و نیت کے ساتھ بھی، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

أَفَادَتْكُمْ النِّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً
يَدِي وَلِسَانِي وَالضَّمِيرَ الْمُحَجَّجًا

”تمہارے احسانات نے میری طرف سے تمہیں تین چیزوں کا فائدہ دیا ہے، یعنی میرے ہاتھ، میری زبان اور میرے پوشیدہ دل کا (کہ ان تینوں سے میں تمہارا شکر گزار ہوں)۔“

ابو عبد الرحمن حنبلی کہتے ہیں کہ نماز شکر ہے، روزہ شکر ہے، ہر نیکی جسے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے شکر ہے اور افضل شکر حمد ہے۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔^②

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَبَّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبَّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا (وَلَا يَفْرُ إِذَا لَاقَى)] ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے اور (رات کا) تیسرا حصہ قیام کرتے، پھر اس (رات) کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے۔“^③

ابن ابی حاتم نے فضیل سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ داود علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرا شکر کس طرح ادا کر سکتا ہوں جبکہ شکر ادا کرنا بھی تو تیری نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ تمام نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔^④ ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ﴾ ”اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت ہی تھوڑے ہیں۔“ اور یہ امر واقع کو بیان کیا گیا ہے۔

① تفسیر الطبری: 89/22۔ ② تفسیر الطبری: 89/22۔ ③ صحیح البخاری، التہجد، باب من نام عند السحر،

حدیث: 1131 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به.....، حدیث: (189)۔ 1159 واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، الصوم، باب صوم داود علیہ السلام، حدیث: 1979 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی

عن صوم الدهر.....، حدیث: (187)۔ 1159 عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ میں ہیں۔ ④ الدر المنثور: 430/5۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ (نافذ) کیا تو ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دبک) کے سوا کسی چیز نے بھی سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی،

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّو كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ١٤

وہ اس کی لاش کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس رسوا کن عذاب (مشقت) میں مبتلا نہ رہتے ١٤

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۚ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ

سبأ (قوم) کے لیے ان کی بستی میں یقیناً ایک عظیم نشانی تھی، دائیں اور بائیں طرف دو باغ تھے، (ہم نے کہا: تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ، اور اس کا

وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ ۚ وَرَبٌّ غَفُورٌ ١٥

شکرا ادا کرو، (یہ) پاکیزہ شہر ہے، اور رب بڑا بخشنے والا ہے ١٥ پھر انھوں نے (جب ہدایت سے) منہ موڑا تو ہم نے ان پر بند (ذیم) کا سیلاب بھیج دیا، اور

بَجَّيْنَاهُمُ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِیْ أَكْلِ خُطٍ ۖ وَأَثَلُ ۖ وَشَيْءٌ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ١٦

ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں ہم نے انھیں دو ایسے باغ دیے جو بد مزہ بھل، (بکثرت) جھاؤ اور کچھ پیریوں والے تھے ١٦ یہ ہم نے انھیں ان کی

وَهَلْ نُجْزِیْ إِلَّا الْكُفُورَ ١٧

ناشکری کی سزا دی، اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیتے ہیں ١٧

تفسیر آیت: 14

سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اس نے کس طرح ان کی موت سے ان جنوں کو بے خبر رکھا جو سخت مشقت کے کام سرانجام دینے کے لیے ان کے تابع فرمان تھے۔ سلیمان علیہ السلام اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ مِیْنَسَاۃ کے معنی لاشی، ہی کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ١ اور آپ قریباً ایک سال کی طویل مدت تک عصا کے ساتھ ٹیک لگائے رہے، جب عصا کو گھن نے کھا لیا تو عصا کمزور ہو کر زمین پر گر گیا اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ تو بہت مدت قبل وفات پا گئے تھے اور اس سے جنوں اور انسانوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے اور ان کا جو یہ وہم ہے جس میں انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی مبتلا کر رکھا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ وہ قطعاً غیب نہیں جانتے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّو كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ١٤﴾ ”ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دبک) کے سوا کسی چیز نے بھی اس (سلیمان) کی موت کی اطلاع نہ دی، وہ اس کے عصا کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تب جنوں نے جان لیا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔“ اور لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ جو کہتے تھے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو یہ جھوٹ بولتے تھے (کیونکہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات طویل عرصے تک ان سے مخفی نہ رہتی۔)

قوم سبا کا کفرانِ نعمت اور ان کی سزا: سبا میں کے بادشاہ اور وہاں کے رہائشی تھے، قوم سبج کا تعلق انھی سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام قبول کرنے والی ملکہ بلقیس بھی سبا کی رہنے والی تھی۔ قوم سبا کو پھلوں کی بہتات اور رزق کی فراوانی حاصل تھی اور انھیں اپنے علاقے میں ہی خوشحالی اور عیش و عشرت کی زندگی میسر تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی طرف کئی رسولوں کو مبعوث فرمایا جنھوں نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھائیں، اس کا شکر بجالائیں، اس کی توحید کے گیت گائیں اور اس کی بندگی کو اختیار کریں، کچھ عرصہ یہ لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے لیکن پھر انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا تو انھیں یہ سزا دی گئی کہ ایک بہت بڑا سیلاب بھیج کر ان کا شیرازہ منتشر کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ **إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔**

ابن جریر نے فروہ بن مسیک غطفانیؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سبا کے بارے میں بتائیں کہ وہ کسی جگہ کا نام ہے یا عورت کا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **[لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا أَمْرًا وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشْرَةَ مِنَ الْعَرَبِ، فَنِيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَتَشَاءُ مِ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءُمُوا: فَلَحْمٌ وَجَذَامٌ وَعَسَنَانٌ وَعَامِلَةٌ، وَأَمَّا الَّذِينَ تِيَامَنُوا فَالْأَزْدُ وَالْأَشْعَرُونَ وَحَمِيرٌ وَكِنْدَةُ وَمَذْحِجٌ وَأَنْمَارٌ، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا أَنْمَارٌ؟ قَالَ: الَّذِينَ مِنْهُمْ خَنَعُمْ وَبَحِيلَةٌ]** ”وہ کسی جگہ یا عورت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ عربوں میں سے ایک آدمی کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں آباد ہو گئے تھے۔ شام میں آباد ہونے والے لحم، جُذام، عاملہ اور عسنان تھے اور یمن میں آباد ہونے والے کندہ، اشعری، ازد، مذحج، حمیر اور انمار تھے۔ اس شخص نے عرض کی: انمار کون؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انمار وہ ہیں جن سے خنعم اور بحیلہ خاندان تعلق رکھتے ہیں۔“^(۱) اسے امام ترمذی نے جامع میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔^(۲)

علمائے نسب، جن میں امام محمد بن اسحاق بھی شامل ہیں، کہتے ہیں کہ سبا کا نام عبد شمس بن یثجب بن یعرب بن قحطان ہے، اسے سبانا نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہی وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے عربوں میں لوگوں کو قیدی بنایا تھا۔ اسے رائش بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے جنگ میں مال غنیمت حاصل کیا تھا، اس نے اپنی قوم کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور عرب مال کوریش اور ریش بھی کہتے ہیں۔ قحطان کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) یہ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہے اور تین واسطوں سے اس کا ان کے ساتھ نسب ملتا ہے۔ (۲) یہ عابر کی نسل سے ہے اور عابر سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں اور ہود علیہ السلام سے بھی ان کا تین واسطوں سے نسب ملتا ہے۔ (۳) یہ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہے اور ان سے بھی آپ کا نسب تین واسطوں سے ملتا ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر نمری رحمہ اللہ نے اسے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب

الإنباہ علی ذکر أصول القبائل الرواة میں بیان فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: [كَانَ رَجُلًا مِّنَ الْعَرَبِ] ”وہ عربوں میں سے ایک شخص تھا“^① کے معنی ہیں کہ وہ ان عرب عاربہ میں سے تھا جو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور جن کا تعلق سام بن نوح کی نسل سے تھا، تیسرے قول کے مطابق اس کا تعلق حضرت خلیل علیہ السلام کی نسل سے تھا لیکن یہ بات اہل نسب کے ہاں مشہور نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاندان اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: [ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ! فَإِنَّ آبَاءَكُمْ كَانُوا رَامِيًا] ”اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو، تمہارا باپ بھی تیر انداز تھا“^② اسلم ایک انصاری قبیلہ ہے اور اس و خزر ج دونوں انصاری قبائل غسان، یعنی سبا کے عرب یمن میں سے ہیں، جب سبا کے لوگ شدید سیلاب کی وجہ سے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تو یہ یشرب میں آ بسے تھے، ان میں سے ایک جماعت نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، انھیں غسان پانی کے اس چشمے کی وجہ سے کہا گیا جس کے پاس انھوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ غسان نامی پانی کا یہ چشمہ یمن میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مثلث کے قریب تھا جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

إِمَّا سَأَلْتِ فَإِنَّا مَعْشَرٌ نُّحِبُّ الْأَزْدُ نَسْبَتُنَا وَالْمَاءُ غَسَّانُ

”اگر تم نے ہمارے بارے میں پوچھا ہے تو ہم بہت معزز لوگ ہیں، ہماری نسبت ازدی ہے اور ہمارے پانی (کے چشمے)

کا نام غسان ہے۔“^③

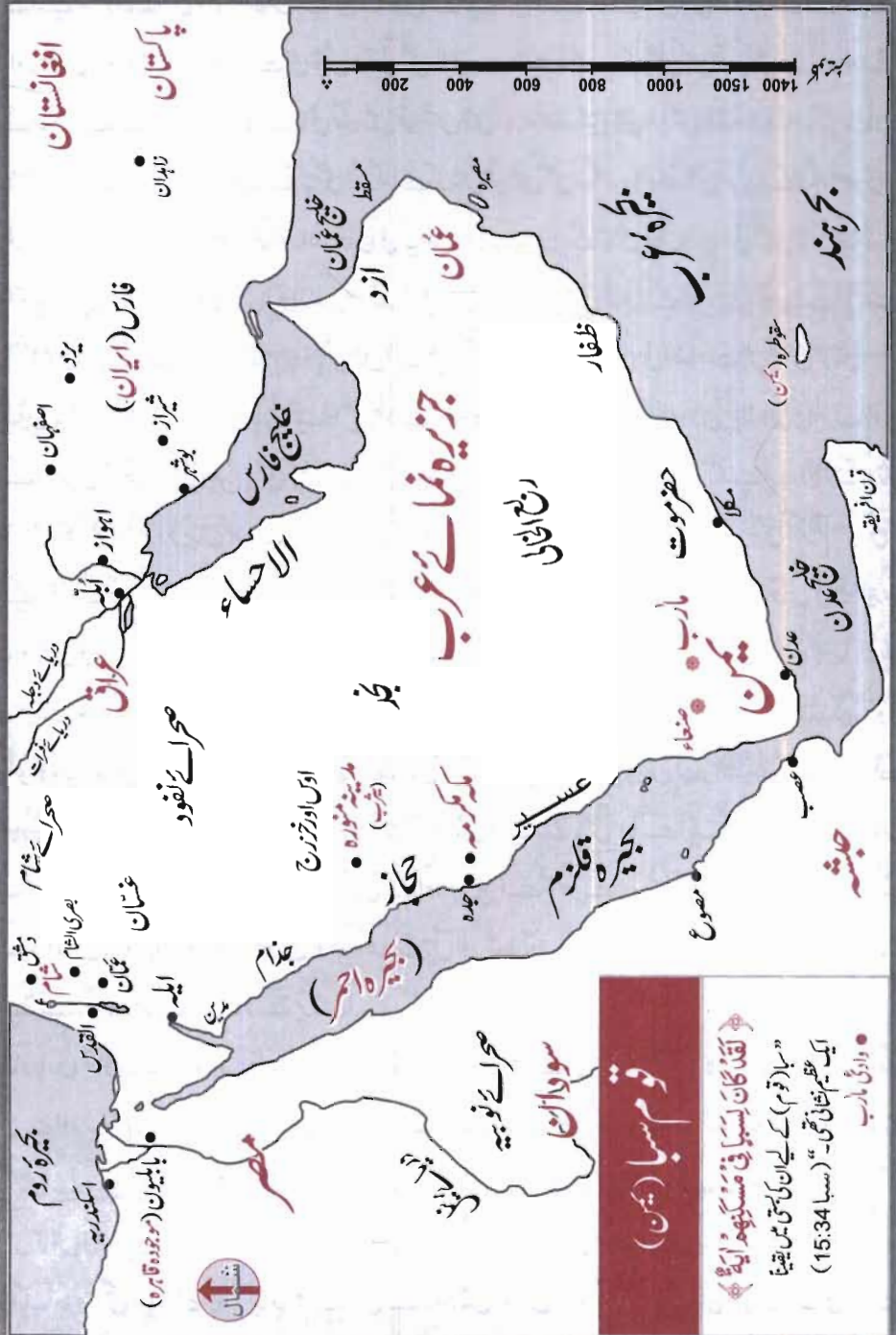
آپ نے جو یہ فرمایا: [وَلَدَ عَشْرَةٌ مِّنَ الْعَرَبِ] یعنی عرب یمن کے یہ دس قبائل ان کی نسل سے ہیں جو قبائل عرب کی اصل ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے اور اس (عبدش بن شجب) کے مابین کم و بیش دو یا تین واسطے ہیں جیسا کہ کتب نسب میں اس کی تفصیل موجود ہے اور آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا: [فَتَيَّامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَتَسَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ] ”ان میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں بس گئے۔“ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید سیلاب بھیجا تو ان میں سے کچھ تو اپنے علاقے ہی میں رہے اور کچھ وہاں سے چلے گئے اور دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

وادی مارب اور شدید سیلاب: اس وادی میں پانی دو پہاڑوں کے درمیان سے آتا تھا، علاوہ ازیں یہاں سیلابوں، بارشوں اور وادیوں سے آنے والا پانی بھی جمع ہو جاتا تھا۔ قدیم بادشاہوں نے یہاں ایک عظیم اور بہت مضبوط ڈیم بنادیا تھا حتیٰ کہ پانی کی سطح بلند ہو کر ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی، انھوں نے یہاں بہت سے درخت بھی اُگا دیے جن میں بہت

① المعجم الكبير للطبرانی: 245/22، حدیث: 639 ومجمع الزوائد، التفسیر، سورۃ سبا: 94/7، حدیث: 11287.

② صحیح البخاری، المناقب، باب نسبة الیمن إلى إسماعیل.....، حدیث: 3507 عن سلمة بن الأكوع.

③ مروج الذهب، ذکر ملوک الشام من الیمن: 116/2.



خوبصورت اور بڑی کثرت سے پھل لگنے لگے جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف نے، جن میں امام قتادہ رحمہ اللہ بھی ہیں، یہ ذکر کیا ہے کہ عورت اپنے سر پر ایک خالی ٹوکرا رکھ کر جب ان درختوں کے نیچے چلتی تو پکے ہوئے پھل اس قدر کثرت سے گرتے کہ ٹوکرا بھر جاتا اور پھلوں کو خود توڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی، اس سے اندازہ لگائیے کہ پھل کس قدر کثرت سے ہوتے اور کتنی عمدگی کے ساتھ پکتے تھے۔ ⁽¹⁾ یہ ڈیم مارب نامی جگہ میں تھا جس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ تھا اور یہ سد مارب کے نام سے معروف تھا۔ کچھ دیگر ائمہ سلف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس شہر میں کبھی، مچھر، پسو اور اس طرح کے دیگر موزی جانور نہ تھے کیونکہ ہوا معتدل اور موسم خوشگوار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یہ سب عنایات ان کے شامل حال اس لیے تھیں تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کریں اور اس کی بندگی میں اپنی زندگی صرف کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِهُمْ آيَةٌ﴾ ”(توم سبأ کے لیے ان کے مقام بودوباش میں ایک نشانی تھی۔“ اور پھر اس نشانی کی وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ﴾ ”(یعنی) دوباغ ایک دائیں طرف اور (ایک) بائیں طرف۔“ یعنی دونوں پہاڑوں کی طرف دوباغ تھے اور ان کے درمیان شہر تھا ﴿كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلَدًا مَبْنُوعًا﴾ ”اپنے پروردگار کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) رب غفار۔“ یعنی اگر تم اس کی توحید کو اختیار کیے رکھو گے تو وہ تمہیں بخش دے گا۔ ﴿فَاعْرَضُوا﴾ ”تو انھوں نے منہ پھیر لیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی نعمتوں کی شکرگزاری سے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے سورج کی پوجا شروع کر دی جیسا کہ ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تھی: ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبِيٍّ يَقِينٍ﴾ ”اے نبی! میں نے تجھ کو سبأ سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں، میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعُورِ﴾ ”پس ہم نے ان پر بند (ڈیم) کا سیلاب چھوڑ دیا۔“ عرم سے مراد پانی ہے اور یہ اسم کی اپنی صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہے جیسا کہ مسجد الجامع اور سعید کرز کہا جاتا ہے، یہ سہیلی نے بیان کیا ہے۔ جبکہ کئی ایک ائمہ تفسیر نے، جن میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہب بن منبہ، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں، یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انھیں سیلاب کی صورت میں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو ڈیم پر زمین کا ایک جانور بھیج دیا، جسے چوہا کہا جاتا ہے، اس نے ڈیم میں سوراخ کر دیا۔ ⁽²⁾ وہب بن منبہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ان

لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ لکھا ہوا تھا کہ اس ڈیم کی تباہی کا سبب چوہا ہوگا، لہذا کچھ عرصے تک وہ وہاں بلیاں رکھتے رہے لیکن جب تقدیر آگئی تو چوہے بلیوں پر غالب آ گئے، وہ ڈیم کے اندر داخل ہو گئے، انھوں نے اس میں سوراخ کر دیا اور وہ اس کو ان پر لے کر گئے۔^(۱)

امام قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ چوہے سے مراد چھچھوند رہے جس نے ڈیم کے نچلے حصے میں سوراخ کر دیے تھے جس کی وجہ سے اس کی دیواریں کمزور ہو گئیں اور جب سیلاب کے دن آئے اور سیلاب کا پانی زور سے ڈیم کی دیواروں کے ساتھ ٹکرایا تو وہ گر گئیں اور وادی کے زیریں حصے میں زوردار سیلاب آ گیا جس کی زد میں جو بھی عمارتیں یا درخت وغیرہ آئے، سب تباہ و برباد ہو گئے۔^(۲) اور جب پانی خشک ہوا تو دونوں پہاڑوں کے دائیں اور بائیں طرف کے تمام درخت خشک ہو گئے اور گل سڑ چکے تھے اور وہ درخت جو کبھی بڑے شربار، پر بہار اور سرسبز و شاداب تھے، اب اس طرح تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَبَدَّلْنَاهُمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ اٰكْلٍ خَطُطٍ﴾ اور انھیں ان کے باغوں کے بدلے دو کیلے (بدمزہ) میوے والے باغ دیے۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء خراسانی، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پیلو کے درخت اور ان کے بدمزہ پھل ہیں۔^(۳) ﴿وَاقْلٍ﴾ اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿اَقْلٍ﴾ کے معنی جھاؤ کے ہیں۔^(۴) کچھ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا درخت ہے جو جھاؤ کے مشابہ ہے۔^(۵) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بھول (کیکر) کا درخت ہے۔^(۶) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

﴿وَشِئْرٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ﴾^(۱۶) ”اور تھوڑی سی بیریاں۔“ تباہ و برباد کیے جانے والے درختوں کے بدلے میں ملنے والے درختوں میں سب سے بہتر بیر کی درخت تھی، اسی وجہ سے ان کا یہاں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، بہر حال ان دو باغوں کا حشر یہ ہوا کہ ان کے عمدہ و شیریں پھلوں، حسین و جمیل نظاروں، ٹھنڈے اور گھنے سایوں اور ان میں رواں دواں نہروں کو پیلو، جھاؤ اور بیر کی ایسے درختوں سے بدل دیا گیا جن میں کانٹے زیادہ اور پھل کم ہوتے ہیں اور یہ سب ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک، حق کی تکذیب اور باطل کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ جَزَآئُهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ يُجْزٰٓى الْاَلَكْفُوْرُۙ﴾ ”یہ ہم نے انھیں ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔“ یعنی ہم نے انھیں ان کے کفر کی سزا دی۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر ہی کو سزا دی جاتی ہے۔^(۷) امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ عظیم نے سچ فرمایا ہے کہ کافر اور ناشکرے ہی کو اس کے فعل کے مثل سزا دی جاتی ہے۔^(۸)

① تفسیر القرطبی: 285/14 . ② تفسیر الطبری: 98/22 و تفسیر القرطبی: 285/14 . ③ تفسیر الطبری:

99/22 . ④ تفسیر الطبری: 100/22 . ⑤ تفسیر القرطبی: 288, 287/14 . ⑥ تفسیر القرطبی: 287/14 .

⑦ تفسیر القرطبی: 288/14 و تفسیر الطبری: 101/22 مختصراً . ⑧ تفسیر القرطبی: 288/14 .

بھی پڑھا ہے، یعنی انھوں نے اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم نے بیان فرمایا ہے۔^① اور انھوں نے ایسے صحراؤں اور جنگلوں کو پسند کیا جن میں سفر کے لیے انھیں زادِ راہ اور سوار یوں کی ضرورت ہوتی، نیز گرم موسموں اور پر خطر راستوں میں سفر کو پسند کیا ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَرْقَاهُمْ كُلَّ مَرْقٍ ط﴾ ”تو ہم نے انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے افسانے بنادیا۔“ یعنی ہم نے انھیں نیست و نابود کر کے قصے کہانیوں اور افسانوں کا موضوع بنادیا اور لوگ ان کے حالات بیان کرنے لگے کہ ان کی اجتماعیت والفت اور خوش حالی و فراوانی کی زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں ان کی ناقدری و ناشکری کی سزا دی اور کس طرح ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا اور وہ مختلف شہروں اور علاقوں میں تتر بتر ہو کر رہ گئے، اسی لیے لوگوں کے منتشر ہونے کے موقع پر عربوں نے کہنا شروع کر دیا: تَفَرَّقُوا أَيُّدِي سَبَأٍ اسی طرح اَيَادِي سَبَأٍ اور تَفَرَّقُوا شَدَرَ مَذَرَ اُن سب ضرب الامثال کا مطلب یہ ہے کہ فلاں لوگ سب کے لوگوں کی طرح منتشر اور متفرق ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝۱۹﴾ ”یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔“ یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جس ناراضی اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑا اور کفر اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے نعمتوں اور خوش حالیوں کے بجائے سزا کا مستحق بننا پڑا، اس میں ہر اس بندے کے لیے عبرت کا سامان ہے جو مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر بجالائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سعد بن ابوقاص رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَصَبَرَ، الْمُؤْمِنُ يُوجِرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي اللَّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِيهِ أَمْرَاتِهِ] ”میں نے مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر بہت تعجب کیا ہے کہ اگر اسے کوئی خیر پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جسے وہ اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے۔“^② اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔^③ اور اس حدیث کا صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ رحمہ اللہ یہ شاہد بھی ہے: [عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللَّهُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَهُ] وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ] ”مرد مومن کا معاملہ بہت ہی تعجب خیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اسے خوشی و مسرت حاصل ہو تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر

① تفسیر الطبری: 104/22 و تفسیر القرطبی: 291، 290/14 . ② مسند أحمد: 173/1 . ③ السنن الکبریٰ

للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول إذا أصابته مصیبة 263/6، حدیث: 10906 .

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ

اور ابلیس نے ان پر اپنا خیال یقیناً سچ کر دکھایا، چنانچہ سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے سب نے اسی کی اتباع کی ﴿٢٠﴾ اور اس (ابلیس) کا ان

لَهُ عَلَيْهِمْ مِّن سُلْطٰنٍ إِلَّا لَنَعْلَمَنَّ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِي شَكٍّ ط وَرَبُّكَ

پر کوئی زور نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے؟ اور آپ کا

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ﴿٢١﴾

رب ہر چیز پر خوب نگہبان ہے ﴿٢١﴾

اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ ﴿١﴾

﴿إِن فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ﴿١٩﴾ ”یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔“ قتادہ رحمہ اللہ نے

روایت کیا ہے کہ مطرف کہا کرتے تھے: کیا خوب ہے وہ صابر و شاکر بندہ کہ جب اسے دیا جائے تو وہ شکر بجالائے اور جب

اسے تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے تو وہ صبر کرے۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 21، 20

ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا: اللہ تعالیٰ نے جب سب کا قصہ ذکر کیا اور قوم سب کے بارے میں

بیان فرمایا کہ انھوں نے نفسانی خواہشات اور شیطان کی پیروی کی تو اب انھی جیسے دیگر لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جنھوں

نے ابلیس اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور رشد و ہدایت کی مخالفت کی: ﴿وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ﴾

”اور ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح

ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ﴿أَرَأَيْتَكَ هٰذَا

الَّذِي كُذِّمْتُ عَلَيْهِ ۚ لَئِنِ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل 62: 17) ”دیکھ تو یہی وہ

ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد

کی ضرور جڑ کاٹ دوں گا۔“ اور کہا: ﴿ثُمَّ لَا تَبِغُهُمْ مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا

تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ﴾ (الأعراف 17: 7) ”پھر میں ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور

ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) ان کے پاس ضرور آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے

گا۔“ اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ﴿١﴾

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّن سُلْطٰنٍ﴾ ”اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا۔“ کے بارے

① صحیح مسلم الزہد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر، حدیث: 2999، جبکہ ترمذی والے الفاظ مستأحمد: 24/5

میں ہیں۔ ملاحظہ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسیر الطبری: 106/22. ③ تفسیر الطبری: 107/22 عن

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: انھیں پکارو جنھیں تم نے اللہ کے سوا (معبود) خیال کیا تھا، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، اور

فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شَرْكٍَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۚ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ

نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار رہی ہے ۚ اور اس کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش نفع دے گی

عِنْدَكَ إِلَّا لِسَنِّ أَذْنٍ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا

جسے اللہ اجازت دے گا، حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں:

الْحَقُّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ

حق (ج کہا) اور وہ بہت بلند، بہت بڑا ہے ۚ

میں فرماتے ہیں کہ سلطان کے معنی حجت کے ہیں۔ ﴿إِلَّا لَنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ﴾ ”مگر اس کے لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے۔“ یعنی ہم نے اسے ان پر اس لیے مسلط کیا تا کہ ان لوگوں کا معاملہ ظاہر ہو جائے جو آخرت کے قائم ہونے، اس میں حساب کتاب کے ہونے اور جزا و سزا ملنے پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اس وجہ سے دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت احسن انداز میں کرتے ہیں اور اس سے ان لوگوں کا معاملہ بھی واضح ہو جائے جو آخرت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ﴿وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيزٌ﴾ ”اور آپ کا پروردگار ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔“ یعنی اس کی نگہبانی میں ابلیس کے پیروکار گمراہ ہو گئے اور اسی کی حفاظت و نگہبانی کے ساتھ مومن اور انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر آیات: 22، 23

مشرکین کے معبودوں کی عاجزی و درماندگی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اکیلا، واحد معبود، یکتا و بے نیاز ہے، جس کا کوئی نظیر اور شریک نہیں، حکم بھی اسی وحدہ لا شریک کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، کوئی تنازع کرنے والا نہیں اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”کہہ دیجیے: جنھیں تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو انھیں بلاؤ۔“ یعنی ان معبودان باطلہ کو جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ﴿لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِّنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ (فاطر 13:35) ”اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔“ ﴿وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شَرْكٍَ﴾ ”اور نہ ان کا دونوں میں کوئی حصہ ہے۔“ یعنی وہ نہ مستقل طور پر کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ شراکت کے طور پر ﴿وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ﴾ ”اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار رہی ہے۔“ یعنی ان شریکوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار بھی نہیں ہے جس سے وہ امور و معاملات میں مدد لے سکے بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کی غلام ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿وَلَا تُنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ ”اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلالت اور کبریائی کی وجہ سے کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے بارے میں سفارش کی جرأت نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرہ 2: 255) ”کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں (کسی کی) سفارش کر سکے۔“ اور فرمایا: ﴿وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لَمَن يَّشَآءُ وَيَرْضٰۤى﴾ (النجم 26: 53) ”اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَن اِذْنٰى وَهُم مِّنْ خَشِيَّتِهِ مُتَّقُونَ﴾ (الانبیاء 28: 21) ”اور وہ (اس کے پاس) صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔“ صحیحین میں کئی ایک سندوں سے رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ساری اولاد آدم کے سردار ہیں اور مقام محمود پر فائز ہونے کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑے سفارشی ہوں گے اور ساری مخلوق کے لیے یہ سفارش فرمائیں گے کہ اللہ رب ذوالجلال والاکرام ان کا فیصلہ فرمادیں۔ آپ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا فَيَدْعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدْعَنِيْ، ثُمَّ يُقَالُ لِيْ: اِرْفَعْ مُحَمَّدًا! قُلْ يُّسْمَعُ وَسَلْ تُعْطٰى وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَحْمَدُ رَبِّيْ بِمَحَامِدِ عَلَمْنِيْهَا] ”اور میں اس (اللہ) کے لیے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے چھوڑ دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (ﷺ)! سر اٹھائیں اور کہیں! سنا جائے گا اور مانگیں! وہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور سفارش کریں! آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پھر میں اپنے پروردگار کی حمد و ثناء ان کلمات کے ساتھ کروں گا جنہیں وہ مجھے سکھائے گا۔“ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰى اِذَا فُرِغَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقُّ﴾ ”یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو وہ (باہم) کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق (فرمایا ہے۔)“ یہ بھی عظمت کے اعتبار سے ایک بہت بلند مقام ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے جب کلام فرماتا ہے تو آسمانوں والے اس کا کلام سن لیتے ہیں اور سنتے ہوئے ہیبت کی وجہ سے اس طرح لرزنے لگتے ہیں کہ ان پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مسروق اور دیگر ائمہ نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ ② ﴿حَتّٰى اِذَا فُرِغَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ یعنی ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے۔

ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابو عبد الرحمن السُّلَمی، شععی، ابراہیم نخعی، ضحاک، حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے اس ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿فُرِغَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ کے معنی یہ ہیں: گھبراہٹ کو ان کے دلوں سے دور کر دیا جاتا ہے۔ ③ بعض

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لَمَّا خَلَقْتُ بَيْدِيْ﴾ (ص 38: 75)، حدیث: 7410 و صحیح

مسلم، ایمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فيها، حدیث: 193 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ ② تفسیر الطبری: 110/22۔ ③ تفسیر

سلف نے [فُرْع] بھی پڑھا ہے۔^① اور ایک مرفوع روایت میں بھی یہ قراءت آئی ہے۔^② اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں اور جب یہ بات ہوتی ہے تو پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو حاملین عرش فرشتے اپنے ساتھ والوں کو یہ بتاتے ہیں اور وہ اپنے سے نیچے کے فرشتوں کو بتاتے ہیں حتیٰ کہ وہ خبر آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالُوا الْحَقُّ﴾ ”وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہوتا ہے وہ کسی بھی کمی بیشی کے بغیر اسے بتا دیتے ہیں، ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ ”اور وہ عالی مرتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا- لِلَّذِي قَالَ: الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هَكَذَا بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ- وَصَفَهُ سُفْيَانٌ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ- فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ، فَرَبَّمَا أَدْرَكَ الشَّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرَبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةً كَذِبَةً، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ»

”جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی امر کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پروں کو جھکنے لگتے ہیں اور اس طرح آواز آتی ہے جیسے پتھر پر زنجیر کو مارنے کی آواز ہو اور جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ کو دور کر دیا جاتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی مرتبہ و گرامی قدر ہے۔ اسے بات کو چرانے والا بھی سن لیتا ہے اور بات کو چرانے والے ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہیں، سفیان نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر دیا، اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا، وہ بات کو سن لیتا ہے اور اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے، پھر وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے ساحر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور بسا اوقات اسے بات ڈالنے سے قبل ہی شہاب لگ جاتا ہے اور کئی دفعہ شہاب لگنے سے قبل وہ اسے آگے پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ ساحر یا کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ اور بھی ملا لیتا ہے اور کہا جاتا ہے

① تفسیر القرطبی: 298/14 و تفسیر الطبری: 113/22 میں فُرْع ”ر“ مخفف کے ساتھ ہے۔ ② صحیح البخاری،

التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ﴾، حدیث: 7481 عن ابی ہریرۃ ؓ۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي

کہر دیجیے: تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہر دیجیے: اللہ (ہی)، اور بلاشبہ ہم یاتم البتہ ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ②۵ کہر دیجیے:

صَلِّ مُبِينٍ ②۴ قُلْ لَا تَسْأَلُونَنَا عَمَّا آجُرَمْنَا وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ②۵ قُلْ يَجْمَعُ

جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو ②۵ کہر دیجیے: ہمارا رب ہم سب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ②۶ قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ

کو جمع کرے گا، پھر وہ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے ②۶ کہر دیجیے: تم مجھے وہ (معبود)

الْحَقُّمُ بِهِ شُرَكَاءُ كَلَّا ط بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ②۷

دکھاؤ جنہیں تم نے شریک ٹھہرا کر اس (اللہ) کے ساتھ ملا دیا ہے، (ایسا) ہرگز نہیں! بلکہ وہی اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ②۷

کہ کیا اس نے فلاں فلاں دن ہمیں وہ بات نہیں بتائی تھی؟ پس اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے اسے سچا قرار دیا جاتا ہے۔ ① اس روایت کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے نہیں، البتہ اسے امام ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ② واللہ اعلم۔

تفسیر آیات: 27-24

کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا، صرف وہی اپنی ساری مخلوقات کو رزق عطا فرماتا ہے اور الوہیت میں بھی وہی واحد و یکتا ہے۔ مشرکین اعتراف کرتے تھے کہ آسمان و زمین سے اس کے سوا کوئی انھیں رزق نہیں دیتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو آسمان سے بارش نازل فرما کر زمین سے فصلوں کو پیدا فرماتا ہو جس طرح وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، اسی طرح انھیں یہ حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ②۵﴾ ”اور بے شک ہم یا تم یا تو سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔“ یہ لف و نشر مرتب کے باب سے ہے جس کی رو سے ہدایت کا تعلق ﴿إِنَّا﴾ سے اور ضلال کا تعلق ﴿إِيَّاكُمْ﴾ سے بنتا ہے۔ یعنی دو فریقوں میں سے ایک باطل پر ہے اور دوسرا حق پر ہے، یہ نہیں ہو سکتا تم اور ہم دونوں ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر، بلکہ ہم میں سے ایک حق کو پہنچا ہے، جبکہ ہم نے دلائل قائم کر کے اللہ کی توحید کو ثابت کیا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تم لوگ جس شرک پر ہو وہ باطل ہے۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ نے یہ بات مشرکین سے کہی تھی کہ اللہ کی قسم! ہم اور تم ایک ہی بات پر نہیں ہیں بلکہ ہم دونوں میں سے ایک فریق ہی ہدایت پر ہو سکتا ہے۔ ③ عکرمہ اور زیاد بن ابو مریم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں اور تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ ④

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا﴾ (سبأ: 34، 23)، حدیث: 4800.

② سنن أبی داؤد، الحروف والقراءات، باب، حدیث: 3989 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورۃ سبأ،

حدیث: 3223، و سنن ابن ماجہ، السنۃ، باب فیما أنکرت الجہمیۃ، حدیث: 194. ③ تفسیر الطبری: 114/22.

④ تفسیر الطبری: 114/22.

ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَا تَسْأَلُونَنَا عَنْ آجُومِنَا وَلَا نَسْأَلُ عَنْكُمْ آجُومِنَا﴾ ②۵ ”کہہ دیجیے: جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سے اظہار براءت کیا جا رہا ہے، یعنی نہ تمہارا ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارا تم سے کوئی تعلق، ہم تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کی توحید کو اختیار کرو اور صرف اور صرف اس کی عبادت کرو اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول کر لو گے تو پھر تم ہمارے اور ہم تمہارے اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو ہم تم سے بری اور تم ہم سے بیزار جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ إِنِّي عَلَيْهِمْ لَكَلِمَةٌ وَلَكُمْ عَذَابُكُمْ ۖ أَنْتُمْ بَرِيءُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ﴾ (یونس 41:10) ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیں کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۖ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۖ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُوْنَ مَا عَبَدُ ۖ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۖ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ مَآ أَعْبُدُ ۖ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينٌ﴾ (الکافرون 6-1:109) ”(اے پیغمبر! ان منکران اسلام سے) کہہ دیجیے کہ اے کافرو! جنہیں تم پوجتے ہو انہیں میں نہیں پوجتا اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت کرنے والے نہیں اور (میں) پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں، تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يَجْعَلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَبَازٍ﴾ ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن وہ تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، پھر وہ ہمارے مابین عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر عمل برا ہوا تو بری سزا دے گا اور اس دن تم جان لو گے کہ عزت، نصرت اور ابدی سعادت کن لوگوں کو حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُؤْمِنُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ﴾ (الروم 16-14:30) ”اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ (کافر اور مومن) الگ الگ ہو جائیں گے، پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَهُوَ الْفَاقِحُ الْعَلِيمُ﴾ ②۶ ”اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ یعنی وہ حاکم عادل اور امور کے حقائق کا علم رکھنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ ”آپ کہہ دیں: مجھے وہ (معبود) تو دکھاؤ جنہیں تم نے اس (اللہ) کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا دیا ہے۔“ یعنی تم مجھے وہ معبودانِ باطلہ تو دکھاؤ جنہیں تم نے اللہ کا شریک اور ہم سر بنا رکھا ہے، ﴿كَلَّا﴾ ”ہرگز (ایسا کوئی) نہیں۔“ یعنی کوئی اس کا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُولُونَ

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿٢٨﴾ اور وہ کہتے ہیں:

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مَّيْعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ

اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ ﴿٢٩﴾ کہہ دیجیے: تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے کہ نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ

سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾

تم آگے بڑھ سکو گے ﴿٣٠﴾

ہم مثل، ساجھی، شریک اور برابری کرنے والا نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: **بَلْ هُوَ اللَّهُ** ”بلکہ وہی (کیلا) اللہ ہے۔“ جو واحد و یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں، **الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** ”نہایت غالب، خوب حکمت والا۔“ یعنی وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اپنے افعال و اقوال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے اور مشرکین اس کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ان سے مقدس و منزہ، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر آیات: 30-28

نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا** ”اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

یعنی تمام مکلف مخلوقات کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَوِيحًا** (الأعراف: 158:7) ”(اے محمد!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا اس کا) رسول ہوں۔“

اور فرمایا: **تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا** (الفرقان: 1:25) ”وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔“ **بَشِيرًا وَنَذِيرًا** ”یعنی جو آپ کی اطاعت کرے اس کے لیے آپ جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جو آپ کی نافرمانی کرے اسے آپ آتش و دوزخ سے ڈرانے والے ہیں، **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** ﴿٢٨﴾ ”اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ جیسا کہ

فرمایا: **وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ** (یوسف: 103:12) ”اور بہت سے آدمی گواہ (کتبی ہی) خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: **وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ خَلَفُوا مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ اللَّهُ بِالشَّرِّ مِنْ حَيْثُ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ اللَّهُ بِالنَّاصِرِ** (النعام: 116:6) ”اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی بات مان لیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔“ محمد بن کعب قرظی نے

آیت کریمہ: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ** کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے اور امام قتادہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام عرب و عجم کی طرف بھیجا ہے، آپ اللہ

تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے بھی۔ ﴿١﴾

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ مِّنْ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيُبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ”مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں: (1) میری ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، میری امت سے کوئی شخص بھی جہاں نماز کو پائے وہ وہاں نماز پڑھ لے (3) میرے لیے غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھی (4) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (5) ہر نبی کو بطور خاص ان کی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ ⁽¹⁾ صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَبُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ”مجھے ہر سیاہ و سرخ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد جن و انس ہیں۔ ⁽²⁾ اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد عرب و عجم ہیں اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے وقت کو بعید سمجھتے ہیں: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ⁽³⁾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو وہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟“ یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا﴾ ⁽⁴⁾ ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَكُمْ فِيهَا عَذَابٌ يَوْمَ لَا تَسْأَلُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَغْفِرُونَ﴾ ⁽⁵⁾ ”کہہ دیں کہ ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔“ یعنی تمھارے لیے ایک مقررہ اور طے شدہ میعاد مقرر ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی اور جب وہ گھڑی آجائے گی تو اس میں ذرہ بھر تقیید و تاخیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ (نوح 4:71) ”بلاشبہ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدَّدٍ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيقٌ وَسَعِيدٌ﴾ (ہود 105، 104، 11) ”اور ہم ایک وقت معین تک اس (کے لانے) میں تاخیر کر رہے ہیں، (جب) وہ دن آجائے گا تو کوئی تنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔“

① صحیح البخاری، التیمم، باب: 1، حدیث: 335 و صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة،

حدیث: 521 جبکہ توسین والا جملہ صحیح البخاری، الصلاة، باب قول النبی ﷺ: [جعلت لی الأرض مسجداً و طهوراً]، حدیث: 438 میں ہے۔

② مسند أحمد: 145/5 عن أبي ذر۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں،

إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضِ الْقَوْلِ

اور (اے نبی!) کاٹھ آپ دیکھیں! جب ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، جبکہ ان کا بعض بعض کی بات رد کر رہا

يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ③۱ قَالَ

ہوگا تو جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم مومن ہوتے ③۱ وہ

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ

لوگ جو تکبر کرتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جب وہ تمہارے پاس آگئی

إِذْ جَاءَكُمْ بَلٌ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ ③۲ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

تھی؟ بلکہ تم (غوی) مجرم تھے ③۲ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: (نہیں!) بلکہ (تمہاری) رات

بَلٌ مَّكْرٌ الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا

اور دن کی چالوں ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں، اور وہ

وَاسْرُوا النَّدَامَةَ لَبَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَلَ فِي آعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا

(سب دل میں) ندامت چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے، اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا،

هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ③۳

انھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے ③۳

تفسیر آیات: 31-33

کفار کا دنیا میں انکا حق پر اتفاق اور روز قیامت آپس میں جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے کفار کی بغاوت و سرکشی، عناد اور قرآن

کریم اور قیامت کے متعلق بتائی ہوئی اس کی خبروں کے بارے میں عدم ایمان پر اصرار کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ

الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا کہ ہم نہ تو اس (قرآن)

پر ایمان لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں۔“ اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے

اور ذلت و خواری کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کی خبر دیتے ہوئے

فرمایا: ﴿يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضِ الْقَوْلِ﴾ ”ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ

کمزور سمجھے جاتے تھے وہ کہیں گے۔“ یعنی پیروی کرنے والے ﴿لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا﴾ ”ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے۔“

یعنی اپنے قائدین اور سرداروں سے کہ ﴿لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ﴾ ”اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔“ یعنی

اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم رسولوں کی اتباع کرتے اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت پر ایمان لے آتے تو قائدین و

سردار، یعنی بڑے لوگ ان سے کہیں گے: ﴿اَنْحَنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهٰدٰى بَعْدَ اِذْ جَاَءَكُمْ﴾ ”بھلا ہم نے تمہیں ہدایت اختیار کرنے سے روک دیا تھا جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟“، یعنی ہم نے اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کیا کہ تمہیں دعوت دی اور تم نے کسی دلیل و برہان کے بغیر ہماری اتباع شروع کر دی تھی اور ان دلائل و براین کی تم نے مخالفت کی جو انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور اپنی خواہش اور اپنے اختیار سے تم نے ایسا کیا تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتَضٰعُوْهُمُ الْكَذِبٰنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مُّكْرُ الْاَيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ”بلکہ تم ہی مجرم تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمہاری) دن رات کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا۔)“، یعنی دن رات تم ہمارے ساتھ چالیں چلتے تھے، ہمیں بتلائے فریب کرتے، جھوٹی امیدیں دلاتے اور ہمیں یہ بتاتے تھے کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں جبکہ تمہاری یہ ساری باتیں باطل، جھوٹ اور فریب پر مبنی تھیں۔ قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: ﴿بَلْ مُّكْرُ الْاَيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم دن رات چالیں چلتے تھے۔^① مالک نے زید بن اسلم سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

﴿اِذْ تَاْمُرُوْنَ اَنْ لَّكُفْرًا بِاللّٰهِ وَنَجْعَلْ لَّهٗ اَنْدَادًا﴾ ”جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔“، یعنی اس کی نظیر اور اس کے ساتھ اوروں کو معبود بنالیں اور تم ہمیں گمراہ کرنے کے لیے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش کیا کرتے تھے، ﴿وَاَسْرُوْا النَّدَامَةَ لَنَا رَاوِ الْعَذَابِ﴾ ”اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو ندامت چھپائیں گے۔“، یعنی سردار اور ان کی اتباع کرنے والے تمام لوگ اپنے اعمال پر نادم اور پشیمان ہوں گے۔

﴿وَجَعَلْنَا الْاَعْلٰى فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔“ اور زنجیروں کے ساتھ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھ دیں گے، ﴿هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱﴾ ”بس جو عمل وہ کرتے تھے انھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔“، یعنی ہم تم میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے، بڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق عذاب ہوگا اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق۔ ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۲﴾ (الأعراف 38:7) ”وہ (اللہ) فرمائے گا کہ (تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔“

ابن ابوقاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَّا سَبَقَ اِلَيْهَا اَهْلُهَا، تَلَقَّتْهُمْ، فَلَفَحَتْهُمْ لَفْحَةً لَّمْ تَدْعُ لَحْمًا عَلٰى عَظْمٍ اِلَّا اَلْقَتْهُ عَلٰى الْعُرْفُوْبِ] ”بے شک جہنم کی طرف جب جہنمیوں کو لایا جائے گا تو جہنم کے شعلے ان کا استقبال کریں گے، پھر آگ کا ایک جھونکا انھیں اس طرح لپیٹ میں لے لے گا جس سے ان کے جسم کا سارا گوشت گل کر ان کی ایڑیوں پر گر جائے گا۔“^②

① تفسیر الطبری: 119/22 و الدر المنثور: 446/5. ② المعجم الأوسط للطبرانی: 197/1، حدیث: 280 یہ

حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے الترغیب والترہیب صفة الجنة والنار، فصل فی تفاوتہم فی العذاب و ذکر اھونہم عذابا:

488/4، حدیث: 87 و مجمع الزوائد صفة النار، باب تلقی النار اھلھا: 389/10، حدیث: 18586.

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٤﴾

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا (رسول) بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ جس چیز کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار

وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَآوِلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿٣٥﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ

کرتے ہیں ﴿٣٤﴾ اور انھوں نے کہا: ہم (تم سے) مال اور اولاد میں زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا ﴿٣٥﴾ آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب جس کے

الرِّزْقِ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا

لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿٣٦﴾ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں جو تمہیں

أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ فَلَؤْلِيكَ لَهُمْ جَزَاءُ

درجے میں ہمارے قریب کر دیں، مگر (مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا دگنا بدلہ ہے،

الصَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفِ آمِنُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے ﴿٣٧﴾ اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کو چھلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہی لوگ عذاب

أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

میں حاضر کیے جائیں گے ﴿٣٨﴾ کہہ دیجیے: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کے

وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٣٩﴾

لیے (چاہے)، اور تم کوئی چیز بھی خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا عوض دیتا ہے، اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ﴿٣٩﴾

تفسیر آیات: 34-39

امراء وقت کی انبیائے کرام ﷺ سے محاذ آرائی: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سابقہ

انبیائے کرام ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں کہ اس نے جس نبی کو بھی کسی بستی میں بھیجا تو بستی کے خوش حال لوگوں نے تو اس

نبی کی تکذیب کی مگر کمزور لوگوں نے اتباع کی جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿أَنْتُمْ مِنْ لَّدُنَّا وَتَتَّبَعَكُمُ الْكَافِرُونَ﴾

(الشعراء 111:26) ”کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیروکار تو کمی مین لوگ ہیں۔“ اور کہا: ﴿وَمَا أَتٰكَ اَتَّبَعَكَ

إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا لَنَا بِأَدَى الرَّأْيِ﴾ (هود 27:11) ”اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے کمی مین لوگوں نے بے سوچے سمجھے

تیری پیروی کی۔“ اور قوم صالح کے متکبر امراء نے کہا: ﴿لِلَّذِينَ اسْتَعْصَفُوا لِسِنَ امْنٍ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُونَ اَنَّ صَالِحًا

مُرْسَلًا مِّنْ رَبِّهِ ط قَالَوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾

(الأعراف 76،75) ”ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ

کیا واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا: (ہاں) بلاشبہ ہم اس چیز پر ایمان لانے والے ہیں جس کے

ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ جن لوگوں نے تکبر کیا، کہنے لگے: بے شک ہم اس چیز کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ اسے

بھیجا گیا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوْا اِهٰٓؤُلَآءِ مِّنْ اِلٰهِهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ط

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ (الأنعام 53:6) ”اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے کہ وہ (انھیں دیکھ کر) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا ہے؟ (اللہ نے فرمایا:) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے خوب واقف نہیں؟“ اور فرمایا: **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَسْكَرُوْا فِيْهَا** (الأنعام 123:6) ”اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو مجرم بنادیا کہ وہ اس میں مکاریاں کرتے رہیں۔“ اور فرمایا: **وَإِذَا ارْتَدْنَا اَنْ تَهْلِكَ قَرْيَةٌ اَمَرْنَا مُنْشَرِفِيْهَا فَاَفْشَوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا** (بنی اسرائیل 16:17) ”اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متکبر امراء کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں، چنانچہ اس بستی پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے، تب ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر ڈالتے ہیں۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَا اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ** ”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔“ یعنی کوئی نبی رسول **(اِلَّا قَالُ مُتْرُوْهَا)** ”مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا۔“ یعنی ان لوگوں نے جنھیں ہم نے نعمت، حشمت، ثروت اور ریاست عطا کی تھی۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اس سے ان کے جابر لوگ اور قائدین شرمندہ ہیں۔ **(اِنَّا بَمَا اَرْسَلْتُمْ بِهِ كُفْرُوْنَ)** ”جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، بلاشبہ ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔“ ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی اتباع کریں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان خوش حال اور تکذیب کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: **وَقَالُوا لَوْ اَنَّ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّ مَا لَمْ نَحْنُ بِمُعَدِّيْنَ** ”اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم (تم سے) مال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“ انھوں نے اموال و اولاد کی کثرت پر فخر کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت اور ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں تو انھیں مال و اولاد کثرت سے نوازے، پھر آخرت میں انھیں عذاب دے، حالانکہ ان کا یہ خام خیال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَيَحْسَبُوْنَ اَنْكُمۡ تُدۡرِجُوْهُمۡ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَبَنِيۡنٍ ۚ لَسَاۤءَ لَہُمْ فِي الْخٰیِرٰتِ طَبَلٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ** (المؤمنون 56:55:23) ”کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال و اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو) کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں، (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ اور فرمایا: **فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُہُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُہُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَہُمۡ بِہَا فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُہُمْ وَ ہُمْ کٰفِرُوْنَ** (التوبہ 55:9) ”چنانچہ ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں، اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔“ اور فرمایا: **ذَرٰنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَجِیْدًا ۙ وَ جَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّہْدُوْدًا ۙ وَ بَنِیۡنٍ شَہُوْدًا ۙ وَ مَہَدْتُ لَہٗ تَہْیِیْدًا ۙ ثُمَّ یَطۡعُ اَنْ اَیۡدِیۡہٗ لَا تَکۡلُمُ اِنَّہٗ کَانَ لَا یَتَذٰکَّرُ اِنَّہٗ سَآرُہٗ فَاَعِیۡدًا ۙ سَآرُہٗ فَاَعِیۡدًا ۙ** (المدثر 17-11:74) ”مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور میں نے اس کے لیے مال پھیلا دیا اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے (دیے) اور میں نے اسے ہر طرح کی وسعت دی، ابھی خواہش رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ ہماری آیتوں کا

دشمن ہے، میں اسے عنقریب ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔“

اللہ تعالیٰ نے ان دو باغوں والے کا واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کے پاس مال، پھل اور اولاد تھی مگر ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے کام نہ آئی بلکہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اسے ان تمام چیزوں سے محروم کر دیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ ”کہہ دیں کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی مال تو وہ اسے بھی دیتا ہے جسے پسند کرتا ہے یا جسے وہ پسند نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے وہ فقیر بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی حکمت کاملہ اور رحمت بالغہ کے تحت ہوتا ہے۔ ﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

پھر فرمایا: ﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالْبَاقِي تَقَرَّبَكُمْ عِنْدَنَا وَلَقِيْ﴾ ”اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیزیں نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں۔“ یعنی اگر ہم نے تمہیں اولاد اور مال دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں تم سے محبت اور خصوصی تعلق ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔“^① اسے امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^② اسی لیے فرمایا: ﴿إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ”ہاں! (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔“ یعنی ایمان اور عمل صالح ہی ایسی چیزیں ہیں جو تمہیں ہمارا مقرب بنا سکتی ہیں، ﴿فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءٌ الضَّعِيفُ بِمَا عَمِلُوا﴾ ”چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا۔“ یعنی نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔ ﴿وَهُمْ فِي الْغُفْوَةِ آمِنُونَ﴾ ”اور وہ بالا خانوں میں امن و سکون سے رہیں گے۔“ یعنی وہ جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مکانات میں ہر ڈر، خوف، ایذا اور شر سے محفوظ ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَعُرْفًا يُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِي فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلَّى لِلَّهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ”بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا بیرونی منظر اندر کی جانب سے اور اندرونی منظر باہر کی جانب سے نظر آتا ہوگا، ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھائے، روزہ رکھنے کو معمول بنالے اور رات کو اس وقت نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔“^③ ﴿وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَيِّمَاتِ مُعْجِزِينَ﴾ ”اور جو

① مسند احمد: 539/2 . ② صحیح مسلم، البر الوصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم،، حديث:

(33)-2564 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حديث: 4143 . ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3077/9 عن أبي مالك

الأشعري رحمه الله وجامع الترمذی، صفة الجنة، باب ما جاء في صفة غرف الجنة، حديث: 2527 و اللفظ له عن

علي بن مزياد رحمه الله مسند احمد: 156، 155/1 .

لوگ (ہیں) عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں کوشش کرتے ہیں۔“ یعنی جو اللہ کے رستے سے، اس کے رسولوں کی اتباع سے اور اس کی آیات کی تصدیق سے روکتے ہیں، ﴿أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحَضَّرُونَ﴾ (38) ”وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی ایسے سب لوگوں کو ان کے برے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ط﴾ ”کہہ دیں کہ میرا پروردگار (اپنے بندوں میں سے) جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی اپنی حکمت و مصلحت سے جسے چاہتا ہے مال کثیر عطا فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے بے حد تنگ کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿أُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ ۖ وَالْكَبِيرُ تَفْضِيلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 21:17) ”دیکھیں ہم نے کس طرح ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دینا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔“ یعنی جس طرح دنیا میں ان میں فرق ہے کہ ان میں سے کوئی نان جویں تک کو ترسنے والا فقیر ہے اور کوئی بے شمار مال و دولت والا امیر، اسی طرح آخرت میں بھی ان میں سے کچھ لوگ جنت کے ارفع و اعلیٰ درجات میں بلند پایہ بالا خانوں میں سکونت پذیر ہوں گے اور کچھ جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں غوطے کھا رہے ہوں گے اور دنیا میں سب سے زیادہ پاکیزہ تو وہ شخص ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرَزَقَ كَفَافًا وَقَنَعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ] ”بے شک کامیاب ہے وہ شخص جو مسلمان ہو اور اُسے بقدر کفایت رزق مل جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا ہو، اس پر قناعت بھی عطا فرما دے۔“ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔^①

﴿وَمَا أَلْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۖ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ ”اور تم جو چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا (تمہیں) عوض دیتا ہے۔“ یعنی جو چیز بھی تم خرچ کرو گے، جہاں اس نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے تمہارے لیے مباح قرار دیا ہے تو وہ تمہیں دنیا ہی میں اس کا بدل عطا فرمائے گا اور آخرت میں اس کی بہترین جزا اور بے پایاں اجر و ثواب سے نوازے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [أَنْفَقَ أَنْفَقَ عَلَيْكَ] ”(اے ابن آدم!) تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔“^② ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر روز دو فرشتے صبح کرتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: [اللَّهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ! أَعْطِ مُتْسِكًا تَلَفًا] ”اے اللہ! جو مال کو خرچ کرنے والا ہے اسے اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! جو مال کو روک کر رکھتا ہے اس کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔“^③ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [أَنْفَقْ بِلَالُ! وَلَا تَحْشَ مِنْ ذِي الْعُرْشِ إِلَّا لًا] ”بلال! خرچ کرو اور صاحب عرش سے فقر کا خوف نہ کرو۔“^④

① صحیح مسلم، الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة، حدیث: 1054 عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ ② صحیح

البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (ہود: 7)، حدیث: 4684 و صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی النفقة.....، حدیث: 993 عن أبی ہریرۃ۔ ③ صحیح البخاری، الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَأَقْمْ وَفِی الْمَمْسُكِ، وَاتَّقِ ۖ وَصَدَّقَ﴾ (البال: 92-5-10)، حدیث: 1442 و صحیح مسلم، الزکاة، باب فی المنفق والممسک،

حدیث: 1010 عن أبی ہریرۃ۔ ④ المعجم الکبیر للطبرانی: 192، 191/10، حدیث: 10300۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَبِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِهۡۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: کیا یہی لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ﴿٤٠﴾ وہ کہیں گے:

اَنْتَ وَلٰٓئِنَّا مِنْ دُوْنِهِمْۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّۚ اَكْثَرُهُمْۚ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَاَلْيَوْمَ

تو پاک ہے، تو ہی ان کے ماسوا ہمارا کارساز ہے، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے ﴿٤١﴾ چنانچہ

لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّاۚ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ

(کہا جائے گا): آج تمہارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا، اور ہم ان ظالموں (مشرکوں) سے کہیں گے: اس

كُنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾

آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ﴿٤٢﴾

تفسیر آیات: 40-42

قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے

دن ساری مخلوقات کے سامنے مشرکین کو ڈانٹ پلائے گا، پھر ان کے سامنے ان فرشتوں سے بھی پوچھے گا جن کے بارے میں

مشرکین یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کی صورتوں میں ہیں اور وہ ان کی عبادت اس لیے

کرتے ہیں تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: ﴿٤٠﴾ اِهۡۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾

”کیا یہی لوگ ہیں جو صرف تمہاری پوجا کرتے تھے۔“ یعنی کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ تمہاری عبادت کریں جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے سورہ فرقان میں فرمایا ہے: ﴿٤١﴾ اَنْتُمْ اَضَلُّكُمْ عِبَادِيْۤ اِهۡۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوْا السَّبِيْلَ ﴿٤١﴾ (الفرقان 17:25)

”کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راستے سے ہٹ گئے تھے۔“ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی فرمائیں گے:

﴿٤٢﴾ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاٰمِيْۤ اِلَٰهِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْۤ بِحَقِّ ط

(المائدہ 116:5) ”کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود مقرر کر لو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے

میرے لیے (جائز) نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔“ اسی طرح فرشتے بھی کہیں گے: ﴿٤١﴾ سُبْحٰنَكَ ”پاک ہے

تو۔“ تو اس بات سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو۔ ﴿٤٢﴾ اَنْتَ وَلٰٓئِنَّا مِنْ دُوْنِهِمْۚ ”تو ہی

ہمارا کارساز ہے ان کے ماسوا۔“ یعنی ہم تو تیرے بندے ہیں اور تیرے سامنے ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں،

﴿٤١﴾ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّۚ ”بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے۔“ یعنی شیطانوں کی کیونکہ انھوں نے ان کے لیے بتوں

کی عبادت کو مزین کر کے انھیں گمراہ کر دیا تھا، ﴿٤٢﴾ اَكْثَرُهُمْۚ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤٢﴾ ”ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔“

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿٤٣﴾ اِنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّا اَنْثٰۤىۚ وَاِنْ يَدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مُّرِيْدًا ﴿٤٣﴾ لَعَنَهُ اللّٰهُ

(النساء 117:4، 118) ”وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں، اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ نے

اس پر لعنت کی ہے۔“

وَإِذَا تَنَتَلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں (تو) وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا آدمی ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ تمہیں ان (معبودوں) سے روک دے

كَانَ يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ ۖ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رِجْلكُ مُفْتَرِي ۖ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہی تو ہے، اور جب ان کافروں کے پاس حق آیا تو

لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۴۳ وَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا

انہوں نے اس کے بارے میں کہا: یہ تو کھلا جادو ہی ہے ۝۴۳ اور ہم نے ان (مشرکین عرب) کو کوئی کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ انہیں پڑھتے ہوں، اور ہم نے

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيرٍ ۝۴۴ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَمَا بَلَغُوا مَعْشَارَ

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا (بھی) نہیں بھیجا ۝۴۴ اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا جبکہ یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی

مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَذِيرٍ ۝۴۵

نہیں پہنچتے جو ہم نے ان کو دیا تھا، پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا (ان پر) میرا (مہر تاک) عذاب؟ ۝۴۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَالِيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ط﴾ ”چنانچہ آج تمہارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔“ یعنی آج تمہیں ان مشرکوں اور بتوں کی عبادت سے، جسے تم نے آج کے دن کی مشکلات سے بچنے کے لیے انجام دیا تھا، کوئی نفع حاصل نہ ہوگا اور یہ جن سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج تمہارے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ ﴿وَقُولِ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ط﴾ ”اور ہم ان ظالموں سے کہیں گے۔“ یعنی مشرکوں سے: ﴿ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝۴۶﴾ ”اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔“ یعنی یہ ہم ان سے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے۔

تفسیر آیات: 43-45

انبیاء کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سنگین سزا اور دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے کیونکہ انہیں جب اس کی واضح اور روشن آیات، رسول اللہ ﷺ کی زبانی تازہ تازہ سنائی جاتی ہیں تو ﴿قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ط﴾ ”وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا شخص ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمہارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تمہیں روک دے۔“ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ ان کے آباء و اجداد کا دین ہی حق ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس جو دین لے کر آئے ہیں وہ باطل ہے، ان پر اور ان کے آباء و اجداد پر اللہ کی لعنت ہو۔ ﴿وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رِجْلكُ مُفْتَرِي ط﴾ ”اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہی تو ہے۔“ یعنی قرآن مجید، ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۴۳﴾ ”اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہی تو ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيرٍ ط﴾ ”اور ہم نے نہ تو ان (مشرکوں) کو کتابیں دیں کہ جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ہم نے

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِيَ وَفَرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ

کہہ دیجیے: بس میں تو تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک (ہو کر) کھڑے ہو جاؤ، پھر تم غور و فکر کرو، تمہارے

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿٤٦﴾

ساتھی (نبی) میں کوئی دیوانگی (کی بات) نہیں، وہ تو صرف تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے ﴿٤٦﴾

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا بھیجا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے عربوں پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی اور نہ محمد ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی ہی کو مبعوث فرمایا ہے گویا وہ اس کی خواہش ضرور رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے یا ہم پر کوئی کتاب نازل کر دی جائے تو ہم دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر اپنے نبی کو ان کی طرف مبعوث فرمادیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کا انکار کیا اور اس سے معاندانہ سلوک کیا۔

پھر فرمایا: ﴿وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی تکذیب کی تھی۔“ یعنی سابقہ امتوں نے، ﴿وَمَا بَلَّغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ﴾ ”اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قوت ہے جو انھیں دنیا میں دی گئی تھی۔ ﴿قَادَهُ، سُدَىٰ اور ابن زید رحمہما کا بھی یہی قول ہے۔﴾ ﴿جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيْمَا أَنْ مَكَّنَّكُمْ فِيْمَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَبْعًا وَابْصَارًا وَآفَاقًا ۖ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا آفَاقُهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ (الأحقاف: 26:46) ”اور یقیناً ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انھیں اس (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿أَقْلَمُ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً﴾ (المؤمن: 82:40) ”کیا پس وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے کہیں زیادہ اور زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔“ یہ سب چیزیں ان سے اللہ کے عذاب کو نہ ٹال سکیں بلکہ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿قَدْ بَوَّأْنَا رُسُلًا فَلَئِنْ كَانَ لَذِكْرُ﴾ ”تو انھوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا، سو میرا عذاب کیسا ہوا؟“ یعنی دیکھو کہ میرا عذاب اور میری طرف سے آنے والی سزا کتنی شدید تھی اور میں نے کس طرح سے اپنے رسولوں کی مدد کی۔

تفسیر آیت: 46

نبی اکرم ﷺ پر جنون کے الزام کا فیصلہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ان کافروں سے کہہ دیں جو آپ کو

مجنون کہتے ہیں: ﴿إِنَّمَا أَعْطٰكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ ”سوائے اس کے نہیں میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔“ یعنی ایک ہی بات کا حکم دیتا ہوں ﴿أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مِثْلِيَ وَفَرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ﴾ ”کہ تم اللہ کے لیے دودو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔“ یعنی کسی ہوس و حرص اور عصیت کے بغیر خالص اللہ عزوجل کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پھر ایک دوسرے سے پوچھو: کیا محمد ﷺ کو جنون ہے؟ نہیں! انھیں کوئی جنون نہیں، لہذا تمہیں چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو ﴿ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا﴾ ”پھر غور کرو۔“ تم میں سے ہر شخص کو محمد ﷺ کے بارے میں غور کرنا چاہیے اور اگر اسے کوئی دشواری پیش آئے تو دوسروں سے پوچھ لے اور خود بھی خوب غور و فکر کر لے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مِثْلِيَ وَفَرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ﴾ ”کہ تم اللہ کے لیے دودو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔“ مجاہد، محمد بن کعب، سدی، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمہم نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور اس آیت سے واقعی یہ مفہوم مراد ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ ”وہ تو تمہیں سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور آپ نے قریش کو طلب کرتے ہوئے فرمایا: [يَا صَبَاحَاهُ] ^② جب قریش جمع ہو گئے تو انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصْبِحُكُمْ أَوْ يُمْسِيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟] ”اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک دشمن صبح یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہو رہا ہے تو کیا تم کو یقین آجائے گا؟“ سب نے کہا: کیوں نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ”میں تمہیں عذاب شدید سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔“ ابولہب نے کہا: تم پر افسوس کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا، اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ﴾ (الہب 1:111) ”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں۔“ ^③ اس سارے واقعے کی تفصیل آیت کریمہ: ﴿وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء 26:214) کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔^④

① تفسیر الطبری: 126/22 و تفسیر القرطبی: 311/14. ② یاصباحا کے ساتھ اہل عرب اس وقت فریاد کرتے تھے جب انھیں کسی حملہ آور ہونے والے کے مقابلے یا لوٹ مار کرنے والے سے دفاع کے لیے مدد کی ضرورت ہوتی تھی، چونکہ زیادہ تر وہ صبح کے وقت حملہ کرتے تھے اور انھوں نے حملے والے دن کو یوم الصباح کا نام دے رکھا تھا، گویا یاصباحا پکارنے والا یہ دہائی دے رہا ہوتا ہے: ہمیں دشمن نے آلیا (ہماری مدد کو پہنچو)۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رات ہو جاتی تو جنگبوزلائی بند کر دیتے اور اپنے پڑاؤ کی جگہ لوٹ جاتے، پھر جب دن ہوتا تو اپنے محاذ کی طرف واپس آتے اور یاصباحا کا نعرہ بلند کرتے، گویا کہہ رہے ہوتے: صبح ہو گئی لڑائی کے لیے پھر تیار ہو جاؤ۔ دیکھیے النہایۃ لابن الاثیر: 7، 6/3، مادة: ”صبح“ ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ (سبا 34:46)، حدیث: 4801. ④ دیکھیے الشعراء، آیت: 214 کے ذیل میں عنوان: ”قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم“

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ إِنَّ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

آپ کہہ دیجیے میں نے تم سے جو کوئی صلہ مانگا ہو تو وہ تمہارے ہی لیے ہے، میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے، اور وہ ہر شے پر شاہد ہے ﴿۴۷﴾ کہہ دیجیے: بلاشبہ

شَهِيدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبَدِّلُ

میرا رب ہی (غیبر پر) حق بات ڈالتا ہے، (وہ) چھپی باتیں خوب جانتا ہے ﴿۴۸﴾ آپ کہہ دیجیے: حق آگیا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھرے

الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا

گا ﴿۴۹﴾ کہہ دیجیے: اگر میں بہکا ہوں تو بلاشبہ میرے بہکنے کا وبال مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری

يُوجِيئُ إِلَىٰ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾

طرف کرتا ہے، بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت قریب ہے ﴿۵۰﴾

تفسیر آیات: 50-47

میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ مشرکین سے یہ کہہ دیں:

﴿مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ﴾ ”میں نے تم سے جو بھی صلہ مانگا ہو تو وہ تمہارے لیے ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم

تک پہنچا دینے، تمہاری ہمدردی و خیر خواہی کرنے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینے کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا ﴿۴۷﴾

﴿أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ ”میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے اجر و ثواب کا طالب ہوں ﴿وَهُوَ عَلَى

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ ﴿۴۷﴾ ”اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔“ یعنی وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو میں اس کے بارے میں تمہیں بتا رہا

ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں کہ اس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور جو تمہارے حالات ہیں وہ ان سب سے باخبر

ہے۔ ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ﴾ ﴿۴۸﴾ ”کہہ دیں کہ میرا پروردگار حق بات ڈالتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کو

خوب جانتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يُلْقِي الْوَحْيَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (المؤمن 15:40) ”اپنے بندوں میں

سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔“ یعنی زمین میں رہنے والے اپنے بندوں میں سے وہ جس کی طرف

چاہتا ہے فرشتے کو بھیج دیتا ہے اور وہ تمام خفی باتوں کو جاننے والا ہے اس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿قُلْ جَاءَ

الْحَقُّ وَمَا يُبَدِّلُ الْبَاطِلَ وَمَا يُعِيدُ﴾ ﴿۴۹﴾ ”کہہ دیں کہ حق آچکا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔“ یعنی اللہ کی

طرف سے حق اور عظیم شریعت آچکی ہے اور باطل چلا گیا اور نیست و نابود ہو گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَىٰ

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ (الأنبياء 18:21) ”نہیں بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا

ہے، پھر باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مسجد حرام میں تشریف لائے اور آپ نے ملاحظہ

فرمایا کہ کعبہ کے ارد گرد بت رکھے ہوئے ہیں تو آپ دست مبارک میں پکڑی ہوئی کمان کے ساتھ بتوں کو گرارہے تھے اور ساتھ

ہی ان آیات کی تلاوت بھی فرما رہے تھے: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوْقًا﴾ (نبیؑ اسماء: ۱۷)

81:17) ”اور کہہ دیں کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔“ اور ﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبَدِّلُ الْبَاطِلَ

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ فَلَا فُوتَ وَأَخْذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا

اور کاش! آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے، تو وہ (بھاگ کر) بچ نہ سکیں گے اور وہ قریب ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے ﴿٥١﴾ اور وہ کہیں

بِهِ ۖ وَآتَىٰ لَهُمُ التَّنَاوُسُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۖ

گئے: ہم (اب) اس پر ایمان لائے ہیں، اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ سے (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا! ﴿٥٢﴾ حالانکہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے

وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا

(دنیا میں) اس کا انکار کیا تھا، اور وہ دور کی جگہ سے بن دیکھے ہی (انکل کے تیر) پھینکتے رہے ﴿٥٣﴾ اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں، آڑ

فَعَلَ بِأَسْيَافِهِمْ مِمَّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾

حائل کر دی جائے گی، جیسے اس سے پہلے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بلاشبہ وہ ایسے شک میں مبتلا تھے جو تڑدیں ڈالنے والا ہے ﴿٥٤﴾

وَمَا يُعِيدُ ﴿٥٥﴾ ”کہہ دیں کہ حق آپ کا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔“ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور

امام نسائی رحمہم نے اس حدیث کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿٥٥﴾

اور فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُؤْتِي إِلَيَّ رَبِّي﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں گمراہ ہوں

تو میری گمراہی کا ضرر مجھی پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا

ہے۔“ یعنی ساری کی ساری خیر اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وحی اور واضح حق کو نازل فرمایا ہے اس میں

ہدایت بھی ہے، واضح بیان بھی اور رشد و بھلائی بھی تو اس کے باوجود جو گمراہ ہوتا ہے وہ از خود گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس عورت کی بابت مسئلہ پوچھا گیا جس نے حق مہر مقرر کرنے کا اختیار اپنے خاوند کو دے دیا تھا

(اور خاوند فوت ہو گیا تھا) تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں، اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ ﴿إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾ ﴿٥٦﴾

”بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت نزدیک ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور دعا کرنے والے کی دعا

کو قبول فرمانے والا ہے۔ امام نسائی نے یہاں ابو موسیٰ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے جو صحیحین میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: [فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا (قَرِيبًا) (مُجِيبًا)] ”تم کسی بہرے اور غائب کو تو

نہیں پکارتے بلکہ اس ذات پاک سے دعا کرتے ہو جو سميع، قریب اور مجیب ہے۔“ ﴿٥٦﴾

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَكَفَىٰ.....﴾ (بنی اسرائیل 17: 81)، حدیث: 4720 و صحیح

مسلم، الجہاد.....، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة، حدیث: 1780، 1781 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب

ومن سورة بنی اسرائیل، حدیث: 3138 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا

يُعِيدُ﴾ ②: 438/6، حدیث: 11428. ② سنن أبی داود، النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداق حتی مات، حدیث:

2116 و صحیح ابن حبان، النکاح، باب الصداق: 4109، 411، حدیث: 4101 و مسند أحمد: 448، 447/1. ③ السنن

الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾ ④: 438/6، حدیث: 11427 و صحیح البخاری، القدر، ④

تفسیر آیات: 51-54

روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن.....: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اس وقت ان تکذیب کرنے والوں کو دیکھیں جو قیامت کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے مگر ان کے لیے کوئی جائے فرار اور کوئی بجا و ماویٰ نہیں ہوگا، ﴿وَاجُنُّوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ﴾ اور نزدیکی ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ یعنی انھیں بھاگنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ فوراً پکڑ لیا جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو نبی وہ اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تو انھیں فوراً جکڑ لیا جائے گا، ﴿وَقَالُوا أَمَّا يَهِ﴾ اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ یعنی روز قیامت وہ کہیں گے کہ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكُنتُمْ آتِينَ إِذِ الْمُبْرِمُونَ نَاكِسُورَاءُ وَسِيَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ (السجدة 12:32) ”اور کاش! آپ دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَتَى لَهُمُ النَّارُ مِنَ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ ”اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا!“، یعنی اب انھیں ایمان کی کیسے توفیق ہو سکتی ہے جب وہ ایمان کی قبولیت کے وقت سے ہی بہت دور ہو کر اب آخرت میں پہنچ چکے ہیں، جو ابتلا کا نہیں بلکہ جزا کا گھر ہے۔ اگر وہ دنیا میں ایمان لے آتے تو وہ ان کے لیے نفع بخش ہوتا لیکن اب ان کے آخرت میں آجانے کے بعد ایمان کی قبولیت کی کوئی سبیل نہیں جیسے دور سے کوئی انسان کسی چیز کو نہیں پکڑ سکتا اسی طرح اب یہ لوگ ایمان کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿وَأَتَى لَهُمُ النَّارُ مِنَ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اب اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ زہری کہتے ہیں کہ ﴿النَّارُ مِنَ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ کے معنی ہیں ایمان کو لے لینا جبکہ وہ آخرت میں ہوں گے اور دنیا میں مدت ختم ہو گئی ہوگی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے معاملے کو ایسی جگہ سے طلب کیا ہے جہاں سے اسے حاصل ہی نہیں کیا جاسکتا، گویا انھوں نے ایمان کو بہت دور سے لینے کی کوشش کی ہے۔ ﴿وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ”حالانکہ انھوں نے اس سے پہلے اس کا انکار کیا تھا۔“ تو اب آخرت میں ان کو ایمان کیسے حاصل ہو سکتا ہے، حالانکہ انھوں نے دنیا میں حق کا انکار اور رسولوں کی تکذیب کی، ﴿وَيَقْدِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ ”اور بن دیکھے دور ہی سے (انکل بچو کے تیر) چلاتے رہے۔“ امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿وَيَقْدِفُونَ بِالْغَيْبِ﴾ کے معنی گمان کے کیے ہیں، یہ ایسے ہی جیسے کہ فرمایا: ﴿رَجَبًا بِالْغَيْبِ﴾ (الکھف: 22) ”بن دیکھے (نشانے کے لیے) پتھر چلانا۔“

باب لا حول ولا قوة إلا بالله، حدیث: 6610 واللفظ له جبکہ پہلی توسین والا لفظ صحیح مسلم، الذکرو الدعاء.....، باب استحباب خفض الصوت بالذکر إلا فی المواضع.....، حدیث: 2704 میں اور دوسری توسین والا لفظ مسند أحمد: 403/4 میں ہے۔ ① تفسیر الطبری: 130/22. ② الدر المنثور: 454/5. ③ تفسیر الماوردی:

کہ کبھی تو وہ آپ کو شاعر کہتے، کبھی کاہن، کبھی ساحر، کبھی مجنون اور کبھی اس طرح کی دیگر باطل باتیں اور بعث بعد الموت حشر نشر اور آخرت کی تکذیب کیا کرتے تھے اور کہتے تھے: ﴿إِنْ تُظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُصْتَفِينَ﴾ (الحجاثیہ 32:45) ”ہم تو اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا۔“ قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ظن کے تیر چلاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ بعث بعد الموت نہیں ہے اور نہ جنت اور دوزخ ہی کا کوئی وجود ہے۔ ﴿وَجِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ ”اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں اڑ حائل کر دی جائے گی۔“ حسن بصری اور سخاک وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان ہے۔ (2) سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد توبہ ہے۔ (3) ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (4) مجاہد کہتے ہیں کہ خواہش کی چیزوں سے مراد مال و دولت اور اہل و عیال ہیں۔ (5) حضرت ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ربیع بن انس رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ (6) اور صحیح بات یہ ہے کہ دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ دنیا میں ان کی خواہشوں میں اور آخرت کی چاہتوں میں پردہ حائل کر دیا گیا مگر ان کی آخرت کی خواہشوں کو پورا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿كَأَفْعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ط﴾ ”جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں سے کیا گیا۔“ یعنی جیسا کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا تھا کہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو انھوں نے خواہش کی کہ اے کاش! وہ ایمان لے آتے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ لَا كُفْرَ نَابِئًا كُتِبَ لَهُمْ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي سَكَطٍ مَّوْبِقٍ﴾ (المؤمن 85:84:40) ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، ان سب کا ہم انکار کرتے ہیں، پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، اللہ کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا اور کافراں کو وقت سخت نقصان میں رہ گئے۔“ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مَُّرِئٍ﴾ ”بے شک وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں (پڑے ہوئے) تھے۔“ یعنی دنیا میں شک و ریب میں مبتلا تھے، لہذا عذاب دیکھنے کے وقت ان کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شک و ریب سے بچو کیونکہ جو شخص حالت شک میں فوت ہوا اسے شک ہی پراٹھایا جائے گا اور جو شخص یقین کی حالت میں فوت ہوا تو اسے یقین کی حالت پراٹھایا جائے گا۔ (7)

تفسیر سورہ سہا اختتام پذیر ہوئی۔
وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْمَوْفِقُ لِلصَّوَابِ.

① تفسیر الطبری: 134/22. ② تفسیر الطبری: 135, 134/22. ③ تفسیر الماوردی: 460/4 والدر المنثور:

454/5. ④ تفسیر الطبری: 135, 134/22. ⑤ تفسیر الطبری: 135/22. ⑥ صحیح البخاری، التفسیر، سورہ سہا،

قبل الحدیث: 4800. ⑦ الدر المنثور: 457/5.

تفسیر سُورَةُ فَاطِرٍ

یہ سورت مکی ہے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اٰجْنََحَۃٌ مِّثْنٰی وَثَلٰثَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے

وَرُبْعَۃٌ یَّزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①

ہیں، وہ جو چاہے (اپنی مخلوق میں زیادہ کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ①

تفسیر آیت: 1

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کا کیا مفہوم ہے حتیٰ کہ میرے پاس دود بیہاتی آئے جن کا ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اَنَا فَطَرْتُهَا یعنی میں نے اسے شروع کیا تھا۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کے معنی ہیں: آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔ ② ضحاک کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، وہ آسمانوں اور زمین کے خالق کے معنی میں ہیں۔ ③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ ”(وہ) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔“ یعنی اپنے اپنے اور اپنے انبیاء کے درمیان۔ ﴿اُولٰٓئِیْ اٰجْنََحَۃٌ﴾ ”پروں والے۔“ جن کے ساتھ وہ اڑتے ہیں تاکہ وہاں وہ جلد پہنچ جائیں، جہاں پہنچنے کا انھیں حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ ﴿مِّثْنٰی وَثَلٰثَ وَرُبْعَۃٌ﴾ ”دو دو اور تین تین اور چار چار۔“ یعنی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے دو دو پر ہیں، کچھ ایسے جن کے تین تین اور کچھ ایسے جن کے چار چار پر ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے ان سے بھی زیادہ پر ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔ ④ اور ہر دو پروں کے مابین اس طرح فاصلہ ہے جس طرح مشرق و مغرب میں

① تفسیر القرطبی: 319/14 و تفسیر الطبری: 211/7. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3170/10. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3170/10

④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ (النجم 9:53)، حدیث: 4856

و صحیح مسلم، ایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَاَهُ نَزْلَةً اٰخَرٰی﴾ (النجم 13:53)، حدیث: 174 عن

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا، وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهَا

اللہ لوگوں کے لیے (اپنی) رحمت سے جو کھول دے تو کوئی اسے بند کرنے والا نہیں، اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اسے بھیجنے (کھولنے) والا نہیں،

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ②

اور وہ غالب، خوب حکمت والا ہے ②

ہے۔ ① اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ① ”وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے، بڑھاتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ سدی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جس قدر چاہتا ہے، پروں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ ③

تفسیر آیت: 2

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا، وہ جو عطا فرمائے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے و زاد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا ہو وہ مجھے لکھ کر بھیج دیں، حضرت مغیرہ نے مجھے بلایا اور یہ لکھوایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ آپ نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ”اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اس کا (سارا) ملک ہے اور اسی کی (سب) تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اس کا کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو نہ دے، اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت (تیری گرفت سے) نہیں بچا سکتی۔“ اور میں نے یہ بھی سنا کہ آپ نے فضول گفتگو، کثرت سوال، مال کے ضائع کرنے، بچیوں کے زندہ درگور کرنے، ماؤں کی نافرمانی کرنے اور (کسی کا حق) روکنے اور (ناحق) مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ ③

اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔ ④

اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ! رَبَّنَا! لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ، أَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَقَالَ الْعَبْدِ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اللَّهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى

① مسند أحمد: 407/1، ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3170/10، ③ مسند أحمد: 251، 250/4 یاد ہے یہاں یہ الفاظ دو

علیحدہ علیحدہ سندوں سے بیان ہوئے ہیں۔ ④ صحیح البخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة

السؤال.....، حدیث: 7292، صحیح مسلم، المساجد.....، باب استحباب الذکر.....، حدیث: (138) - 593

والأفضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، حدیث: 593 بعد الحدیث: (11) - 1715.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللَّهَ عَلَيْكُمْ ط هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں،

وَالْأَرْضِ ط لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط فَاتَى تَوَفُّكُونَ ③

پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟ ③

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ط وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ④ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو تحقیق آپ سے پہلے (بھی) کئی رسول جھٹلائے گئے ہیں، اور سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ④ اے لوگو!

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرُّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ⑤ وَلَا يَغُرُّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ⑥ إِنَّ الشَّيْطَانَ

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ تمہیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے، اور تمہیں بڑا دھوکہ باز (شیطان بھی) اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ط إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ط ⑥

ڈالے ⑤ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، لہذا تم اسے دشمن ہی جانو، بس وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں ⑥

لِمَا مَنَعَتْ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْحَدِّ مِنْكَ الْحَدُّ ⑦ اللہ نے اس شخص کی (تعریف) سن لی (اور قبول کر لی) جس نے اس کی تعریف کی، اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے آسمان اور زمین کو بھر دینے کے بقدر اور (ان کے بعد) ہر اس چیز کے بھر دینے کے بقدر جس کو تو (بھرنا) چاہے، حمد و ثنا اور بزرگی کے مالک، جو کسی بندے نے (حمد بیان کرتے ہوئے) کہا تو اس سے زیادہ کا مستحق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو منع فرمادے، اسے کوئی دینے والا نہیں اور (تیرے عذاب و گرفت سے) کسی دولت مند کو اس کی دولت نہیں بچا سکتی۔ ⑧ یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَصِيرَةً فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ط﴾ (یونس 107:10) ”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔“ اس آیت کریمہ کی نظیر اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیت: 3

توحید کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توحید عبادت کے استدلال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ جس طرح پیدا فرمانا اور رزق دینا اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح عبادت بھی صرف اسی کی ذات گرامی کی ہونی چاہیے اور بتوں اور شریکوں میں سے کسی کو اس کا سا جہی نہیں بنانا چاہیے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط فَاتَى تَوَفُّكُونَ ③﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔“ یعنی اس بیان اور اس واضح برہان کے بعد تم کہاں بہکے ہو اور تعجب ہے کہ اس کے بعد بھی تم شریکوں اور بتوں کی پوجا کرتے ہو! وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، حدیث: 477۔ پہلی توحید والے الفاظ دیکھیے اسی باب

کے تحت حدیث: (202)-476، اور دوسری توحید والے الفاظ بھی حدیث: (204)-476 عن ابن اُبی اوفیٰ ؓ میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ انہیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، یہ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو سابقہ انبیائے کرام آپ کے لیے اسوہ ہیں، وہ بھی اپنی قوموں کے پاس دلائل اور براہین لے کر آئے تھے اور انھوں نے بھی اپنی اپنی قوموں کو توحید کا حکم دیا تھا مگر ان کی قوموں نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی تھی ﴿وَلَى اللّٰهُ يُرْجِعُ الْأُمُورَ﴾ اور (سب) کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور ہم انھیں اس کی پوری پوری جزا دیں گے۔

قیامت آکر رہے گی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ یعنی آخرت ہر صورت میں برپا ہونے والی ہے، ﴿فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ”تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔“ یعنی دنیا کی یہ زندگی جو اس زندگی کے مقابلے میں بہت ہی گھٹیا ہے جو خیر عظیم پر مشتمل ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور اپنے رسولوں کے پیروکاروں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، لہذا اس فانی دنیا کی دل فریبیوں میں کھو کر ابدی و سرمدی زندگی سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُورُ﴾ ”اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں فریب دے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس فریب دینے والے سے مراد شیطان ہے۔^(۱) یعنی شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی اتباع اور اس کی باتوں کی تصدیق سے دور نہ ہٹا دے کیونکہ وہ بے حد دھوکے باز، جھوٹا اور افتر پر داز ہے، یہ آیت کریمہ سورہ لقمان کی آخری سے پہلی اس آیت کی طرح ہے: ﴿فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُورُ ﴿لَقَدْ نُنَزِّلُ﴾ (لقمن 31:33) ”پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔“

اپنے ازلی دشمن کو پہچانیے! پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی ابن آدم سے عداوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ ”بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔“ یعنی وہ تمہارے ساتھ دشمنی رکھتا ہے تم بھی اسے اپنا شدید دشمن سمجھو اور اس کی ہر بات کی مخالفت اور تکذیب کرو کیونکہ وہ تمہیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ ﴿إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ ”وہ تو صرف اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں۔“ یعنی اس کا مقصد تمہیں گمراہ کرنا ہے تاکہ اس کے ساتھ تم بھی دوزخ کے عذاب میں داخل ہو جاؤ، پس یہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جو طاقت و راور غالب ہے، یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن بنا دے، کتاب اللہ کی اتباع کی توفیق عطا فرمادے اور اپنے رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلا دے۔ وہ ہر چیز پر قادر اور دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمانے والا ہے، یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کے مانند ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ط افْتَتَحْنَا وَهَّ ط وَدَرَيْنَا أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط

الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے ⑦ کیا

کبیر ⑦ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي

پھر وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل پر کشش بنا دیا گیا، سو وہ اسے اچھا دیکھتا ہے (ہدایت یافتہ شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟) چنانچہ بے شک اللہ جسے چاہے گمراہ

مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٌ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ⑧

کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، لہذا آپ کی جان ان پر انفس کرتے ہوئے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ⑧

وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ

اور اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہوا اکس بھجھتا ہے، وہ بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے مردہ شہر کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ط كَذَلِكَ النُّشُورُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ط

اس کے مردہ (نخبر) ہو جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (انسانوں کا) دوبارہ جی اٹھانے ہے ⑨ جو شخص عزت چاہتا ہے، پس عزت تو ساری کی

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ

ساری اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح انھیں اوپر اٹھاتا ہے، اور جو لوگ بری چالیں چلتے ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ط وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ ⑩ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ

سخت عذاب ہے، اور انھی لوگوں کی چال ہی برباد ہو کے رہے گی ⑩ اور اللہ ہی نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے

جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ط وَمَا تَحْصِلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ط وَمَا يَعْبَرُ مِنْ مُعْبَرٍ

جوڑے بنایا، اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی اور بچہ جلتی ہے اسے اس کا علم ہوتا ہے اور بڑی عمر والے کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے (وہ) ایک

وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ط إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑪

کتاب (لوح محفوظ) میں (درج) ہے، بلاشبہ یہ (بات) اللہ پر نہایت آسان ہے ⑪

يُنْشَأُ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ⑫ (الکھف: 50) ”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر

ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا، اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا، پھر کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا

دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برابر ہے۔“

تفسیر آیات: 8، 7

روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ شیطان کے پیروکاروں کا ٹھکانا دوزخ ہے، پھر یہ ذکر فرمایا

کہ کافروں کے لیے شدید عذاب ہے کیونکہ انھوں نے شیطان کی اطاعت اور رب رحمان کی نافرمانی کی تھی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول پر ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ﴾ ”اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے بخشش ہے“ ان

سے سرزد ہونے والے گناہوں کی ﴿وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ ”اور بہت بڑا ثواب ہے“ ان کے اعمال صالحہ کا۔ ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ

”پس بھلا جس شخص کو اس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں، پھر وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے؟“ جیسا کہ کفار و فجار کے اعمال تو برے ہیں مگر وہ گمان یہ رکھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں تو کیا جو شخص اس طرح ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر رکھا ہو تو اس کے لیے تمہارا کوئی حیلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ”پھر بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی یہ سب کچھ اس کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ﴾ ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نکل نہ جائے۔“ یعنی آپ اس پر افسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر میں حکیم ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے ہدایت عطا فرما دے کیونکہ یہ سب کچھ اس کی غالب حجت اور مکمل علم کے مطابق ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ ”یہ جو کچھ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس سے واقف ہے۔“

تفسیر آیات: 9-11

مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے بارے میں زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دینے سے کثرت استدلال فرمایا ہے جیسا کہ سورہ حج کی ابتداء میں بندوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے، اس میں نباتات نہیں ہوتی، پھر جب اللہ تعالیٰ بادلوں کو بھیج کر ایسی زمین پر باران رحمت نازل فرما دیتا ہے تو ﴿اهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وَأُتْبِتَتْ مِنْ كُلِّ دَوْحٍ يَهْيِجُ﴾ (الحج 22:5) ”وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب مردہ جسموں کو ان کی قبروں سے اٹھانا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ساری زمین پر بارش نازل فرمائے گا جس سے قبروں سے مردہ جسم اس طرح زندہ ہو کر اٹھیں گے جس طرح زمین میں دانہ اگتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: [كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَبْلَى وَيَأْكُلُهُ التُّرَابُ، إِلَّا عَجَبَ الذَّنْبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرْكَبُ] ”دُحی کے سوا ابن آدم کا سارا جسم بوسیدہ ہو جائے گا اور اسے مٹی کھا جائے گی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا تھا اور اسی سے اس کے جسم کو دوبارہ جوڑا جائے گا۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿كَذَلِكَ النُّشُورُ﴾ ”اسی طرح (مردوں کو جی) اٹھنا ہو گا۔“ ابورزین کی حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اور مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا مَرَرْتُ بِوَادِي أَهْلِكَ (مُمَحَّلًا؟) قَالَ: بَلَى! قَالَ: أَمَّا مَرَرْتُ بِهِ يَهْتَزُّ خَضِرًا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى!..... قَالَ: فَكَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى] ”کیا تم کبھی اپنی قوم کی وادی کے پاس سے نہیں گزرے جو بنجر ہو چکی ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! (تو آپ نے) فرمایا: پھر جب تم (دوبارہ) اس کے پاس سے گزرتے ہو تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے؟ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں!..... (تو رسول اللہ ﷺ نے)

① دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾..... (النبا: 78:18)، حدیث: 4935 وصحیح مسلم،

الفتن وأشراف الساعة، باب ما بين النفختين، حدیث: (142)- 2955 وسند أحمد: 428/2 واللفظ له عن أبي هريرة ؓ.

فرمایا: پس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی زندہ فرمادے گا۔^①

دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْوَعْدَ فَلْيَعَزَّزْهُ جَبِيحًا ط﴾ ”جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔“ یعنی جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم پکڑنا چاہیے، اس سے اسے گوہر مقصود مل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے اور عزت ساری اسی کی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَخَذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط اَيَتَّبِعُونَ عِنْدَهُمُ الْوَعْدَ فَإِنَّ الْوَعْدَ لِلَّهِ جَبِيحًا ط﴾ (النساء: 139) ”جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْوَعْدَ لِلَّهِ جَبِيحًا ط﴾ (یونس: 65) ”اور آپ کو ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاللَّهُ الْوَعْدُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المنفقون: 8:63) ”اور (حالانکہ) عزت تو اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔“ مجاہد کہتے ہیں: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْوَعْدَ﴾ ”جو شخص عزت کا طلب گار ہے“ بتوں کی عبادت کر کے، تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔^② امام قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو تو وہ اس بات کو کبھی بھی فراموش نہ کرے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے، لہذا اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عزت حاصل کرنی چاہیے۔^③

عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَيْسَ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ”اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔“ یعنی ذکر، تلاوت اور دعا جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف نے فرمایا ہے۔ ابن جریر نے بخاری بن سلیم سے روایت کیا ہے کہ ہم سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو کتاب اللہ سے اس کی تصدیق بھی پیش کر دیں گے، جب کوئی مسلمان یہ کلمات کہتا ہے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللَّهُ ”اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ بابرکت ہے۔“ تو فرشتے ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے کر لیتا ہے، پھر انھیں لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور وہ جب بھی فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتا ہے، پھر کتاب اللہ سے تصدیق کے طور پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اَلَيْسَ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط﴾ ”اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں۔“^④

① مسند أحمد: 11/4: حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے کتاب السنۃ لابن أبی عاصم، ص: 298، 299، حدیث: 639 اور

توسلین والالفاظ بھی مسند أحمد: 11/4 میں حضرت البورزین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک اور سند سے مروی ہے۔ ② تفسیر الطبری:

144، 143/22. ③ تفسیر الطبری: 144/22. ④ تفسیر الطبری: 144/22.

امام احمد رحمہ اللہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الَّذِينَ يَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ مِنْ تَسْبِيحِهِ وَتَحْمِيدِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَهُنَّ دَوِيُّ كَدَوِيِّ النُّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ، أَلَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَزَالَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ شَيْءٌ يَذْكُرُ بِهِ؟] ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی وجہ سے اس کا ذکر کرتے ہوئے تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ)، تکبیر (اللَّهُ أَكْبَرُ)، تحمید (الْحَمْدُ لِلَّهِ) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش الہی کا طواف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز جیسی ہوتی ہے اور وہ ان کلمات کے کہنے والے کو بھی یاد کرتے ہیں تو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز اس کی یاد دلاتی رہے۔“ ① اور اسی طرح اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ”اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کو ادا کرنا ہے جو شخص فرائض ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اٹھالیتا اور اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کرے مگر فرائض ادا نہ کرے تو اس کے کلام کو اس کے عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا۔ ③

﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّيَاطِئَ﴾ ”اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں۔“ مجاہد، سعید بن جبیر اور شہر بن حوشب کا قول ہے کہ ان سے مراد اعمال میں ریاکاری کرنے والے ہیں۔ ④ یعنی وہ لوگوں کے ساتھ مکر کرتے ہوئے یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت نفرت ہے کیونکہ وہ تو ریاکاری کے لیے عمل کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ”ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔“ یعنی ان کا مکر فاسد اور باطل ہو جائے گا اور اہل عقل و بصیرت کے لیے عنقریب ان کی ملع سازی ظاہر ہو جائے گی کیونکہ جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نشانات اور زبان کی ہفوات سے ظاہر فرما دیتا ہے، اور جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اس کی چادر اسے پہنا دے گا، اگر اچھی بات ہوئی تو اچھی چادر اور اگر بری بات ہوئی تو بری چادر، ریاکاری کا معاملہ کسی بے وقوف شخص ہی سے مخفی رہ سکتا ہے، صاحب فراست مومنوں سے کبھی بھی مخفی نہیں رہ سکتا بلکہ عنقریب واضح ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو عالم الغیب ہے، اس سے کوئی خفیہ معاملہ مخفی رہ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ ”اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے۔“ یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل خلاصے سے، یعنی حقیر پانی سے پیدا کی ﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا﴾ ”پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔“ یعنی اس نے تم کو مرد اور عورت بنا دیا

اور اپنے لطف و رحمت سے تمھاری ہی جنس سے تمھارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ط﴾ ”اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ (بچہ) جنمتی ہے مگر اس کے علم سے۔“ یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں بلکہ ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَةٍ إِلَّا تَدْرِيهَا وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَأْسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝﴾ (الأنعام 59:6) ”اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ اور اس بارے میں گفتگو قبل ازیں حسب ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے: ﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ط وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِإِقْدَارٍ ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝﴾ (الرعد 9:8، 13) ”اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ (اپنے پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، (سب سے) بزرگ (اور) عالی مرتبہ ہے۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَعْزَرُ مِنْ مُعْتَبَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ط﴾ ”اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔“ یعنی بعض نطفوں کو جو طویل عمر عطا کی جاتی ہے، وہ اس کے علم میں اور اس کے پاس تقدیر میں لکھی ہوتی ہے۔ ﴿وَمَا يَعْزَرُ مِنْ مُعْتَبَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمرِهِ ط﴾ ”ضمیر جنس کی طرف عائد ہے نہ کہ اس شخص کی طرف جس کو (طویل) عمر دی گئی ہے کیونکہ طویل عمر (جس کو عطا کی جائے) وہ اللہ کی کتاب اور اس کے علم میں ہے، وہ عمر نہیں کی جاتی۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں بطریق عوفی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص کے لیے بھی طویل عمر اور درازی حیات کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو وہ اس عمر تک ضرور پہنچ کر رہتا ہے جس کا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے اور جو فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے، وہ اس سے زیادہ عمر نہیں پاسکتا اور جس کے لیے کم عمر اور کم زندگی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ہے وہ جب اس عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا گویا اس کا ہر قسم کا معاملہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿وَمَا يَعْزَرُ مِنْ مُعْتَبَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ط إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝﴾ ”اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“ یعنی یہ سب کچھ اللہ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔^② ضحاک بن مزاحم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ ﴿وَمَا يَعْزَرُ مِنْ مُعْتَبَرٍ ط﴾ کے معنی یہ ہیں: جو بھی اس کی عمر لکھ دی جاتی ہے اور ﴿وَمَا يَنْقُصُ مِنْ عُمرِهِ ط﴾ کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی رہتی ہے۔ سال کے بعد ایک سال، مہینے کے بعد ایک مہینہ، جمعے کے بعد ایک جمعہ، دن کے بعد ایک دن اور گھنٹے کے بعد ایک گھنٹے کے حساب سے کم ہوتی رہتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے، اسے ابن جریر نے ابو مالک سے نقل کیا ہے۔^③ سدی اور عطاء خراسانی کا بھی یہی مذہب ہے۔

① دیکھیے الرعد، آیات: 9، 8 کے تحت عنوان: ”عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے“ ② تفسیر الطبری: 147، 146/22.

③ تفسیر الطبری: 147/22 مختصراً.

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمَنْ كُلِّ

اور دو دریا برابر نہیں، یہ (ایک) میٹھا خوب میٹھا پینے میں خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) کھارا سخت کڑوا ہے، اور ہر ایک میں سے تم تازہ

تاکوون لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَازِرَ لِيَتَبَتَّغُوا

گوشت (مچھل) کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو، اور آپ اس (دریا) میں پانی کو پھاڑ کر چلنے والی کشتیاں دیکھیں گے،

مَنْ فَضَّلَهُ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾

تاکہ تم اس (اللہ) کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو ﴿١٢﴾

امام نسائی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ سَرَّهَ أَنْ يُسَاطَ (لَهُ) فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ (لَهُ) فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحْمَهُ] ”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کر دیا جائے اور اس کی عمر کو دراز کر دیا جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔“ ^① اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ^② [إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ] ”بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“ تمام مخلوق کے بارے میں یہ علم اور یہ تفصیل اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں۔

تفسیر آیت: 12

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے پیدا فرمانے کے بارے میں اپنی عظیم الشان قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے دو دریا پیدا فرمائے ہیں جن میں سے ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے اور اس سے مراد یہ چھوٹی بڑی نہریں ہیں جو حسب ضرورت ملکوں شہروں، آبادیوں، جنگلوں اور صحراؤں میں رواں دواں ہیں اور ان کا پانی میٹھا ہے جو پینے والوں کے لیے بڑا خوشگوار ہے۔ [وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ] ”اور یہ (دوسرا) کھارا ہے سخت کڑوا۔“ اور اس سے مراد وہ سمندر ہے جو ساکن ہے اور جس میں بڑے بڑے بحری جہاز چلتے ہیں اور ان کا پانی نمکین، کھارا اور کڑوا ہوتا ہے، پھر فرمایا: [وَمِنْ كُلِّ تَاكُوْنٍ لَحْمًا طَرِيًّا] ”اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔“ یعنی مچھلی کا۔ [وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا] ”اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: [يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ] ”فیمائی الاء رکبما تمکد لہن“ (الرحمن 22: 23) ”ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: [وَمَا يَخْتَرُ مِنْ مَعْتَرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُيْرَةٍ]: 438/6، حديث:

11429، البته دونوں قوسوں والے الفاظ بخاری کے آمدہ حوالے میں ہیں۔ ② صحيح البخاری، البيوع، باب من أحب البسط

في الرزق، حديث: 2067 و صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم،، حديث: 2557 و سنن أبي داود، الزكاة،

باب في صلة الرحم، حديث: 1693.

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِى

وہ رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے، ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، یہی اللہ

لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ

تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی باریک جھلی جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے ⑬ اگر تم انہیں پکارو تو وہ

قُطَيْبٍ ۚ ۝۱۳ ۚ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ

تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے (اس) شرک کا انکار کر دیں گے، اور

يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝۱۴

کوئی آپ کو خوب باخبر (اللہ) کے مانند خبر نہیں دے گا ⑭

تَدْعُ
۱۴

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَبِّكَ الْفَلَكُ فِيهِ مَوَاجِرُ﴾ ”اور آپ اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہیں کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں“ اور وہ اسے اپنے اگلے حصے کے ساتھ پھاڑتی ہیں اور اس سے مراد کشتی کا وہ اگلا حصہ ہے جو پرندے کی چونچ جیسا ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہوا کشتیوں کو پھاڑ دیتی ہے اور وہ بڑی بڑی کشتیوں ہی کو پھاڑتی ہے۔ ﴿لَتَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”تا کہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو“ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک تجارت کی غرض سے کیے جانے والے سفروں کے ذریعے سے ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ”اور تا کہ تم شکر کرو“، یعنی تم اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ سمندر جیسی عظیم ترین مخلوق کو اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، تم جس طرح چاہو اس میں تصرف کر سکتے ہو، جس طرف ارادہ کرو اس میں جا سکتے ہو، اسے ذرہ بھر انکار کی مجال نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس نے اپنی قدرت کے ساتھ تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور یہ سب کچھ اس کے فضل اور اس کی رحمت کا کرشمہ ہے۔

تفسیر آیات: 13، 14

مشرکین کے معبود کی چیز کے مالک نہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت کی دلیل ہے کہ اس نے رات کو اس کے اندھیرے سمیت اور دن کو اس کی روشنی کے ساتھ مسخر کر رکھا ہے، دن کے طول میں سے کچھ حصہ لے کر رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے آہستہ آہستہ دن رات دونوں معتدل ہو جاتے ہیں، پھر رات سے کچھ حصہ لے کر دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور موسم سرما و گرما میں دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔“ یعنی تمام نجوم و کواکب، ستارے اور سیارے اور دیگر تمام اجرام فلکی اپنی روشنیوں سمیت مسخر ہیں اور یہ سب کے سب ایک معین مقدار کے ساتھ ایک طے شدہ اور تحریر شدہ رستے پر چل رہے ہیں اور یہ سب اندازے اس اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں جو غالب اور علم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝١٥ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ

اے لوگو! تم (سب) اللہ ہی کے محتاج ہو، اور اللہ ہی بالکل بے نیاز، قابل تعریف ہے ۝١٥ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے (فنا کر دے) اور

وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝١٦ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝١٧ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۝١٨

(تمہاری جگہ) ایک نئی مخلوق لے آئے ۝١٦ اور اللہ کے لیے یہ (بات) کچھ مشکل نہیں ۝١٧ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے

وَأِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَآ لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۝١٩ إِنَّمَا تُنذِرُ

گا، اور اگر کوئی بوجھ لدا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے گا تو اس (کے بوجھ میں) سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو، بس آپ تو

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ ۖ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ

اُنہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھ ڈرتے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور جو پاک ہوا تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے،

وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝٢٠

اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۝٢٠

﴿كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔“ یعنی قیامت تک ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ﴾ ”یہی اللہ تمہارا

پروردگار ہے“ جس کے یہ سارے کام ہیں اور وہ رب عظیم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ﴾

”اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو۔“ یعنی تمہارے تمام اصنام و انداد جن کو تم نے اپنے زعم میں ملائکہ مقربین کی

صورتوں کے مطابق بنا رکھا ہے ﴿مَا يَسْلُكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ ”وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی تو مالک نہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما،

مجاہد، عکرمہ، عطاء، عطیہ، عوفی، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ نے فرمایا ہے کہ ﴿قِطْمِيرٍ﴾ کے معنی اس چھلکے کے ہیں جو کھجور کی

گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ ① یعنی وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی آسمانوں اور زمین کی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ﴾ ”اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں۔“ یعنی یہ معبودان باطلہ جن کو

تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، یہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکتے کیونکہ یہ جماد اور بے روح ہیں۔ ﴿وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ﴾

”اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔“ یعنی جو تم ان سے تقاضا کرتے ہو وہ اس کی استطاعت نہیں

رکھتے۔ ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرْ كُمْ﴾ ”اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے۔“ یعنی تم سے براءت

کا اظہار کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ

الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ﴾ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝ (الاحقاف

6:5، 46) ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے

سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار

کریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۖ كَلَّا ط سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ

ضد! ﴿مَرِيَمَ ۙ ۱۹﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنالیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں۔ ہرگز نہیں! وہ (معبودان باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَتَّبِعُكَ مِنْهُ خِصْمٌ ۙ ۱۴﴾ ”اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“ یعنی امور کے عواقب و انجام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرح تمہیں کوئی اور خبر نہیں دے سکے گا کیونکہ وہ تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ہی ذات پاک کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ اسی نے ان امور کے بارے میں خبر دی ہے جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔^①

تفسیر آیات: 15-18

سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات پاک کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز و در ماندہ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۙ ۱۵﴾ ”لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو۔“ تم سب اپنی تمام حرکات و سکنات میں اس کے محتاج ہو جبکہ وہ ذات پاک تم سب سے بے نیاز ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۙ ۱۶﴾ ”اور اللہ ہی بے پروا، حمد (و ثنا) کے لائق ہے۔“ یعنی صرف وہ وحدہ لا شریک ہی بے نیاز ہے اور اپنے تمام افعال، اقوال، تقدیر اور شریعت میں حمد و ثنا کے لائق ہے ﴿إِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۙ ۱۷﴾ ”اگر چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔“ یعنی اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو نیست و نابود کر دے اور تمہارے سوا اور لوگوں کو لے آئے اور یہ اس کے لیے کوئی مشکل یا محال نہیں ہے ﴿وَمَا ذَلِك عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۙ ۱۸﴾ ”اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔“

قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۙ ۱۹﴾ ”اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (نفس) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿وَأِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْهٍ ۙ ۲۰﴾ ”اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا (نفس) اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے۔“ یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دب چکا ہو اور کسی کو بلائے کہ وہ اس کے گناہوں کا سارا یا کچھ بوجھ اٹھالے ﴿لَا يَحْتَمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ ۲۱﴾ ”تو اس (کے بوجھ) میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ قربت دار ہی ہو۔“ یعنی اگرچہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس وقت ہر ایک پر نفسا نفسی کی کیفیت طاری ہوگی۔

﴿إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۙ ۲۲﴾ ”(اے پیغمبر!) آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز (بالالتزام) پڑھتے ہیں۔“ یعنی آپ جس پیغام کو لائے ہیں، اس سے وہ اہل بصیرت و دانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس نے انہیں جو حکم دیا ہے اسے پورا کرتے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے ﴿١٩﴾ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ﴿٢٠﴾ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ ﴿٢١﴾ اور نہ زندے اور نہ مردے برابر

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ط إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ

ہو سکتے ہیں، بے شک اللہ جسے چاہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں ﴿٢٢﴾ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ﴿٢٣﴾

مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ط وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ

بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا

إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

(آیا) ہو ﴿٢٤﴾ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان لوگوں نے بھی تو جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہوئے، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾

اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ﴿٢٥﴾ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا، پس (دیکھو) میرا عذاب کیسا (عبرت ناک) تھا؟ ﴿٢٦﴾

ہیں۔ ﴿وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ط﴾ ”اور جو شخص پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے۔“ یعنی جو شخص نیک

عمل کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے۔ ﴿وَالِلَّهِ الْغَنِيُّ ﴿١٨﴾﴾ ”اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

یعنی اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا،

اگر اچھا عمل کیا تو اچھا بدلہ اور اگر برا عمل کیا تو برا بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 26-19

مومن اور کافر برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح یہ مختلف اور متضاد اشیاء برابر نہیں ہو سکتیں، مثلاً: نابینا اور بینا

برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور جس طرح اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے، اسی

طرح زندے اور مردے بھی برابر نہیں ہو سکتے، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ مومن اس

طرح ہیں جیسے زندہ انسان ہوں اور کافر اس طرح ہیں جیسے مردہ انسان۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿أَوْ مَنْ كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا

لَهُ نُورًا يَتَشَفَّىٰ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلَهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ط﴾ (الأنعام 122:6) ”بھلا وہ شخص جو (پہلے) مردہ تھا،

پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا

ہے جو اندھیرے میں پڑا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے؟“ اور فرمایا: ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ط

هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ط﴾ (ہود 24:11) ”دونوں فریقوں (کافر و مومن) کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور ایک دیکھتا

اور سنتا، بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے؟“ مومن دیکھتا، سنتا اور دنیا و آخرت میں صراطِ مستقیم پر روشنی میں چلتا ہے حتیٰ کہ وہ

ایسے باغباں بہشت میں پہنچ جائے گا جن میں گھنے سائے اور ٹھنڈے میٹھے چشمے ہوں گے جبکہ کافر اندھا، بہرا اور اندھیروں

میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے کہ ان سے کبھی نکل نہ سکے گا بلکہ وہ دنیا و آخرت میں اپنی سرکشی و گمراہی میں حیران و ششدر

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۚ (27) وَمِنَ النَّاسِ

ہیں، اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ گھانیاں ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور بہت گہری سیاہ (بھی) ۚ اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں

وَالدَّوَابِّ ۚ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ۚ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اور چوپایوں میں سے بھی (ایسے ہیں کہ) ان کے رنگ مختلف ہیں، بس اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۚ (28)

نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے ۚ

رہے گا حتیٰ کہ وہ جہنم کی گرمی، دوزخ کی لپٹ، کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں پہنچ جائے گا جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوش نما۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُسَمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾ ”بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔“ یعنی وہ دلیل کے سننے، اسے قبول کرنے

اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ ”اور تم ان کو جو قبروں میں

(مدفون) ہیں سنا نہیں سکتے“ جس طرح مردے، یعنی کفار مرنے اور قبروں میں جانے کے بعد ہدایت اور اس کی طرف دعوت

سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح ان مشرکین کے بارے میں، جن کے مقدر میں تحارت لکھ دی گئی ہے، آپ کا کوئی

حیلہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ آپ انھیں ہدایت دے سکتے ہیں، ﴿إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ﴾ ”آپ تو صرف ڈرانے والے

ہیں۔“ یعنی آپ کے ذمے پہنچا دینا اور ڈر دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ ”بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا

ہے۔“ یعنی مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا، ﴿وَأَنَّ مِنْ أُمَّةٍ أَخْلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾

”اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔“ یعنی انسانوں کی جتنی بھی امتیں گزری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں

اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور اس طرح ان سب کے عذر دور کر دیے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾

(الرعد 7:13) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا

فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ

(النحل 36:16) ”اور یقیناً ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو،

تو ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔“ اس موضوع سے متعلق

اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿وَإِنْ يَكْفِرْ بِكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو جو

لوگ ان سے پہلے تھے تحقیق وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے۔“ نشانوں سے مراد واضح معجزات اور قطعی دلائل ہیں، ﴿وَبِالْزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْأُنْوَانِ﴾ ”اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر۔“ زہر سے مراد صحیفے اور کتاب منیر سے مراد واضح اور روشن کتابیں ہیں۔ ﴿ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا۔“ یعنی اس سب کچھ کے باوجود جب ان لوگوں نے پیغمبر کی تعلیمات کی تکذیب کی تو میں نے انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا، ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ﴾ ”پھر (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا ہوا۔“ یعنی دیکھو کہ میں نے انھیں اپنے جس عذاب کی گرفت میں لیا تھا وہ کتنا زبردست، ہولناک اور خطرناک تھا! وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 27، 28

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی چیز سے مختلف اور متنوع قسم کی اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور وہ چیز پانی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا ہے اور وہ اس کے ساتھ پیلے، سرخ، سبز اور دیگر مختلف رنگوں کے پھل پیدا فرماتا ہے جیسا کہ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے ان پھلوں کے رنگ، ذائقے اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مِّنْجُورٍ وَجَنَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِضَ بَعْضُهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ طَائِفٌ فِي ذَلِكَ لَا يَتْلَقُومُهُمْ يَعْقِلُونَ﴾ (الرعد 4: 13) ”اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغات اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت، بعض کی بہت سی شاخیں ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں، پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں اور اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا﴾ ”اور پہاڑوں میں طرح طرح کی سفید اور سرخ دھاریاں ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔“ یعنی اسی طرح اس نے پہاڑ بھی مختلف رنگوں کے پیدا فرمائے ہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان میں سے بعض سفید اور بعض سرخ ہیں اور بعض میں مختلف رنگوں کے قطعات ہیں ﴿جُدَدٌ بَيْضٌ﴾ کی جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿جُدَدٌ﴾ کے معنی دھاریاں ہیں۔^(۱) ابو مالک، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم کا بھی یہی قول ہے۔^(۲) اور بعض کا لے سیاہ ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿عَرَبِيْبٌ﴾ ان پہاڑوں کو کہتے ہیں جو لمبے اور سیاہ ہوں۔^(۳) ابو مالک، عطاء خراسانی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔^(۴) ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب جب کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا چاہیں کہ وہ کالی سیاہ ہے تو اس کے لیے وہ اَسْوَدُ عَرَبِيْبٌ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔^(۵)

(۱) تفسیر روح المعانی: 280/12، (۲) تفسیر الطبری: 157/22، و تفسیر ابن ابی حاتم: 3180، 3179/10، (۳) الکشاف:

609/3، (۴) تفسیر ابن ابی حاتم: 3180، 3179/10، و تفسیر عبد الرزاق: 70/3، رقم: 2442، (۵) تفسیر الطبری: 157/22۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالْدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ﴾ ”اور انسانوں اور جانوروں اور چوپاؤں کے بھی اسی طرح مختلف قسم کے رنگ ہیں۔“ یعنی اسی طرح انسانوں اور جانوروں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ دواب ان سب جانوروں کو کہتے ہیں جو اپنے پاؤں پر چلیں اور انعام چوپاؤں کو کہتے ہیں یہ گویا خاص کے عام پر عطف کے باب سے ہے، مقصود یہ ہے کہ انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے بھی مختلف رنگ ہیں، مثلاً: بَرَبْر (مراکش، الجزائر اور تیونس کے باشندے) حبشی (سوڈان کی ایک نسل) اور سسلی بے حد کالے ہیں، صقالہ (روم، قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں اور بلاد خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) اور رومی لوگ حد درجہ سفید ہیں۔ عرب ان دونوں کے مین مین ہیں جبکہ ہندوستان کے لوگ ان سے بھی کم سفید ہیں، اسی وجہ سے ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَخْتَلَفُ السِّنِّتِكُمْ وَالْأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الروم 22:30) ”اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا بے شک اہل دانش کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ اسی طرح جانور اور چوپائے بھی مختلف رنگوں کے ہیں حتیٰ کہ ایک جنس یا ایک نوع کے جانوروں کے رنگ بھی مختلف ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ہی جانور میں بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

اسی لیے ان سب باتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ ”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔“ یعنی جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے قدر شناس علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں کیونکہ جس قدر اس عظیم و قدیر اور علیم ذات، جو صفات کمال سے موصوف اور اسمائے حسنیٰ کے ساتھ معنوت ہے، کی معرفت حاصل ہوگی اور اس کے بارے میں زیادہ علم حاصل ہوگا، اسی قدر دل میں اس کی خشیت بھی زیادہ ہوگی۔

علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عالم وہ ہے جو اس کا کسی کو شریک نہ بنائے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے، اس کی وصیت کو یاد رکھے اور اسے یقین ہو کہ وہ اپنے رب سے ملنے والا ہے جو اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے گا۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ خشیت سے مراد وہ جذبہ ہے جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتا ہے، اس چیز سے رغبت رکھے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے اور اس چیز سے بے نیاز ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو، پھر امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ ”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں، بے شک اللہ غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔“ ②

① تفسیر الطبری: 158/22 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3180/10. ② الدر المنثور: 470/5 و تفسیر ابن ابی

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ

وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبَوَّرَ ۚ لِيُؤْتِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ

ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی ۚ تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے اجر پورے دے، اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے، بے شک

إِنَّهُ عَفُورٌ شَكُورٌ ۝۳۰

وہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے ۝۳۰

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور (اے نبی!) ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی کی وہی حق ہے، ان (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہیں، بے شک اللہ اپنے

بِعِبَادِهِ لَخَيْرٌ بَصِيرٌ ۝۳۱

بندوں سے خوب باخبر، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ۝۳۱

علماء کی تین قسمیں: سفیان ثوری نے ابو حیان تمیمی سے اور انھوں نے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں: (1) عالم باللہ بھی ہو اور عالم بامر اللہ بھی (2) عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو اور (3) عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو۔ عالم باللہ اور عالم بامر اللہ سے مراد وہ عالم ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور حدود و فرائض کو جانتا ہو، جو عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ ہے جو اللہ سے تو ڈرتا ہو مگر حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو اور جو عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ عالم ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا ہو۔ ①

تفسیر آیات: 30, 29

مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے، اس پر ایمان رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے نماز قائم کرتے اور رات دن کے مشروع اوقات میں خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں ﴿يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبَوَّرَ ۚ﴾ ”وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہیں جو انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿لِيُؤْتِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ﴾ ”تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے پورے پورے اجر دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے۔“ یعنی ان کے عمل کا انھیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ ﴿إِنَّهُ عَفُورٌ شَكُورٌ ۝۳۰﴾ ”یقیناً وہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔“ یعنی ان کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔

تفسیر آیت: 31

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُأْذِنُ اللَّهُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝۳۲

ان میں میاندرو ہیں، اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بہت بڑا فضل ہے ۝۳۲

قرآن مجید اللہ کی نچی کتاب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ ”اور وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! جو قرآن ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے ﴿هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ”وہی حق ہے، ان کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں۔“ یعنی سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جیسا کہ سابقہ کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے، لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی نازل کردہ ہے، ﴿إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ ”بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے۔“ یعنی وہ ان کے بارے میں باخبر ہے کہ ان میں سے کون مستحق ہے کہ اسے دوسروں کی نسبت فضل و شرف سے نوازا جائے، اسی لیے اس نے انبیاء اور رسولوں کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، نبیوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت دی اور ان میں سے بعض کے درجات کو بلند کر دیا، پھر اس نے محمد ﷺ کا مقام و مرتبہ سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ کر دیا۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

تفسیر آیت: 32

قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اس کتاب عظیم کو قائم کرنے والا ہم نے اس امت میں سے اپنے ان بندوں کو بنایا ہے جن کو ہم نے برگزیدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ﴾ ”تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں“ اور وہ بعض واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے اور بعض محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ﴾ ”اور کچھ ان میں سے میاندرو ہیں۔“ اور وہ واجبات کو ادا کرتے اور محرمات کو ترک کرتے ہیں لیکن بعض مستحبات کو بھی ترک کر دیتے اور بعض مکروہات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُأْذِنُ اللَّهُ﴾ ”اور کچھ ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں“ اور وہ واجبات کے ساتھ مستحبات کو بھی سرانجام دیتے ہیں اور نہ صرف محرمات و مکروہات بلکہ بعض مباحات کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔

علی بن ابیطالبؓ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اس سے امت محمدیہ کے لوگ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر اس کتاب کا وارث بنادیا ہے جسے اس نے نازل فرمایا تو ان میں سے جو ظالم ہے اسے بخش دیا جائے گا، میاندرو سے آسان حساب لیا جائے گا اور سبقت کرنے والوں کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ① امام ابوالقاسم طبرانی

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي] ”میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور میانہ روا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے آپ پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف حضرت محمد ﷺ کی شفاعت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔^① کئی ایک ائمہ سلف سے مروی ہے کہ اس امت کے برگزیدہ لوگوں میں سے ظالم وہ ہیں جن میں کچھ کچی اور کوتاہی ہوگی، کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ان ظالموں کا تعلق اس امت سے نہیں اور نہ ان کا تعلق اس کتاب کا وارث بننے والے برگزیدہ لوگوں سے ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا تعلق بھی اس امت سے ہے۔

علماء کی فضیلت: علماء اس نعمت سے فیض یاب ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اس رحمت سے سرفراز کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے قیس بن کثیر سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مدینہ کا ایک شخص حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق آیا تو انھوں نے پوچھا: بھائی! یہاں کیسے تشریف لائے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان فرماتے ہیں، انھوں نے پوچھا: آپ تجارت کے لیے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پوچھا: آپ کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پھر پوچھا: آپ صرف اس حدیث کے لیے آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا، سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لَطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، (وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ) لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ]

”جو شخص طلب علم کے لیے کسی رستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے رستے پر چلا دے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے (اس کے قدموں کے نیچے) اپنے پر بچھاتے ہیں اور بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں عالم کی مغفرت کے لیے دعا کرتی ہیں، عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے، بے شک علماء ہی انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انھوں نے علم کا وارث بنایا ہے، پس جس نے اسے لے لیا، اس نے وافر حصہ لے لیا۔“^② اسے امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ

① المعجم الكبير للطبرانی: 189/11، حدیث: 11454 مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی الشفاعة،

حدیث: 4739 و جامع الترمذی، صفة القيامة.....، باب منه [حدیث شفاعتی.....]، حدیث: 2435 عن أنسؓ

مختصرًا. ② مسند أحمد: 196/5 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه.....،

جَنَّتٍ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾

ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا ﴿٣٣﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ط إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا

اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا، خوب قدردان ہے ﴿٣٤﴾ جس نے

دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ ء لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾

اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، اس میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اور اس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ﴿٣٥﴾

نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 35-33

علمائے ربانی فردوس بریں میں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جنہیں رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا وارث بنایا گیا کہ انھیں قیامت کے دن بہشت جاوداں کا ٹھکانا عطا کیا جائے گا، یعنی ایسے باغبائے بہشت کا جن میں وہ قیامت کے دن اس وقت داخل ہوں گے، جب وہ اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے لیے آئیں گے، ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا﴾ ”وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔“ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَبْلُغُ الْحَلِيَّةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ] ”مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“ ② ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ③ ”اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔“ دنیا میں ریشم کو ان کے لیے ممنوع قرار دیا گیا تھا مگر آخرت میں ان کے لیے مباح ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ] ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔“ ④ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمُ فِي الْآخِرَةِ] ”یہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہے۔“ ⑤ ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ط﴾ ”اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کیا۔“ قابلِ احتراز و اجتناب چیز سے ڈرنے کو حزن کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے ان تمام غموں اور فکروں کو دور کر دیا جن سے ہم ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔

① حدیث: 2682 میں ہیں۔ یاد رہے مدینہ منورہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ ② مسنن ابی داؤد، العلم، باب فی

فضل العلم، حدیث: 3641 وجامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ.....، حدیث: 2682 و مسنن ابن ماجہ،

السنة، باب فضل العلماء.....، حدیث: 223. ③ صحیح مسلم، الطہارۃ، باب تبلغ الحلیۃ.....، حدیث: 250. ④

صحیح البخاری، اللباس، باب لبس الحریر للرجال.....، حدیث: 5834 عن عمر رضی اللہ عنہ و صحیح مسلم، اللباس والزینۃ،

باب تحریم لبس الحریر.....، حدیث: 2074 عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ. ⑤ صحیح البخاری، اللباس، باب لبس الحریر

للرجال.....، حدیث: 5831 و صحیح مسلم، اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضۃ.....، حدیث:

لوگوں کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا﴾ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ﴾ (الأعلى 13:87) ”وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔“ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ] ”وہ دوزخی جو دوزخ ہی کے رہنے والے ہوں گے تو بلاشبہ وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہ سکیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَنَادُوا ابْنَدُكُ لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ إِنَّكُمْ مُّكْثُونَ﴾ (الزخرف 77:43) ”اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ اس حالت میں موت کو راحت سمجھیں گے لیکن انھیں کسی طرح بھی موت نہیں آئے گی۔ ﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾ ”نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ ﴿لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ (الزخرف 75:43) ”بے شک گناہ گار ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا﴾ (بنی اسرائیل 97:17) ”جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَ كُمُ إِلَّا عَذَابًا﴾ (النبا 30:78) ”سو (اب مزہ) چکھو، پس ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔“

پھر فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَافِرٍ﴾ ”ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ یعنی یہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے رب کا ناشکر اور حق کو جھٹلانے والا ہو۔ ﴿وَهُمْ يَصْطَرِّخُونَ فِيهَا﴾ ”اور وہ اس میں چلائیں گے۔“ یعنی بلند آواز سے چیخیں چلائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے: ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا لَعَلَّ صَاحِبَ الْعَذَابِ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے، نہ کہ وہ جو ہم (پہلے) کرتے تھے۔“ یعنی وہ درخواست کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے پہلے عملوں سے ہٹ کر عمل کریں اور اللہ رب ذوالجلال کو معلوم ہے کہ اگر وہ انھیں دنیا میں واپس بھیج دے تو یہ پھر وہی عمل کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا ہے اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، لہذا وہ ان کے اس سوال کو پورا نہیں فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے: ﴿هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ﴾ (الشوریٰ 44:42) ”کیا (دنیا میں) واپسی کا کوئی راستہ ہے؟“ اور فرمایا: ﴿ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا﴾ (المؤمن 12:40) ”یہ اس لیے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا، تو تسلیم کر لیتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری درخواست کو قبول نہیں فرمائے گا کیونکہ تم اس طرح کے تھے اور اگر تم دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیے جاؤ تو تم پھر وہی عمل کرنے لگو جن سے تمہیں منع کیا گیا تھا، اسی

لیے یہاں فرمایا: ﴿أَوَلَمْ نَعْبَرِكُمْ مَا يَنْذِرُكُمْ فِيهِ مِنْ تَذَكُّرٍ وَجَاءَكُمْ التَّنْذِيرُ﴾ ”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔“ یعنی تم کیا دنیا میں اتنی عمر تک زندہ نہیں رہے کہ اگر تم حق کے ساتھ نفع حاصل کرنا چاہتے تو اس مدت عمر میں ضرور نفع حاصل کر لیتے۔

عذر بہانے ختم ہونے کی عمر: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَقَدْ أَعَذَّرَ اللَّهُ إِلَى عَبْدِهِ أَحْيَاهُ حَتَّى بَلَغَ سِتِّينَ أَوْ سَبْعِينَ سَنَةً، لَقَدْ أَعَذَّرَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ، لَقَدْ أَعَذَّرَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، جسے زندگی عطا فرمائی حتیٰ کہ وہ ساٹھ یا ستر سال کی عمر کو پہنچ گیا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے۔“ ^(۱) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح اپنی صحیح کی کتاب الرقاق میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَعَذَّرَ اللَّهُ إِلَى أَمْرِي أَخْرَجَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَغَهُ سِتِّينَ سَنَةً] ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عذر کو ختم کر دیا ہے جس کی موت میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔“ ^(۲) اور ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ عَمَّرَهُ اللَّهُ سِتِّينَ سَنَةً، فَقَدْ أَعَذَّرَ اللَّهُ إِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ] ”اللہ تعالیٰ جس شخص کو ساٹھ سال عمر عطا فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے اعتبار سے اس کے عذر کو ختم کر دیا۔“ ^(۳) اور امام احمد نے بھی اسے روایت کیا جبکہ نسائی نے اسے کتاب الرقاق میں بیان کیا ہے۔ ^(۴) جب ساٹھ سال وہ عمر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عذروں کو ختم اور ان کے بہانوں کو دور کر دیتا ہے تو یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ سال ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَعْمَارُ أُمَّتِي السِّتِينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَأَقْلَهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ] ”میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور اس سے تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔“ ^(۵) ترمذی اور ابن ماجہ دونوں نے اسے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے۔ ^(۶)

﴿وَجَاءَكُمْ التَّنْذِيرُ﴾ ”اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابو جعفر باقر، قتادہ اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس ڈرانے والے سے مراد بڑھاپا ہے۔ ^(۷) سدی اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن زید نے یہاں اس آیت کو بھی پڑھا: ﴿هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَى﴾ (النجم 53: 56) ”یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔“ ^(۸) صحیح روایت کے مطابق قتادہ سے بھی یہی قول مروی

① مسند أحمد: 275/2، ② صحيح البخاری، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة.....، حديث: 6419، ③ تفسير الطبري:

170/22، ④ مسند أحمد: 417/2، واللفظ له، جبکہ نسائی میں یہ روایت نہیں ملے، ⑤ صحيح ابن حبان، الجنائز، فصل في

أعمار هذه الأمة، 246/7، حديث: 2980، ⑥ جامع الترمذی، الدعوات، باب: [أعمار أمتي بين الستين.....]، حديث:

3550 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الأمل والأجل، حديث: 4236، البته یہ روایت ترمذی میں کتاب الزہد کے بجائے کتاب

الدعوات میں ہے۔ ⑦ تفسير ابن أبي حاتم: 3185/10، وتفسير البغوي: 699/3، ⑧ تفسير الطبري: 171/22، وتفسير

ابن أبي حاتم: 3185/10.

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ③۸ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جانتا ہے، بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے ③۸ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانیں

خَلَّفَ فِي الْأَرْضِ ط فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ط وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں ناراضی ہی میں زیادہ کرتا ہے، اور کافروں کو

الْأَقْمَتَاءَ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ③۹

ان کا کفر نقصان ہی میں زیادہ کرتا ہے ③۹

ہے جیسا کہ شبیان نے ان سے روایت کیا ہے کہ عمر اور رسولوں کو ان کے خلاف بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ ① امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ② اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَادُوا بِإِبْلِيسَ لِيَقْضِ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ ط قَالَ إِنَّكُمْ مُكْشُوتُونَ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كُرْهُونَ ۝﴾ (الزحرف 78, 77: 43) اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے، البتہ تحقیق ہم تمہارے پاس حق لے کر پہنچے لیکن تم میں سے اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔ “یعنی رسولوں کی زبانی ہم نے تمہارے سامنے حق واضح کر دیا تھا مگر تم نے انکار اور مخالفت ہی کی روش کو اختیار کیے رکھا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 15: 17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۚ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ؕ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝﴾ (الملك 9, 8: 67) ”جب بھی اس میں (ان کی) کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے دار و نغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے (اسے) جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔“ ﴿قَدْ وَفَّيْنَا قَوْمَ الْأَعْرَابِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝﴾ ”(تو اب مزے) چکھو پس ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ یعنی مدت عمل میں انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے اب آتش دوزخ کے مزے چکھو پس آج تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے جو اس عذاب، اس سزا اور جہنم کی بیڑیوں سے تمہیں بچا سکے۔

تفسیر آیات: 39, 38

اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں اور ضمیروں کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہے اور ہر انسان کو وہ اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ط﴾ ”وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا۔“ یعنی

قُلْ اَرَاَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اُرُوْنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو اپنے جن شریکوں (معبودوں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے یا ان کا

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَيِّنٰتٍ مِّنْهُۥۤ اَمْ لَہُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَيِّنٰتٍ مِّنْهُۥۤ اَمْ لَہُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

آسمانوں (کی پیدائش) میں کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے تو وہ اس کی کسی واضح دلیل پر (قائم) ہیں؟ بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِلَّا غُرُوْرًا ۙ ۞ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَاۙ وَلَٰكِنْ زَالَتَا

پُرے فریب و وعدہ دیتے ہیں ۞ بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے (کہیں) وہ دونوں (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ جائیں، اور فی الواقع اگر وہ ہٹ

اِنْ اَمْسَكَہُمَا مِنْۢ بَعْدِ ۙ ط اِنَّہٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۙ ۞

جائیں تو اس کے بعد انھیں کوئی بھی تھام نہیں سکے گا، بلاشبہ وہ بڑا حلم والا، بہت بخشنے والا ہے ۞

ایک قوم اپنے سے پہلی قوم اور ایک نسل اپنے سے پہلی نسل کی جانشین بنتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط﴾

(النمل: 62:27) ”اور تم کو زمین میں (انگوں کا) جانشین بناتا ہے۔“ ﴿فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْہٖ كُفْرُہٗ ط﴾ ”تو جس نے کفر کیا اس کے کفر

کا ضرر اسی کو ہے۔“ یعنی اس کا وبال اسی پر لوٹے گا، کسی اور پر نہیں۔ ﴿وَلَا يَزِيْذُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُہُمْ عِنْدَ رَبِّہُمْ اِلَّا مَقْتًا ط﴾

”اور کافروں کے حق میں ان کے کفر سے پروردگار کے ہاں ناخوشی ہی بڑھتی ہے۔“ یعنی جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی

ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی وہ روز قیامت اپنے اور اپنے گھر

والوں کے لیے خسارے کا سبب ہوں گے، جبکہ اس کے برعکس مومنوں میں سے جب کسی کی عمر طویل اور عمل صالح ہوتا ہے،

ایسے ہی جنت میں اس کا درجہ و مرتبہ بلند اور اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین اس سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر آیات: 40، 41

شریکوں کا بجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ وہ مشرکوں سے یہ کہہ دیں: ﴿اَرَاَيْتُمْ

شُرَكَاءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط﴾ ”بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟“ یعنی بتوں

اور شریکوں کو۔ ﴿اُرُوْنِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ط﴾ ”مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین سے کون سی

چیز پیدا کی ہے یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔“ یعنی وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے

مالک نہیں! ﴿اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَيِّنٰتٍ مِّنْهُۥ ط﴾ ”یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے، تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں؟“

یعنی شرک اور کفر کی جو یہ باتیں کہتے ہیں کیا ہم نے اس کی ان پر کوئی کتاب نازل کی ہے؟ حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں۔ ﴿بَلْ

اِنَّ يَّعِدُّ الْظٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِلَّا غُرُوْرًا ط﴾ یعنی ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے اور انھوں نے اس

سلسلے میں اپنی خواہشات، آراء اور تمناؤں کی پیروی کی ہے جو سراسر فریب، باطل اور جھوٹ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم قدرت کا ذکر فرمایا ہے جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں اور جس کے ساتھ

وَأَقْسُوا بِاللّٰهِ جَهَدَ آيِبَانِهِمْ لَيْنَ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ

اور انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ان

فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۖ

کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس (کی آمد) نے ان کو (حق سے) نفرت ہی میں زیادہ کیا ﴿42﴾ زمین میں تکبر کرنے اور بری چال کی وجہ سے، اور بری چال اس

وَلَا يَحِيقُ الْبُكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّنْتَ الْأُولَىٰ ۖ فَلَئِنْ تَجَدَّ لَسُنَّتْ

کے چلنے والے ہی کو گھیرتی ہے، پھر وہ پہلے لوگوں کے (بارے میں اللہ کے) طریقے کا انتظار ہی تو کرتے ہیں، چنانچہ آپ اللہ کا طریقہ بدلتا ہرگز نہ پائیں

اللّٰهُ تَبْدِيلًا ۚ وَلَكِنْ تَجَدَّ لَسُنَّتِ اللّٰهُ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾

گے، اور آپ اللہ کا طریقہ ملتا ہرگز نہ پائیں گے ﴿43﴾

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں قوت ماسکہ (تھام کر رکھنے کی قوت) پیدا فرمادی ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا﴾

”بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کُل (نہ) جائیں۔“ یعنی اپنی اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں جیسا کہ اس نے

فرمایا ہے: ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (الحج 65:22) ”اور وہ آسمان کو (اس طرح) تھامے رکھتا

ہے کہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾ (الروم 25:30)

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔“ ﴿وَلَكِنَّ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ

بَعْدٍ﴾ ”اور اگر وہ ہل جائیں تو اس (اللہ) کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔“ یعنی اس کے سوا انھیں قائم و دائم رکھنے

پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اس کے باوجود بردبار اور بخشنے والا بھی ہے، وہ اپنے بندوں کو کفر اور نافرمانی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو

بردباری سے کام لیتے ہوئے انھیں مہلت دے رکھتا ہے اور فوراً اپنی گرفت میں نہیں لیتا اور دوسروں کی پردہ پوشی کرتا اور انھیں

معاف فرما دیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ ”بے شک وہ بڑا بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 43، 42

رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا: اللہ تعالیٰ نے قریش اور عربوں کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے رسول کی بعثت

سے قبل بہت سخت سخت قسمیں کھا کر کہا تھا: ﴿لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ﴾ ”البتہ اگر ان کے پاس

کوئی ڈرانے والا آیا تو ضرور وہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے۔“ یعنی ان تمام امتوں سے جن کی طرف رسولوں کو

بھیجا گیا۔ یہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے۔ ﴿یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ

الْكِتَابُ عَلٰی طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ ۚ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ

مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ (الأنعام

156:6، 157) ”(اور اس لیے اتاری ہے) تاکہ تم یوں (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب اتاری گئی تھی اور بے شک

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے جبکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ (ایسا) نہیں کر اسے

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں عاجز کر دے، بلاشبہ وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے ﴿۴۴﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انھوں

وَلَوْ يَأْخُذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ

نے مکایا تو وہ اس (زمین) کی پشت پر چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑتا، لیکن وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا مقررہ وقت آجائے

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

گا (تو ہی انھیں سزا دے گا) یقیناً اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ﴿۴۵﴾

ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ بلاشبہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان (لوگوں) کی نسبت کہیں زیادہ سیدھے رستے پر ہوتے، تو تحقیق تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے؟“ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَأِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۖ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ۖ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْذِبَهُمْ إِلَيْهِ فَيَكْفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يُعْلَمُونَ ۖ﴾ (الصُّفَّتْ: 37-167-170)

”اور بے شک یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی نصیحت (کی کوئی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے خالص بندے ہوتے، لیکن (اب) اس سے کفر کرتے ہیں سو عنقریب ان کو (اس کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا۔“

اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ﴾ ”پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا۔“ یعنی محمد ﷺ اس کتاب

عظیم، یعنی قرآن مبین کے ساتھ جو ان پر نازل کیا گیا تو ﴿مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا﴾ ”اس نے ان کی (حق سے) نفرت میں

اور اضافہ کر دیا۔“ یعنی اس سے ان کے کفر میں اضافہ ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ”(انھوں

نے) زمین میں غرور کرنا (اختیار کیا۔)“ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع سے غرور کیا ﴿وَمَكَرُوا السَّيِّئَاتِ﴾ ”اور بری چال چلنا

(اختیار کیا۔)“ یعنی اللہ تعالیٰ کے رستے سے لوگوں کو روکنے میں بری چال چلے ﴿وَلَا يَخَافُ الْمَذْكُورِ إِلَّا يَاهِلَهُ﴾ ”اور بری

چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔“ یعنی اس کا وبال انھیں پر پڑے گا، دوسروں پر نہیں ﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ

إِلَّا السَّاعَتِ الْأَوَّلِينَ﴾ ”سو نہیں وہ انتظار کرتے مگر (اللہ کے) طریقے کا (جو) پہلے لوگوں کے (بارے میں تھا۔)“ یعنی اس سزا کے

جو اللہ نے ان کو رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے دی تھی، یہ منتظر ہیں۔ ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ

تَبْدِيلًا﴾ ”پس آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے۔“ یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں بلکہ وہ ہر تکذیب کرنے

والے کے بارے میں جاری ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ ”اور آپ اللہ کا طریقہ ہرگز نہ ملتا پائیں گے۔“

یعنی ﴿وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَ لَهُ﴾ (الرعد: 13-11) ”اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ

کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی“ اللہ کے سوا کوئی اسے ان سے دو نہیں کر سکتا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 44، 45

انبیائے کرام کی تکذیب کے برے نتائج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! ان تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں جن کے پاس آپ پیغام الہی لے کر آئے ہیں کہ زمین میں چلو اور دیکھو کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا، اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو ہوگا، ان کے مکان خالی ہو گئے ہیں، کمال قوت اور ساز و سامان کی کثرت کی صورت میں جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں، وہ ان سے محروم کر دیے گئے ہیں، اموال و اولاد کی کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور نہ ان سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے کوئی چیز اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا﴾ (44) ”بے شک وہ بڑا علم والا، نہایت قدرت والا ہے۔“ وہ تمام کائنات کا علم رکھتا ہے اور ساری کائنات پر اسے قدرت حاصل ہے۔

مواخذے میں تاخیر کی حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ يَؤُخِّرُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ دَابَّةً﴾ ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا، تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔“ یعنی اگر وہ ان کو ان کے تمام گناہوں کے سبب پکڑنا چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو، ان کے جانوروں اور رزق کو تباہ کر دیتا۔ سعید بن جبیر اور سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے پانی سے محروم کر دیتا جس کی وجہ سے تمام جاندار چیزیں مرجاتیں۔ ﴿وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (45) ”لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دے جاتا ہے۔“ یعنی اس نے ان کو روز قیامت تک مہلت دے رکھی ہے، پھر اس دن وہ ان کا حساب لے گا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کو ثواب عطا فرمائے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا﴾ (46) ”پھر جب ان کا مقرر وعدہ آگیا تو بے شک اللہ تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔“

سورہ فاطر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سُورَةُ يٰس

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰس ۱ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۲ اِنَّكَ لَیِّنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۴

یس ۱ قسم ہے قرآن حکیم کی ۲ بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں ۳ راہ راست پر ہیں ۴ (یہ قرآن) نہایت غالب، خوب رحم کرنے والے (اللہ)

تَنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۵ لِنُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اَبَاؤَهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۶

کا اتارا ہوا ہے ۵ تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے باپ دادا انہیں ڈرائے گئے، لہذا وہ (دین سے) غافل ہیں ۶ بلاشبہ ان کی اکثریت پر (اللہ کا)

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۷

قول ثابت ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ۷

تفسیر آیات: 1-7

رسول اللہ ﷺ ہادی اعظم: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں سورہ بقرہ کی ابتدا میں بحث گزر چکی ہے۔ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ﴿۱﴾ ”حکمت والے قرآن کی قسم ہے!“، یعنی اس قرآن محکم کی قسم! جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے ﴿اِنَّكَ﴾ ”بے شک آپ“ اے محمد ﷺ! ﴿لَیِّنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ”علی صراطِ مُسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾“ پیغمبروں میں سے ہیں، سیدھے رستے پر۔ ”یعنی سیدھے رستے، دین اور شریعتِ مستقیم پر ہیں، ﴿تَنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾“ ”یہ (سب پر) بڑے غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔“ یعنی یہ رستہ، طریقہ اور دین جسے آپ لائے ہیں اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کے لیے نازل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْر ﴿۷﴾ (الشوریٰ 53:52:42) ”اور بے شک (اے محمد!) آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس اللہ کے رستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ خبردار (رہو!) سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔“

﴿لِنُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾﴾ ”تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا تھا، پس وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ ان سے مراد عرب ہیں کہ ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اور یہاں اکیس عربوں کا ذکر دوسروں کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ بعض افراد کا ذکر عموم کی نفی نہیں کیا کرتا، قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا ۖ فَبِهِىٓ إِلَى الْأَذْقَانِ ۖ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ

بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں اور وہ (ان کی) ٹھوڑیوں تک ہیں، لہذا وہ سراپا اٹھائے ہوئے ہیں ⑧ اور ہم نے ان کے آگے

أَيْدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَعْشَيْنَهُمُ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ⑨ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

ایک دیوار بنادی، اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار، پھر ہم نے ان (کی آنکھوں) کو ڈھانک دیا، لہذا وہ دیکھ نہیں سکتے ⑨ اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ

عَاذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑩ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے ⑩ بس آپ تو صرف اس شخص کو ڈراتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمن سے بن دیکھے

بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَفْوَهِ ۖ وَاجْرِ كَرِيمٌ ⑪ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا

ڈرے، لہذا آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیجیے ⑪ بلاشبہ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور جو (اعمال) وہ آگے بھیج چکے انہیں ہم

وَأَنۢشَأَهُمْ طَّ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ ⑫

لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار (نشانات قدم) کو بھی، اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے ⑫

12
18

النَّاسِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَبِيحًا ۖ (الأعراف: 158) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا

(بھیجا ہوا) پیغمبر ہوں۔“ کی تفسیر میں ان آیات کریمہ اور احادیث متواترہ کا ذکر کیا جا چکا ہے جو آپ کی عالمگیر بعثت کے بارے

میں ہیں۔ ① ”لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ“ ”البتہ تحقیق ان میں سے اکثر پر (اللہ کی) بات ثابت ہو چکی ہے۔“ ابن جریر رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے اکثر پر عذاب واجب ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں ان کے

بارے میں حتمی فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ② ”فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ ⑦ لہذا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لائیں

گے اور اس کے رسولوں کی تصدیق بھی نہیں کریں گے۔ ②

تفسیر آیات: 8-12

بد بختوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بد بخت لوگ جن کے مقدر میں بد بختی لکھ دی گئی ہے ان کا ہدایت کی طرف پہنچنا

ایسے ہے جیسے وہ شخص ہو جس کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ اس کی

ٹھوڑی کے نیچے باندھ دیا گیا ہو اور وہ سر کو اٹھائے تو اس کا سراپا کو اٹھا رہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”فَهُمْ مُّقْمَحُونَ“ ⑧

”تو وہ سراپا کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ مقمح اسے کہتے ہیں جس نے اوپر کی طرف سر اٹھایا ہو، جیسا کہ ام زرع نے اپنی

گفتگو میں کہا تھا: وَأَشْرَبُ فَأَنْقَمَحُ یعنی میں پیتی ہوں تو سیر ہو جاتی ہوں اور سیر ہو کر فخر سے اپنے سر کو اٹھا لیتی ہوں۔ ③ اور

ہاتھوں کے ذکر کے بجائے گردن میں طوق کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے گو یہاں دونوں ہی مراد ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

① دیکھیے الأعراف، آیت: 158 کے ذیل میں عنوان: ”حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت“ ② تفسیر الطبری: 180/22 .

③ صحیح البخاری، النکاح، باب حسن المعاشرة مع الأهل، حدیث: 5189 و السنن الکبریٰ للنسائی، عشرة النساء،

باب شکر المرأة لزوجها: 355، 354/5، حدیث: 9138 عن عائشة .

سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فُهِمَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ﴾ ⑧ ”بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں، تو وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ اس آیت کی طرح ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ﴾ (بنی اسرائیل 29:17) ”اور نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے وہ انھیں بھلائی کے لیے پھیلا نہیں سکیں گے۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فُهِمَ مُّقْمَحُونَ﴾ ⑧ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھے ہوئے ہوں گے اور وہ ہر خیر سے روک دیے گئے ہوں گے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا﴾ ”اور ہم نے ان کے آگے ایک آڑ بنادی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ایسی آڑ جس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے۔ ③ ﴿وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا﴾ ”اور ایک آڑ ان کے پیچھے بھی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے اور وہ حیران و پریشان پھر رہے ہیں۔ ④ قنادہ کہتے ہیں کہ وہ گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ ⑤ ﴿فَأَغْشَيْنَاهُمْ﴾ ”پھر ہم نے انھیں ڈھانپ لیا ہے۔“ یعنی ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا ہے تاکہ وہ حق کو دیکھ نہ سکیں۔ ﴿فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ﴾ ⑥ ”تو یہ دیکھتے نہیں۔“ یعنی نہ خیر و بھلائی سے نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ خیر و بھلائی کی ہدایت پاسکتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اسے [فَأَغْشَيْنَاهُمْ] عین مہملہ کے ساتھ عَشَا سے مشتق پڑھا کرتے تھے جو آنکھ کی ایک بیماری ہے۔ ⑦ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیوار ان کے اور اسلام و ایمان کے درمیان بنائی ہے کہ وہ اسلام و ایمان تک پہنچ ہی نہیں سکتے، پھر انھوں نے یہ آیت: ﴿وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ⑧ ”اور ان پر برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ پڑھی اور بعد میں یہ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَبْرُؤَ الْعَذَابِ الْأَلِيمِ﴾ (یونس 96:10) ”یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پاچکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔“ آیات پڑھیں، پھر فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ اسلام و ایمان سے روک دے اسے اس کی قبولیت کی استطاعت ہی نہیں ہو سکتی۔ ⑨ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ابو جہل نے لاف زنی کی تھی کہ اگر میں محمد ﷺ کو دیکھ لوں تو یہ کروں، وہ کروں، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فُهِمَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ﴾ ⑧ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ﴾ ⑨ لوگ کہتے: ابو جہل دیکھو! یہ محمد ﷺ ہیں تو وہ کہتا: وہ کہاں ہے، وہ کہاں ہے؟ وہ آپ کو دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسے ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑩

① تفسیر الطبری: 181/22. ② تفسیر الطبری: 182, 181/22. ③ تفسیر الطبری: 182/22. ④ تفسیر الطبری:

182/22. ⑤ تفسیر الطبری: 182/22. ⑥ تفسیر الطبری: 183/22. ⑦ تفسیر الطبری: 182/22. ⑧ تفسیر

الطبری: 183/22.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر گمراہی کی مہر لگا دی ہے، لہذا ان کے لیے ڈرنا مفید نہیں اور نہ وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی نظیر سورہ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔ ﴿اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴾ ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَكُوِّجَاءُ لَهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۚ﴾ (یونس 97، 96، 10) ”یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔“

﴿إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ”بس آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے۔“ یعنی آپ کی نصیحت سے وہ مومن ہی فائدہ اٹھائیں گے جو نصیحت، یعنی قرآن عظیم کی اتباع کرتے ہیں ﴿وَحَشَىٰ الرَّحْمَنُ بِالْغَيْبِ﴾ ”اور اللہ سے بن دیکھے ڈرے“ کہ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی اسے دیکھتا نہ ہو اور اسے یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے مطلع اور اس کے فعل سے باخبر ہے، ﴿فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ﴾ ”پس آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت سنادیں۔“ یعنی گناہوں کی مغفرت اور بہت خوبصورت اور بے پایاں اجر و ثواب کی بشارت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ (الملک 12: 67) ”بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“

پھر فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ﴾ ”بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔“ یعنی قیامت کے دن، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کفار کے دلوں کو زندہ فرمادے جو ضلالت و گمراہی کے باعث مردہ ہو چکے ہیں اور انھیں حق کی ہدایت عطا فرمادے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی سختی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (الحديد 17: 57) ”جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُتِبَ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ﴾ ”اور ہم لکھ رہے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور ان کے آثار (نشانات قدم) کو بھی۔“ یعنی ہم ان کے اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں جو انھوں نے خود سرانجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے، ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْوَرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وَزْرُهَا وَوَزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ] ”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے

اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اسی کے مطابق عمل کریں گے لیکن عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی براطریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد اس کے مطابق عمل کریں گے لیکن ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“ امام مسلم نے اس حدیث کو جریر بن عبد اللہ بخکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس سے متعلق خاندان مضر کے مفلس اور قلاش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔^(۱) اور امام ابن ابی حاتم نے بھی اس حدیث کو جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی سے مفصل واقعہ کے ساتھ روایت کیا ہے، پھر انھوں نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَنُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ﴾^(۲) اور امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے۔^(۳)

اور اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْفَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ”جب انسان فوت ہوتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱) صدقہ جو اس کے بعد بھی جاری رہنے والا ہو (۲) اور وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔“^(۴) اور سفیان ثوری نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ﴾ کے بارے میں سنا ہے کہ اس سے مراد وہ ضلالت ہے جس کا انھوں نے بعد میں آنے والوں کو وارث بنایا۔^(۵)

ابن ابی نجیح وغیرہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَا قَدَّمُوا﴾ ”جو کچھ وہ آگے بھیج چکے“ سے مراد اعمال ہیں۔ ﴿وَآثَرَهُمْ﴾ ”اور ان کے آثار (نشان قدم) بھی۔“ یعنی ان کے قدموں کے نشانات۔^(۶) حسن و قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد ان کے قدموں کے نشانات ہیں۔^(۷) اور امام قتادہ کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ سے تیرا کوئی معاملہ مخفی ہو تو تیرے قدموں کے یہ نشانات مخفی ہوتے جنھیں ہوائیں مٹا دیتی ہیں۔^(۸) لیکن ابن آدم کے ہر عمل اور اس کے نشان کو حتیٰ کہ قدم کے نشان کو بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا ہے یا اس کی نافرمانی میں، لہذا کوشش کرو کہ تمھارا نقش قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لکھا جائے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی کے ارد گرد کے کچھ علاقے خالی ہوئے تو بنو سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: [إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَتَّقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ، فَقَالَ: يَا بَنِي سَلَمَةَ!]

① صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرۃ.....، حدیث: 1017. ② تفسیر ابن ابی

حاتم: 3190/10، 3191. ③ صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة.....، حدیث: (6800) 15-1017، بعد

الحديث: (14)-2673. ④ صحیح مسلم، الوصیة، باب ما يلحق الإنسان.....، حدیث: 1631. ⑤ تفسیر ابن

ابی حاتم: 3190/10 والذوالمنثور: 489/5. ⑥ تفسیر الطبری: 185، 184/22. ⑦ تفسیر الطبری: 186/22.

⑧ تفسیر الطبری: 186/22.

دِيَارُكُمْ! تُكْتَبُ أَثَارُكُمْ، دِيَارُكُمْ! تُكْتَبُ أَثَارُكُمْ] ”مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! ہمارا یہ ارادہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو، تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں، تم اپنے گھروں ہی میں رہو، تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔“ ^(۱) اسے امام مسلم نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ^(۲)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص فوت ہوا تو نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: [يَا لَيْتَهُ! مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلَدِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ: لِمَ؟ يَارَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا تُوُفِّيَ فِي غَيْرِ مَوْلَدِهِ، قِيسَ لَهُ مِنْ مَوْلَدِهِ إِلَى مُنْقَطَعِ أَثَرِهِ فِي الْحَنَةِ] ”اے کاش! یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا، ایک آدمی نے عرض کی: کیوں؟ اے اللہ کے رسول! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو جنت میں اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کے قدم کے آخری نشان تک کی جگہ کی پیٹائش کی جاتی ہے۔“ ^(۳) اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ^(۴)

اور ابن جریر نے ثابت سے روایت کیا ہے کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا، پھر ہم آہستہ چلے، پھر جب ہم نے نماز ادا کر لی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے فرمایا: انس! تمہیں معلوم نہیں کہ قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ ^(۵) اس میں اور پہلے قول میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اس میں بطریق اولیٰ تنبیہ و دلالت ہے کہ جب قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تو خیر و شر کے وہ نشانات جن میں لوگوں کو نمونہ بنالیا گیا ہو، بالاولیٰ لکھے جائیں گے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ ^(۶) ”اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن میں محفوظ کر رکھا ہے۔“ یعنی تمام کائنات کو کتاب مسطور اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ امام متین سے یہاں ”ام الکتاب“ مراد ہے اور یہ مجاہد، قتادہ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔ ^(۷) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل 71: 17) میں بھی ”امام“ سے مراد ان کی کتاب اعمال ہے جو ان کے اچھے یا برے عملوں کی شاہد ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئَتْ بِالشَّهَادَةِ﴾ (الزمر 69: 39) ”اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُؤَيِّنُكُمْ مَّا لَ هَذَا الْكِتَابُ لَا يَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلُمُ رَبُّكَ

① مسند أحمد: 3/332، 333. ② صحيح مسلم، المساجد.....، باب فضل كثرة الخطأ.....، حديث: 665.

③ مسند أحمد: 2/177. ④ السنن الكبرى للنسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده: 602/1، حديث: 1958 و

سنن النسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده، حديث: 1833 و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فيمن مات

غريباً، حديث: 1614. ⑤ تفسير الطبري: 22/185. ⑥ تفسير الطبري: 22/186.

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۚ (13) إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

اور آپ ان کے لیے ہستی والوں کی مثال بیان کیجیے جب ان کے پاس (اللہ کے) بھیجے ہوئے آئے (13) جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو انھوں

فَكَذَّبُوهُمَا فَعُزِّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ۚ (14) قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا لَا

نے انھیں جھٹلایا، پھر ہم نے (انھیں) تیسرے کے ساتھ تقویت دی، تب انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے (رسول) ہیں (14) وہ کہنے لگے: تم

وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۚ (15) قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُم

ہم جیسے بشری تو ہو، اور رحمن نے (تم پر) کوئی چیز (یعنی تو) نازل نہیں کی، تم تو زنا جھوٹ بولتے ہو (15) انھوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم بھینٹا تمھاری

لَكُمْ مُرْسَلُونَ ۚ (16) وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۚ (17)

ہی طرف بھیجے گئے ہیں (16) اور ہمارے ذمے تو صرف کھول کر پہنچانا ہے (17)

أَحَدًا ۚ (الکھف 49: 18) ”اور (علموں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے، ہماری شامت! اس کتاب کو کیا ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔“

تفسیر آیات: 13-17

اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ)! اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کی تکذیب کی ہے بیان کیجیے: ﴿مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ﴾ ”ہستی والوں کی ایک مثال جب اس میں کئی رسول آئے۔“ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ کی روایات پہنچی ہیں کہ یہ انطاکیہ کا شہر تھا جس میں انطیخس بن انطیخس (Antiochus/انتیوکس) نامی ایک بادشاہ رہتا تھا جو بتوں کی پوجا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین رسول بھیجے جن کے نام صادق، صدوق اور شلوم تھے مگر بادشاہ نے ان کی تکذیب کی۔ (1) بریدہ بن حصیب، عکرمہ، قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ شہر انطاکیہ تھا۔ (2) مگر بعض ائمہ نے اس کے انطاکیہ ہونے میں اشکال کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قصے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم ذکر کریں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا﴾ ”جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے انھیں جھٹلایا۔“ یعنی نور اکندیب کردی۔ ﴿فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾ ”پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی۔“ یعنی ہم نے ان کی

(1) تفسیر الطبری: 187/22 طبری کے طبع شدہ نسخے میں ”صدوق، شلوم اور انطیخس“ کے بجائے ”مصدق، سلوم اور بطیخس“ ہے جبکہ

ابن کثیر رحمہ اللہ کے دیگر نسخوں اور قرطبی وغیرہ میں ”صدوق، شلوم اور انطیخس“ ہی ہے۔ (2) تفسیر الطبری: 186/22 تفسیر ابن ابی

تائید و حمایت کے لیے ایک تیسرے رسول کو بھیج دیا۔ ابن جریج نے مصعب بن سلیمان سے اور انھوں نے شعیب جبائی سے روایت کیا ہے کہ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور تیسرے کا نام بولس^① تھا اور بستی کا نام انطاکیہ تھا۔ ﴿فَقَالُوا﴾ ”تو انھوں نے کہا۔“ ان بستی کے لوگوں سے: ﴿إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ﴾^② ”بلاشبہ ہم تمھاری طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔“ یعنی ہم تمھارے پروردگار اور خالق کی طرف سے پیغمبر ہیں اور اس نے تمھیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو، یہ ابو العالیہ کا قول ہے۔^③ اور قتادہ بن دعامہ نے گمان کیا ہے کہ یہ اہل انطاکیہ کی طرف مسیح علیہ السلام کے قاصد تھے۔^④

کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے؟ ﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا﴾ ”وہ بولے کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری طرح کے آدمی۔“ یعنی تمھاری طرف کیسے وحی کی گئی جبکہ تم تو آدمی ہو اور ہم بھی آدمی ہیں تو پھر ہماری طرف وحی کیوں نہ بھیجی گئی جس طرح تمھاری طرف بھیجی ہے؟ اگر تم پیغمبر ہوتے تو ضرور فرشتے ہوتے۔ تکذیب کرنے والی بہت سی امتوں نے اسی قسم کے شبہات پیش کیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ان کی اس بات کی خبر دی ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَعَالُوا الْبَشَرِ لِيَهْدُوا وَنَاذِرًا﴾ (التغابن 6: 64) ”یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمیں راہ دکھائیں گے۔“ یعنی انھوں نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ط تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّوَنَا عَمَّا كَانِ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا قَالُوا نَا بَسُلْطِينَ مُبِينِينَ﴾ (ابراہیم 10: 14) ”وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تمھارا یہ ارادہ ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں، ان (کے پوجنے) سے ہمیں روک دو تو (اچھا) ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ (معجزہ دکھاؤ۔)“ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَكِنْ أَكْثَمْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَبِيرُونَ﴾ (المؤمنون 34: 23) ”اور البتہ اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو اس وقت تم البتہ گھائے میں پڑ گئے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل 94: 17) ”اور لوگوں کو نہیں منع کیا (اس سے) کہ وہ ایمان لائیں جب ان کے پاس ہدایت آگئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔“ اور اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا: ﴿مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ لَا تَكْفُرُونَ﴾^⑤

﴿قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَنَا لِيَكُنَّا قَوْمًا يَعْلَمُونَ﴾ ”کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری ہی طرح کے آدمی اور اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو، انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔“ یعنی تینوں رسولوں نے انھیں یہ جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم اس کی طرف سے تمھاری طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اگر

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3192/10، البتہ بعض ”بولس“ کے بجائے ”بولس“ سین کے ساتھ لکھتے ہیں جیسا کہ روح المعانی:

330/12 وغیرہ میں ہے۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3191/10. ③ تفسیر الطبری: 186/22.

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ وَلَيَحْسَبَنَّكُمْ

وہ کہنے لگے: ہم تو تمہیں منگوں خیال کرتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے ضرور دردناک

مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوا طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ أَيْنَ ذِكْرُكُمْ بَلْ أَنْتُمْ

سزا پہنچے گی ﴿١٩﴾ انھوں نے کہا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی ہے، کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو یہ نحوست ہے؟ ہرگز نہیں!) بلکہ تم لوگ

قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾

ہی حد سے بڑھنے والے ہو ﴿١٩﴾

ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو وہ ہم سے شدید ترین انتقام لے سکتا ہے لیکن ہم سچے رسول ہیں، اس لیے وہ ہمیں عزت عطا فرمائے گا اور تمہارے خلاف ہمیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت 29: 52) ”کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ ﴿وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ﴿١٧﴾ ”اور ہمارے ذمے تو بس صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“ یعنی ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم تک وہ پیغام پہنچا دیں جس کے ساتھ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، اگر تم اسے مان لو گے تو اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی ہے اور اگر اسے نہیں مانو گے تو اس کے انجام کو بھی عنقریب جان لو گے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 18، 19

انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا: یہ بات سن کر ان گاؤں والوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے کہا: ﴿إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ ”بلاشبہ ہم نے تمہیں نامبارک خیال کیا ہے۔“ ہم نے اپنی زندگی میں تمہارے چہروں پر کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی، قنادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہمیں شر پہنچا تو وہ آپ کی وجہ سے ہوگا۔ ﴿١﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جیسا آدمی جب بھی کسی بستی میں داخل ہوا تو اس کے باشندوں پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ﴾ ”البتہ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں پتھروں کے ساتھ سنگسار کر دیں گے۔ ﴿٢﴾ ﴿وَلَيَحْسَبَنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ﴿١٨﴾ ”اور البتہ تمہیں ہم سے ضرور دردناک سزا پہنچے گی۔“ یعنی ہم تمہیں شدید سزا دیں گے تو ان کے رسولوں نے انھیں جواب دیا: ﴿طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ﴾ ”تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔“ یعنی تمہاری نحوست تم پر لوٹائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا: ﴿فَإِذَا جَاءَهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هٰذِهِ ۚ

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوا

اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم رسولوں کی پیروی کرو ﴿٢٠﴾ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی صلہ نہیں

مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

مانگتے جبکہ وہ (خود) ہدایت یافتہ ہیں ﴿٢١﴾

وَإِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيِّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ طَائِفًا ظَلِمُوا عِنْدَ اللَّهِ ﴿٢٢﴾ (الأعراف: 131) ”پھر جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے: یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں بدحالی آتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ٹھہراتے خبردار! یقیناً ان کی نحوست تو اللہ کے ہاں ہے۔“ قوم صالح نے کہا تھا: ﴿٢٣﴾ اَطِيعُوا نَايِكَ وَبَيْنَ مَعَكَ طَائِفًا ظَلِمُوا عِنْدَ اللَّهِ ﴿٢٤﴾ (النمل: 47) ”ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا: تمھاری نحوست تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار میں) ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٢٥﴾ وَإِنْ تُصِيبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِنَا قُلْ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٢٦﴾ (النساء: 78) ”اور ان لوگوں کو اگر کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے ہے، کہہ دیں کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے!“ ﴿٢٧﴾ اَيْنَ ذُرِّيَّتُكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٢٨﴾ ”کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہو۔“ یعنی کیا اس وجہ سے کہ ہم نے تم کو نصیحت کی اور تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرو، اس کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرو تو اس کے جواب میں تم نے ہمیں ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکیاں دینا شروع کر دیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تمھیں اللہ کے بارے میں نصیحت کریں تو مزید تم ہمارے ساتھ بدشگونی پکڑتے ہو اور یہ اس لیے ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔ ﴿٢٩﴾

تفسیر آیات: 20، 21

حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت: ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منہب سے روایت پہنچی ہے کہ ان بستی والوں نے جب اپنے رسولوں کے قتل کا ارادہ کیا تو شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا تاکہ اپنی قوم کے خلاف ان کی مدد کرے، اس آدمی کا نام حبیب تھا، وہ ریشم کا کام کرتا تھا اور وہ جذام کے مرض میں مبتلا ایک مریض آدمی تھا لیکن صدقہ بہت کرتا تھا حتیٰ کہ اپنی آدھی کمائی صدقہ کر دیا کرتا تھا اور وہ ایک سلیم الفطرت انسان تھا۔ ﴿٢٠﴾ اور حبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورہ نیس میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حبیب نجار تھا اور اسے اس کی قوم نے قتل کر دیا تھا۔ ﴿٢١﴾ قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٢﴾ ”کہنے لگا کہ اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو۔“ اس

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ ءَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿٢٢﴾ کیا میں اس (اللہ) کے

إِنْ يُرِدِنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُون ﴿٢٣﴾ إِنْئِي إِذَا لَفِي

سوا (دوسروں کو) معبود بنالوں؟ اگر رحمن مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے ﴿٢٣﴾

ضَلِيلٌ مُبِينٌ ﴿٢٤﴾ إِنْئِي أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ﴿٢٥﴾

یقیناً میں اس وقت کھلی گمراہی میں ہوں گا ﴿٢٤﴾ بلاشبہ میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں، لہذا تم میری بات سنو ﴿٢٥﴾

نے اپنی قوم کو ان پیغمبروں کی اتباع کی ترغیب دی جو ان کے پاس آئے تھے۔ ﴿تَبِعُوا مَنِ آمَنَ لَيْسَ لَكُمْ أَجْرًا﴾ ”ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔“ تبلیغ رسالت پر اور وہ جو تمہیں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں وہ راہ راست پر ہیں۔

تفسیر آیات: 22-25

﴿وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي﴾ ”اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔“ یعنی مجھے اس سے کون سی چیز منع کرتی ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا، اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ۔ ﴿ءَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا﴾ ”کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بناؤں؟“ یہ استفہام انکاری ہے جو زبردستی کے لیے ہے۔ ﴿إِنْ يُرِدِنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُون﴾ ”اگر رحمان میرے بارے میں نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکیں گے۔“ یعنی یہ معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، یہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں، اگر اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کسی بھی برائی کا ارادہ فرمائے، ﴿فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ ﴿الأنعام: 17﴾ ”تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔“ یہ بت کسی تکلیف یا برائی کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ یہ مجھے کسی تکلیف سے بچا سکتے ہیں ﴿إِنْئِي إِذَا لَفِي ضَلِيلٌ مُبِينٌ﴾ ”یقیناً تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔“ یعنی اگر میں نے اللہ کے سوا انہیں معبود بنالیا تو میں گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اور فرمایا: ﴿إِنْئِي أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ﴾ ”بے شک میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں، تو میری بات سنو۔“ ابن اسحاق کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کعب اور وہب سے یہ روایت پہنچی کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس کے ساتھ تم کفر کر رہے ہو تو میری بات سنو۔ ﴿١﴾ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا یہ خطاب رسولوں سے ہو

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ط قَالَ يَلِيَتْ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾

کہا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے ﴿٢٦﴾ (یہ بات) کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور اس نے مجھے معزز لوگوں

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِنْ كَانَتْ

میں (شامل) کر دیا ہے ﴿٢٧﴾ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نازل نہیں کی اور نہ ہم نازل ہی کرنے والے تھے ﴿٢٨﴾ وہ تو صرف

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاذَاهُمْ خُيُودُونَ ﴿٢٩﴾

ایک (ہولناک) چیخ تھی، پھر ایک وہ سب بچھ کر رہ گئے ﴿٢٩﴾

اور معنی یہ ہو کہ میں تمہارے اس پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس نے تمہیں مبعوث فرمایا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس میرے بارے میں اس کی گواہی دینا، ابن جریر نے اس قول کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس نے اپنی اس بات کے ذریعے سے پیغمبروں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ میری بات سنو تا کہ تم اس کی میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دے سکو اور وہ بات یہ ہے کہ میں تمہارے پروردگار کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور میں نے تمہاری پیروی کو اختیار کر لیا ہے۔ ﴿١﴾ ابن جریر کا بیان کردہ یہ قول معنی کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ابن اسحاق نے اس روایت کے مطابق کہا ہے جو انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب اور وہب سے پہنچی ہے کہ جب اس نے یہ بات کی تو قوم کے سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا اور اس کا دفاع کرنے والا کوئی ایک شخص بھی نہ تھا۔ ﴿٢﴾ اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ قوم کے لوگوں نے اسے پتھروں کے ساتھ مارنا شروع کر دیا اور وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما دے، وہ جانتے نہیں ہیں۔ قوم کے لوگ اسے مسلسل پتھر مارتے رہے حتیٰ کہ شہید کر دیا اور وہ آخر دم تک اسی طرح کہتا رہا۔ ﴿٣﴾ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

تفسیر آیات: 26-29

کاش! میری قوم جان لے: محمد بن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اسے اپنے پاؤں تلے اس طرح کچلا کہ اس کی انتڑیاں دبر کے رستے سے خارج ہو گئیں۔ ﴿٤﴾ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ ط﴾ ”بہشت میں داخل ہو جا۔“ تو وہ بہشت میں داخل ہو گیا جس میں اسے رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا کی بیماری اور غم و فکر دور فرما دیا ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ حبیب نجار سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، اس لیے کہ وہ شہید ہوا اور اس کے لیے جنت واجب ہو گئی تھی، جب اس نے جنت میں اجر و ثواب دیکھا تو: ﴿قَالَ يَلِيَتْ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ ﴿٢٦﴾ ”کہنے لگا: کاش! میری قوم جان لے۔“ ﴿٥﴾ اور قتادہ کہتے ہیں کہ مومن سے ہمدرد و خیر خواہ بن کر ہی ملاقات کرو،

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 192/22. ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 193, 192/22. ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 192/22. ﴿٤﴾ تفسیر الطبری:

193/22. ﴿٥﴾ تفسیر الطبری: 194, 193/22 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3193, 3192/10.

اسے دھوکا دینے والے بن کر اس سے ملاقات نہ کرو۔ حبیب نجار نے جب اس اعزاز و اکرام کو دیکھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا تو ﴿قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ ① ﴿بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ﴾ ② ”کہنے لگا: کاش! میری قوم (اس کو) جان لے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔“ اللہ کی قسم! اس نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ اے کاش! اس کی قوم بھی اسے جان لے جس اعزاز و اکرام سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا اور اس پر نعمتوں کا ہجوم کر دیا۔ ① اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نے زندگی میں اپنی قوم کی ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے کہا: ﴿يَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ﴾ ③ ﴿يَسْ 20:36﴾ اور فوت ہونے کے بعد کہا: ﴿يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ ④ ﴿بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ﴾ ⑤ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

اور سفیان ثوری نے عاصم احوال سے اور انھوں نے ابوجبل سے ﴿بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ﴾ ⑥ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بخشا اور عزت والوں میں کیا ہے کہ میں اپنے رب پر ایمان لایا اور میں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ ⑦ بہر حال اس کا اس سے مقصود یہ تھا کہ اے کاش! اس کی قوم کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس بے پایاں اجر و ثواب اور کن ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ چیز انھیں رسولوں کی اتباع کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے خوش ہو جائے۔ وہ اپنی قوم کی ہدایت کا کس قدر خواہش مند تھا!

ابن ابوحاتم نے عبد الملک، یعنی ابن عمیر سے روایت کیا ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اپنی قوم کی طرف بھیج دیں تاکہ میں انھیں اسلام کی دعوت دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوكَ] ”یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھیں قتل کر دیں گے۔“ انھوں نے عرض کی کہ (وہ میرا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ) اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو بیدار نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنْطَلِقْ] ”چلے جاؤ۔“ تو وہ چلے گئے اور لات و عڑی کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے کہ کل ایسی صورت حال ہوگی جو تیرے لیے بہت بری ہوگی، اس سے ثقیف کے لوگ ناراض ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ اے گروہ ثقیف! لات کوئی لات اور عڑی کوئی عڑی نہیں ہے، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، اے گروہ احلاف! عڑی کوئی عڑی اور لات کوئی لات نہیں، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، یہ بات انھوں نے تین بار کہی تو ایک شخص نے انھیں تیرا جوان کے بازو کے درمیان ایک رگ میں لگا اور وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر جب معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: [هَذَا مَثَلُهُ كَمَثَلِ صَاحِبِ يَسْ] ﴿قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ ⑧ ﴿بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ﴾ ⑨ ”عروہ کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس کا سورہ یس میں ذکر ہے:“ اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔“ ⑩

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾⁽²⁶⁾ ”اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہوتے ہوئے اس قوم سے انتقام لیا کیونکہ انھوں نے اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اس کے ایک ولی کو شہید کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی لشکر نازل نہ فرمایا اور نہ اسے انھیں ہلاک کرنے کے لیے فرشتوں کے نازل کرنے کی ضرورت ہی تھی بلکہ معاملہ اس سے زیادہ آسان تھا۔ ابن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت: ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾⁽²⁸⁾ کے بارے میں فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں جماعتیں بھیج کر تباہ نہیں کیا کیونکہ ہمارے لیے انھیں تباہ کرنا بہت آسان تھا۔ ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَآذَاهُمْ خُسُوفٌ﴾⁽²⁹⁾ ”وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو اور اہل انطاکیہ کو اس طرح ہلاک کر دیا کہ وہ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ﴾⁽³¹⁾ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم جب قوموں کو ہلاک کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل نہیں کرتے بلکہ ان پر کوئی ایسا عذاب نازل کر دیتے ہیں جو ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ﴾ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے کوئی دوسرا پیغام نہیں بھیجا، یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔⁽³²⁾ قتادہ کہتے ہیں کہ واللہ! اس کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کو ڈانٹا تک نہیں بلکہ ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَآذَاهُمْ خُسُوفٌ﴾⁽²⁹⁾ ”وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔“ ابن جریر کہتے ہیں کہ پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں کیونکہ رسالت کو جُند (لشکر) کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا۔⁽³⁴⁾

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبریل علیہ السلام کو بھیجا تو انھوں نے ان کے شہر کے دروازے کی دونوں دہلیزوں کو پکڑ لیا، پھر ایک بہت خوفناک چیخ ماری جس سے وہ سب کے سب یک دم بجھ کر رہ گئے اور کسی ایک جسم میں بھی حرکت کرنے کے لیے روح باقی نہ تھی۔ بہت سے سلف کے حوالے سے یہ بات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ یہ بستی انطاکیہ تھی⁽³⁵⁾ اور اس کی طرف آنے والے یہ تین شخص مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ سے یہ بات صراحت کے ساتھ منقول ہے۔⁽³⁶⁾ لیکن ان کے سوا متاخر مفسرین میں سے کسی اور نے یہ بات ذکر نہیں کی اور یہ کئی وجوہ سے

44 للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر عروة بن مسعود الثقفي، 616، 615/3، حدیث: 6579 والمعجم الكبير

للطبرانی: 148، 147/17، حدیث: 374 یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعيفة: 146، 145/4، حدیث: 1642 البتہ

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوكَ] سے بیدار نہیں کرتے“ تک کے الفاظ تفسیر ابن ابی حاتم کے

بجائے المستدرک اور المعجم الكبير کے مذکورہ حوالوں میں ہیں۔ ① تفسیر الطبري: 4، 3/23. ② تفسیر الطبري:

4، 3/23. ③ تفسیر الطبري: 3/23. ④ تفسیر الطبري: 4، 23. ⑤ اسی سورت میں دیکھیے، آیات: 13-17 کے ذیل میں عنوان:

”اصحاب القرية کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی“ ⑥ تفسیر الطبري: 186/22.

ہے بھی محل نظر، مثلاً:

(ا) اس قصے سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد نہیں تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ۖ قَالُوا مِمَّا آتَتْكُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۖ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ۖ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝﴾ (یس: 14-17) ”جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے (انھیں) تقویت دی تو انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے: تم ہم جیسے بشر ہی تو ہو، اور رحمن نے (تم پر) کوئی چیز (بھی تو) نہیں اتاری، تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو۔ انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“ اگر یہ حواری ہوتے تو وہ ایسے مناسب الفاظ استعمال کرتے جن سے معلوم ہوتا کہ وہ مسیح علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ پھر اگر وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد ہوتے تو ان کے بارے میں وہ لوگ یہ نہ کہتے: ﴿مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (یس: 15) ”تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی ہو۔“

(ب) اہل انطاکیہ مسیح علیہ السلام کے قاصدوں پر ایمان لے آئے تھے اور یہ پہلا شہر تھا جس کے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، یہی وجہ ہے کہ انطاکیہ بھی ان چار شہروں میں سے ایک ہے جن میں عیسائیوں کے پوپ ہوتے ہیں اور وہ چار شہر ہیں: (1) قدس، کیونکہ یہ مسیح علیہ السلام کا شہر ہے۔ (2) انطاکیہ، کیونکہ وہ پہلا شہر ہے جس کے سارے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ (3) اسکندریہ، کیونکہ اس شہر میں انھوں نے بتاریکہ، مطارنہ، اساقفہ، قساوسہ، شمامسہ اور رہائین جیسے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں فیصلہ کیا تھا، پھر (4) رومیہ، کیونکہ یہ اس شاہ قسطنطین کا شہر تھا جس نے دین عیسائیت کی بہت زیادہ نصرت و اعانت کی تھی۔ اور جب اس نے قسطنطنیہ کا شہر آباد کیا تو انھوں نے پوپ کو رومیہ شہر سے یہاں منتقل کر دیا تھا جیسا کہ عیسائیت کی تاریخ پر لکھنے والے کئی اہل کتاب اور مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے، مثلاً: سعید بن بطریق وغیرہ، لہذا جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انطاکیہ وہ پہلا شہر تھا جس کے لوگ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے تو اس نبی کے لوگوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے جب اس کے رسولوں کی تکذیب کی تو اس نے انھیں ایک ایسی چنگھاڑ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا جس نے انھیں چشم زدن میں بجا کر رکھ دیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(ج) انطاکیہ کے لوگوں کا حواریوں، یعنی اصحاب مسیح علیہ السلام کے ساتھ قصہ نزول تورات کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور کئی ایک ائمہ سلف نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول تورات کے بعد کسی قوم کو عذاب بھیج کر مکمل طور پر تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو بھی مشرکوں سے جنگ کا حکم اس کے بعد دیا گیا تھا۔ بہت سے ائمہ تفسیر نے حسب ذیل آیت کریمہ: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى﴾ (القصص: 28) ”اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔“ کے تحت اس کو بیان کیا ہے، اس تفصیل سے یہ بات

يَحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا

ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے ﴿٣٠﴾ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

کتنی امتیں ہلاک کر دیں؟ بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گی ﴿٣١﴾ اور سارے کے سارے (لوگ) ہی ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ﴿٣٢﴾

واضح ہو گئی کہ قرآن مجید میں یہاں جس بستی کا ذکر ہے، یہ انطاکیہ کے علاوہ کوئی اور بستی تھی جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف نے ذکر کیا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اگر اس بستی کا نام بھی انطاکیہ ہی ہے تو وہ مشہور و معروف انطاکیہ شہر کے علاوہ کوئی اور ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ عیسائیوں یا غیر عیسائیوں کی کسی انطاکیہ بستی کو تباہ کیا گیا ہو۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 30-32

تکذیب کرنے والوں پر افسوس: علی بن ابی طلحہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يَحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادَةِ﴾ کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ بندوں پر افسوس ہے۔ ﴿١﴾ اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے اپنے نفسوں پر افسوس کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کر دیا اور اللہ کی جناب میں کوتاہی کی، بعض قراءتوں میں یہ بھی ہے: ﴿يَا حَسِرَةَ الْعِبَادِ عَلَى أَنْفُسِهِمَا﴾ ﴿٢﴾ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو حسرت و ندامت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کیوں کی اور اللہ کے حکم کی مخالفت کیوں کی۔ وہ دنیا میں اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے تھے ﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ﴿٣﴾ ”ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔“ اس کی تکذیب کرتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اس حق کا انکار کرتے تھے جس کے ساتھ رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

عقیدہ تناخؑ کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ ﴿١﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گے۔“ یعنی کیا انھوں نے ان لوگوں سے نصیحت حاصل نہیں کی جنھوں نے ان سے پہلے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تھا اور وہ اس دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے اور نہ بات اس طرح ہے جیسا کہ ان میں سے بہت سے جاہل اور فاجر و فاسق لوگ کہتے ہیں: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا﴾ (المؤمنون 37: 23) ”یہ ہماری دنیاوی زندگی ہی تو ہے کہ (اسی میں) ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔“ یہ دہریہ لوگ دور اور تسلسل کے قائل ہیں اور جاہل لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

① تفسیر الطبری: 5/23، ② تفسیر الطبری: 4/23، ③ ”نسخ“ سے مشتق ہے، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل

ہونا۔ عقیدہ تناخؑ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے نکل کر کسی دوسرے بدن میں منتقل ہو جانا، یہ تفسیر یہ اور دُرُوز (اسماعیل فرقتہ) کے

عقائد میں سے ہے۔ (معجم لغة الفقهاء، ص: 147 و موسوعة الأديان، الدروز، ص: 243-245) اور ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ

ہے۔ (الأديان والفرق والمذاهب المعاصرة لعبد القادر شيبه الحمد، من عقائد الهندوس، ص: 63)

وَآيَةٌ لَهُمُ الْيَلُّ ۖ نَسَخَ مِنْهُ النَّهَارَ فَاذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ نکالتے ہیں، پھر (دن ختم ہونے پر) ایک ایک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں ﴿٣٧﴾ اور سورج

لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ

اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے (اللہ) کا اندازہ ہے ﴿٣٨﴾ اور چاند کی ہم نے (انٹھائیس) منزلیں

كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الْيَلُّ سَابِقُ

مقرر کر رکھی ہیں حتیٰ کہ وہ کھجور کے خوشے کی پرانی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے ﴿٣٩﴾ نہ سورج کے یہ لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے

النَّهَارُ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾

پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیرتا پھرتا ہے ﴿٤٠﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا عِمْلُهُمْ﴾ ”اور وہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے۔“ یعنی یہ سب کچھ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہے، یہ ان کی سعی و کاوش اور طاقت و قوت کی وجہ سے نہیں ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے۔^①

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾ ”پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟“ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان بے شمار اور ان گنت نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ اس کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے، ابن جریر کے سوا دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ احتمال ہے کہ مانا فیہ ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ما موصولہ ہو^② لیکن ابن جریر نے پورے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ ما بمعنی الذی، یعنی ما موصولہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور اس کے پھل جو ان کے ہاتھوں نے محنت کی ہے۔ یعنی باغات کو اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے اور ان پر محنت کی ہے، انھوں نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت

میں بھی یہ اس طرح ہے: ﴿لِيَاكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۖ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾^③

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَمَا تُثْبِتُ الْأَرْضُ﴾ ”وہ ذات پاک ہے جس نے سب کے سب جوڑے بنائے، ان چیزوں کے بھی جنھیں زمین اگاتی ہے۔“ یعنی فصلوں، پھلوں اور تمام نباتات کے اس نے

جوڑے بنائے ہیں ﴿وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ ”اور خود ان کے“ بھی جوڑے بنائے اور مرد اور عورت کو بنا دیا ﴿وَمَا لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”اور ان کے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے۔“ یعنی مختلف مخلوقات جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا

ہے: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (الذّٰرِیّٰت: 49-51) ”اور ہم نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

تفسیر آیات: 37-40

اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل و نہار اور شمس و قمر جیسی عظیم الشان نشانیاں: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی عظیم الشان

قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا، ان میں سے ایک کو تاریک اور دوسرے کو منور بنایا، پھر دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا کہ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آ جاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾ (الأعراف: 54) ”وہ دن کو رات سے اس طرح ڈھانپتا ہے کہ وہ (رات) جلدی سے اس (دن) کو آ لیتی ہے۔“ اور اللہ عزوجل نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ لَا تَجِدُ لَهَا بُرْجًا ظَاهِرًا﴾ (سورہ بقرہ: 258) ”اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔“ یعنی دن کو کھینچ لیتے ہیں، وہ چلا جاتا ہے اور رات آ جاتی ہے ﴿فَإِذَا هُمْ مُظْلَبُونَ﴾ (سورہ بقرہ: 258) ”تو پھر (دن ختم ہونے پر) یکا یک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔“ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنَ هَاهُنَا وَأُذْبِرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ] ”جب ادھر سے رات آ جائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار نے روزہ افطار کر لیا۔“ ① آیت سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ (سورہ بقرہ: 258) ”اور سورج اپنے ٹھکانے (پر) پہنچنے کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔“ مستقر کے معنی کے بارے میں دو قول ہیں: (1) اس سے مراد اس کا مکانی مستقر ہے اور وہ عرش کے نیچے اس جانب ہے جو زمین سے ملتی ہے اور وہ جہاں بھی ہو تو یہ بھی اور دیگر ساری مخلوقات بھی عرش کے نیچے ہی ہیں کیونکہ عرش ساری مخلوقات کی چھت ہے اور کروی شکل میں نہیں ہے جیسا کہ بہت سے ہیئت دانوں کا خیال ہے بلکہ وہ قبة ہے جس کے پائے ہیں جنہیں فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور وہ سارے جہان کے اوپر ہے، سورج جب دوپہر کے وقت قبة فلک میں (عین سر پر) ہوتا ہے تو اس وقت وہ عرش کے قریب ترین ہوتا ہے اور اس مقام کے بالمقابل جب وہ مدار چہارم میں گردش کرتا ہے تو وہ نصف رات کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت وہ عرش سے بعید ترین ہوتا ہے، اسی وقت وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

امام بخاری نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! أُنْذِرُ أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾] ”اے ابو ذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔“ اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ (سورہ بقرہ: 258) ”اور سورج اپنے ٹھکانے (پر) پہنچنے کے لیے رواں دواں ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور)

① صحيح البخاري، الصوم، باب: متى يحل فطر الصائم؟ حديث: 1954 وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان انقضاء

الصوم.....، حديث: 1100 عن عمر

خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔“ اور اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ] ”اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔“⁽²⁾

(2) سورج کے مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے اور وہ روز قیامت ہے کہ اس دن اس کا چلنا ختم ہو جائے گا، اس کی حرکت ختم ہو جائے گی اور اسے لپیٹ لیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی دنیا کی بساط بھی لپیٹ دی جائے گی اور یہ ہے اس کا زامانی مستقر۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد اس کا وہ وقت اور مقررہ مدت ہے جس سے یہ تجاوز نہ کر سکے گا۔⁽³⁾ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ یہ سورج موسم گرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے جس میں اضافہ نہیں ہو سکتا، پھر یہ موسم سرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں بھی اضافہ نہیں ہو سکتا، یہ قول عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہے۔⁽⁴⁾

ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے اس طرح بھی پڑھا ہے: [وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا] یعنی اس کے لیے کوئی قرار اور سکون نہیں بلکہ یہ رات دن چلتا رہتا ہے۔⁽⁵⁾ اور چلنے سے اکتاتا ہے نہ رکتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ﴾ (ابراہیم 14: 33) ”اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو مسلسل چل رہے ہیں۔“ کہ قیامت تک نہ اکتائیں گے اور نہ چلنے سے رکیں گے، ﴿ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾⁽⁶⁾ ”یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔“ اس غالب ہستی کا جس کی مخالفت کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے فیصلے کو نالا جاسکتا ہے اور اس ہستی کا جو اس کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ ہے اور اس نے ایسے طریقے سے اس کے وقت اور اس کے اندازے کو مقرر فرمایا ہے کہ جس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالْبَقِ اِلٰلٰهَ الصَّبَاحِ وَجَعَلَ الْيَلَّ سَكَنًا وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (الأنعام 6: 96) ”وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ (بنایا) یہ سب نہایت غالب، خوب علم والے کا اندازہ ہے۔“ اسی طرح سورہ طہ سجدہ کی ایک آیت بھی انھی الفاظ: ﴿ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (ختم السجدة 41: 12) پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَرْنٰهُ مَنَازِلَ﴾ ”اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کر دیں۔“ یعنی وہ ایک اور اندازے سے چلتا ہے جس سے مہینوں کے گزرنے کا اندازہ لگایا جاتا ہے جبکہ سورج کے چلنے سے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾..... (یٰس: 36: 38)، حدیث: 4802. ② صحیح

البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾..... (یٰس: 36: 38)، حدیث: 4803. ③ تفسیر الطبری:

8/23. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 3195/10. ⑤ تفسیر القرطبی: 28/15.

رات اور دن کا پتا چلتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْهَلَكَةِ فُتْنٍ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجَّ ط﴾ (البقرة: 189) ”(اے محمد ﷺ!) لوگ آپ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھنٹا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دیں کہ وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے اوقات مقررہ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ط﴾ (یونس 5: 10) ”وہی تو ہے جس نے سورج کو نہایت روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتَيْنِ فَمَحْوَنًا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ط وَكُلَّ شَيْءٍ فَضَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ٥﴾ (بنی اسرائیل 12: 17) ”اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی تو محو (بے نور) کر دی اور دن کی نشانی روشن بنائی تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل سے بیان کر دی ہے۔“

سورج کی اس نے خاص روشنی اور چاند کا اپنا خاص نور بنایا اور دونوں کی رفتار میں فرق کر دیا، سورج ہر روز طلوع اور اس کے آخر میں ایک جیسی روشنی ہی پر غروب ہوتا ہے لیکن اس کے موسم گرم اور سرما میں طلوع ہونے کی جگہیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی کے سبب دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے، پھر رات لمبی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت رکھی کہ یہ دن کا ستارہ ہے اور چاند کی اس نے منزلیں مقرر فرمادی ہیں کہ وہ ہر مہینے کی پہلی رات جب طلوع ہوتا ہے تو کمزور اور کم روشنی والا ہوتا ہے، پھر دوسری رات اس کی روشنی میں اضافہ اور مقام اونچا ہو جاتا ہے، پھر وہ جیسے جیسے اونچا ہوتا جاتا ہے، اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ چودھویں رات اس کی روشنی بالکل مکمل ہو جاتی ہے اور پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مہینے کے آخر تک کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عرجون کھجور کی اصل شاخ کو کہتے ہیں۔^①

چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام: عرب ہر تین راتوں کا نام چاند کے اعتبار سے رکھتے ہیں، پہلی تین راتوں کو ”عُرُر“ پھر اگلی تین راتوں کو ”فُتُل“ پھر ”تُتُع“ کیونکہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے، اس کے بعد ”عُشُر“ کیونکہ ان کی پہلی رات دسویں ہوتی ہے، اس کے بعد ”بُيُض“ کیونکہ ان میں چاند کی روشنی ان کے آخر تک ہوتی ہے، اس کے بعد ”دُرُع“ جو درعاء کی جمع ہے کیونکہ ان کی پہلی رات سیاہ ہوتی ہے، ان میں سے پہلی رات میں چاند دیر سے طلوع ہوتا ہے شَاة دُرُعَاء اس بکری کو کہتے ہیں جس کا سر سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو ”ظُلُم“، پھر اس کے بعد کی تین راتوں کو ”خَنَاس“، پھر تین کو ”دَاوِي“ پھر تین کو ”مُحَاق“ کہتے ہیں کیونکہ ان میں چاند کی روشنی غائب ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ (قاسم بن سلام) تسع اور عشر ناموں کا انکار کرتے تھے۔ کتاب الغریب المصنف میں بھی اسی طرح ہے۔

وَاٰیَةُ لَهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ④١ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ

اور ان کے لیے ایک نشانی (یہ) ہے کہ بے شک ہم نے ان کی نسل کو (نوح کی) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا ④١ اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی (اور)

مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ④٢ وَاِنْ نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ

چیزیں پیدا کریں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ④٢ اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں، پھر نہ تو کوئی ان کی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ وہ چہرے ہی

يُنْقَذُونَ ④٣ اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِينٍ ④٤

جا سکیں گے ④٣ مگر (ان کی نجات) ہماری رحمت ہی سے ہے اور ایک مدت تک فائدہ (انھانے کے لیے) ہے ④٤

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ ”نہ تو سورج کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے جس سے وہ نہ تجاوز کر سکتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہ سکتا ہے، جب ایک کی بادشاہی کا وقت آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے اور جب دوسرے کی بادشاہی کا وقت چلا جاتا ہے تو پہلا آ جاتا ہے۔ ① عکرمہ نے اس آیت: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی بادشاہت کا وقت مقرر ہے، سورج کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ رات کو طلوع ہو سکے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ ”اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ جب رات ہو تو اس وقت تک دوسری رات انہیں سکتی جب تک دن نہ ہو جائے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت ہے اور چاند کی بادشاہت رات کے وقت۔ ② ضحاک کہتے ہیں کہ رات یہاں سے جانہیں سکتی جب تک دن وہاں سے آ نہ جائے اور یہ کہتے ہوئے انھوں نے ہاتھوں سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ ③ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ ④ اس کے معنی یہ ہیں کہ رات اور دن میں کوئی وقفہ نہیں بلکہ مہلت اور کسی تاخیر کے بغیر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک دستور کے مطابق چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ ”اور وہ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔“ یعنی رات اور دن، سورج اور چاند یہ سب فلک آسمان میں گردش کر رہے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی رحمہم کا قول ہے۔ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمہ سلف فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح گردش کر رہے ہیں جس طرح چرخہ گھومتا ہے۔ ⑥

تفسیر آیات: 41-44

کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے اس کی قدرت کی ایک یہ نشانی بھی ہے کہ اس نے دریا اور سمندر کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ وہ ان کی کشتیوں کو اٹھا سکے، ان میں سے سب سے پہلی کشتی تو نوح علیہ السلام کی تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا اور ان

① تفسیر الطبری: 11/23 عن قتادة. ② تفسیر عبدالرزاق: 84، 83/3، رقم: 2482. ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

3196/10. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 3195/10. ⑤ تفسیر الطبری: 12، 11/23. ⑥ تفسیر الطبری: 11/23.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس (عذاب) سے بچو جو تمہارے سامنے (دنیائیں) اور جو تمہارے پیچھے (آخرت میں) ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿٤٥﴾ اور ان

مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا

کے رب کی نشانیوں میں سے جو بھی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں ﴿٤٦﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اللہ نے

مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ ۚ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطْعَمَهُ ۖ

تمہیں جو رزق دیا ہے تم اس میں سے خرچ کرو (تو) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کہتے ہیں: کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾

چاہتا تو کھلا دیتا؟ تم تو کھلی گمراہی میں ہو ﴿٤٧﴾

کے سوا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اور روئے زمین پر باقی نہیں بچا تھا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَايَةُ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَاهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾

”اور ایک نشانی ان کے لیے یہ (بھی) ہے کہ یقیناً ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا۔“ یعنی ان کے آباء کو ﴿فِي الْفُلِّ الْبَشَرُونَ﴾ ﴿٤٦﴾

”بھری ہوئی کشتی میں۔“ یعنی اس کشتی میں جو ساز و سامان اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم

دیا تھا کہ وہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا، ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ کو کشتی پر سوار کر لیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ مَشْحُون کے معنی بوجھل کے ہیں۔ ^① سعید بن جبیر، شعبی، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ ^② ضحاک، قتادہ

اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ ^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ ”اور ہم نے ان کے لیے ایسی ہی اور چیزیں پیدا کیں

جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں جو ریگستان کے جہاز ہیں

اور ان سے وہ سواری اور بار برداری کا کام لیتے ہیں۔ ^④ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس

آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ویسی ہی اور چیزوں سے کیا مراد ہے، ہم نے عرض کی: ہم نہیں جانتے، فرمایا:

اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو نوح علیہ السلام کے بعد انہی کی کشتی کی طرح بنائی گئی ہیں۔ ^⑤ اور ابو مالک، ضحاک، قتادہ، ابو صالح اور

سدی کا بھی یہی قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں ﴿مِثْلِهِ﴾ سے مراد کشتیاں ہی ہیں۔ ^⑥ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ

لَشَاءَ لَنُفَرِّقَهُمْ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔“ یعنی ان لوگوں کو جو کشتیوں میں سوار ہیں ﴿فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ﴾ ”پھر

نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو۔“ جو اس مشکل میں ان کی فریاد رسی کر سکے ﴿وَلَا هُمْ يُقَدَّرُونَ﴾ ﴿٤٦﴾ ”اور نہ وہ چھڑائے جاسکیں۔“

اس مشکل سے جس میں وہ مبتلا ہو چکے ہوں ﴿إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا﴾ ”مگر یہ ہماری رحمت ہے“ کہ ہم تمہیں برہمچر میں چلاتے اور ایک

وقت مقررہ تک سلامت رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ﴾ ﴿٤٧﴾ ”اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔“ اس

① تفسیر الطبری: 113/19، ② تفسیر الطبری: 114/19 و 12/23، ③ تفسیر الطبری: 13/23، ④ تفسیر الطبری:

14/23، ⑤ تفسیر الطبری: 13/23، ⑥ تفسیر الطبری: 13/23، 14/23

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ

اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ ﴿٤٨﴾ وہ تو صرف ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں آپکڑے گی جبکہ وہ (آپس میں)

وَهُمْ يَخِصِّصُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

جھگڑ رہے ہوں گے ﴿٤٩﴾ پھر نہ تو وہ کسی وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ ہی سکیں گے ﴿٥٠﴾

معلوم وقت تک جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیات: 47-45

مشرکین کی گمراہی: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی و ضلالت، اپنے سابقہ گناہوں سے نہ ڈرنے اور قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے اس سے بچو۔ مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد گناہ ہیں۔ ① اور کچھ دیگر لوگوں نے اس کے برعکس مراد لیا ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ﴾ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یعنی شاید اللہ تعالیٰ تمہارے اس ڈرنے کی وجہ سے تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے عذاب سے بچالے اور مقدر کلام اس طرح ہے کہ وہ اس بات کا جواب نہیں دیں گے بلکہ اس سے اعراض کریں گے اور اسے بیان کرنے کے لیے اللہ عزوجل نے اس بات پر اکتفا فرمایا: ﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ﴾ اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی۔ تو حید اور رسولوں کی صداقت کی نشانی ﴿إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ﴾ مگر اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی اس پر غور نہیں کرتے، اسے قبول نہیں کرتے اور اس سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

ارشاد باری ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ یعنی جب انہیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو فقیر اور محتاج مسلمانوں پر خرچ کرنے کا کہا جاتا ہے ﴿قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں۔ یعنی وہ مال خرچ کرنے کے متعلق حکم دینے والے مومنوں سے فقیر مومنوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿أَطِيعُوا مَنْ تَوْصِيَهُ اللَّهُ أَطِيعُوا﴾ بھلا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا؟ یعنی جن لوگوں پر خرچ کرنے کے بارے میں تم نے ہمیں حکم دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو انہیں غنی کر دیتا اور انہیں اپنے رزق سے عطا فرما دیتا، لہذا ہم بھی ان سے اللہ تعالیٰ کی ان کے بارے میں مشیت کے مطابق معاملہ کرتے ہیں۔ ﴿إِن كُنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔ جو ہمیں ان پر خرچ کرنے کا کہہ رہے ہو۔

تفسیر آیات: 50-48

کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے برپا ہونے کو محال سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْجُدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا لِيُؤْيَدَنَا مِنْ بَعَثْنَا

اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے ﴿٥١﴾ وہ کہیں گے: ہائے ہماری

مِنْ مَّرْقَدِنَا سَكَنَ هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً

بربادی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھا دیا؟ یہی تو ہے جو رحمن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا ﴿٥٢﴾ وہ تو بس ایک (ہولناک) چیخ

وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ

ہوگی، پھر یکا یک وہ سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے ﴿٥٣﴾ چنانچہ آج کسی جان (شخص) پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں صرف

إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾

اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ﴿٥٤﴾

﴿مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ﴾ ”یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ (الشوریٰ: 42)

18) ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کو جلدی مانگتے ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّصُونَ﴾ ﴿٤٩﴾ ”یہ تو ایک چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں کہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے آپکڑے گی۔“

یعنی یہ ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں اور اس سے مراد فتنہ فزع، یعنی پہلا فتنہ ہے۔ ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ﴾۔ صور میں جب فتنہ فزع ہوگا تو

لوگ حسب عادت بازاروں اور اپنے کاروباروں میں مصروف اور لڑائی جھگڑوں میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم

دیں گے اور وہ صور میں بہت طویل اور دراز پھونک ماریں گے جس کی وجہ سے روئے زمین کا ہر شخص ایک طرف سے گردن

جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا اور آسمان کی طرف سے آواز سنے گا ﴿٢﴾ اور پھر زمین پر موجود تمام لوگوں کو چاروں

طرف سے آگ گھیر کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً﴾

”تب نہ تو وہ وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے۔“ اپنی ملکیت کی چیزوں کے بارے میں کیونکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم

ہوگا ﴿وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾ ﴿٥٠﴾ ”اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔“ اس سے متعلق بہت سے آثار و

احادیث وارد ہیں جنہیں ہم نے کسی دوسری جگہ ذکر کیا ہے، ﴿٣﴾ پھر اس کے بعد فتنہ صعق ہوگا جس میں زندہ جاوید ذات گرامی

کے سوا تمام زندہ چیزیں مرجائیں گی، پھر اس کے بعد فتنہ بعث ہوگا۔

تفسیر آیات: 54-51

جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا: یہ تیسرا فتنہ ہے جس سے قبروں میں مدفون سب لوگ باہر نکل آئیں گے، اسی لیے

فرمایا: ﴿فَإِذَا هُمْ مِنَ الْجُدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾ ﴿٥١﴾ ”تو یکا یک وہ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں

① کتاب العظيمة لأبي الشيخ الأصبهاني: 821-823، حدیث: 386. ② صحيح مسلم، الفتن،، باب فی خروج

الدجال ومكثه فی الأرض،، حدیث: 2940 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر البيان بأن الساعة تقوم،: 259/15،

حدیث: 6845. البتہ ”طویل اور دراز پھونک“ کا ذکر تفسیر الطبري: 18/23 میں ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ ③ دیکھیے

النمل، آیت: 87 کے ذیل میں اور الزمر، آیت: 68 کے ذیل میں، مزید دیکھیے مفصل تفسیر ابن کثیر الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرْبَابِ

بے شک اہل جنت آج ایک شغل میں خوش و خرم ہوں گے ﴿55﴾ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے ﴿56﴾ ان کے لیے

مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾

وہاں (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے ﴿57﴾ (انہیں) نہایت مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا ﴿58﴾

گے۔“ نسلان تیز چلنے کو کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْجَنَّةِ أَتْرَافًا كَانَتْهُمْ إِلَى نُصْبٍ يُؤْفَضُونَ﴾

(المعارج 43:70) ”جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے جیسے (اپنے بتوں کے) آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔“

﴿قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ بَعْثُنَا مِّن مَّرْقَدٍ﴾ ”وہ کہیں گے: ہائے افسوس ہم پر! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا؟“

خواب گاہوں سے مراد قبریں ہیں جن کے بارے میں وہ دنیا میں یہ خیال کیا کرتے تھے کہ انہیں ان سے اٹھایا نہیں

جائے گا لیکن جب حشر میں لوگ یہ دیکھ لیں گے کہ ان کا خیال غلط ثابت ہوا تو کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس

نے جگا اٹھایا ہے، اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ عذاب قبر بعد والے عذاب کی نسبت نیند ہی کی طرح ہوگا۔ ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ، مجاہد، حسن اور قتادہ رحمہم کہتے ہیں کہ بعث (اٹھنے) سے کچھ دیر پہلے وہ سوئیں گے۔ ﴿قَادَهُ كَهْتِهِ﴾ یہ دونوں

نفلوں کے درمیان ہوگا، اس لیے وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ ﴿جَبَّ وَهْ يَكْهِنُ﴾ گے تو

مومن انہیں یہ جواب دیں گے جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف نے کہا ہے: ﴿هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْوَسْطُونَ﴾ ”یہ

وہی تو ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔“ حسن نے کہا ہے کہ انہیں یہ جواب فرشتے دیں گے۔ اور ان

دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دونوں ہی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صِحَّةً وَاحِدَةً فَإِنَّهُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ﴾ ”صرف ایک زور کی آواز ہی

ہوگی کہ سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَأَنبَأَهُمْ ذُجْرَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾

(التزمت 14، 13:79) ”پس وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آجمع) ہوں گے۔“ اللہ

جل شانہ نے فرمایا: ﴿وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ﴾ (النحل 77:16) ”اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا

معاملہ آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہی تو ہے یا وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَدِيثٍ وَتَظُنُّونَ

إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بنی اسرائیل 52:17) ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے

اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔“ ہم تو انہیں ایک ہی حکم دیں گے جس سے سب کے سب ہمارے روبرو

آ حاضر ہوں گے۔ ﴿قَالِیَوْمَ لَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ ”پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اس کے عمل کے

حوالے سے ﴿وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ”اور تم وہی بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔“

وَأَمَّا زَاوِيَةُ يَوْمَ يَكُونُ النِّجْمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ يَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ

اور اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ ﴿٥٩﴾ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں (اس بات کی) تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَإِنْ أَعْبُدُونِيْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿٦٠﴾ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿٦١﴾ اور بلاشبہ اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ

جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾

کر دیا، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے تھے؟ ﴿٦٢﴾

اہل جنت کا عیش و نشاط: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن جب میدان حشر سے روانہ ہوں گے تو باغہائے بہشت میں فروکش ہوں گے اور دوسروں سے بے نیاز ہو کر عیش و نشاط کے مشغلوں، ابدی نعمتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے شاد کام ہوں گے۔ حسن بصری اور اسماعیل بن ابوالخالد کا قول ہے کہ ﴿فِي شُغْلٍ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دوزخیوں کے عذاب کے بجائے اہل جنت عیش و نشاط کے مشغول ہیں ہوں گے۔ ﴿فِي شُغْلٍ فَكِهِونَ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں سے خوش ہوں گے۔ ﴿قَادِه﴾ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿فَكِهِونَ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خوش ہوں گے۔ ﴿٤﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ﴾ ”وہ اور ان کی بیویاں بھی سایوں میں (ہوں گے۔)“ یعنی جنت کے درختوں کے سایوں میں، یہ مجاہد کا قول ہے۔ ﴿عَلَى الْأَرْبَابِ مُتَكِنُونَ﴾ ”تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، سدی اور حسیف رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ﴿الْأَرْبَابِ﴾ ان پلنگوں کو کہتے ہیں جو مسہریوں کے نیچے ہوں۔ ﴿٥﴾ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ فِيهَا قَاهَةٌ﴾ ”وہاں ان کے لیے پھل ہوں گے۔“ تمام انواع و اقسام میں سے ﴿وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ﴾ ”اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے۔“ یعنی لذتوں کے طرح طرح کے وہ تمام سامان ان کے لیے موجود ہوں گے جو وہ طلب کریں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ﴾ ”(انہیں) پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔“

ابن جریج نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی اہل جنت کے لیے سلامتی کا باعث ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ایسے ہی ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ (الأحزاب: 44) ”جس روز وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا ”سلام“ ہوگی۔“

تفسیر آیات: 59-62

حشر میں کافروں کی جگہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کو حکم دیا جائے گا

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اَصْلُوهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾

یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿٦٣﴾ آج کے دن اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے ﴿٦٤﴾ آج ہم ان کے مونہوں پر ہم

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا

لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے، اور ان کے پیر گواہی دیں گے اس کی جو کچھ وہ کہاتے تھے ﴿٦٥﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی

يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ

آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ دوڑیں راستہ (حاشا کرنے) کو، تو وہ کیوں کر دیکھ سکیں گے! ﴿٦٦﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انہی کی جگہوں پر ان کی صورتیں مسخ کر

نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾

دیں، پھر وہ (آگے) چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ لوٹ سکیں ﴿٦٧﴾

4
17
3

کہ مومنوں سے الگ ہو جاؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَبِينًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَائِكُمْ ۖ فَيَذَلُّنَا بَيْنَهُمْ﴾ (یونس 28:10) ”اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفَخُونَ﴾ (الروم 14:30) ”اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ﴾ (الروم 43:30) ”اس روز (سب) لوگ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔“ یعنی منتشر ہو کر مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ اور فرمایا: ﴿أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ (مَنْ دُونَ اللَّهِ فَأَهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ) ﴿الصَّافَّاتِ 37:22﴾ ”(اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، اللہ کے سوا، پھر انہیں دوزخ کی راہ دکھا دو۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَمْ أَعْهِدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ ”اے اولاد آدم! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی ان کافروں کو جنہوں نے شیطان کی اطاعت کی تھی، حالانکہ وہ ان کا واضح دشمن ہے اور انہوں نے رحمان کی نافرمانی کی، حالانکہ وہ ان کا خالق و رازق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِنْ أَعْبُدُونِي ۖ فَهَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ”اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔“ میں نے تمہیں دنیا میں شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا تھا اور تمہیں کہا تھا کہ میری ہی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے مگر تم نے اس سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور شیطان کا حکم مانتے ہوئے اس کی پیروی کی۔ ﴿وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا﴾ ”اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔“ اس سے مراد بہت سی خلقت ہے جیسا کہ مجاہد، قتادہ، سدی اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ﴿أَلَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

”کیا پھر تم سمجھتے نہیں تھے؟“ کیا اپنے رب کے حکم کہ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو، کی مخالفت اور تمہارے شیطان کی اتباع کی طرف پھرنے کے وقت تمہاری عقل کام نہیں کر رہی تھی۔

تفسیر آیات: 63-67

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن کافروں سے زجر و توبیخ کے طور پر جہنم کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ”یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ یعنی اس جہنم سے رسولوں نے تم ڈرایا تھا مگر تم نے ان کی تکذیب کی۔ ﴿اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾ ”آج کے دن تم اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ ذَارِجَتِهِم مِّنْ جَهَنَّمَ دَعَا هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُونَ﴾ اَفَسِحْرٌ هَذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿ (الطور 52: 13-15) ”جس دن وہ آتش جہنم کی طرف سختی سے دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے (ذرا بتاؤ) تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟“

قیامت کے دن مجرموں کے منہوں پر مہر لگا دی جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ افْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ”آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کہتے رہے، ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔“ یہ کفار و منافقین کا قیامت کے دن حال ہوگا جب وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے جرائم کا انکار کر دیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انہوں نے تو یہ جرائم نہیں کیے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے منہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں اعضا سے گفتگو کرائے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ہنسے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَتَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُحَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَا رَبِّ! أَلَمْ تُحَرِّبْنِي مِنَ الظُّلُمِ؟ فَيَقُولُ: بَلَىٰ! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَىٰ شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَيَقَالُ: كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ وَبِالْكَرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلَىٰ فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهِ: انْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهِ ثُمَّ يُحْلَىٰ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لِّكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أَنَا ضِلُّ]

”کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بات پر ہنس رہا ہوں۔ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن بندے کے اپنے رب سے مباحثے (جھگڑنے) کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ تو اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنے نفس ہی

سے شاہد کو قبول کروں گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اپنا آپ ہی شاہد (گواہ) کافی ہے اور کراما کا تین بھی گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ بولو تو وہ اس کے اعمال کے بارے میں بول کر بتائیں گے، پھر اسے بھی اعضا سے ہم کلام ہونے کا موقع دیا جائے گا تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہو، میں تمھاری ہی وجہ سے تولڑتا جھگڑتا تھا۔“^(۱) اسے مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲)

اور ابن جریر نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن جب حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خلوت میں اس کے سامنے اس کے اعمال پیش فرمائے گا تو مومن اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا: ہاں میرے رب! میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور ان پر پردہ پوشی فرمائے گا، روئے زمین کی کوئی چیز اس کے کسی گناہ کو بھی دیکھ نہیں سکے گی، البتہ اس کی نیکیاں نظر آئیں گی، وہ پسند کرے گا کہ سب لوگ اس کی نیکیوں کو دیکھ لیں، اسی طرح کافر اور منافق کو بھی جب حساب کے لیے بلایا جائے گا تو رب تعالیٰ اس کے سامنے اس کے اعمال کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے نامہ میں ایسے اعمال لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں تھے، فرشتہ جواب دے گا: کیا تو نے فلاں دن فلاں جگہ یہ عمل نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا: نہیں، مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾^(۳) ”آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کہاتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔“^(۴)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ﴾^(۵) ”اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیں، پھر یہ رستے کو (تلاش کرنے کے لیے) دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے؟“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہدایت کے بجائے انھیں گمراہ کر دیں تو یہ کس طرح ہدایت یاب ہو سکیں گے۔^(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ اگر ہم انھیں اندھا کر دیں تو یہ کیسے دیکھ سکیں گے۔^(۷) اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دے اور انھیں اندھا بنا دے کہ ڈمگاتے

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 2559/8 . (۲) صحیح مسلم، الزهد: باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]،

حدیث: 2969 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة الانفطار: 508/6، حدیث: 11653 . (۳) تفسیر الطبری:

30/23 . (۴) تفسیر الطبری: 31/23 . (۵) تفسیر الطبری: 31/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3199/10 .

وَمَنْ تُعَيِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا

اور جس شخص کو ہم (زیادہ) عمر دیں (گویا) ہم اسے (حالت) پیدائش کی طرف لوٹا دیتے ہیں، کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟ ﴿٦٨﴾ اور ہم نے اس (رسول) کو شعر

یُكَلِّمُنِي لَهُ طَرَفًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہی تھا، یہ (کلام الہی) تو سر اسر نصیحت اور واضح قرآن ہے ﴿٦٩﴾ تاکہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر (اللہ

وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾

کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے ﴿٧٠﴾

پھر میں۔ ﴿٦٨﴾ مجاہد، ابوصالح، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ صراط کے معنی رستے کے ہیں۔ ﴿٦٩﴾ ابن زید کہتے ہیں کہ صراط سے یہاں حق مراد ہے اور جب ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا ہوگا تو یہ کہاں دیکھ سکیں گے! عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ حق کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ ﴿٦٨﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَنَمَكِّتَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو انہی کی جگہ پر ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کو ہلاک کر دیں۔ ﴿٦٩﴾ اور سدی نے کہا ہے کہ ہم ان کی شکلیں بدل دیں۔ ﴿٦٩﴾ ابوصالح نے کہا ہے کہ ہم انہیں پتھر بنا دیں، امام حسن بصری اور قتادہ نے فرمایا ہے کہ ہم انہیں ان کے پاؤں پر بٹھا دیں۔ ﴿٦٩﴾ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ﴾ ﴿٧٠﴾ ”پھر وہ چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ وہ (پیچھے) لوٹ سکیں۔“ یعنی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے بلکہ ایک ہی جگہ جم کر رہ جائیں گے۔

تفسیر آیات: 68-70

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے جیسے اس کی عمر طویل ہوتی جاتی ہے ایسے ہی اسے قوت کے بعد ضعف اور نشاط کے بعد عاجزی و درماندگی لاحق ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعِفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ (الروم 30: 54) ”اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر اس نے طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ (الحج 22: 5) ”اور بعض تم میں سے ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانیں۔“ اس سے مراد یہ بتانا مقصود ہے، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، کہ یہ دنیا زوال اور انتقال کا مقام ہے، یہ دوام و استمرار کی جگہ نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ ”کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟“، یعنی کیا یہ اپنی عقلوں سے کام لیتے ہوئے غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ابتداء میں کس

① تفسیر الطبری: 31/23. ② تفسیر الطبری: 32/23. ③ تفسیر الطبری: 32/23. ④ تفسیر الطبری: 33/23.

⑤ تفسیر الماوردی: 29/5. ⑥ تفسیر الطبری: 33, 32/23.

طرح پیدا فرمایا تھا، پھر کس طرح جوانی کی عمر اور جوانی سے بڑھاپے کی عمر کو پہنچا دیا تاکہ یہ جان لیں کہ انھیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے جسے کبھی زوال نہ ہوگا، جہاں سے کبھی کوچ کرنا نہ ہوگا اور وہ گھر آخرت کا گھر ہے۔

اللہ نے اپنے رسول کو شعر گوئی نہیں سکھائی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ﴾ اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری ان کے شایان شان ہے نہ آپ اسے پسند فرماتے ہیں اور نہ آپ کی جہلت ہی اس سے مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے مروی ہے کہ آپ کسی شعر کو اس کے صحیح وزن کے ساتھ یاد نہیں رکھتے تھے بلکہ اگر آپ کبھی شعر پڑھتے تو اسے بے وزن کر کے پڑھتے یا پورا نہ پڑھ سکتے تھے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس بن مرداس سلمیؓ سے فرمایا: کیا یہ شعر تم نے کہا ہے۔

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْأَقْرَعِ وَعُيَيْنَةَ؟

”کیا آپ نے مال غنیمت میں سے میرا اور میرے گھوڑے عبید کا حصہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کے مابین تقسیم کر دیا ہے؟“

انھوں (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس نے یہ شعر) ایسے نہیں کہا اور اللہ کی قسم! آپ نہ شاعر ہیں اور نہ آپ کے شایان شان ہی ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: پھر کیسے ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح نہیں بلکہ عُيَيْنَةُ وَالْأَقْرَعُ ہے (اقرع بعد میں ہے)، آپ نے فرمایا: [الْكُلُّ سَوَاءٌ] ”ہر ایک برابر ہے۔“ یعنی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں (عیینہ پہلے ذکر ہوا اقرع۔) صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر گوئی اس لیے نہیں سکھائی کہ آپ کو تو اس نے اس قرآن عظیم کی تعلیم فرمائی ہے ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (ختم السجدة 41: 42) ”جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، بڑے حکمت والے قابل تعریف کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“ یعنی وہ شعر نہیں ہے جیسا کہ جاہل، کفار قریش کی ایک جماعت کہتی تھی اور نہ کہانت ہے نہ قصے کہانیاں ہے اور نہ جادو ہے جیسا کہ گمراہ اور جاہل لوگوں نے قرآن مجید کے بارے میں اس طرح کی مختلف باتیں کہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تو طبیعت ہی شرعی اور طبعی طور پر شعر گوئی کا انکار کرتی تھی۔ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾ ”یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔“ یعنی ہم نے آپ کو جو قرآن سکھایا ہے یہ روشن، واضح اور غور و فکر کرنے والے کے لیے جلی ہے ﴿لَيَمُنَّ دَمَنٌ كَانَ حَيًّا﴾ ”تاکہ وہ اس شخص کو جو زندہ ہو ڈرائے۔“ تاکہ یہ صاف صاف اور پُر حکمت قرآن روئے زمین کے ہر زندہ شخص کو ڈرائے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا تُؤْنِسُ كُمَّ

① دلائل النبوة للبيهقي، رجوع النبي ﷺ إلى الجعرانة.....: 182, 181/5 البتہ مذکورہ حوالے میں [الْكُلُّ سَوَاءٌ] کے بجائے [سَوَاءٌ هُمَا] کے الفاظ ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ

اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنالیے تاکہ ان کی مدد کی جائے ﴿٧٤﴾ وہ (معبود) ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے جبکہ وہ (شرکین) تو خود ان (بتوں) کے

جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزَنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

حاضر باش لشکر (حائِثی) ہیں ﴿٧٥﴾ لہذا ان کی باتیں آپ کو ٹھنکین نہ کریں، بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿٧٦﴾

والے کو وحده لا شریک نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے؟

تفسیر آیات: 74-76

معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید کی ہے جو انھوں نے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو اختیار کر رکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں، ان کو رزق دیں اور انھیں اللہ تعالیٰ

کے قریب کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ﴾ ”وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔“ یعنی یہ

معبودانِ باطلہ اپنے عابدوں کی مدد کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے کیونکہ یہ تو اس سے کمزور، قلیل، حقیر اور فروتر ہیں کہ کسی کی مدد کر سکیں،

کسی کی مدد تو کجا یہ تو خود آپ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے جو ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ کرے اس سے انتقام نہیں لے سکتے

کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ عقل و شعور رکھتے ہیں۔ ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾ ”اور یہ (معبودانِ باطلہ)

ان (مشرکین) کے حاضر کیے گئے لشکر ہوں گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے۔ ﴿یعنی ان بتوں کو

بھی اس وقت جمع کر کے حاضر کیا جائے گا جب قیامت کے دن ان کی عبادت کرنے والوں سے حساب لیا جا رہا ہوگا تاکہ

ان کے غم و فکر میں مزید اضافہ ہو جائے اور ان پر زیادہ مضبوط طریقے سے جہت قائم کی جاسکے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا

يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ﴾ ”وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔“ یعنی معبودانِ باطلہ۔ ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ﴾ ﴿٧٥﴾

”اور وہ (معبودانِ باطلہ) ان (مشرکین) کی فوج بنا کر حاضر کیے جائیں گے۔“ مشرکین دنیا میں اپنے معبودوں کی وجہ سے

لوگوں سے ناراض ہوتے تھے، حالانکہ یہ انھیں نہ کوئی بھلائی پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی برائی کو ان سے دور کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو

بے جان بت ہیں، حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہ ایک اچھا قول ہے۔ ﴿ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو

اختیار کیا ہے۔﴾ ﴿٧٤﴾

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا يَحْزَنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ”تو ان کی باتیں آپ کو غم ناک نہ کر دیں۔“

یعنی ان کا آپ کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے کیونکہ ﴿إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَمَا

يُعْلِنُونَ﴾ ﴿٧٦﴾ ”وہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک ہم (سب) جانتے ہیں۔“ ہم ان کے تمام حالات سے

آگاہ ہیں اور ان کے اعمال کا انھیں بدلہ دیں گے جبکہ اس دن ان کے سارے اعمال ان کے سامنے ہوں گے اور کسی بھی جلیل یا

حقیر، چھوٹے یا بڑے عمل کو غم نہیں پائیں گے بلکہ ان کے پرانے اور نئے تمام کے تمام اعمال ان کے سامنے پیش کر دیے

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝۷۷ وَضَرَبَ

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر کیا ایک وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا؟ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان

لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۝۷۸ قَالَ مَنْ يُغْنِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝۷۹ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي

کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ گلی سڑی ہوں گی؟ (۷۸) آپ کہہ دیجیے: انھیں وہی (اللہ) زندہ کرے گا

أَنشَاهَا ۝۸۰ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۝۸۱ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝۸۲ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ

جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے (۷۹) وہ (اللہ) جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ بنادی، پھر

الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ ۝۸۰

کیا یکدم اس سے آگ لگا لیتے ہو (۸۰)

جائیں گے۔

تفسیر آیات: 77-80

حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید: مجاہد، عکرمہ، عروہ بن زبیر، سدی اور قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ ابی بن خلف۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی پکڑی ہوئی تھی وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے محمد! کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوسیدہ ہڈی کو بھی دوبارہ زندہ کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اللَّهُ يُحْيِيهِ، ثُمَّ يُمِيتُهُ، ثُمَّ يَدْخُلُكَ النَّارُ] ”اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، پھر اسے مارے گا، پھر تجھے جہنم رسید کر دے گا۔“ اس موقع پر سورہ یس کی ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ ”کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔“ سے لے کر آخر تک کی آیات نازل ہوئی تھیں۔^①

اور امام ابن ابوقحتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عاص بن وائل نے بطحاء سے ایک ہڈی کو پکڑا اور اسے ہاتھ سے توڑ دیا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں یہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں، کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، يَبْعَثُ اللَّهُ هَذَا، ثُمَّ يُمِيتُكَ، ثُمَّ يُحْيِيكَ، ثُمَّ يَدْخُلُكَ نَارُ جَهَنَّمَ] ”ہاں، اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا، پھر تجھے مارے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا، پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس موقع پر سورہ یس کی آخری آیات نازل ہوئی تھیں،^② اسے ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔^③

یہ آیات کریمہ خواہ ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہوں یا عاص بن وائل کے بارے میں یا دونوں کے بارے میں، اپنے مضمون کے اعتبار سے عام ہیں اور ہر اس شخص کے بارے میں ہیں جو بعثت بعد الموت کا منکر ہو کیونکہ ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ﴾

① تفسیر الطبری: 38/23 اور دیکھیے صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201، 200 یہ حدیث مرسل ہے۔ ② تفسیر ابن

ابی حاتم: 3203/10 والمستدرک للحاکم، التفسیر، باب تفسیر سورۃ یس: 429/2، حدیث: 3606 مزید دیکھیے

صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201. ③ تفسیر الطبری: 38/23.

میں ﴿الْإِنْسَانُ﴾ کا الف لام جنس کے لیے ہے اور ہر منکر بعثت اس میں شامل ہے۔ ﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ (77) ”بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔“ یعنی کیا بعثت کا انکار کرنے والے نے اس سے استدلال نہیں کیا کہ جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ابتدا حقیر پانی کے خلاصے سے کی، یعنی اسے ایک حقیر، ضعیف اور بے وقعت چیز سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۖ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۖ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۖ﴾ (المرسلات 20-22) ”کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا، ایک وقت معین تک۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ﴾ (الدھر 2: 76) ”بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔“ یعنی ایسے نطفے سے جو مختلف اخلاط سے مرکب ہے تو جس ذات پاک نے اسے اس کمزور سے نطفے سے پیدا فرمایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں بسر^① بن حشاش سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر لعاب دہن رکھا، پھر اس پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنُ آدَمَ! أَنِّي تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مَثَلِ هَذِهِ، حَتَّىٰ إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ، وَلِأَرْضٍ مِنْكَ وَبَيْدٍ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتَّىٰ إِذَا بَلَغْتَ التَّرَاقِي، قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ، وَأَنَا أَوْالُ الصَّدَقَةِ؟] ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم! تو مجھے کہاں عاجز کر سکے گا، میں نے تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا کیا ہے حتیٰ کہ میں نے جب تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور تیری قامت کو معتدل رکھا تو تو (فخر سے) اپنی چادروں میں چلنے لگا اور زمین پر تیری دھمک تھی، پھر تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتیٰ کہ جب وہ (جان) ہنسیلوں تک پہنچ گئی تو تو کہتا ہے کہ میں صدقہ کرتا ہوں مگر اب صدقے کا وقت کہاں؟“^② اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^③ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَضَرْبَ لَنَا مَثَلًا ۚ وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُغْنِي الْعِظَامَ وَهِيَ رُيُومٌ ۚ﴾ ”اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب وہ گلی سرئی ہوں گی؟“ یعنی اس نے اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس بات کو بعید سمجھا کہ وہ بوسیدہ جسموں اور ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرما سکے اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عدم سے وجود بخشا ہے، اس طرح انسان نے جس چیز کو بعید از قیاس سمجھتے ہوئے انکار کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس سے بھی بڑی بات اس کے اپنے نفس سے سمجھا دی ہے اور فرمایا: ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۖ﴾ ”کہہ دیں کہ اسے وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے۔“

① حافظ ابن حجر تقریب التہذیب: 125/1 پر لکھتے ہیں: یقال فیہ: بِشْرٌ، بکسر أوله والمعجمة (بُشْرٌ) ”بشْر“ ہا کے کسرے

اور (سین کے بجائے) شین کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ ② مسند أحمد: 210/4. ③ سنن ابن ماجہ، الوصایا، باب

النهی عن الإمساك فی الحیاة.....، حدیث: 2707.

وہ اطراف و اکناف زمین کی تمام ہڈیوں کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کہاں گئیں، کہاں منتشر ہو گئیں اور ان کے ذرات کہاں کہاں بکھر گئے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ربعی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو رحمہ اللہ نے حذیفہ رحمہ اللہ سے کہا: کیا آپ ہمیں کوئی حدیث نہ بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، فَلَمَّا أَيْسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصَى أَهْلَهُ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَظَبًا كَثِيرًا جَزَلًا، ثُمَّ أَوْفِدُوا فِيهِ نَارًا حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَ إِلَى عَظْمِي فَأَمْتَحَشْتُ فَخُذُواهَا (ثُمَّ اسْحَقُونِي) فَادْرُوهَا فِي الْبَيْمِ، فَفَعَلُوا فَجَمَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ! قَالَ: فَغَفَرَ اللَّهُ لَهُ] ”ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت زیادہ ایندھن اکٹھا کر لینا، پھر اسے آگ لگا دینا (اور مجھے اس میں جلا دینا) حتیٰ کہ جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور میں جل کر کونلہ بن جاؤں تو اسے پکڑ کر پیس دینا اور اس کے ذرات کو سمندر میں بہا دینا، اس کے اہل خانہ نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کے ذرات کو جمع کر کے اسے دوبارہ انسان بنا کر اپنے پاس لا حاضر کیا اور اس سے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی: تیرے خوف کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے اسے بخش دیا۔“ عقبہ بن عمرو رحمہ اللہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ یہ شخص کفن چور تھا۔^①

صحیحین میں یہ حدیث قدرے طویل ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ اسے جلا دیں، پھر اس کی ہڈیوں کو پیس لیں، پھر اس کا نصف حصہ خشکی میں اڑا دیں اور نصف حصہ کسی تیز آندھی والے دن دریا میں بہا دیں، اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا، اس میں جس قدر اس کے جسم کے ذرات تھے، اس نے جمع کر دیے، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور اس نے بھی اس کے تمام ذرات کو جمع کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو (زندہ) ہو جا تو وہ ایک آدمی کی صورت میں کھڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت معاف فرمادیا۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ﴾ ﴿٥٠﴾ وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر تم اس سے آگ جلاتے ہو۔“ یعنی جس ذات پاک نے اس درخت کو پانی سے پیدا فرمایا

① مسند أحمد: 395/5 جبکہ ترمذی واللفظ صحیح البخاری، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3478 و صحیح

مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى،، حديث: 2757 عن أبي سعيد الخدري، میں ہے۔ ② صحیح

البخاری، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3478 و 6481 و صحیح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله

تعالى،، حديث: 2757 عن أبي سعيد الخدري، و (24، 25) 2756 عن أبي هريرة، .

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ

کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے

الْخَلْقِ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّهَا أَمْرٌ إِذَا أَرَادَ شَيْءًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ

والا، خوب جاننے والا ہے ﴿٨١﴾ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا حکم صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے ﴿٨٢﴾ چنانچہ

الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

پاک ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿٨٣﴾

5
16
4

حتیٰ کہ وہ سرسبز و شاداب ہو کر ثمر بار ہو گیا، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ خشک ہو کر ایندھن بن گیا اور اس سے آگ جلائی جانے لگی، اسی طرح وہ جو چاہے اسے کرنے پر قادر ہے، وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت رکھتا ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ امام قتادہ نے اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے اس آگ کو اس درخت سے نکالا، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔ ^① یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مذکور درخت سے مراد مرغ اور عفار ہیں جو سر زمین حجاز میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو شخص آگ جلا نا چاہے اور اس کے پاس چقماق کا پتھر نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی بھی درخت کی دو شاخیں لے کر ان کو ایک دوسری پر رگڑتا ہے تو ان سے آگ پیدا ہو جاتی ہے جس طرح چقماق کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ^② اسی لیے ضرب المثل ہے: لِكُلِّ شَجَرٍ نَّارٌ وَاسْتَمَحَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَّارُ ”ہر درخت میں آگ ہے، البتہ مرغ اور عفار میں زیادہ ہے۔“ اور حکماء کہتے ہیں کہ عَنَاب کے سوا ہر درخت میں آگ ہے۔

تفسیر آیات: 81-83

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ساتوں آسمانوں کو ثوابت اور سیاروں کے ساتھ پیدا فرمایا اور ساتوں زمینوں کو ان کے پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور جنگلوں کے ساتھ وجود بخشا ہے اور اپنی اس عظیم الشان قدرت کے حوالے سے اس استدلال کی طرف اس نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جس ذات پاک نے ان عظیم الشان اشیاء کو تخلیق فرمایا ہے وہ مرنے کے بعد ان جسموں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 40: 57) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا (کام) ہے۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ ”بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔“ یعنی انسانوں کو جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا تھا، کیا وہ اس طرح ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُقْ بِخَلْقِهِمْ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ

النَّوْطُ طَبْلَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ (الأحقاف: 46: 33) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں، بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿بَلَىٰ ۖ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّهَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾ ”کیوں نہیں! اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے، اس کا معاملہ تو بس یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔“ یعنی وہ کسی چیز کو صرف ایک ہی بار حکم دیتا ہے، اسے تکرار یا تاکید کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

إِذَا مَا أَرَادَ اللَّهُ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُنْ فَوَلَهُ فَيَكُونُ

”اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ایک ہی بار فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

اور امام احمد رضاؒ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: يَا عَبْدِي! كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ..... وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَعْنَيْتُ..... لَا أَنِي جَوَادٌ مَّاجِدٌ وَاجِدٌ، أَفْعَلُ مَا أَشَاءُ، عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَابِي كَلَامٌ، إِذَا أَرَدْتُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ: كُنْ فَيَكُونُ] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گناہ گار ہے سوائے اس کے جسے میں بچا لوں تو تم مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگو، میں تمہیں معاف فرما دوں گا..... اور تم میں سے ہر ایک فقیر ہے، سوائے اس کے جس کو میں غنی کر دوں..... بے شک میں جواد، ماجد اور واجد ہوں، میں وہ کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، میں نے عطا کرنا ہو تو فرما دیتا ہوں اور عذاب دینا ہو تو پھر بھی فرما دیتا ہوں اور جب کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو بس اسے فرما دیتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ ﴿١﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَبِّحْهُ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَاللَّهُ يُرْجِعُونَ ۝﴾ ”تو وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی ہر قسم کی برائی سے منزہ، مقدس اور پاک ہے، وہ زندہ اور قائم ہے جس کے ہاتھوں میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور اس کی طرف سارا معاملہ لوٹتا ہے، سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور سب حکم بھی اسی کا ہے، روز قیامت تمام بندے بھی اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے، وہ ہر کام کرنے والے کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، وہ عدل فرمانے والا، انعام سے نوازنے والا اور اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ ﴿فَسَبِّحْهُ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ﴾ کے معنی اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (المؤمنون: 23: 88) ”کہہ دیں کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔“ یا اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (الملک: 1: 67) ”وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، بابرکت ہے۔“ ملک اور ملکوت کے ایک ہی معنی ہیں جس طرح رحمت اور رحموت، رعبہ اور رھبوت، جبر اور جبروت کے ایک ہی

معنی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ”ملک“ سے مراد عالم اجسام اور ”ملکوت“ سے مراد عالم ارواح ہے لیکن صحیح پہلی بات ہے اور جمہور مفسرین وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا تو آپ نے سات رکعتوں میں سات طویل سورتوں کی تلاوت فرمائی، آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: [سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] پھر یہ کلمات پڑھتے: [الْحَمْدُ لِلَّهِ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ”سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جو وسیع سلطنت، عظیم اقتدار اور بڑائی و بزرگی کا مالک ہے۔“ آپ کا رکوع بھی قیام کی طرح طویل اور سجدہ بھی رکوع کی طرح طویل تھا، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاؤں ٹوٹنے کے قریب تھے۔^①

اور امام ابوداؤد نے عوف بن مالک الشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی تلاوت شروع فرمادی، جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے بقدر رکوع کیا اور رکوع میں یہ کلمات پڑھتے تھے: [سُبْحَانَ ذِي الْجَبْرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ”پاک ہے وہ ذات جو عظیم اقتدار، وسیع سلطنت اور بڑائی و بزرگی کی مالک ہے۔“ پھر آپ نے قیام کے برابر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی یہی کلمات پڑھے، پھر آپ نے (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہو کر آل عمران کو پڑھا، پھر ایک ایک سورت پڑھی۔^② اور اسے امام ترمذی نے شمائل میں اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^③

سورہ یٰس کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .



① مسند أحمد: 397, 396/5. ② سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، حديث: 873. البته مذکورہ حوالے میں یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا رکوع کے بعد قیام میں پڑھنے کے بجائے رکوع میں پڑھا کرتے تھے۔
③ الشمائل المحمدية، باب ماجاء في صوم رسول الله ﷺ، حديث: 313 و سنن النسائي، التطبيق، باب نوع آخر من الذكر في الركوع، حديث: 1050 و السنن الكبرى للنسائي، التطبيق، باب: 70 نوع آخر: 240/1، حديث: 718.

تفسیر سُورَةُ طه

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصَّفَّاتِ صَفًّا ۝۱ فَالْزُجُرِ زَجْرًا ۝۲ فَالتَّثْلِیْثِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلَھَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴

قسم ہے قطار در قطار صفیں باندھنے والوں (فرشتوں) کی ① پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی ② پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی ③ بلاشبہ تمہارا معبود

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

ایک ہی ہے ④ (وہی) رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (اس کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور (تمام) مشرقوں کا رب ہے ⑤

فضیلت: امام نسائی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صافات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت کو صرف امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 5-1

فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿وَالصَّفَّاتِ صَفًّا﴾ سے مراد فرشتے ہیں۔ ﴿فَالْزُجُرِ زَجْرًا﴾ اور ﴿فَالْتَّثْلِیْثِ ذِكْرًا﴾ سے مراد بھی فرشتے ہیں۔ ② اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سدی، قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ ③ قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ ④ اور امام مسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَضَّلْنَا عَلَى النَّاسِ ثَلَاثَ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ] ”ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنادیا گیا ہے۔ (2) اور ساری زمین کو ہمارے لیے مسجد بنادیا گیا ہے۔ (3) اور اگر ہم پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی کو ہمارے لیے ذریعہ طہارت بنادیا گیا ہے۔“ ⑤

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة الصافات: 440/6، حدیث: 11432 و مسند أحمد: 26/2 و صحیح

ابن خزيمة، الإمامة فی الصلاة، باب قدر قراءة الإمام الذی لا یكون تطویلا: 49/3، حدیث: 1606. ② تفسیر ابن

ابی حاتم: 3204/10. ③ تفسیر القرطبی: 62، 61/15. ④ تفسیر الطبری: 41/23. ⑤ صحیح مسلم، کتاب و باب

المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 522.

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَكِبِ ۖ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۚ لَا يَسْعَوْنَ

بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر سجایا ہے ۖ اور ہر سرکش شیطان سے (اس کی) حفاظت کے لیے ۚ (تاکہ) وہ عالم بالا کی

إِلَى الْمَلَاِ الْعُلَى وَيُقَذِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۚ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۙ إِلَّا مَنْ

(بائیں) سن نہ پائیں، اور (ان پر) ہر طرف سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں ۚ (انہیں) بھگانے کے لیے، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے ۙ مگر جو کوئی

خَطَفَ الْخُطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۙ

(ایک آدھ بات) اچانک اچک کر لے جائے تو نہایت چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے ۙ

اور امام مسلم ہی نے، نیز ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَصْفُونَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قُلْنَا: وَكَيْفَ تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: يُتَمَوْنَ الصُّفُوفَ الْمُتَقَدِّمَةَ، وَيَتَرَاصُونَ فِي الصَّفِّ» [”تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور وہ صف کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بناتے ہیں۔“] ①
سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿فَالْزُّجُرُجُ زَجْرًا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے بادلوں کو ڈانٹتے اور جھڑکتے ہیں اور انھوں نے ﴿فَاللَّيْلِ لَيْلٌ ذُكْرًا﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ کتابوں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے پاس لاتے ہیں۔ ②

اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”بے شک تمہارا ایک ہی الہ ہے، جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“ اس پر قسم کھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ﴿وَمَا يَتَّبِعُهُمَا﴾ ”اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔“ یعنی مخلوقات، ﴿وَرَبُّ الْمَشَارِقِ﴾ ”اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔“ وہ مالک و متصرف ہے۔ کواکب، ثوابت اور سیاروں کو اس نے مسخر فرما رکھا ہے جو مشرق سے طلوع ہوتے اور مغرب میں غروب ہو جاتے ہیں لیکن صرف مشارق کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ مغارب پر خود بخود دلالت کر رہا ہے، اس کی صراحت اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿فَلَا أَقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ﴾ (المعارج 40:70) ”ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ بلاشبہ ہم البتہ طاقت رکھتے ہیں۔“ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ (الرحمن 17:55) ”وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا

① صحیح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الإشارة باليد.....، حدیث: 430 و سنن ابی

داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حدیث: 661 و اللفظ له، البتہ یہاں [الْمُقَدَّمَةُ] کے بجائے [الْمَقَدَّمَةُ] ہے

و سنن النسائی، الإمامة، باب حث الإمام على رص الصفوف والمقاربة بينها، حدیث: 817 و سنن ابن ماجہ، إقامة

الصلوات، باب إقامة الصفوف، حدیث: 992. ② تفسیر الطبری: 42، 41/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3204/10.

مالک ہے۔“ یعنی سورج اور چاند کے موسم گرما و سرما میں الگ الگ مشرق و مغرب ہیں۔

تفسیر آیات: 6-10

آسمان کی تزئین و حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے آسمان دنیا کو دیکھنے والوں کے لیے جو باشندگان زمین ہیں مزین فرمادیا ہے ﴿بِزِينَةٍ الْكَوْكَبِ﴾ ﴿٦﴾ ”ستاروں کی زینت سے۔“ اسے اضافت و بدل کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہیں، ﴿١﴾ آسمان کے ثوابت، کواکب اور سیارے اہل زمین کے لیے روشنی فراہم کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ وَاعْتَدْنَا لَهُمُ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾ (الملك 5: 67) ”اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا اور ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّظِيرِينَ وَحَفَظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ (الاحقار 15: 16-18) ”اور البتہ تحقیق ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو سجایا اور ہر شیطان رائدہ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو روشن شعلہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَحَفَظْنَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ﴾ ﴿٧﴾ ”اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔“ ﴿٨﴾ مَّارِدٍ ﴿٩﴾ کے معنی متمرّد اور سرکش کے ہیں کہ جب وہ چوری چھپے سننے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ آ جاتا ہے جو اسے جلا ڈالتا ہے، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَعِينُونَ إِلَىٰ الْمَلِكِ الْأَعْلَىٰ﴾ ﴿٩﴾ ”وہ (شیطان) ملائعہ اعلیٰ کی باتیں نہ سن سکیں۔“ یعنی ملائعہ اعلیٰ تک نہ پہنچ سکیں، اور ملائعہ اعلیٰ سے مراد آسمان اور ان میں رہنے والے فرشتے ہیں جب وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ شرع و مقدرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ اس کا ان احادیث میں ذکر ہے جو ہم قبل ازیں آیت کریمہ ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سبا 23: 34) ”یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ (بالکل) حق (فرمایا) اور وہ نہایت عالی مقام، بہت بڑا ہے۔“ کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ ﴿وَيَقْدَرُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ ﴿١٠﴾ ”اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔“ یعنی ہر اس طرف سے جہاں سے وہ آسمان کا قصد کرتے ہیں، ﴿دُحُورًا﴾ ”وہاں سے نکال دینے کو۔“ انھیں مارا جاتا، ڈانٹ ڈپٹ پلائی جاتی اور آسمان تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے، ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ﴾ ﴿١١﴾ ”اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“ یعنی آخرت میں انھیں دائمی، ہمیشہ رہنے والا اور بہت دردناک عذاب ہوگا، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاعْتَدْنَا لَهُمُ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾ (الملك 5: 67) ”اور ہم نے ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

① یعنی زینۃ مضاف اور الْكَوْكَبِ مضاف الیہ ہے بِزِينَةِ الْكَوْكَبِ اور بدل کی صورت میں بِزِينَةٍ یعنی تنوین کے ساتھ پڑھیں گے اور آپس میں یہ بدل مبادل منہ ہوں گے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهَمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مِّنْ خَلْقِنَا إِنََّّا خَلَقْتَهُمْ مِّنْ طِينٍ

پھر آپ ان سے پوچھیے: کیا انھیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا جو کچھ ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے ان (انسانوں) کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ⑪ بلکہ

لَازِبٌ ⑪ بَلْ عَجَبْتَ وَيَسْخَرُونَ ⑫ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ⑬ وَإِذَا

آپ نے (کفار کے انکار آخرت پر) تعجب کیا جبکہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں ⑫ اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ⑬ اور جب وہ کوئی

رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ⑭ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑮ عَٰذَا وَمِنَّا

نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں ⑭ اور وہ کہتے ہیں: یہ تو بالکل کھلا جادو ہے ⑮ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو

وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ⑯ ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ⑰ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ⑱ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ

کیا ہمیں سچ سچ (دوبارہ) اٹھایا جائے گا؟ ⑯ کیا ہمارے پہلے باپ دادوں کو بھی؟ ⑰ آپ کہہ دیجیے: ہاں! اور تم ذلیل و خوار ہو گے ⑱ سو بس وہ (اٹھنا)

دَاخِرُونَ ⑲ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ⑳

تو ایک جھڑکی ہی ہوگی، تو وہ یکا یک (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوں گے ⑲

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْأَمَنَ خَطْفَ الْخُطْفَةِ﴾ ”ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی بات کو) جھپٹ لینا چاہتا ہے۔“ یعنی ان شیطانوں میں سے جو چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے اور وہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جسے وہ آسمان سے سن کر اپنے سے نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، بسا اوقات اسے بتانے سے پہلے ہی جلتا ہوا انگار اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ جلتے ہوئے انگارے کے آنے اور اسے جلانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق نیچے والے شیطان کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوسرا شیطان وہ بات کا سن کو بتا دیتا ہے، جیسا کہ حدیث کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ① اسی لیے فرمایا: ﴿الْأَمَنَ خَطْفَ الْخُطْفَةِ فَاتَّبَعَهُ بِشَهَابٍ ثَاقِبٍ﴾ ”ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو روشن انگار اس کے پیچھے لگتا ہے۔“ ﴿ثَاقِبٌ﴾ کے معنی روشن اور منور کے ہیں۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطانوں کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کے لیے مقامات تھے جہاں سے وہ وحی سنتے تھے، اس وقت ستارے چلتے نہیں تھے اور شیطانوں کو مارا نہیں جاتا تھا اور جب وہ وحی سن لیتے تو زمین کی طرف اتر آتے اور سنی ہوئی ایک بات میں نو (9) اور باتیں ملا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو شیطان جب اپنی جگہ پر جانے کا قصد کرتا تو اس کے پاس انگار آ کر اسے بھسم کر دیتا، شیطانوں نے اس کا ابلیس ملعون کے پاس ذکر کیا تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے، واقعہ معلوم کرنے کے لیے اس نے اپنے لشکروں کو روانہ کر دیا تو انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو نخلہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان۔ وکیع نے کہا۔ یعنی بطن نخلہ میں رسول اللہ ﷺ کو کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے واپس جا کر ابلیس کو بتایا تو ابلیس

① دیکھیے الشعراء، آیت 223 کے ذیل میں اور سبا، آیت 23 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، التفسیر، باب ﴿حَقِّي﴾

إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ..... (سبا: 23)، حدیث: 4800 عن ابی ہریرۃ ؓ.

نے کہا کہ ہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔^①

تفسیر آیات: 11-19

حیات بعد الممات کا ثبوت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان منکرین بعثت سے پوچھو کہ کن کا بنانا مشکل ہے، ان کا یا آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان فرشتوں، شیطانوں اور دیگر بڑی بڑی مخلوقات کا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں [اُمُّ مِّنْ عَدَدِنَا] ہے، وہ اقرار کرتے تھے کہ ان کی نسبت ان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے۔^②

اور جب حقیقت حال یہی ہے تو پھر بعثت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں اس سے بڑی چیز خود دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المؤمن: 40: 57)﴾ ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بہت ہی کمزور چیز سے پیدا کیے گئے ہیں ﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۝ (طہ: ۱۱)﴾ ”بے شک ہم نے انھیں چپکنے والے سے بنایا ہے۔“ مجاہد، سعید بن جبیر اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿طِينٍ لَّازِبٍ﴾ کے معنی اس گارے کے ہیں جو آپس میں چپک رہا ہو۔^③ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس کے معنی لیس دار گارے کے ہیں۔^④ اور قتادہ کہتے ہیں کہ جو ہاتھ کے ساتھ چپک جائے۔^⑤

ارشاد باری ہے: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ (طہ: ۱۲)﴾ ”ہاں، آپ نے (کفار کے انکار پر) تعجب کیا جبکہ وہ تمسخر کرتے ہیں۔“ یعنی اے محمد! آپ تو ان منکرین بعثت کی تکذیب سے تعجب کر رہے ہیں کیونکہ آپ تو یقین رکھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں جس عجیب معاملے کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جسموں کے فنا ہو جانے کے بعد انھیں دوبارہ اٹھایا جانا ہے تو اس کے برخلاف یہ لوگ شدید تکذیب کرتے ہوئے آپ کی ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تعجب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اور تمسخر گمراہ لوگوں نے۔ ﴿وَاِذَا رَاوْاْ اٰیَةً ۝ (طہ: ۱۳)﴾ ”اور وہ جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔“ یعنی اس کی واضح دلیل تو ﴿يَسْتَسْخِرُونَ ۝ (طہ: ۱۴)﴾ ”ٹھٹھا کرتے ہیں۔“ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ﴿وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (طہ: ۱۵)﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿عَرَاوْنُ مِّنْهُمْ وَكَانَ اَبْرٰهٖمَ رَکْبًا ۝ (طہ: ۱۶)﴾ ”اور ابراہیمؑ اور اعدائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک گروہ تھے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (طہ: ۱۷)﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (طہ: ۱۸)﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (طہ: ۱۹)﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔

① تفسیر الطبری: 45/23 . ② تفسیر الطبری: 51/23 . ③ تفسیر الطبری: 53/23 و تفسیر القرطبی: 69/15 .

④ تفسیر الطبری: 52/23 . ⑤ تفسیر الطبری: 53/23 و تفسیر ابی حاتم: 3206/10 . ⑥ تفسیر الطبری: 54/23 .

⑦ تفسیر الطبری: 54/23 .

وَقَالُوا يَوْمَئِذٍ هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ۚ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۚ (27) اَحْشُرُوا

اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے (20) یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے (21) (اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان

الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۚ (22) مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ

لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا، اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے (22) اللہ کے سوا، پھر انہیں دوزخ کی راہ

صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۚ (23) وَقَفُوهُمْ اِنَّهُمْ مُسْتَوْوُونَ ۚ (24) مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ ۚ (25) بَلْ هُمْ

دکھا دو (23) اور انہیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی (24) (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ (25)

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۚ (26)

بلکہ آج وہ (سب) فرماں بردار ہیں (26)

میں بہت ہی حقیر ہو جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكُلُّ اَنْفُوۡةٍ ذٰخِرِيۡنَ ۝﴾ (النمل 27: 87) ”اور سب اس پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسْتَكْبِرُوۡنَ عَنْ عِبَادَتِيۡ سَيَدْخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ ذٰخِرِيۡنَ ۝﴾ (المؤمن 60: 40) ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کتراتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“

پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَنۡتَاۤیِیۡ نَجۡرًا وَّاجِدًا فَاَدَاۡهُمْ نَظَرُوۡنَ ۝﴾ ”سو بس وہ (ٹھٹھا) ایک جھڑکی ہی ہوگی تو وہ یکا یک دیکھنے لگیں گے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہوگا اور وہ انہیں یکبار بلائے گا کہ وہ زمین سے نکل آئیں، تو وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 26-20

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور اعتراف کریں گے کہ انہوں نے دنیا میں اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور جب روز قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو بے حد ندامت کا اظہار کریں گے لیکن اس وقت ندامت کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا: ﴿وَقَالُوۡا یٰوٰیۡلَیۡنَا ہٰذَا یَوْمُ الدِّیۡنِ ۝﴾ ”اور کہیں گے: ہائے شامت! یہی جزا کا دن ہے۔“ فرشتے اور مومن انہیں جواب دیں گے: ﴿ہٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیۡ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ ۝﴾ ”(کہا جائے گا:) یہی ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔“ یہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ میدان حشر میں کافروں کو مومنوں سے الگ کر دیں، ارشاد ہوگا: ﴿اَحْشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزْوَاجَهُمْ ۝﴾ ”جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ہم جنسوں کو جمع کر لو۔“ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم جنسوں سے مراد ان کے اہل و عیال ہیں۔ (1) ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سدی، ابوصالح، ابو العالیہ اور زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا۔ (2) اور شریک نے سماک سے اور انہوں نے نعمان سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿اَحْشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزْوَاجَهُمْ ۝﴾ میں ہم جنسوں سے ایک جیسے

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَلْ

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے ﴿٢٧﴾ کہیں گے: بے شک تم تو ہمارے پاس دائیں (اور بائیں) طرف سے آیا کرتے تھے ﴿٢٨﴾ وہ

لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِينَ ﴿٣٠﴾

کہیں گے: (نہیں!) بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے ﴿٢٩﴾ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ تم خود ہی سرکشی کرنے والے تھے ﴿٣٠﴾ پھر ہم (سب)

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّكَ لَدَٰئِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَعْيَيْنَكُمُ إِنَّا كُنَّا عَوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَأَنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي

پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو گئی، بے شک ہم (سب ہی عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں ﴿٣١﴾ چنانچہ ہم نے تمہیں گمراہ کیا، بلاشبہ ہم خود بھی گمراہ

الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْجَارِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا

تھے ﴿٣٣﴾ پس یقیناً وہ اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ﴿٣٣﴾ بے شک ہم مجرموں سے ایسا ہی (سلوک) کرتے ہیں ﴿٣٤﴾ بے شک جب ان سے کہا جاتا

إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ ۖ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَارِكُوا لِلّٰهِنَا شَاعِرٌ مَّجْنُونٌ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے ﴿٣٥﴾ اور کہتے: کیا بھلا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟ ﴿٣٦﴾ بلکہ وہ تو حق لایا

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾

ہے اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے ﴿٣٧﴾

لوگ مراد ہیں، زانی زانیوں کے ساتھ، سود خور سود خوروں کے ساتھ اور شرابی شرابیوں کے ساتھ آئیں گے۔ ﴿١﴾ مجاہد اور

سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَأَزَٰوَجَهُمْ﴾ سے مراد ان کے ساتھی ہیں ﴿وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ﴾ ﴿١﴾

مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ اور جن کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے (سب کو جمع کر لو۔) یعنی ان کے بتوں اور معبودانِ باطلہ کو بھی

ان کے ساتھ ان کی جگہوں میں جمع کیا جائے گا۔ ﴿فَأَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ﴾ ﴿١﴾ پھر ان کو جہنم کے رستے پر چلا دو۔

یعنی جہنم کے رستے کی طرف ان کی رہنمائی کرو، یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيَآ وَبَنَآ ۖ وَصَبَّآ مَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ ۖ كُلًّا خَبِثَ ۖ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا﴾ (بنی اسرائیل 97: 17) اور ہم ان کو قیامت

کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جب (اس کی آگ) بجھنے کو

ہوگی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقِفُّهُمْ إِنَّهُمْ مَّقْشُورُونَ﴾ ﴿١﴾ اور انھیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

یعنی ان کو ٹھہراؤ تاکہ ان سے ان کے ان اعمال و اقوال کی بابت پوچھا جائے جو دنیا میں ان سے صادر ہوئے تھے جیسا کہ

ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں روک لو تاکہ ان سے حساب لیا جائے۔ ﴿٢﴾

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں نے عثمان بن زائدہ سے سنا، فرماتے تھے کہ آدمی سے سب سے پہلے اس کے

ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور پھر ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ﴾ ﴿٢٥﴾

”تمہیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟“ جیسا کہ تم گمان کرتے تھے کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے ﴿بَلْ هُمَ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ﴾ (29) ”بلکہ آج تو وہ فرماں بردار ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرماں بردار ہیں، اس کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ اس سے دور ہوں گے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 37-27

روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے دن ایک دوسرے کو ملامت کریں گے جیسا کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے: ﴿فَيَقُولُ الضَّعْفُو الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا ۖ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۖ﴾ (المؤمن 48:47:40) ”تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے تکبر کیا کہ ہم تو تمہارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ متکبر لوگ کہیں گے تم (بھی اور) ہم (بھی) سب دوزخ میں ہیں۔ بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ ۖ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا أَنْكُنْ صَدْدُكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ ۖ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكَرُ الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۖ وَسَوَّاءُ الْكَذَّامَةِ لَنَا رَأَوْا الْعَذَابَ ۖ وَجَعَلْنَا الْأَعْلَىٰ فِي أَغْنَاكِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ﴾ (سبا 34:31-33) ”اور کاش! (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے جبکہ ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے، بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے: بھلا ہم نے تمہیں ہدایت سے، جب وہ تمہارے پاس آ چکی تھی روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار تھے، اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمہاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (سب دل میں) ندامت چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، بس جو عمل وہ کرتے تھے انھی کا انھیں بدلہ ملے گا۔“

اسی طرح وہ یہاں بھی ان سے کہیں گے: ﴿إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ﴾ (29) ”بے شک تم ہی ہمارے پاس دائیں سے آتے تھے۔“ سخاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہیں گے کہ تمہیں ہم پر جو غلبہ و تسلط حاصل تھا اس کی وجہ سے تم ہمیں مغلوب کر لیتے تھے کیونکہ ہم کمزور تھے اور تم طاقتور تھے۔ (1) قتادہ کہتے ہیں کہ انسان جنوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے، یعنی خیر کی طرف سے اور ہمیں اس سے منع کرتے اور روکتے تھے۔ (2) (اور

سدی کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس حق کی طرف سے آتے تھے اور باطل کو ہمارے سامنے مزین کرتے تھے اور حق سے ہمیں روکتے تھے۔^(۱) اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارے اور خیر و بھلائی کے مابین حائل ہو جاتے تھے اور تم نے ہمیں اسلام، ایمان اور اس اچھے عمل سے دور کر دیا تھا جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا۔^(۲) اور یزید رشک کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمیں لا الہ الا اللہ سے روکتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾^(۳) ”وہ کہیں گے بلکہ تم (خود ہی) ایمان لانے والے نہ تھے۔“ جنوں اور انسانوں میں سے قائدین اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ نہیں بات اس طرح نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ تمہارے دل ایمان سے منکر اور کفر و نافرمانی کو قبول کرنے والے تھے ﴿وَمَا كَانُوا لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ﴾^(۴) ”اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا۔“ یعنی ہم نے تمہیں جس چیز کی دعوت دی تھی، اس کے صحیح ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہ تھی ﴿بَلْ لَنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ﴾^(۵) ”بلکہ تم (خود) ہی سرکش لوگ تھے۔“ بلکہ تم میں سرکشی تھی اور تم حق سے تجاوز کرتے تھے، اسی وجہ سے تم نے ہماری بات کو قبول کر لیا تھا اور تم نے اس حق کو ترک کر دیا تھا جسے انبیاء تمہارے پاس لائے تھے اور انھوں نے اس کے صحیح ہونے کے دلائل بھی قائم کر دیے تھے مگر تم نے ان کی مخالفت کی تھی ﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّآ لَذٰلِكَ لَاقُونَ﴾^(۶) ﴿فَاَعْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِينَ﴾^(۷) ”سو ہمارے بارے میں ہمارے پروردگار کی بات پوری ہو گئی، بے شک (اب) ہم (عذاب کے) مزے چکھنے والے ہیں۔ پس ہم نے تمہیں گمراہ کیا، یقیناً ہم خود بھی گمراہ تھے۔“ بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ ہم پر اللہ کی بات حق ثابت ہو گئی، لہذا ہم قیامت کے دن عذاب چکھنے والے بد بختوں میں سے ہو گئے ﴿فَاَعْوَيْنٰكُمْ﴾^(۸) ”پس ہم نے تمہیں بھی گمراہ کیا۔“ یعنی ہم نے تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی ﴿اِنَّا كُنَّا غٰوِينَ﴾^(۹) ”بے شک ہم خود بھی تو گمراہ تھے۔“ یعنی جس گمراہی میں ہم خود مبتلا تھے ہم نے تمہیں دعوت دی اور تم نے اسے قبول کر لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَلْهَمُوْهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾^(۱۰) ”چنانچہ یقیناً وہ اس روز عذاب میں (ایک دوسرے کے) شریک ہوں گے۔“ یعنی سب درجہ بدرجہ جہنم میں ہوں گے۔ ﴿اِنَّا كٰذِبٌ لِّكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾^(۱۱) ﴿اَلْهَمُوْهُمْ كَاُنُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾^(۱۲) ”یقیناً ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب بھی ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے۔“ یعنی جس طرح مومن کہتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ازراہ تکبر ایسا نہیں کہتے تھے۔ ابن ابوحاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ] ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں، پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان کو بچا لیا سوائے اس کے حق کے اور اس کا

إِنكُمْ لَذَاقُوا الْعَذَابَ الْآلِيمَ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾

بے شک تم اب دردناک عذاب (کا مزہ) ضرور چکھو گے ﴿38﴾ تمہیں بس اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ﴿39﴾ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے

الْعِبَادَ اللَّهُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾

(عذاب سے محفوظ رہیں گے) ﴿40﴾ انہی (لوگوں) کے لیے مقررہ روزی ہے ﴿41﴾ یعنی (جنت کے) لذیذ پھل، اور وہ لوگ معزز ہوں گے ﴿42﴾ نعمت کے بانٹوں

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾

میں ﴿43﴾ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (براجمان) ہوں گے ﴿44﴾ ان کے لیے جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا ﴿45﴾ سفید

بَيضَاءٌ لَّدَى الشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِنْدَهُمْ

رنگ (بالکل صاف شفاف) پینے والوں کے لیے لذت (والی ہوگی) ﴿46﴾ نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے مدد عیش ہوں گے ﴿47﴾ اور ان کے پاس

قُصْرُ الطَّرْفِ عَيْنٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

ہوں گی نیچی نگاہ والی، غزال چشم (خوبصورت آنکھوں والی عورتیں) ﴿48﴾ گویا کہ وہ (پردوں میں) چھپائے ہوئے (شہزمرغ کے) انڈے ہیں ﴿49﴾

حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرنے والوں کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ﴿٥٥﴾ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَا تَزِدُّوا إِلَهَنَا إِلَٰهًا مَّجْنُونًا ﴿٥٦﴾

”بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب (بھی) ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے

تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟“ ﴿٥٦﴾ یعنی کیا ہم اس دیوانے شاعر

کے کہنے پر اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے معبودوں کی عبادت کو ترک کر دیں؟ دیوانہ شاعر وہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو کہا

کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب و تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ﴾ ” (نہیں) بلکہ وہ حق لائے ہیں۔“

یعنی رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ ساری کی ساری حق پر مبنی ہے، ﴿وَصَدَّقَ

الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿٥٧﴾ ”اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے۔“ یعنی انھوں نے آپ کی جن پسندیدہ صفات اور صالح

اعمال کا ذکر کیا تھا آپ نے انھیں سچ ثابت کر دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو اسی طرح بتایا ہے جس طرح

سابقہ انبیائے کرام نے اس کی خبر دی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا يَقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾

(حم السجدة 41:43) ”آپ سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے بھی کہی گئی تھیں۔“

تفسیر آیات: 38-49

مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنكُمْ لَذَاقُوا الْعَذَابَ الْآلِيمَ﴾ ﴿٣٨﴾

﴿١﴾ تفسیر ابن ابی حاتم: 3210/10، البتہ مذکورہ حوالے میں ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ﴿٥٥﴾ تک ہے،

نیز اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتی يقولوا لا إله إلا.....، حدیث: (33)-21

میں بھی ہے۔

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ ”بے شک تم تکلیف دینے والے عذاب کو چکھنے والے ہو اور تمہیں ویسے ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو اس سے منتہی قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ ۖ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾ (العصر 1-3) ”زمانے کی قسم! یقیناً انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿١﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴿٣﴾﴾ (التین 1-3) ”البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے، پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وِارِدُهَا ۖ كَانَ عَلَىٰ رِبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًّا ﴿٢﴾﴾ (مریم 19: 72) ”اور تم میں کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر (سے) گزرنا ہوگا، یہ آپ کے پروردگار کے ذمے حتمی اور طے شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿١﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٢﴾﴾ (المدثر 74: 38, 39) ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ)۔“

اسی لیے اللہ جل وعلا نے یہاں فرمایا ہے: ﴿الْأَعْبَادَ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ ﴿١﴾﴾ ”مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔“ وہ تکلیف دینے والے عذاب کا مزہ نہیں چکھیں گے اور نہ ان سے حساب لیا جائے گا بلکہ اگر ان کے گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور ان کی نیکیوں کا انھیں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اجر و ثواب عطا فرمائے گا بلکہ جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا انھیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿١﴾﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے روزی مقرر ہے۔“ امام قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنت ہے۔^(۱) پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿١﴾﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَوَاكِهُ ﴿١﴾﴾ ”پھل“ مختلف انواع و اقسام کے ﴿وَهُمْ فِيهَا مُقَرَّنُونَ ﴿٢﴾﴾ ”اور وہ معزز لوگ ہوں گے۔“ یعنی انھیں خادم مہیا کیے جائیں گے، عیش و عشرت کی زندگی عطا کی جائے گی اور طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا ﴿فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ﴿١﴾﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّتَّعِيلِينَ ﴿٢﴾﴾ ”نعمت کے باغوں میں، ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے)۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض، بعض کی گدی کی طرف نہیں دیکھیں گے۔^(۲) ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاۤسٍ مِنْ مَّعِينٍ ﴿١﴾﴾ بَيْضَاءَ لَدَّةٍ لِّلشَّرِبِ ﴿٢﴾﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ﴿٣﴾﴾ ”ان پر جاری چشموں سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا، سفید رنگ، پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت (والی ہوگی)، نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ مدہوش ہوں گے۔“ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخْلَدُونَ ﴿١﴾﴾ بِأَكْوَابٍ

وَابَارِئُهَا وَكَائِبٍ مِّن مَّعِينٍ ۚ لَا يَصَدَّ عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ ۚ (الواقعة 56: 17-19) ”ان کے پاس سدا رہنے والے لڑکے آتے جاتے ہوں گے، ساغر اور صراحیاں اور شراب کے جاری چشمے سے چھلکتے جام لیے ہوئے، وہ اس سے نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان آفتوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب میں سر درد، پیٹ درد اور عقل زائل کر دینے کی صورت میں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَائِبٍ مِّن مَّعِينٍ﴾ ”ان پر جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا۔“ یعنی ایسی رواں دواں نہروں سے شراب پلائی جائے گی جن میں شراب کے ختم ہو جانے کا انھیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جنت کی شراب کا رنگ سفید، خوبصورت اور چمک دار ہوگا، دنیا کی شراب کی طرح وہ سرخ یا سیاہ یا پیلی یا میلی اور گندی رنگت کی نہ ہوگی کہ جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہو۔ ﴿لَذَّةُ الشَّرْبِ﴾ ”اور پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔“ یعنی اس کے رنگ کی طرح اس کا ذائقہ بھی پاکیزہ ہوگا اور ذائقے کا پاکیزہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی خوشبو بھی پاک ہے جبکہ دنیا کی شراب ان تمام باتوں میں اس کے برعکس ہوتی ہے، ﴿لَا فِيهَا غَوْلٌ﴾ ”نہ اس سے سر چکرائے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ غول سے مراد پیٹ کا درد ہے۔^① جیسا کہ دنیا کی شراب سے اس کی کثرت مایات کی وجہ سے پیٹ میں قوں لُنج پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزِفُونَ﴾ ”اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔^② اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما محمد بن کعب، حسن، عطاء بن ابی مسلم خراسانی اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔^③ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شراب میں چار خرابیاں ہوتی ہیں: (1) اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ (2) سر درد ہوتا ہے۔ (3) قے آتی ہے (4) اور پیشاب زیادہ آتا ہے۔^④ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کا ذکر فرماتے ہوئے اسے ان تمام خرابیوں سے پاک قرار دیا ہے، جیسا کہ سورہ صافات میں ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعِنْدَهُمْ قُصُرُاتُ الظَّرْفِ﴾ ”اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی۔“ یعنی وہ پاکدامن ہوں گی اور اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، زید بن اسلم، قتادہ اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔^⑤ ﴿عَيْنٌ﴾ ”اور بڑی بڑی آنکھوں والی (غزال چشم۔)“ یعنی وہ خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اور خوبصورت آنکھوں سے مراد بھی یہی ہے، یعنی ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور نہ بصورت ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے حسن اور عفت کی تعریف فرمائی ہے: ﴿وَعِنْدَهُمْ قُصُرُاتُ الظَّرْفِ عِينٌ﴾ ”اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (اور) بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔“

① تفسیر الطبری: 64/23، ② تفسیر الطبری: 66/23، ③ تفسیر الطبری: 66/23، ④ تفسیر ابن ابی حاتم:

3211/10، ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3211/10 و تفسیر القرطبی: 79/15، ⑥ تفسیر الطبری: 67/23

فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي

وہ (یعنی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے ﴿٥٠﴾ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا ﴿٥٠﴾ جو

قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمَصْدِقِينَ ﴿٥٢﴾ إِذَا مِنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

کہتا تھا: کیا بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟ ﴿٥٢﴾ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا

ءِ إِنَّا لَمَكِيدُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّظْلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطْلَعَ فَرَاهُ فِي سَوَاءٍ

(کر) بدلہ دیے جائیں گے؟ ﴿٥٣﴾ وہ (یعنی ساتھیوں سے) کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟ ﴿٥٤﴾ پھر وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان میں

الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ إِن كُذِّتْ لَتُرْدِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ

دیکھ گاہ ﴿٥٥﴾ وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم! یقیناً قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالتا ﴿٥٥﴾ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں ضرور حاضر کیے ہوؤں

الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ أَفَبَا نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴿٥٨﴾ إِلَّا مَوْتَتِنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾

(مجرموں) میں سے ہوتا ﴿٥٧﴾ (یعنی ساتھیوں سے کہے گا:) تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں ﴿٥٨﴾ اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہو

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِيُثِلَ هَذَا فَلْيَعْبِلِ الْعِثْلُونَ ﴿٦١﴾

گا ﴿٦٠﴾ بلاشبہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے ﴿٦٠﴾ عمل کرنے والوں کو تو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں ﴿٦١﴾

نیز فرمایا: ﴿كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ ﴿٤٩﴾ ”گویا وہ پردوں میں چھپائے ہوئے (شتر مرغ کے) انڈے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کی لطافت کو خوبصورت رنگ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ علی بن ابوطالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿كَأَنَّهُمْ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ کے معنی یہ ہیں گویا وہ محفوظ موتی ہیں۔ ﴿١﴾ حسن نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ ہاتھوں کے لمس سے بھی محفوظ ہیں۔ ﴿٢﴾ سدی نے کہا کہ وہ ایسے ہیں جیسے اپنے گھونسلے میں انڈا محفوظ ہوتا ہے۔ ﴿٣﴾ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد انڈے کے اندر والا حصہ ہے۔ ﴿٤﴾ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جو اوپر کے چھلکے اور مغز انڈا کے درمیان ہوتی ہے۔ ﴿٥﴾ سدی کہتے ہیں کہ وہ اس انڈے کی طرح ہوں گی جس کا اوپر سے چھلکا اتار دیا گیا ہو۔ ﴿٦﴾ ابن جریر نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے کہ اوپر کے چھلکے کو تو پرندے کے پروں، گھونسلے کے تنکوں اور لوگوں کے ہاتھوں نے چھوا ہوتا ہے جبکہ انڈے کے اندر کے حصے کو کسی چیز نے چھوا نہیں ہوتا۔ ﴿٧﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 50-61

اہل جنت کی باہمی میل ملاقات: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم احوال پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کن شدائد و مشکلات کو برداشت کرتے تھے۔ جب وہ اپنے تختوں پر جلوہ افروز ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور شراب کے دور چل رہے ہوں گے تو وہ آپس میں اسی

① تفسیر الطبری: 68/23. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3212/10. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3212/10. ④ تفسیر

الطبری: 68/23. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3212/10. ⑥ تفسیر ابن ابی حاتم: 3212/10. ⑦ تفسیر الطبری: 69/23.

طرح کی باتیں کریں گے اور خدام ان کے پاس انواع و اقسام کے کھانے پینے اور پہننے کی ایسی نفیس ترین چیزیں جلدی جلدی لا رہے ہوں گے جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا ہوگا۔ ﴿قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَدِيرٌ﴾ (50) ”ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا۔“ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ مشرک آدمی ہے جو دنیا میں اہل ایمان میں سے کسی کا ساتھی تھا۔ ﴿يَقُولُ أَفَأَتُكِّلُ عَلَى الْغُلَامِ وَالْغُلَامِ وَالْغُلَامِ﴾ (51) ”(جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟“ یعنی کیا تم بھی بعث، دوبارہ جی اٹھنے، حساب اور جزا و سزا کو مانتے ہو؟ وہ یہ بات تعجب، تکذیب، کفر، سرکشی اور بعید از قیاس سمجھتے ہوئے کہتا تھا، ﴿إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إِنََّّا بِكَدِّينُونَ﴾ (52) ”بھلا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا کر) بدلہ دیے جائیں گے؟“

مجاہد اور سدی نے کہا ہے کہ کیا ہم سے اس وقت حساب لیا جائے گا۔ (2) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب قرظی نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں: کیا ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا؟ (3) اور دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ﴾ (53) ”(پھر) کہے گا کہ بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟“ یعنی جنتی جنت کے اپنے ساتھیوں اور ہم نشینوں سے یہ کہے گا، ﴿فَاطْلِعْ قَرَاهُ فِي سِوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ (54) ”پھر (اتنے میں) وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسط دوزخ میں دیکھے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر، خلید عسری، قتادہ، سدی اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ اسے جہنم کے وسط میں دیکھے گا۔ (4) اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے وسط میں اسے دیکھے گا گویا وہ آگ کا انگارا ہے جو جل رہا ہے۔ (5) ﴿قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَتُورِدِينِ﴾ (55) ”وہ کہے گا: اللہ کی قسم! تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔“ مومن اس کافر سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ اگر میں تمہاری بات مان لیتا تو تم نے مجھے بھی ہلاک کر دینا تھا۔ ﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضِرِينَ﴾ (56) ”اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“ یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو میں بھی آج جہنم کے وسط میں اسی جگہ ہوتا جہاں تو ہے اور تیری طرح آج میں بھی عذاب میں حاضر کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور مجھے ایمان کی ہدایت بخشی اور اس نے اپنی توحید کی طرف میری راہنمائی فرمائی: ﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ﴾ (الأعراف: 43) ”اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہم ہرگز ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَأَنْخُحُ بَسِيتَيْنِ﴾ (57) ”تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔“ یہ مومن کی بات ہے جو خود پر رشک کر رہا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں ہمیشہ کی زندگی عطا کی ہوگی اور اپنے اس عزت کے گھر میں اقامت عطا فرمائی ہوگی

(1) تفسیر الطبری: 70/23. (2) تفسیر الطبری: 71/23. (3) تفسیر الطبری: 71/23. (4) تفسیر الطبری:

73, 72/23. (5) تفسیر الطبری: 72/23 اس میں انگارے اور جلنے کا ذکر نہیں ہے۔

جس میں موت ہوگی نہ عذاب، اس پر وہ خوشی کا اظہار کرے گا، اس لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ”یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس حقیقت کو معلوم کر لیا تھا کہ موت ہر نعمت کو ختم کر دے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿أَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتِينَ﴾ (۱) ﴿الْأَمَوْتَنَا الْأُولَى وَمَا نَحْنُ بِمَعْدٍ بَيْنَ﴾ (۲) ”تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔“ کہا جائے گا: نہیں، تو وہ کہیں گے: ﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۳) ”بے شک یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (۴) ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لِيُثَبِّتَ هَذَا أَقْلِيَعَلَّ الْعِبْلُونَ﴾ (۵) ”ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔“ کے بارے میں ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس طرح کی نعمتوں اور اس طرح کی کامیابیوں کے لیے عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا میں ایسے عمل کریں تاکہ آخرت میں وہ ان سے شاد کام ہوں۔ (۶)

دو اسرائیلیوں کا قصہ: علمائے تفسیر نے یہاں بنی اسرائیل کے ان دو آدمیوں کا قصہ ذکر کیا ہے جو آپس میں شریک تھے اور ان کا قصہ اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل ہے، ابو جعفر بن جریر نے فرات بن ثعلبہ بہرانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنِّي كَانُ لِي قَوْمَيْنِ﴾ (۱) ”بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو آدمی آپس میں شریک تھے، ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہو گئے، ان میں سے ایک شخص کام جانتا تھا اور دوسرا کام نہیں جانتا تھا، جو شخص کام جانتا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ تو کام نہیں جانتا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دوں اور ہم اپنا سرمایہ آپس میں تقسیم کر لیں، پس اس نے سرمایہ تقسیم کر کے اسے چھوڑ دیا، پھر اس شخص نے ایک ہزار دینار کا ایک گھر خریدا جو کسی بادشاہ کی ملکیت تھا اور وہ فوت ہو گیا تھا، پھر اس نے اپنے ساتھی کو بلا کر گھر دکھایا اور کہا کہ یہ کیسا گھر ہے، میں نے اسے ایک ہزار دینار میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بہت خوبصورت گھر ہے اور جب وہ اس گھر سے باہر نکل گیا تو اس نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے اس ساتھی نے ایک ہزار دینار میں یہ گھر خریدا ہے اور میں تجھ سے جنت کے ایک گھر کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا، پھر اس کے ساتھی نے کچھ عرصہ بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک عورت سے شادی کی اور اسے کھانے پر بلایا جب وہ آیا تو اس نے اسے بتایا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے، اس نے کہا: بہت خوب اور جب وہ اس کے پاس سے گیا تو کہا کہ اے میرے رب! میرے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی ہے اور میں تجھ سے حور عین کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا۔

پھر کچھ عرصے بعد اس نے دو ہزار دینار کے ساتھ دو باغ خریدے اور پھر اپنے ساتھی کو بلایا اور اسے یہ دو باغ دکھائے،

أَذْلِكَ خَيْرٌ نُزْلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۚ (62) إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۚ (63) إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا (دوزخ میں) تھوہر کا درخت؟ (62) بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے (63) بے شک وہ ایک درخت

فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۚ (64) طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيْطَانِ ۚ (65) فَإِنَّهُمْ لَأَكْلُونَ مِنْهَا فَمَا لُتُونِ

ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے (64) اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں (65) تو بلاشبہ وہ (دوزخ) اس میں سے کھائیں گے، پھر اس سے

مِنْهَا الْبُطُونُ ۖ (66) ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَيْمٍ ۖ (67) ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَا إِلَىٰ

(اپنے) پیٹ بھرے گئے (66) پھر اس پر بے شک ان کے لیے (پینے کو) گرم کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا (67) پھر یقیناً ان کی واپسی بھڑکتی آگ کی

الْجَحِيمِ ۚ (68) إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۚ (69) فَهُمْ عَلَىٰ آثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۚ (70)

طرف ہوگی (68) بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا (69) تو وہ انہی کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں (70)

اس نے کہا: یہ بہت خوبصورت باغ ہیں۔ اور جب اس کے پاس سے گیا تو اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے اس ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ خریدے ہیں اور میں تجھ سے جنت میں دو باغوں کا سوال کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے دو ہزار دینار صدقہ کر دیے، پھر فرشتہ آیا اور اس نے دونوں کی روح کو قبض کر لیا اور اس صدقہ کرنے والے کو اس نے ایک بے حد خوشنما اور خوبصورت گھر میں داخل کر دیا، جس میں ایک ایسی حسین و جمیل عورت تھی جب وہ نیچے کی طرف دیکھتی تو اس کے نیچے جو کچھ ہوتا اس کے حسن کی وجہ سے چمک اٹھتا اور پھر اسے ایسے دو باغوں میں داخل کر دیا جن کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ دیکھ کر اس شخص نے کہا کہ یہ صورتحال اس شخص کے حالات سے کس قدر مطابقت رکھتی ہے جس کا یہ معاملہ تھا تو فرشتہ اس سے کہے گا کہ اس کے لیے بس وہی کچھ تھا اور تیرے لیے یہ گھر، یہ دو باغ اور یہ عورت ہے، وہ کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا ﴿يَقُولُ أَيَّنَكَ لَمَنِ الْبَصْدُ قَيْنَ﴾ (جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟“ اسے بتایا جائے گا کہ وہ جو جہنم میں ہے تو ﴿قَالَ هَلْ أُنْتُمْ مُظْلِعُونَ﴾ ﴿فَاطْلَعُوا فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ (وہ کہے گا: بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ اتنے میں وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسط دوزخ میں دیکھے گا۔“ اور اس وقت وہ کہے گا: ﴿تَاللَّهِ إِن كُنتَ لَتُدْرِينِ﴾ ﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُخْضِرِينَ﴾ (اللہ کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر رہی چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔“ (1)

تفسیر آیات: 62-70

تھوہر کا درخت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کیا جنت کی کھانے پینے اور نکاح کی یہ نعمتیں اور دیگر لذتیں بہتر ضیافت اور عطیہ ہیں ﴿أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ﴾ (یا تھوہر کا درخت؟) جو جہنم میں ہوگا اور اس سے مراد جس درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَشَجَرَةٌ تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصَنِيعٌ لِلظَّالِمِينَ﴾

(المؤمنون 20:23) ”اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے۔ (زیتون کا درخت) کہ کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن اگاتا ہے۔“

یعنی اس سے مراد زیتون کا کوئی خاص درخت نہیں بلکہ جس درخت مراد ہے جسے زیتون کہتے ہیں اور اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں تھوہر کا کوئی خاص درخت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جس درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الصّٰٓئِرُوْنَ الْمَكْذِبُوْنَ لَا كُوْنُ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ ذٰٓلِمْۙ﴾ (الواقعة 52,51:56)

”پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! (تم) تھوہر کے درخت سے ضرور کھانے والے ہو گے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَۙ﴾ ”بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔“ قوادہ کہتے ہیں کہ جب تھوہر کے درخت کا ذکر کیا گیا تو گمراہ لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ تمہارے صاحب نے خبر دی ہے کہ جہنم کی آگ میں درخت ہوگا، حالانکہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمادی تھی: ﴿اِنّٰهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِۙ﴾ ”یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔“ یعنی اسے آگ ہی سے پیدا کیا جائے گا اور آگ ہی کی غذا اسے پروان چڑھے گا۔ ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَۙ﴾ ”بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔“ کے بارے میں فرمایا: ابو جہل العین نے کہا کہ زقوم سے مراد کھجور اور کھن ہے میں اسے ملا کر کھا جاؤں گا۔ ﴿ۙ﴾ میں کہتا ہوں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ہم نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ تھوہر کا درخت تو ایک آزمائش ہے جس کے ساتھ ہم لوگوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءُیَا الَّتِیْ اَرٰیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنّٰاسِ وَالشَّجَرَةُ الْمَنْعُوْنَةُ فِی الْقُرْاٰنِ ط وَنُخَوِّفُهُمْۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْۙ اِلَّا طٰغِیًا تَاْكِیْدًاۙ﴾ (بنی اسرائیل 60:17)

”اور ہم نے آپ کو (معراج میں) جو مشاہدہ کرایا، اسے لوگوں کے لیے بس ایک آزمائش ہی بنادیا اور اس درخت (زقوم) کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ (ڈرانا) ان کی بڑی سرکشی ہی کو زیادہ کرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنّٰهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِۙ﴾ ”بے شک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔“ یعنی اس کے اگنے کی اصل جگہ جہنم کا پینہ ہے، ﴿طَلْعُهَا كَاَنَّهُ رَءُوسُ الشَّیْطٰنِۙ﴾ ”اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔“ اس سے اس کے قبیح المنظر اور اس کے قابل نفرت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسے شیطانوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی گو وہ مخاطب لوگوں کے ہاں معروف نہ تھے لیکن یہ بات تو دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطانوں کی شکلیں بہت بری ہیں۔ ﴿فَاِنَّهُمْ لَا كُوْنَ مِنْهَا فَاِلٰٓئِیْنَ مِنْهَا یَبْطُوْنَۙ﴾ ”پس بے شک وہ (دوزخی) اسی میں سے کھائیں گے، پھر اسی سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ اس درخت سے کھائیں

گے، حالانکہ اس جیسا بدترین اور بد شکل کوئی درخت نہ ہوگا اور اس پر مسترادیہ کہ اس کا ذائقہ، اس کی بد بو اور اس کی طبیعت بدترین ہوگی لیکن وہ اسے کھانے کے لیے مجبور ہوں گے کیونکہ اس کے سوا یا اس جیسی اور کسی چیز کے سوا ان کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۚ لَا يَسْنُونُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ جُوعٌ﴾ (الغاشیہ: 76، 88) ”اور خاردار جھاڑی کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَيْمٍ﴾ ”پھر بلاشبہ اس پر ان (کے پینے) کے لیے کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ تھوہر کھانے کے بعد پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا۔^(۱) اور آپ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ تھوہر میں انھیں گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔^(۲) آپ کے علاوہ دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے گرم پانی میں لہو اور پیپ کو ملایا جائے گا، پیپ بھی وہ جو جہنمیوں کی شرم گاہوں اور آنکھوں سے بہ رہی ہوگی۔^(۳) امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب دوزخیوں کو بھوک لگے گی تو وہ تھوہر کے درخت کو کھائیں گے جس سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس جائیں گی، ان کے پاس سے اگر کوئی گزرے گا تو وہ ان کے چہروں کی بد بو سے انھیں پہچانے گا، پھر ان پر پیاس طاری کر دی جائے گی، وہ پانی طلب کریں گے تو انھیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پچھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور انتہائی گرم، جب وہ اسے اپنے مونہوں کے قریب کریں گے تو اس کی شدید حرارت کی وجہ سے ان کے چہروں کا گوشت بھن جائے گا، کھالیں جل جائیں گی اور پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور جب وہ چلیں گے تو ان کی انتڑیاں بہ رہی ہوں گی اور کھالیں گر رہی ہوں گی اور پھر انھیں لوہے کے تھوڑوں کے ساتھ مارا جائے گا جس سے ایک ایک عضو ٹوٹ جائے گا اور وہ موت مانگنے لگیں گے۔^(۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ مَرْجَهُمْ لِأَنَّ إِلَى الْحَبِيمِ﴾ ”یقیناً ان کو دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا۔“ یعنی پھر اس فیصلے کے بعد ان سب کو شعلے مارتی ہوئی آگ، بھڑکتے ہوئے جہنم اور دہکتے ہوئے دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا، کبھی ایک قسم کی آگ میں جلایا جائے گا اور کبھی دوسری قسم کی آگ میں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿يَطْوُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَيْمٍ ۚ إِنَّ﴾ (الرحمن: 55: 44) ”وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔“

اسی طرح امام قتادہ نے بھی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سورہ رحمن کی اس آیت کی تلاوت کی تھی۔^(۵) اور یہ بہت خوبصورت اور قوی تفسیر ہے، سدی نے کہا ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے: [ثُمَّ إِنَّ مُنْقَلَبَهُمْ لَإِلَى الْحَبِيمِ]^(۶) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن ابھی نصف النہار کا وقت بھی نہیں ہوگا کہ اہل جنت، جنت میں قیلولہ کریں گے اور

① تفسیر الطبری: 77/23. ② تفسیر الطبری: 77/23. ③ تفسیر الطبری: 77/23. ④ تفسیر ابن ابی حاتم:

3217/10. ⑤ تفسیر الطبری: 77/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3217/10. ⑥ ابن کثیر میں مُنْقَلَبُهُمْ کے الفاظ ہیں جبکہ

ابن جریر میں مُنْقَلَبُهُمْ ہیں۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور بلاشبہ ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے ﴿٧١﴾ اور یقیناً ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے تھے ﴿٧٢﴾ پھر دیکھ لیجئے ان کا انجام

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾

کیسا ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا؟ ﴿٧٣﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے ﴿٧٤﴾

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْيَنصَحْ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور یقیناً نوحؑ نے ہمیں پکارا تھا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب جواب دینے والے ہیں ﴿٧٥﴾ اور ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی ﴿٧٦﴾

ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾ سَلَامٌ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾

اور ہم نے اس کی اولاد کو باقی رہنے والے بنادیا ﴿٧٧﴾ اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا ﴿٧٨﴾ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو ﴿٧٩﴾

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾

بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ﴿٨٠﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا ﴿٨١﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ﴿٨٢﴾

اہل دوزخ، دوزخ میں، پھر انھوں نے اس آیت کو پڑھا: ﴿اصْحَبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا﴾ (الفرقان 24:25) ”اس دن اہل جنت باعتبار ٹھکانے کے بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بہت اچھے ہوں گے۔“ ﴿١﴾ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُمْ أَقْوَامٌ أَهْلُوا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ﴾ ﴿٢﴾ ”یقیناً انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔“ یعنی ہم نے انھیں یہ سزا اس لیے دی کہ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کو گمراہ پایا تو بغیر کسی دلیل و برہان کے ان کی پیروی شروع کر دی، اس لیے فرمایا: ﴿فَهُمْ عَلَىٰ آلِهِمْ بِهَرَعُونَ﴾ ﴿٣﴾ ”سو وہ انھی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی چال ہے جو تیز دوڑنے کے مشابہ ہو۔ ﴿٤﴾ اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے وہ بھی بے وقوف بنے جاتے ہیں۔

تفسیر آیات: 71-74

ڈرانے گئے لوگوں کا انجام؟ اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے اکثر لوگ گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ دیگر معبودان باطلہ کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان امتوں میں رسول بھیجے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں کو اس (اللہ تعالیٰ) کی گرفت، اس کی سزا اور اس کے عذاب سے ڈراتے تھے مگر ان لوگوں نے سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رسولوں کی مخالفت اور تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا اور مومنوں کو نجات دی اور انھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا، اسی لیے ارشاد باری ہے: ﴿فَإِنْظِرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ﴾ ﴿١﴾ ﴿إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ﴾ ﴿٢﴾ ”سو دیکھ لیں جنہیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔“

تفسیر آیات: 75-82

نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ پہلے اکثر لوگ راہ نجات سے بھٹک گئے تھے اور اب اس نے اس کی تفصیل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے اور اسی سلسلے میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے اس کی تکذیب کی اور طویل مدت تک رہنے کے باوجود ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے، آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے تھے، جب ان کی مخالفت طویل اور تکذیب بہت شدید ہو گئی اور انھوں نے اپنی قوم کو جب بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ﴿فَكَارَبَهُ آتَىٰ مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرُ﴾ (القمر 10:54) ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ بے شک میں بے بس ہوں، (اب) تو ہی ان سے بدلہ لے۔“ تو نوح علیہ السلام کے قوم سے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کی قوم سے شدید ناراض ہو گیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْيَعْمَلِ الْبُحْيُوْنَ﴾ اور البتہ تحقیق نوح نے ہمیں پکارا سو (دیکھ لو کہ ہم دعا کو) کیسے اچھے قبول کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم نے ان کی دعا کو بہت اچھے طریقے سے قبول کیا ﴿وَنَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی۔“ بڑی پریشانی سے مراد تکذیب اور اذیت ہے۔ ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ﴾ اور ہم نے اس کی اولاد کو ہی باقی رہنے والے کر دیا۔“

علی بن ابوطحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد ہی باقی رہی تھی۔⁽¹⁾ اور سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سب لوگ نوح علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں۔⁽²⁾ امام ترمذی، ابن جریر اور ابن ابوقحافہ نے سرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: [حَامٌ وَسَامٌ وَيَافِثٌ] (اولاد سے مراد) حام، سام اور یافث ہیں۔⁽³⁾ اور امام احمد نے سرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [سَامٌ أَبُو الْعَرَبِ، وَحَامٌ أَبُو الْحَبَشِ، وَيَافِثٌ أَبُو الرُّومِ] ”سام عربوں کے باپ، حام حبشیوں کے باپ اور یافث رومیوں کے باپ ہیں۔“ اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔⁽⁴⁾ رومیوں سے مراد پہلے رومی، یعنی یونانی ہیں جو روم ابن لیلیٰ بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس (کے ذکر جمیل) کو باقی چھوڑ دیا۔“ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انھیں ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا رہے گا۔⁽⁵⁾ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیائے کرام ان کا ذکر خیر اور تعریف کریں گے۔⁽⁶⁾ امام قتادہ و سدی کا قول ہے کہ پیچھے آنے

(1) تفسیر الطبری: 80/23. (2) تفسیر الطبری: 80/23. (3) جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ

والصافات، حدیث: 3230 و تفسیر الطبری: 80/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3218/10، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(4) مسند أحمد: 9/5، یہ حدیث ضعیف ہے۔ (5) جامع الترمذی، المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، حدیث:

وَالَّذِينَ

وَالَّذِينَ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۸۴ إِذْ قَالَ

اور بے شک ابراہیم بھی اسی (نوح) کے گروہ سے ہے ۝۸۳ جب وہ اپنے رب کے پاس پاک صاف دل کے ساتھ آیا ۝۸۴ جب اس نے

لِرَبِّهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝۸۵ اِنْفُكَا إِلَهَةً دُونَ اللَّهِ تَرْيَدُونَ ۝۸۶ فَمَا

اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ۝۸۵ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ ۝۸۶

فَظَنُّكُمْ يَرْبِّ الْعَالَمِينَ ۝۸۷

پھر بے ایمانوں کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ ۝۸۷

والوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اچھی تعریف کو باقی رکھا ہے۔ ① ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد سلام اور ثنائے حسن ہے۔ ﴿سَلَّمَ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۷۹﴾ ”تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔“ یہ اس ذکر جمیل اور ثنائے حسن کی تفسیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی ہے کہ تمام جماعتیں اور امتیں ان پر سلام بھیجتی رہیں گی، ﴿إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۸۰﴾ ”بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ یعنی بندگانِ الہی میں سے جو شخص احسن انداز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائے تو ہم اسی طرح اسے اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں میں حسب مرتبہ اس کا ذکر جمیل جاری کر دیتے ہیں ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۸۱﴾ ”بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ یعنی تصدیق کرنے والوں، توحید کو اختیار کرنے والوں اور ایمان و یقین رکھنے والوں میں سے تھے: ﴿ثُمَّ أَعْرَفْنَا الْآخَرِينَ ۸۲﴾ ”پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔“ یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، ان میں سے کوئی فرد بشر باقی نہ بچا، ان کا کوئی ذکر اور نشان بھی نہ رہنے دیا اور اگر انھیں یاد کیا بھی جاتا ہے تو اسی بدترین صفت کے ساتھ کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو انھیں غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

تفسیر آیات: 83-87

ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۖ﴾ ”اور بے شک اسی (نوح) کی جماعت سے البتہ ابراہیم بھی ہے۔“ سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی انھی کے دین (پرکار بند رہنے) والوں میں سے تھے۔ ② اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انھی کے طریقے اور سنت پر تھے۔ ③ ﴿إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۖ﴾ ”جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

ابن ابی حاتم نے عوف سے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا: انسان جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو ضرور

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝ فَرَاغَ ۝

تب اس نے ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی ۝ پھر کہا: بے شک میں تو بیمار ہوں ۝ چنانچہ وہ اس سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے ۝ پھر وہ ان کے معبودوں کی

إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا

طرف متوجہ ہوا اور کہا: کیا تم کھاتے نہیں؟ ۝ تمہیں کیا ہے کہ تم بولنے نہیں؟ ۝ پھر وہ انہیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا ۝ پھر وہ لوگ دوڑتے

بِالْيَمِينِ ۝ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ۝ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْجِتُونَ ۝ وَاللَّهُ

ہوئے اس کی طرف آئے ۝ اس نے کہا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود راشتے ہو؟ ۝ حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۝ فَاذَرُوا

ہے ۝ وہ کہنے لگے: اس کے لیے ایک مکان بناؤ (اس میں آگ جلاؤ) پھر اسے دہکتی آگ میں ڈال دو ۝ پھر انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا

بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝

ارادہ کیا تو ہم نے انہیں ہی نیچا دکھا دیا ۝

اٹھائے گا۔ ۱ اور حسن فرماتے ہیں کہ ﴿يَقْلِبُ سَلِيمٌ﴾ سے مراد وہ دل ہے جو شرک سے پاک ہو۔ ۲ عروہ کہتے ہیں

کہ اس سے مراد وہ دل ہے جو کسی پر لعنت نہ کرے۔ ۳ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿رُدُّوْا اِلَيْهِ وِقْوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ۴

”جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟“ یعنی انہوں نے اپنی قوم کے بتوں کو پوجنے

کی روش کا انکار کیا، اس لیے اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا: ﴿اَيْفَا اِلٰهَةٌ دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ﴾ ۵ ﴿مَا ظَنُّكُمْ

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ۶ ”کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو، بھلا پروردگار عالم کے بارے میں

تمہارا کیا خیال ہے؟“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اللہ کے سوا اوروں کو بھی پوجتے ہو تو تمہارا

کیا خیال ہے جب تم اس سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے کیا سلوک کرے گا؟ ۷

تفسیر آیات: 88-98

بت شکن؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ (بیار ہونے کا ذکر) اس لیے فرمایا تھا تاکہ قوم کے اپنے میلے پر چلے

جانے کے بعد آپ شہر میں رہ سکیں کیونکہ قوم کے لوگوں کا اپنے میلے کے لیے شہر سے باہر چلے جانے کا وقت قریب آ گیا

تو آپ نے پروگرام بنایا تھا کہ ان کے معبودوں کو خالی پا کر ان کو توڑ پھوڑ ڈالیں گے، اس لیے آپ نے ان سے اس انداز

میں گفتگو کی جو فی نفسہ حق تھی مگر لوگوں نے اس سے اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ آپ بیمار ہیں ﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ﴾ ۸

”تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص غور و فکر کر رہا ہو تو عرب اس کے لیے نظر فی

النجوم ”اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ۹ قتادہ کے کہنے کے معنی یہ ہیں کہ حضرت

① تفسیر القرطبی: 91/15. ② تفسیر الطبری: 83/23 عن السدی و قتادہ. ③ تفسیر الطبری: 83/23 و تفسیر

القرطبی: 91/15. ④ تفسیر الطبری: 83/23. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3219/10.

ابراہیم علیہ السلام نے اس بات پر غور و فکر کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا کہ وہ انھیں کسی طرح غافل کر دیں، پس آپ نے فرمایا: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (99) ”میں تو بیمار ہوں۔“ یعنی کمزور ہوں۔

اور وہ حدیث جسے امام ابن جریر نے یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْرَ ثَلَاثٍ كَذَبَاتٍ: ثُنَيْنِ فِي ذَاتِ اللَّهِ (عَزَّوَجَلَّ)، قَوْلُهُ: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (99)، وَقَوْلُهُ: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَيْدُ لَهُمْ هَذَا﴾ (الأنبياء: 63:21) وَقَوْلُهُ فِي سَارَةِ: هِيَ أُخْتِي [حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا کبھی خلاف واقع بات نہیں کی، ان میں سے دو باتیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے تھیں: (1) آپ کی یہ بات کہ ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (99) ”بے شک میں تو بیمار ہوں۔“ اور (2) ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَيْدُ لَهُمْ هَذَا﴾ (الأنبياء: 63:21) ”بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔“ اور تیسری بات یہ تھی کہ انھوں نے حضرت سارہ کے بارے میں کہا: ”یہ میری بہن ہے۔“ (1) یہ حدیث کتب صحاح اور سنن میں کئی سندوں سے بیان کی گئی ہے۔ (2) ان باتوں سے مراد وہ حقیقی جھوٹ نہیں جس کے بولنے والے کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، حاشا وکلا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذب حقیقی کی نسبت کی جائے بلکہ آپ کی نسبت کذب کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ شرعی و دینی مقصد کی خاطر کلام میں معاریض (توریہ) کے قبیل سے ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (99) ”بے شک میں تو بیمار ہوں۔“ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی جو پوجا کرتے ہو تو اس وجہ سے میرا دل بیمار ہے۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ میلے کی طرف جانے لگے تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی چلنے کے لیے کہا تو آپ پشت کے بل لیٹ گئے، فرمانے لگے: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (99) اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور جب سب لوگ شہر سے باہر نکل گئے تو آپ ان کے بتوں کے پاس چلے گئے اور انھیں توڑ دیا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ (3)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتَوَلَّاهُ عَنْهُ مُدْبِرِينَ﴾ (99) ”تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“ اور جب وہ چلے گئے تو آپ جلدی سے اور مخفی طور پر بتوں کے پاس چلے گئے ﴿فَقَالَ لَا تَأْكُلُونَ﴾ (99) ”اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟“ اس لیے کہ ان لوگوں نے ان بتوں کے سامنے نذر و نیاز کے طور پر کھانے رکھے ہوئے تھے تاکہ اس سے ان کے رزق میں برکت ہو جائے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانوں کو دیکھا تو فرمایا: ﴿لَا تَأْكُلُونَ﴾ (99) ﴿مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ﴾ (99) ”تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے، تم بولتے بھی نہیں؟“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَأَىٰ إِبْرَاهِيمُ الْكُفْرَ الْبَاطِلَ الَّذِي هُوَ لَدَىٰ أَهْلِهِ بِاتِّبَاعٍ ۚ وَارْتَدَّ عَلَىٰ خُلُقِهِ لَوْلَا أَنَّهُ رَءِيفٌ﴾ (111)

① تفسیر الطبری: 84/23. ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِنْ بَنِي إِدْرِيسَ خَلِيلًا﴾

(النساء: 125:4).....، حدیث: 3357، 3358 والنکاح، باب اتخاذ السراى.....، حدیث: 5084 وصحیح مسلم،

الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل، حدیث: 2371 و سنن أبي داود، الطلاق، باب في الرجل يقول لامرأته

يا أختي، حدیث: 2212 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة الأنبياء، حدیث: 3166 والسنن الكبرى،

للنسائي، المناقب، باب سارةؑ، 98/5، حدیث: 8375 و مسند أحمد: 404، 403/2. ③ تفسیر ابن أبي حاتم:

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝۹۳ ”پھر وہ انھیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا۔“ فراء کہتے ہیں کہ اس کے معنی مَال یعنی ٹوٹ پڑے، اور پل پڑے کے ہیں، یعنی دائیں ہاتھ سے ضربیں لگاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ قتادہ اور جوہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: اَقْبَلَ یعنی آگے بڑھے۔ ^(۱) دائیں ہاتھ سے آپ نے اس لیے ضرب لگائی کہ اس سے ضرب کاری اور شدید لگتی ہے، آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے بت کو نہ توڑا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں، جیسا کہ قبل ازیں سورہ انبیاء میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔ ^(۲) اور یہاں فرمایا ہے: **فَاَقْبِلُوا إِلَيْهِ يَرْفُوفٌ ۝۹۴** ”تو وہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔“

مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے بھاگتے ہوئے آئے۔ ^(۳) یہاں یہ قصہ مختصر مگر سورہ انبیاء میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ ^(۴) بہر حال جب وہ واپس آئے تو فوزانہ جان سکے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حتیٰ کہ جب انھوں نے تحقیق کی اور معلومات حاصل کیں تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ کام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے اور جب وہ آپ کے پاس سرزنش کے لیے آئے تو آپ نے ان کی توبیخ کی اور ان کی خرابیاں بیان فرمائیں: **اَتَعْبُدُونَ مَا تَنْجُتُونَ ۝۹۵** ”کیا تم ایسی چیزوں کو پوجتے ہو، جنہیں تم خود تراشتے ہو؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تم ایسے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو، جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے اور بناتے ہو؟ **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝۹۶** ”حالانکہ تمہیں اور جو تم کرتے ہو اسے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“ یہاں مامصدر یہ بھی ہو سکتا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے عمل کو پیدا فرمایا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ما، الذی کے معنی میں ہو اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور جو تم بناتے ہو، (بت وغیرہ) اس کو پیدا فرمایا ہے لیکن دونوں معنی متلازم ہیں، اور ایک کے ساتھ دوسرا معنی لازم ہے۔ لیکن ان میں سے پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب أفعال العباد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت بیان کی ہے کہ [إِنَّ اللَّهَ يَصْنَعُ كُلَّ صَانِعٍ وَصَنَعَتَهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر کام کرنے والے اور اس کے کام کو پیدا فرماتا ہے۔“ ^(۵) اور بعض راویوں نے (اس کے بعد) **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝۹۶** پڑھا۔ بہر حال جب ان پر حجت قائم ہوگئی تو وہ بات کرنے کے بجائے آپ کو ہاتھوں سے پکڑنے کی طرف پھرے اور زبردستی کرتے ہوئے کہنے لگے: **اَبْنَوَالَهُ بُنْيَانًا فَالْقُوَّةُ فِي الْجَحِيمِ ۝۹۷** ”اس کے لیے ایک مکان (مقام) بناؤ، (اس میں آگ جلاؤ) اور اسے دہکتی آگ میں ڈال دو۔“ اس واقعے کی ساری تفصیل قبل ازیں سورہ انبیاء میں بیان کی جا چکی ہے۔ ^(۶) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے محفوظ رکھا، ان پر غالب کر دیا، اپنی حجت کو بلند کر دیا اور اپنے پیغمبر کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا، اس لیے اس نے ارشاد فرمایا ہے: **فَاَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ اسْفٰلِيْنَ ۝۹۸**

① تفسیر الطبری: 86/23 و الصحاح للجوهري: 1090/3، مادة: روع. ② دیکھیے الأنبياء، آیات: 52-67 کے ذیل

میں۔ ③ تفسیر الطبری: 88/23. ④ دیکھیے الأنبياء، آیات: 59-67. ⑤ السلسلة الصحيحة: 181/4، رقم: 1637

و کتاب الأسماء و الصفات للبيهقي، ص: 388. ⑥ دیکھیے الأنبياء، آیات: 68-70 کے ذیل میں۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾

اور اس نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا ﴿٩٩﴾ اے میرے رب! مجھے (بنا) عطا فرما جو صالحین

فَبَشِّرْنَاهُ بِعِلْمٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا إِنِّي أَرَىٰ فِي

میں سے ہو ﴿١٠٠﴾ چنانچہ ہم نے اسے بہت علم والے لڑکے کی بشارت دی ﴿١٠١﴾ پھر جب وہ (لڑکا) اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا:

الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ فَأَنْظُرُ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَكَبَّتْ مَاتُومَرُ سَتَجِدُنِي

اے میرے پیارے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقیناً ذبح کر رہا ہوں، اب تو کچھ! تیری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا:

إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَكَادَيْنَاهُ أَنْ

ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریں، اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ﴿١٠٢﴾ پھر جب دونوں مطہج ہو گئے اور

يَا بُرْهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَذَا

اس (باپ) نے اس (بیٹے) کو پیشانی کی ایک جانب لٹا دیا ﴿١٠٤﴾ اور ہم نے اسے پکارا: اے ابراہیم! ﴿١٠٥﴾ تو نے اپنا خواب یقیناً سچ کر دکھایا، بے شک ہم

لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾

نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿١٠٤﴾ بلاشبہ یہ تو کھلی آزمائش ہی ہے ﴿١٠٥﴾ اور ہم نے اس (اسلم) کے بدلے میں ایک عظیم القدر (جانور) ذبح کرنے کو

سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا

دیا ﴿١٠٨﴾ اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا ﴿١٠٩﴾ ابراہیم پر سلام ہو ﴿١١٠﴾ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ﴿١١٠﴾ بے شک وہ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشِّرْنَاهُ بِأَسْحَقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ

ہمارے مومن بندوں میں سے تھا ﴿١١٠﴾ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحق (بیٹے) کی بشارت دی، جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا ﴿١١٢﴾ اور ہم نے اس پر اور

إِسْحَاقَ ط وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾

اسحق پر برکت نازل کی، اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکل کرنے والا اور کوئی اپنے آپ پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا ہے ﴿١١٣﴾

”پھر انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔“

تفسیر آیات: 99-113

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں

ان کی قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا اور وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ اتنی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے

بعد بھی ایمان نہیں لائی تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور فرمایا: ﴿إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ

الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ ”بے شک میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا، اے پروردگار! مجھے

نیکو کاروں میں سے (اولاد) عطا فرما۔“ یعنی قوم اور اعزہ و اقارب کو جو چھوڑا ہے تو ان کے بدلے میں مجھے اولاد عطا

فرما جو تیری اطاعت گزار ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَبَشِّرْنَاهُ بِعِلْمٍ حَلِيمٍ﴾ ﴿١٠١﴾ ”پھر ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی

خوش خبری دی۔“ اس لڑکے سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ یہ پہلے بیٹے تھے جن کی ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، تمام مسلمانوں اور اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت اسحاق سے بڑے تھے بلکہ اہل کتاب کی نص کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیالیس سال تھی اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ننانوے برس کے تھے، اہل کتاب کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دیں اور ایک دوسرے نسخے میں ہے کہ اپنے پلوٹھے بیٹے کو ذبح کر دیں اور اس کے باوجود انھوں نے اس کے بعد کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے یہاں اسحاق کا لفظ داخل کر دیا۔^(۱) اور یہ قطعاً درست نہیں کیونکہ یہ تو ان کی اپنی کتاب کی نص کے بھی خلاف ہے، انھوں نے یہاں اسحاق کے لفظ کو اس لیے داخل کیا کہ اسحاق علیہ السلام ان کے باپ تھے، جبکہ اسماعیل علیہ السلام عربوں کے باپ تھے۔ تو انھوں نے عربوں سے حسد سے کام لیتے ہوئے اس لفظ کا اضافہ کر دیا اور ”اپنے اکلوتے“ کی اس طرح تخریف کی کہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر دو جس کے سوا اور کوئی اس وقت تمھارے پاس موجود نہیں ہے کیونکہ اسماعیل اور ان کی والدہ کو آپ مکہ مکرمہ میں لے گئے تھے، مگر یہ ایک سراسر باطل تاویل اور تخریف ہے کیونکہ اکلوتا اسے کہا جاتا ہے جس کے سوا کوئی اور نہ ہو اور پھر پہلا بیٹا جس قدر عزیز ہوتا ہے بعد والی اولاد اس قدر عزیز نہیں ہوتی، لہذا پہلے بیٹے کے ذبح کر دینے کے حکم میں زیادہ ابتلاء و آزمائش تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ ”پھر جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا۔“ یعنی بڑا ہو گیا اور پروان چڑھ گیا اور اپنے باپ کے ساتھ آنے جانے اور چلنے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اور اس کی والدہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اکثر بلاد و فاران میں جاتے رہتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر تشریف لاتے اور یہاں بہت جلد پہنچ جایا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔^(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطاء خراسانی، زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اسماعیل جوان ہو گئے اور اپنے باپ کی طرح سعی و عمل کے قابل ہوئے۔^(۳)

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِيْ اِنِّىْ اَذِىْ فِي الْمَنَامِ اِنِّىْ اَذِىْ بِكَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ ”جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقیناً ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ! تیری کیا رائے ہے؟“ عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور پھر انھوں نے اپنی اس بات کی تائید میں اسی آیت کریمہ کی تلاوت کی۔^(۴) آپ نے بیٹے کو اس لیے بتا دیا تاکہ اس کے لیے زیادہ آسانی ہو جائے، نیز آپ اس کے صبر و شجاعت اور صغریٰ کے باوجود اس کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے والد کی اطاعت کے عزم و ارادہ کی آزمائش کر سکیں۔ ﴿قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ”اس نے کہا: اے میرے ابا جان!

① کتاب مقدس، پیدائش، باب: 22، آیت: 2 - ② تاریخ المعقرب، ابراہیم: 25/1 و فتح الباری: 404/6،

تحت الحديث: 3365. ③ تفسیر الطبری: 91/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3221، 3220/10. ④ تفسیر الطبری: 93/23.

آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریں۔“ اس حکم الہی کی اطاعت بجالائیں، ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الطَّيِّبِينَ﴾ ”اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“ یعنی میں صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر و ثواب کا طلب گار ہوں گا اور انھوں نے جو وعدہ کیا اسے واقعی سچ ثابت کر دکھایا صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ (مریم: 54، 55) ”اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں، وہ وعدے کے سچے اور رسول (اور) نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاة کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں نہایت پسندیدہ (اور برگزیدہ) تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَلْبًا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ ”چنانچہ جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس (باپ) نے اسے (بیٹے کو) ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا۔“ یعنی جب دونوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شہادت کی موت کے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿أَسْلَمَا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب دونوں مطیع و فرماں بردار ہو گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اپنے باپ کی فرماں برداری کے لیے، یہ امام مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی، ابن اسحاق اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ﴿وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تاکہ گدی کی طرف سے ذبح کر دیں اور بوقت ذبح ان کے چہرے کو نہ دیکھیں تاکہ ان کے لیے ذبح کرنے میں آسانی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تھا۔ ②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کا حکم دیا گیا تو شیطان سعی کرنے کی جگہ پر آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ سے سبقت لے جانے کی کوشش کی مگر ابراہیم علیہ السلام شیطان سے سبقت لے گئے، پھر جبریل علیہ السلام آپ کو جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ وہ چلا گیا، پھر وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر آپ نے اسماعیل علیہ السلام کو ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا، اسماعیل علیہ السلام نے سفید رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی، انھوں نے عرض کی ابا جان! کوئی اور کپڑا نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں، لہذا میری قمیص اتار لیں تاکہ اسے میرے کفن کے لیے استعمال کر سکیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ان کی قمیص اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی: ﴿أَنْ يَأْتِيَهُمْ﴾ قَدْ صَدَقَتِ الرُّعْيَاءُ ”اے ابراہیم! تحقیق تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔“ ابراہیم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو آپ کے پیچھے سینگوں

والا، سفید رنگ اور موٹی موٹی آنکھوں والا ایک مینڈھا کھڑا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہم لوگ قربانی کے لیے اسی قسم کے مینڈھے تلاش کیا کرتے تھے۔^① مناسک کے باب میں اس حدیث کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔^② ﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرٰهِيْمُ ۖ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ ”اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔“ کہ تم نے جب ذبح کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو لٹا دیا تو اس سے تمہارے خواب کا مقصود حاصل ہو گیا۔ سدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری مگر چھری نے ایک بال بھی نہ کاٹا بلکہ چھری اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان پیتل کا ایک تختہ حائل ہو گیا اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو یہ آواز دی گئی کہ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ ﴿إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ”بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ یعنی جو لوگ ہماری اطاعت کریں شدائد و مشکلات کو ہم ان سے اسی طرح دور کر دیا کرتے اور ان کے لیے آسانی و سہولت پیدا کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْسِبُ ط وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ط قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝﴾ (الطلاق 3:2، 65) ”اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (رنج و حزن سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر کے رہتا ہے۔ یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔“

اس آیت کریمہ اور اس میں مذکور قصے سے علماء اصول کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ حکم عملی طور پر سرانجام دیے جانے سے قبل بھی منسوخ ہو سکتا ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے جبکہ معتزلہ کی ایک جماعت کا موقف اس کے خلاف ہے، حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کا حکم دیا اور پھر اسے منسوخ کر کے فدیے کے طور پر مینڈھا بھیج دیا اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر اور عزم کو پختہ تر کر دیا جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبْتَلٰی﴾ ”بلاشبہ یہ تو صریح آزمائش ہی تھی۔“ یعنی یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی کہ آپ کو اپنے نخت جگر اور نور نظر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا گیا تو آپ اپنے رب تعالیٰ کا حکم بجالانے کے لیے فوراً تیار ہو گئے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

① مسند أحمد: 298، 297/1، شواہد کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):

439، 438/4. ② دیکھیے السنن الكبرى للبيهقي، الحج، باب ماجاء في بدء الرمي: 154، 153/5 وشعب الإيمان

للبيهقي، باب في المناسك، الوقوف يوم عرفة بعرفات.....: 465، 464/3، حديث: 4077 ومسند أبي داود

الطحاوي: 416-414/4، حديث: 2820 والمعجم الكبير للطبراني: 269، 268/10، حديث: 10628 وتفسير الطبري:

95/23 وتهذيب الكمال، ترجمة أبي عاصم الغنوي: 330-332، رقم: 8055، موطأ: تفسير ابن كثير کے بعض نسخوں میں

یہاں وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ کے بجائے وَذَكَرَ هِشَامُ الْحَدِيثِ (ہشام نے اس حدیث کو ذکر کیا) کے الفاظ ہیں جبکہ مذکورہ تمام

مراجع میں ہشام راوی کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

ہے: ﴿وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾ (النجم 37:53) ”اور وہ ابراہیم جنھوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ يَنْبَغُ عِظَمُ﴾ ”اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑی قربانی دی۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ ایک ایسا مینڈھا تھا جو جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا تھا۔^①

امام احمد رحمہ اللہ نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے خبر دی، جس نے ہمارے گھر کے اکثر لوگوں کو جنوایا تھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ اور ایک بار انھوں نے یہ کہا کہ انھوں نے عثمان سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے تمہیں کیوں بلایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [إِنِّي كُنْتُ رَأَيْتُ قُرْنِي الْكُبْشِ حِينَ دَخَلْتُ الْبَيْتِ، فَسَيِّئْتُ أَنْ آمُرَكَ أَنْ تُحَمِّرَهُمَا، فَحَمَّرَهُمَا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَشْغُلُ الْمُصَلِّيَّ] ”جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو دیکھا تو میں تمہیں یہ کہنا بھول گیا کہ ان دونوں سینگوں کو ڈھانپ دو، پس انھیں ڈھانپ دو کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کر دے۔“^② سفیان کہتے ہیں کہ یہ دونوں سینگ بیت اللہ میں لٹکے رہے حتیٰ کہ ایک بار جب بیت اللہ کو آگ لگی تو یہ دونوں سینگ بھی جل گئے۔ یہ بھی اس بات کی مستقل دلیل ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ قریش میں خلفاء عن سلف یہ دونوں سینگ وراثت میں منتقل ہوتے چلے آئے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور یہ سینگ اس مینڈھے کے تھے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور فدیہ قربان کیا تھا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ذبح کون؟ سعید بن جبیر، عامر شععی، یوسف بن مہران، مجاہد، عطاء اور دیگر کئی مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ہی ذبح ہیں۔^③ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن کا فدیہ دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جبکہ یہودیوں کا کہنا ہے کہ وہ اسحاق تھے مگر یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔^④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔^⑤ ابن ابونعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔^⑥ یوسف بن مہران کا بھی یہی قول ہے۔^⑦ شععی کہتے ہیں کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں اور میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو کعبہ میں دیکھا تھا۔^⑧

محمد بن اسحاق نے حسن بن دینار اور عمرو بن عبید سے اور انھوں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے جس کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔^⑨ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

① تفسیر الطبری: 105/23. ② مسند أحمد: 68/4 مزید دیکھیے سنن أبي داود، المناسك، باب في دخول الكعبة،

حديث: 2030. ③ تفسیر الطبری: 100,99/23. ④ تفسیر الطبری: 99/23. ⑤ تفسیر الطبری: 99/23. ⑥ تفسیر

الطبری: 100/23. ⑦ تفسیر الطبری: 100,99/23. ⑧ تفسیر الطبری: 100/23. ⑨ تفسیر الطبری: 101,100/23.

کو اپنے دونوں بیٹوں میں سے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور کتاب اللہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیٹے کے ذکر کے بعد جسے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا ہے: ﴿وَبَشِّرْهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔“ اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿فَبَشِّرْهُمَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَدَّاعٍ إِسْحَاقُ يَعْقُوبَ﴾ (ہود: 71:11) ”پھر ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔“ یعنی بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسحاق کے ذبح کرنے کا بھی حکم دے اور پھر اس سے اولاد کی بشارت بھی سنائے، لہذا یقینی اور حتمی بات یہ ہے کہ جس بیٹے کے ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔^(۱) اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے یہ بات بکثرت سنی تھی۔^(۲)

ابن اسحاق نے بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی سے اور انھوں نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ انھوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا جبکہ آپ ان کے ساتھ شام میں تھے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے فرمایا کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہ تھی اور میری رائے میں آپ صحیح کہہ رہے ہیں، پھر انھوں نے شام کے ایک شخص کو بلایا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور وہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا تھا، اس کا تعلق یہود کے علماء میں سے تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بارے میں پوچھا، اور محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ہی تھا، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کے بارے میں انھیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اسماعیل، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہودیوں کو بھی یہ بات معلوم ہے مگر وہ عربوں سے حسد کرتے ہیں کہ تمہارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا ہو، حالانکہ انھیں یہ شرف و فضل اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا تھا مگر یہود اس کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شرف ابراہیم کے بیٹے اسحاق کو حاصل ہوا تھا کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے باپ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کون سا بیٹا تھا، ہاں! البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے ہی طاہر، طیب اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔^(۳)

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی (امام احمد رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ ذبح کون ہیں اسماعیل یا اسحاق؟ انھوں نے فرمایا: اسماعیل۔ انھوں نے اسے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے۔^(۴) اور ابن ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام ابوحاتم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صحیح بات یہ ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی، ابن عمر، ابو ہریرہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب قرظی، ابو جعفر محمد بن علی اور ابوصالح رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔^(۵) امام بغوی رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر

① تفسیر الطبری: 100/23. ② تفسیر الطبری: 101/23. ③ تفسیر الطبری: 101/23. ④ الزہد لابن حنبل،

زہد عبید بن عمیر، رقم: 2321. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3223/10.

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿١١٥﴾

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا ﴿١١٤﴾ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی ﴿١١٥﴾ اور ہم نے ان کی مدد

وَصَرَّيْنَاهُمْ فَاكُنُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿١١٦﴾ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ

کی، چنانچہ وہی غالب آئے ﴿١١٦﴾ اور ہم نے ان دونوں کو انتہائی واضح کتاب دی ﴿١١٧﴾ اور ہم نے ان دونوں کو راہِ راست کی ہدایت دی ﴿١١٨﴾ اور ہم نے ان

الْمُسْتَقِيمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْيَرِينَ ﴿١١٩﴾ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي

دونوں (کے ذکرِ خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا ﴿١١٩﴾ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ﴿١٢٠﴾ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ﴿١٢١﴾ بلاشبہ وہ

الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٢﴾ إِنَّهُمْ مِّنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٣﴾

دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ﴿١٢٣﴾

میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، سدی، حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس، محمد بن کعب اور کلبی کا بھی یہی مذہب ہے۔ ﴿١﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے، نیز ابو عمرو بن علاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿٢﴾

امام ابن جریر نے صناعی سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس بات کا ذکر شروع ہو گیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ انھوں نے فرمایا کہ تم نے باخبر شخص سے پوچھا ہے، ہم ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اے دو ذبیحوں کے صاحبزادے! مجھے بھی اس مال سے دیکھیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر ہنسنے لگے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی: امیر المؤمنین! دو ذبیحوں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ عبدالمطلب کو جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس کام میں آسانی پیدا فرمادیں تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر دیں گے اور اس سلسلے میں جب قرعہ عبد اللہ کے نام نکلا تو ان کے ماموؤں نے عبدالمطلب کو عبد اللہ کو ذبح کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دو تو عبدالمطلب نے عبد اللہ کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دیے تھے جس کی وجہ سے عبد اللہ بچ گئے تو ایک ذبیح یہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ﴿٣﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَشِّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ ﴿١٢٠﴾ ”اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت بھی دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔“ جب حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا پہلے ذکر ہوا تو اب ان کے بھائی اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ سورہ ہود ﴿٤﴾ اور سورہ حجر ﴿٥﴾ میں بھی اس بشارت کا ذکر ہے۔ ﴿نَبِيًّا﴾ حال مقدور ہے، یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں صالح نبی پیدا ہوگا: ﴿وَلَبَّيْنَا

وَلَئِنْ يَكْسَرَ لِمَنْ الْمُرْسَلِينَ ۝۱۲۳ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَلَا تَتَّقُونَ ۝۱۲۴ اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ

اور بے شک الیاس بھی یقیناً رسولوں میں سے تھا ۱۲۳ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۱۲۴ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور سب سے

اَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝۱۲۵ اَللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمُ الْاَوَّلِينَ ۝۱۲۶ فَكَذَّبُوهُ فَاتَّهُمُ كَمْحَضَرُونَ ۝۱۲۷

بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو ۱۲۵ (یعنی) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے؟ ۱۲۶ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، لہذا یقیناً وہ

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ۝۱۲۸ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِينَ ۝۱۲۹ سَلَّمَ عَلٰى اِلٰ يٰكُسَيْنَ ۝۱۳۰ اِنَّا

(سب عذاب میں) ضرور حاضر کیے جائیں گے ۱۲۸ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے ۱۲۹ اور ہم نے اس (کے ذکرِ خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳۱ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳۲

رکھا ۱۳۲ الیاسین (الیاس) پر سلام ہو ۱۳۱ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ۱۳۱ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا ۱۳۲

عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحٰقَ ط وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖمَا مُّحْسِنٌ وَطَاٰلِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُّبِينٌ ۝۱۳۳

کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکو کرنے والا بھی ہے اور کوئی اپنے نفس پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا بھی ہے۔“ جیسا کہ

فرمایا: ﴿فَقِيلَ يٰنُوحُ اٰهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ط وَ اُمَمٌ سَنُنَبِّئُھُمْ ثُمَّ يَمْسُھُمْ مِّنَّا عَذَابٌ

اَلِیْمٌ ۝﴾ (ہود 48:11) ”کہا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر اور تیرے ساتھ

کی جماعتوں پر (نازل کی گئی) ہیں اور کچھ جماعتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک

عذاب پہنچے گا۔“

تفسیر آیات: 114-122

حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے موسیٰ و

ہارون علیہ السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ انھیں نبوت عطا فرمائی اور انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو فرعون اور اس کی

قوم کے مظالم سے نجات بخشی، فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اسرائیلیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، ان کے

بیٹوں کو قتل کر دیتے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے اور انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن اس

سب کچھ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی، فرعون اور اس کی قوم کے خلاف مدد فرمائی، ان کی آنکھیں

ٹھنڈی کر دیں اور انھیں ان کی زمینوں، مالوں اور ان تمام مویشیوں کا وارث بنا دیا اور ہر اس چیز کا جو انھوں نے زندگی بھر

جمع کیا تھا اور پھر اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ عز و جل نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک عظیم الشان، واضح، جلی اور روشن کتاب بھی

نازل فرمائی، یعنی تورات جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰی وَھٰرُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءَ﴾ (الانبیاء

48:21) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور روشنی عطا کی۔“ اور اللہ عز و جل

نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ اٰتَيْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ۝۱۲۷ وَھَدٰیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۱۲۸﴾ ”اور ہم نے ان دونوں

کو واضح (المطاب) کتاب عنایت کی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔“ یعنی اقوال و افعال میں، ﴿وَتَرَكْنَا عَلَیْھِمَا

فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٣﴾ ”اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں (کے ذکر خیر) کو باقی رکھا۔“ یعنی ان کے بعد ان کے ذکر جمیل اور ثنائے حسن کو باقی چھوڑا اور پھر اس کی تفسیر اس طرح فرمائی: ﴿سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾ ﴿١٢٤﴾ اِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٥﴾ ”موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو، بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“

تفسیر آیات: 123-132

الیاس علیہ السلام کا ذکر: قتادہ اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی اور لیس علیہ السلام ہیں۔ ^(۱) اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی اور لیس علیہ السلام ہیں۔ ^(۲) اور ضحاک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ^(۳) اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ وہ الیاس بن یاسین بن فحاص بن عیمار بن ہارون بن عمران ہیں۔ ^(۴) اللہ تعالیٰ نے انھیں حزقیل علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا تھا، اس وقت بنی اسرائیل بعل نامی ایک بت کی پوجا کرتے تھے، انھوں نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا، اس دور کا بادشاہ پہلے تو ایمان لے آیا مگر پھر مرتد ہو گیا، بنی اسرائیل بھی اپنی ضلالت ہی میں مبتلا رہے اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ ^(۵) حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک انھیں بارش سے محروم کر دیا، پھر انھوں نے الیاس علیہ السلام سے کہا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قحط سالی کو دور کر کے بارش نازل فرمادے، وہ ان پر ایمان لے آئیں گے، انھوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی مگر قوم نے پہلے سے بھی بڑھ کر کفر کا مظاہرہ کیا تو انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اب ان کی روح قبض فرمالے۔ السبع بن خطوب علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔

الیاس علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ فلاں جگہ چلے جائیں اور ان کے پاس جو چیز آئے اس پر بلا خوف و خطر سوار ہو جائیں تو ان کے پاس آگ کا ایک گھوڑا آیا، آپ اس پر سوار ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں نور کا لباس پہنا دیا اور پر عطا فرمادے اور انھوں نے فرشتوں کے ساتھ انسانی، آسمانی اور زمینی فرشتہ بن کر اڑنا شروع کر دیا۔ ^(۶) وہب بن منبہ نے اہل کتاب سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ ﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ﴾ ﴿١٢٦﴾ ”جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں۔“ یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ ﴿١٢٧﴾ ”کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے ہو) اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ بعل ان کے خدا کا نام تھا۔ ^(۷) عکرمہ و قتادہ نے کہا ہے کہ یہ اہل یمن کی لغت ہے۔ ^(۸) اور قتادہ سے ایک روایت ہے کہ یہ از دشنواہ کی لغت کا لفظ ہے۔ ^(۹) اور

(۱) تفسیر الطبری: 109/23. (۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 1336/4. (۳) تفسیر الطبری: 109/23 والدر المنثور: 537/5

عن قتادہ. (۴) تفسیر الطبری: 111/23. (۵) تفسیر الطبری: 111/23. (۶) تفسیر الطبری: 111-113/23 و تفسیر

القرطبی: 115/15. (۷) تفسیر الطبری: 110/23. (۸) تفسیر الطبری: 110/23. (۹) تفسیر ابن ابی حاتم: 3225/10.

وَإِنَّ لَوْطًا لِّمِنَ الرُّسُلِينَ ۖ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَاهْلَئِهِ أَجْعِينَ ۖ (134) إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ۖ ثُمَّ

اور بلاشبہ لوط بھی رسولوں میں سے تھا (134) جب ہم نے اسے اور اس کے اہل سب کو نجات دی (134) سوائے ایک بڑھیا (بوطی الہیہ) کے جو پیچھے رہ جانے والوں

دَمَرْنَا الْآخَرِينَ ۖ (136) وَإِنَّكُمْ لَتَتَرُونَ عَلَيْهِم مَّصْبِحِينَ ۖ (137) وَبِالْبَيْلِ أَفْلَا تَعْقِلُونَ ۚ (138)

میں تھی (136) پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا (136) اور بلاشبہ تم صبح کو ان (کی تباہ شدہ، ستیوں) پر سے گزرتے ہو (137) اور رات کو بھی، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟ (138)

عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک بت کا نام تھا جس کی دمشق کے مغرب کی طرف بعلبک نامی شہر کے لوگ پوجا کرتے تھے۔ (1) ضحاک نے بھی کہا ہے کہ یہ ایک بت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ (2) ﴿أَنْتُمْ بَعْلٌ لِّكُلِّ نَسَمَةٍ﴾، یعنی اس بت کی پوجا کرتے ہو ﴿وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ اللہ ربکم و دَبَّ أَبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿﴾ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو (یعنی) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔ یعنی مستحق عبادت تو صرف وہ وحدہ لا شریک ہے، ﴿فَكَذَّبُوا بِوَاقِهِمْ لَمَحْضَرُونَ﴾ ”تو ان لوگوں نے اسے جھٹلادیا، سو یقیناً وہ حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی حساب کے دن عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے ﴿إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ﴾ ”سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔“ یعنی جو موعود ہوں گے (انھیں عذاب نہ ہو گا)۔ یہ کلام مثبت موجب سے استثناء منقطع ہے۔ ﴿وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ ”اور ان دونوں کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا۔“ یعنی ثناء جمیل۔

ارشاد الہی ہے: ﴿سَلِّمْ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ ”الیا سین پر سلام ہو۔“ یہ ایسے ہے جیسے اسماعیل کو اسماعین کہا جاتا ہے۔ یہ بنو اسد کی لغت ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے: میکال، میکائل، میکائین اور ابراہیم و ابراہام، اسرائیل و اسرائین، اسی طرح طور سیناء اور طور سینین ایک ہی جگہ کے نام ہیں، بہر حال یہ سب نام اس طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿﴾ ”بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ (3) وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 133-138

قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا مگر ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے اہل کو نجات دی مگر ان کی بیوی اپنی قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف سزاؤں کے ساتھ ہلاک کیا اور ان کی زمین کی جگہ بحیرہ مردار پیدا کر دیا جو انتہائی بدبودار، قبیح المنظر اور جس کا ذائقہ اور جس کی ہوا بھی انتہائی بدبودار ہے اور اسے ایک ایسے رستے کے قریب بنا دیا ہے جس کے پاس سے مسافر دن رات گزرتے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّكُمْ لَتَتَرُونَ عَلَيْهِم

(1) تفسیر الطبری: 111، 110/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3225/10۔ (2) تفسیر الطبری: 110/23۔ (3) دیکھیے

الصُّفَّت، آیات 80 و 81 کے ذیل میں۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ

اور بے شک یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا ﴿١٣٩﴾ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا ﴿١٤٠﴾ پھر (کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ

میں سے ہو گیا ﴿١٤١﴾ تب اسے مچھلی نے نگل لیا جبکہ وہ (خود کو) ملامت کرنے والا تھا ﴿١٤٢﴾ پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُسِيحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَكِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَانْبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ

تھا ﴿١٤٣﴾ تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کے دن (روز قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا ﴿١٤٤﴾ پھر ہم نے اسے چیل میدان میں

وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَانْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مَآئَةٍ

ڈال دیا جبکہ وہ بیمار تھا ﴿١٤٥﴾ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت (کدو) اگادیا ﴿١٤٦﴾ اور ہم نے اسے ایک لاکھ (انسانوں) کی طرف بھیجا، یادہ (اس سے کچھ)

أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمُ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾

زیادہ ہوں گے ﴿١٤٧﴾ چنانچہ وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے کا موقع) دیا ﴿١٤٨﴾

فُضِّحِينَ ﴿١٤٩﴾ وَالْيَلِيلُ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٥٠﴾ ”اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات

کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“، یعنی کیا تم اس بات سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کس طرح

تباہ و برباد کر دیا تھا اور تم یہ جانتے ہو کہ کافروں کو بھی اسی طرح کا عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات: 139-148

یونس علیہ السلام کا قصہ: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ قبل ازیں سورہ انبیاء میں گزر چکا ہے۔ ﴿١﴾ اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: [مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى] ”کسی بندے کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ یہ کہے

کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔“ ﴿٢﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٣﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ﴿٤﴾ ”جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گیا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشحون کے معنی ہیں سامان سے بھری ہوئی ﴿٥﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿٦﴾ ”پھر

(کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔“، یعنی وہ مغلوب ہو گئے اور وہ اس طرح کہ سمندر کی موجوں

نے کشتی کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کی وجہ سے سب لوگ غرق ہونے کے قریب پہنچے تو انھوں نے

قرعہ اندازی کی تاکہ جس کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے اور کشتی کا بوجھ کم ہو جائے، قرعہ تین بار ڈالا گیا

اور تینوں بار اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کا نام نکلا اور کشتی والے اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ آپ کو کشتی سے اتار کر سمندر

﴿٧﴾ وَيَكْفِيهِ الْاٰنْبِيَاءُ، آیات: 87، 88 کے ذیل میں۔ ﴿٨﴾ صحيح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿٩﴾ وَيُونُسُ وَلُوطَا ط وَكَافًا فَضَّلْنَا عَلٰی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ (الأعام: 86)، حدیث: 4630 وصحيح مسلم، الفضائل، باب فی ذکر یونس ؑ، حدیث: 2377

عن ابن عباس ؓ .

میں پھینگیں مگر ان کے انکار کے باوجود آپ نے کپڑے اتارے اور سمندر میں چھلانگ لگا دی، ادھر اللہ تعالیٰ نے بحرِ اخضر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سمندروں کو چیرتی ہوئی فورا وہاں پہنچے اور یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر نہ ان کے گوشت کو کھائے اور نہ ان کی کسی ہڈی کو توڑے۔ ادھر یہ مچھلی آ گئی، ادھر یونس علیہ السلام نے چھلانگ لگا دی تو مچھلی نے انہیں نگل لیا اور انہیں لے کر چل دی اور سارے سمندر میں لے کر گھومتی پھرتی رہی..... مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے خیال کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، پھر انہوں نے اپنے سر پاؤں اور اطراف کو بلایا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے، بلکہ زندہ ہیں تو انہوں نے کھڑے ہو کر مچھلی کے پیٹ میں نماز پڑھنا شروع کر دی اور وہاں انہوں نے جو دعائیں مانگیں ان میں ایک دعا یہ بھی تھی: ”اے میرے رب! میں نے تیرے لیے ایک ایسی جگہ مسجد بنائی ہے، جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچا۔“ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تین دن۔^(۱) امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سات دن، ابو مالک کا قول ہے کہ چالیس دن۔^(۲) مجاہد نے شععی سے روایت کیا ہے کہ مچھلی نے آپ کو چاشت کے وقت نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا تھا۔^(۳) اس مدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۹﴾ لَكِثَّ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۲۰﴾﴾ ”پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھا تو وہ اس روز تک کہ (جس میں) لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا۔“ اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خوش حالی کے زمانے کے ان کے عمل نہ ہوتے جیسا کہ ضحاک بن قیس، ابو العالیہ، وہب بن منبہ، قتادہ اور کئی دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔^(۴)

اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^(۵) اُس حدیث سے، جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے، یہی بات معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے: [تَعَرَّفَ (إِلَى اللَّهِ) فِي الرَّحَاءِ، يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَقَةِ] ”تم اللہ تعالیٰ کو خوش حالی میں پہچانو، وہ تمہیں تمہاری سختی کے دنوں میں پہچانے گا۔“^(۶) اور یہ بھی کہا گیا ہے: ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۹﴾﴾ سے مراد یہ ہے کہ ﴿فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ۗ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۱﴾﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ۖ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَمْطِ وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲﴾﴾ (الأنبياء 87: 21-88)

”پھر اس نے اندھیروں میں (ہمیں) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں، تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور ہم نے اسے غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3230/10. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3230/10 و تفسیر الطبری: 121/23. ③ تفسیر ابن

ابی حاتم: 3229/10. ④ تفسیر الطبری: 119/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3229/10. ⑤ تفسیر الطبری: 119/23.

⑥ مسند أحمد: 307/1، جبکہ توسین والے الفاظ المعجم الكبير للطبرانی: 123/11، حدیث: 11243 والمستدرک

للحاكم، معرفة الصحابة: 541/3، حدیث: 6303 میں ہے، مزید اس جملے کے علاوہ دیکھیے جامع الترمذی، صفة القيامة،

باب حدیث حنظلة.....، حدیث: 2516.

ہیں۔“ یہ سعید بن جبیر وغیرہ کا قول ہے۔^①

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مرفوع بیان کیا ہے: [أَنَّ يُونُسَ النَّبِيَّ عليه السلام حِينَ بَدَأَهُ أَنْ يَدْعُو بِهِذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَأَقْبَلَتِ الدَّعْوَةُ تَحْفُ بِالْعَرْشِ، قَالَتْ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! هَذَا صَوْتُ ضَعِيفٍ مَعْرُوفٍ مِّنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ غَرِيبَةٍ! فَقَالَ: أَمَّا تَعْرِفُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: يَا رَبِّ! وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ: عَبْدِي يُونُسُ، قَالُوا: عَبْدُكَ يُونُسُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ يُرْفَعُ لَهُ عَمَلٌ مُّتَقَبَّلٌ وَدَّعْوَةُ مُسْتَجَابَةٌ؟ قَالُوا: يَارَبِّ! أَوْلَا تَرَحَّمُ مَا كَانَ يَصْنَعُ فِي الرَّخَاءِ فَتُنَجِّيهِ مِنَ الْبَلَاءِ؟ قَالَ: بَلَى! فَأَمَرَ الْحُوتَ، فَطَرَحَهُ بِالْعَرَاءِ] ”اللہ کے نبی یونس علیہ السلام نے جب ان کلمات کے ساتھ دعا شروع کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انھوں نے کہا: ”اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں (اپنے آپ پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں“ تو دعا کے ان کلمات نے عرش کو گھیر لیا، فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کمزوری آواز جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے جو کسی دور دراز کے اجنبی سے علاقے سے آرہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کس کی آواز ہے۔“ فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کس کی آواز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے یونس کی، فرشتوں نے عرض کی: تیرا وہی بندہ یونس جن کے اعمال صالحہ اور جن کی قبول ہونے والی دعائیں ہمیشہ آپ کے پاس پہنچتی رہی ہیں؟ فرشتوں نے عرض کی کہ یا اللہ! اس کے آسودگی میں کیے گئے اعمال کے عوض تو اس پر رحم فرما کر اسے آزمائش سے نجات نہیں دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے آپ کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا۔“^② اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَبَدَّلْنَاهُ بِالْعَرَاءِ﴾ ”پھر ہم نے انھیں چٹیل میدان میں ڈال دیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ عراء ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں نہ نباتات ہوں اور نہ کوئی عمارت۔^③ ﴿وَهُوَ سَقِيمٌ﴾ ”جبکہ وہ بیمار تھا۔“ یعنی ان کا بدن کمزور تھا۔ ﴿وَأَلْبَسْنَاهُ عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ﴾ ”اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا (جیسے کدو وغیرہ) لگا دیا۔“ ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، وہب بن منبہ، ہلال بن یساف، عبد اللہ بن طاؤس، سدی، قتادہ، ضحاک، عطاء خراسانی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿يَقْطِينٍ﴾ کے معنی کدو کے ہیں۔^④ بعض لوگوں نے کدو کے کچھ خاص فوائد بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً: اس کا جلدی اگنا، اس کے پتوں کے بڑے اور ملائم ہونے کی وجہ سے سایہ کرنا، مکھی کا اس کے قریب نہ آنا، اس کے پھل کا عمدہ غذا ہونا اور اس کا کچا اور پکا کر کھایا جانا اور اس کے گودے اور چھلکے دونوں کا کھایا جانا وغیرہ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے اور اس کی

① تفسیر الطبری: 121/23۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3228/10 و تفسیر الطبری: 120، 119/23۔ ③ تفسیر

الطبری: 121/23۔ ④ تفسیر القرطبی: 129/15 و تفسیر الطبری: 124، 123/23۔

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبَّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

پھر ان (اہل کم) سے پوچھیے: کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ ﴿١٤٩﴾ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ حاضر تھے؟ ﴿١٤٩﴾

شَهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ إِلَّا إِيَّاهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُنَّ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللَّهُ ۖ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٥٢﴾

خبردار! بلاشبہ وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر کہتے ہیں ﴿١٥١﴾ کہ ”اللہ نے اولاد جنی“ اور بھینٹا وہ جھوٹے ہیں ﴿١٥٢﴾ کیا اس نے بیٹیوں پر بیٹیوں کو پسند کیا (ترجہ دی)

أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ قَدْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ لَكُمْ

ہے؟ ﴿١٥٣﴾ کیا ہو گیا ہے تمہیں، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ ﴿١٥٤﴾ کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟ ﴿١٥٥﴾ یا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ ﴿١٥٥﴾ پھر تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم

سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَاتَّوَّابِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا ۚ وَلَقَدْ

سنچے ہو ﴿١٥٦﴾ اور انھوں نے اس (اللہ) کے اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا، حالانکہ بلاشبہ خود جنوں نے جان لیا کہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں

عَلِمَتِ الْجَنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾

گے ﴿١٥٨﴾ اللہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو وہ (اس کے بارے میں) بیان کرتے ہیں ﴿١٥٩﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی باتیں نہیں کرتے) ﴿١٦٠﴾

قاشوں (نکلڑوں) کو برتن میں سے تلاش فرمایا کرتے تھے۔ ﴿١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ ”اور ہم نے اسے ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف پیغمبر

بنا کر بھیجا یا وہ (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ یعنی جن لوگوں کی طرف انھیں پہلے بھیجا گیا تھا مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے

بعد انھی کی طرف انھیں دوبارہ بھیجا گیا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔ ﴿أَوْ يَزِيدُونَ﴾ ”یا

(اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ مکحول کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اہل بصرہ میں

سے بعض اہل عربیت کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تھی یا تمہارے نزدیک اس سے بھی زیادہ تھی

گویا تمہارے نزدیک بھی ان کی تعداد یہی تھی۔ ﴿ابن جریر نے یہاں وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو انھوں نے درج ذیل

آیات میں اختیار کیا ہے: ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْجَارِ قَسَوٰهُ ۖ﴾ (البقرہ: 74) ”پھر

اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔“ ﴿إِذْ أَقْبَرُئْتُ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ

النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ (النساء: 77) ”ایک گروہ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگا جیسے اللہ سے

ڈرنا چاہیے یا وہ اس سے بھی بڑھ کر خوفزدہ تھا۔“ اور ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾ (النجم: 9) ”تو دو کمان کے بقدر

یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔“ سے مراد اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے ﴿فَامَنُوا﴾ ”تو وہ ایمان لے آئے۔“ یعنی

یہ سب لوگ ایمان لے آئے جن کی طرف یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا، ﴿فَسَمِعَهُمْ إِلَىٰ جَنِّ﴾ ”سو ہم نے بھی

انھیں (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدہ دیا ہے۔“ یعنی ان لوگوں کی موت کے وقت تک جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے

① صحیح البخاری، الأطلعة، باب من ناول أو قدم إلى صاحبه.....، حدیث: 5439 و صحیح مسلم، الأشربة، باب

جواز أكل المرق واستحباب أكل البقطين.....، حدیث: 2041 عن أنس ؓ. ② تفسیر الطبری: 125/23.

فرمایا ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ أَمَنْتْ فَفَعَلَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمُ يُوسُفَ طَلَبًا أَمِنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (یونس 98:10) ”پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ایسی کہ وہ (عذاب سے پہلے) ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، سوائے قوم یونس کے، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں ذلت کا عذاب ٹال دیا اور ہم نے انھیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے) دیا۔“

تفسیر آیات: 160-149

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیں اور اپنے لیے پسندیدہ اولاد بیٹوں کو چاہا، یعنی اپنے لیے گویا اچھی چیز کو پسند کیا۔ ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ (النحل 58:16) ”حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غم وغصے سے بھرا ہوتا ہے۔“ یعنی اسے یہ خبر بہت بری محسوس ہوتی ہے، اس لیے اپنے لیے وہ بیٹوں ہی کو پسند کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف ایسی چیزوں کو کیوں منسوب کرتے ہیں جنہیں خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾ ”سو آپ ان سے پوچھیں۔“ یعنی ان کی اس روش کا انکار کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھیے کہ ﴿أَلَبِئْتِ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ﴾ ”بھلا تمھارے پروردگار کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿الْكُفْرُ الذِّكْرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ﴾ ﴿تِلْكَ إِذْ أَسْبَغْتُ ضِيَايَ﴾ (النجم 53:22, 21) ”(مشرکوں!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں؟ یہ تو پھر بڑی ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ﴾ ”یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ (اس وقت) دیکھ رہے تھے؟“ یعنی انھوں نے فرشتوں کے بارے میں یہ کیسے فیصلہ کر دیا کہ وہ مؤنث ہیں، حالانکہ وہ تو ان کی تخلیق کے وقت موجود ہی نہ تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ﴾ (الزحرف 43:19) ”اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے، ان کی شہادت ضرور لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔“ یعنی ان سے روز قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ﴿إِلَّا أَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ﴾ ”خبردار! بے شک وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ گھڑ کر کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی۔“ یعنی اس نے اولاد کو جنم دیا ہے، ﴿وَأَنَّهُمْ لَكَايُونَ﴾ ”اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے فرشتوں کے بارے میں تین قول ذکر کیے ہیں جو حد درجہ کذب و کفر پر مبنی ہیں: (1) انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کی، حالانکہ اس کی ذات اولاد سے پاک ہے۔ (2) اس اولاد کو انھوں نے لڑکیاں قرار دیا اور (3) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے بجائے ان کی پوجا شروع کر دی، ان میں سے ہر بات

فَأَنذَرْتُكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنَيْنِ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ

(اے شرک!) بے شک تم اور (وہ) جن کی تم عبادت کرتے ہو ﴿١٦١﴾ تم (ان ظلم بندوں کو) اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں ﴿١٦٢﴾ مگر اسی کو جو جنم

الْجَبِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا

میں جانے والا ہے ﴿١٦٣﴾ (فرشتے کہتے ہیں:) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے ﴿١٦٤﴾ اور بے شک ہم (اللہ کے حضور) یقیناً صف باندھے کھڑے

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِندَنَا ذِكْرًا مِّن

رہنے والے ہیں ﴿١٦٦﴾ اور بے شک ہم تو سبح کرنے والے ہیں ﴿١٦٧﴾ اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے ﴿١٦٧﴾ اگر ہمارے پاس انگوں کی نصیحت (کتاب) ہوتی ﴿١٦٧﴾

الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكِنَّا عِبَادُ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے ﴿١٦٨﴾ پھر (پیغمبر قرآن لے کر آیا تو) انھوں نے اس (قرآن) کا انکار کر دیا، لہذا عنقریب وہ جان لیں گے ﴿١٧٠﴾

ان کے آتش جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے کافی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ﴾ ﴿١٦٣﴾ ”کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں

کو پسند کیا ہے؟“، یعنی اسے کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ وہ بیٹوں کے بجائے بیٹیوں کو اپنے لیے پسند کرے جیسا کہ اس نے

فرمایا ہے: ﴿أَفَأَصْغَفْتُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا﴾ ﴿١٦٤﴾ (بنی اسرائیل 40: 17)

”(شرک!) کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں بیٹوں کے ساتھ جن لیا اور (خود) فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا؟ کچھ شک نہیں کہ تم

بڑی (نامعقول) بات کہتے ہو۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿مَا لَكُمْ فَتْنًا كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ ﴿١٦٥﴾ ”کیا ہو گیا ہے تمہیں، تم کیسا

فیصلہ کرتے ہو؟“، یعنی کیا تم میں عقل نہیں ہے جس سے تم اپنی بات پر غور کر سکو؟ ﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ﴿١٦٦﴾ ”اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔“

یعنی تم جو کہتے ہو کیا اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟“، پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔“

﴿فَأَنذَرْتُكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ ﴿١٦٧﴾ ”پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔“، یعنی اپنی اس بات کی کوئی دلیل

پیش کرو اور وہ دلیل کسی ایسی کتاب میں سے ہونی چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہو اور جس سے یہ ثابت

ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کیونکہ تم جو بات کہتے ہو اس کی کوئی عقلی دلیل تو ہو نہیں سکتی بلکہ عقل تو بالکل اس بات کو جائز قرار

نہیں دیتی، ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِيبًا﴾ ﴿١٦٨﴾ ”اور انھوں نے اس (اللہ) کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا۔“

مجاہد نے کہا کہ مشرکین نے جب یہ کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان کی مائیں کون

ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ سردار جنات کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔ ﴿١٦٩﴾ قتادہ اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٢﴾ اسی

لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ﴾ ﴿١٧٠﴾ ”حالانکہ بلاشبہ جنوں نے بھی جان لیا۔“ جن کی طرف

انھوں نے بات کو منسوب کیا ہے ﴿إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ ﴿١٧١﴾ ”بلاشبہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں گے۔“

جنہوں نے یہ بات کہی ہے اس کذب و افتراء کی وجہ سے انہیں قیامت کے دن عذاب کے لیے حاضر کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے علم کے بغیر یہ باطل بات کہی تھی۔ ﴿سُبْحَنَ اللّٰهُ عَمَّا يُصِفُونَ﴾ ”وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو، وہ ان ظالموں اور ملحدوں کی بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ﴾ ”سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی بات نہیں کہتے۔)“ یہ کلام مثبت سے استثناء منقطع ہے الا یہ کہ ﴿عَبَا يُصِفُونَ﴾ کی ضمیر سب لوگوں کی طرف لوٹی ہو اور پھر ان میں سے مخلصین کو مستثنیٰ کیا گیا ہو، مخلصین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر نبی اور رسول پر نازل ہونے والے حق کی اتباع کرنے والے ہوں (تو پھر استثناء منقطع کے بجائے متصل ہے۔)

تفسیر آیات: 170-161

مشرکین کی بات کو وہی قبول کر سکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو: اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝۶۱ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنَيْنِ ۝۶۲ اَلَا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝۶۳﴾ ”سو تم اور جنہیں تم پوجتے ہو، اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں، مگر اسے جو جہنم میں جانے والا ہے۔“ یعنی تمہاری اس بات اور اس ضلالت اور باطل عبادت کو صرف ایسا شخص ہی قبول کر سکتا ہے جو تم سے زیادہ گمراہ ہو اور جسے جہنم رسید ہونے کے لیے پیدا کیا گیا ہو کیونکہ ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَا لَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۚ وَلَا لَهُمْ اُذُنٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ طَوَّلَتْ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۶۴﴾ (الأعراف: 179) ”ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ (بالکل) چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے، یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ اس قسم کے لوگ ہیں جو دین شرک، کفر اور ضلالت کو قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ يُؤْفِكُ عَنْهُ مِّنْ اُفْكٍ ۚ﴾ (الذّٰر 51: 9) ”(اے اہل مکہ) تم ایک مختلف بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھیرا جاتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔“ یعنی اس بات کے ساتھ وہ گمراہ ہوتا ہے جو راہ راست سے بھٹکا ہوا اور باطل پر اٹکا ہوا ہو۔

فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا: کفار و مشرکین نے ازراہ کفر و کذب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِمَّا اِلٰهٌ مَّقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۶۵﴾ ”اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔“ یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے آسمانوں میں ایک مخصوص جگہ اور عبادت کے خاص مقامات ہیں جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔ امام ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا فِیْ سَمَاءِ الدُّنْيَا مَوْضِعٌ قَدَمٍ اِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ اَوْ قَائِمٌ] ”آسمان دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت

میں نہ ہو۔“^① اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿وَمَا أَرْأَاكَ إِلَّا لَكَ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾ ”اور ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں میں ایک ایسا آسمان بھی ہے کہ جس میں ایک بالشت برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی فرشتے کی پیشانی یا قدم نہ ہوں، پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا أَرْأَاكَ إِلَّا لَكَ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾۔^② سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ﴾ ”اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔“ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں ﴿وَالصَّفَّاتِ صَفًّا﴾ (الصَّفَّ 1:37) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔^③

ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے، ابو نصرہ نے کہا ہے کہ جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے کہ اپنی صفوں کو درست کرو، سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم (صفیں بنانے میں) فرشتوں کی سیرت کو اختیار کرو، پھر یہ آیت پڑھتے: ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ﴾ ”اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔“ اے فلاں شخص! تم پیچھے ہو جاؤ، اے فلاں! تم آگے ہو جاؤ، پھر آپ آگے بڑھ کر تکبیر کہتے۔^④ صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا] ”ہمیں لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئی ہیں۔ (2) ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد اور (3) اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔“^⑤ ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ﴾ ”اور یقیناً ہم تو تسبیح کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم صفیں باندھ کر رب تعالیٰ کی تسبیح، تمجید، تقدیس اور نقائص سے تنزیہ بیان کرتے رہتے ہیں، ہم اس کے غلام، اس کے محتاج اور اس کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہیں۔

قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ ۖ فَلَا عَذَابَ لَكَ﴾ ”مَنْ الْأَوَّلِينَ ۖ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْجزِيَنَّ الْأُولَئِينَ أَنْفُسَهُمْ ۚ إِنَّكَ عِندَنَا ذَكْرًا“ اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت (کی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔“

① تفسیر الطبری: 133/23 اور مسند أحمد: 173/5 میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حسن درجے کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[..... مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ.....] ”..... آسمان میں چار انگلیوں کے بقدر بھی جگہ نہیں ہے مگر فرشتہ

وہاں سجدہ کر رہا ہے.....“ ② المعجم الكبير للطبرانی: 214/9، حدیث: 9042 وشعب الإيمان للبيهقي، باب في الإيمان

بالملائكة: 178، 177/1، حدیث: 159 و تفسیر الطبری: 135/23 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3232/10 و تفسیر عبد الرزاق:

107/3، رقم: 2565، البتہ مذکورہ حوالوں میں ﴿وَمَا أَرْأَاكَ إِلَّا لَكَ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ﴾ کے بجائے اس کے بعد والی دو آیات: ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ

الصَّافُّونَ﴾ و ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ﴾ ہیں۔ ③ دیکھیے الصَّفَّ، آیت: 1 کے ذیل میں۔ ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 3233، 3232/10

و تفسیر الطبری: 134/23. ⑤ صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث: 522.

”اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے۔“ یعنی کتاب اول میں یہ بات پہلے ہی لکھی جا چکی ہے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام میرے پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں ہی کا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (المجادلة 21:58) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ زور آور، نہایت غالب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ (المؤمن 51:40) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی)۔“ اسی لیے اللہ جل جلالہ نے بیان فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿١٧١﴾ ﴿إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ﴾ ﴿١٧٢﴾ ”اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے کہ بے شک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں۔ جیسا کہ قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جن قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب و مخالفت کی تھی ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کس طرح فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا تھا اور کافروں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی تھی۔ ﴿١٧٣﴾ ﴿وَأَنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾ ﴿١٧٤﴾ ”اور بلاشبہ ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔“ اور اسی کا انجام اچھا ہوگا۔ ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ جِلْدُونَ﴾ ﴿١٧٥﴾ ”تو آپ ایک مدت تک ان سے منہ موڑ لیجیے۔“ یعنی آپ کو جو ایذا دیتے ہیں اس پر صبر کریں اور ایک وقت مقرر تک انتظار کریں، ہم عنقریب تمہیں تمہیں عافیت، نصرت اور کامیابی سے سرفراز کریں گے۔ ﴿وَأَبْصَرَهُمْ سَوْفَ يُبْصَرُونَ﴾ ﴿١٧٦﴾ ”اور آپ انہیں دیکھتے رہیں، پس وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔“ یعنی انتظار کریں اور دیکھیں کہ تمہاری مخالفت اور تکذیب کی وجہ سے یہ کیسے کیسے عذاب اور تباہ کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی لیے وعید اور سرنش کے طور پر فرمایا: ﴿سَوْفَ يُبْصَرُونَ﴾ ﴿١٧٧﴾ ”تو وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔“ پھر فرمایا: ﴿أَفَعَدَّ إِنَّا يَسْتَعْجِلُونَ﴾ ﴿١٧٨﴾ ”کیا پھر ہمارا عذاب وہ جلدی مانگتے ہیں۔“ یعنی یہ لوگ تمہاری تکذیب اور تمہارے ساتھ کفر کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ان سے سخت ناراض ہے اور وہ انہیں عنقریب سزا دے گا، اس کے باوجود یہ لوگ ازراہ کفر و عناد عذاب اور سزا کے لیے جلدی کر رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾ ﴿١٧٩﴾ ”مگر جب وہ ان کے (گھروں کے) صحن میں آترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔“ یعنی جب ان کے علاقے میں عذاب نازل ہوگا تو ان کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا یہ بدترین دن ہوگا۔ سدی نے کہا ہے کہ ﴿فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ ان کے گھروں میں نازل ہوگا۔ ﴿١٨٠﴾ ﴿فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ﴾ ”تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بدترین ہوگی۔“

① دیکھیے ال عمران، آیت: 123-126 کے ذیل میں اور الأنعام، آیت: 34 کے ذیل میں عنوان ”نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی“

② تفسیر الطبری: 138/23.

سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ

آپ کا رب، عزت کا مالک، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (شرک) بیان کرتے ہیں ﴿١٨٠﴾ اور تمام رسولوں پر سلام ہے ﴿١٨١﴾ اور سب

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾

تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں ﴿١٨٢﴾

صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر صبح کے وقت حملہ کیا تو اہل خیبر (زمینوں میں کام کاج کے لیے) زنبیوں، کلہاڑیوں اور کسيوں کو لے کر نکلے جب انھوں نے محمدی لشکر کو دیکھا تو یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گئے: محمد! اللہ کی قسم! محمد اور لشکر، نبی ﷺ نے فرمایا: [اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرَبْتُ خَيْبَرَ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْدَرِينَ] ”اللہ بزرگ و برتر ہے، خیبر تباہ و برباد ہو گیا، بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن (علاقے) میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کے لیے برا دن ہوتا ہے۔“ ﴿١﴾ یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّى حِينٍ﴾ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصُرُ قَسُوفٍ يَبْصُرُونَ﴾ ﴿١٧٩﴾ پہلے نازل ہونے والے حکم کی تاکید ہے۔ واللہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 180-182

اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید اور رسولوں پر سلام: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ظالموں، تکذیب کرنے والوں اور حد سے بڑھ جانے والوں کی بات سے اپنی ذات کو پاک، مقدس اور بری قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ﴾ ”آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے پاک ہے۔“ وہ ایسی عزت کا مالک ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ﴿عَبَّأَ يَصِفُونَ﴾ ﴿١٨٠﴾ ”ان (باتوں) سے جو وہ (شرک) بیان کرتے ہیں۔“ یعنی وہ ان حد سے بڑھ جانے والے افترا پردازوں کی باتوں سے پاک ہے، ﴿وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿١٨١﴾ ”اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ صحیح، حق اور درست تھا، ﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿١٨٢﴾ ”تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔“ یعنی دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، ہر حال میں اسی کے لیے تعریف ہے۔ تسبیح چونکہ نقص سے تنزیہ پر بھی مشتمل ہے، اس لیے اس مقام پر اور قرآن مجید کے دیگر بہت سے مقامات پر اسے ملا کر بیان کیا گیا ہے، بہر حال ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿١٨٢﴾ ”وہ (شرک) جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے اس سے پاک ہے اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔“

سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَلَّمْتُمْ عَلَيَّ، فَسَلِّمُوا عَلَيَّ الْمُرْسَلِينَ، فَإِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ مِّنَ الْمُرْسَلِينَ] ”جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر سلام بھیجو کیونکہ

① صحیح البخاری، الجہاد والسير، باب دعاء النبی ﷺ إلى الإسلام والنبوة.....، حدیث: 2945 و صحیح مسلم،

الجہاد والسير، باب غزوة خیبر، حدیث: 1365، بعد الحدیث: 1801.

میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔“^(۱) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابو محمد بغوی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسے روز قیامت پورا پورا اجر و ثواب ملے تو مجلس میں اس کی آخری بات یہ ہونی چاہیے: ﴿سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾^(۲) وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾^(۳) وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾^(۴) اسی طرح بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ کفارہ مجلس کی یہ دعا ہے: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ] ”پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی تعریف کے ساتھ، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، میں تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی توبہ کرتا ہوں۔“^(۵) میں نے کفارہ مجلس سے متعلق ایک مستقل جز (کتاب) کو ترتیب دیا ہے، اسے یہاں پر لکھا جائے گا۔
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.^(۶)

سورہ صافات کی تفسیر مکمل ہوئی۔
 وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ.



① تفسیر الطبری: 139/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3234/10 و طبقات المحدثین بأصبہان لعبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان: 11/2 (C.D). ② سنن أبی داود، الأدب، باب فی کفارة المجلس، حدیث: 4859 عن أبی ہریرۃ الأسلمی و جامع الترمذی، الدعوات، باب ما یقول إذا قام من مجلسه، حدیث: 3433 و مسند أحمد: 369/2 و 495، 494/2 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، یہ حدیث صحیح ہے۔ یاد رہے یہ حدیث اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ان جملہ روایات کو محقق ”سامی بن محمد السلامیہ“ نے الصفت، آیات: 182-180 کے تحت جمع کیا ہے۔ ③ لیکن شاید اس کا اثبات نہ کر سکے کیونکہ ابن کثیر کے نسخوں میں یہ نہیں پایا جاتا۔

تفسیر سُورَةُ ص

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عَذَابٍ وَشَقَاقٍ ② كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

ص، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی ① (یہ تو لاریب کتاب ہے) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں (پڑے) ہیں ② ہم نے ان سے پہلے کتنی

مِنْ قَرْنٍ فَكَادُوا وَلاَتٍ حِينَ مَنَاصٍ ③

ہی قومیں ہلاک کر دیں، تو (عذاب آنے پر) انھوں نے (مدد کو) پکارا جبکہ وہ فرار و خلاصی کا وقت نہ تھا ③

تفسیر آیات: 3-1

حروف مقطعات کے بارے میں سورہ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو ہو چکی ہے۔ لہذا اب یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

پیغمبروں کی تمکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ①﴾ ”قسم ہے نصیحت والے قرآن کی!“ یعنی قرآن ایسی باتوں پر مشتمل ہے جن میں بندوں کے لیے نصیحت اور دنیا و آخرت کا نفع ہے۔ ضحاک نے ﴿ذِي الذِّكْرِ ①﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿لَقَدْ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ①﴾ (الانبیاء: 10:21) ”البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ذکر ہے۔“ یعنی جس میں تمھارے لیے نصیحت ہے۔ ① امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر، اسماعیل بن ابی خالد، ابن عیینہ، ابو حصین، ابوصالح اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ﴿ذِي الذِّكْرِ ①﴾ کے معنی ذو شرف، یعنی شان و مقام والے کے ہیں۔ ③ اور ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو تذکیر، اعذار اور انذار پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا جواب یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ كُلُّ لُغَةٍ لَدَى النَّاسِ لَكُمْ ①﴾ ”حق عقاب“ (ص: 14:38) ”اور (ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آ واقع ہوا۔“ اور قتادہ کا قول ہے کہ جواب قسم یہ ہے: ﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عَذَابٍ وَشَقَاقٍ ②﴾ ”بلکہ جو لوگ کافر ہیں، وہ غرور اور مخالفت میں ہیں۔“ ④ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑤

وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ ۚ وَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ④ أَجَعَلْ

اور انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا، اور کافروں نے کہا: یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا ④ کیا اس

الْإِلَهَةِ إِلَهًا وَاحِدًا ۚ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا

نے سارے معبودوں کو ایک کر دیا؟ بے شک یہ تو یقیناً ایک بڑی عجیب و غریب چیز ہے ⑤ اور ان کے سردار (آواحق بن کر یہ کہتے ہوئے) چل دیے کہ چلو

وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ ۚ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ⑥ مَا سَعُنَا بِهَذَا فِي الْيَمَلَةِ الْأُخْرَى ۚ

اور اپنے معبودوں پر جبر رہو، بے شک یہ چیز ہے جو کسی غرض سے (کہی جارہی) ہے ⑥ ہم نے یہ بات کسی اور دین میں نہیں سنی، یہ تو بس گھڑی ہوئی

إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ ۚ ⑦ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ

بات ہے ⑦ کیا ہم میں سے اسی پر ذکر (قرآن) اتارا گیا ہے؟ بلکہ وہ تو میرے ذکر (وحی) کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ ابھی تک انھوں نے میرا عذاب

ذِكْرِي ۚ بَلْ لَّيَّمَا يَذُوقُوا عَذَابٌ ⑧ أَمْ عَنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ

نہیں چکھا ⑧ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، خوب عطا کرنے والا ہے؟ ⑨ یا آسمانوں اور زمین اور ان کے

الْوَهَّابِ ⑨ أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ فَلْيَزْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ⑩

درمیان ہر چیز کی بادشاہت انھی کے لیے ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو چاہیے کہ وہ آسمانی راستوں کے ذریعے سے (آسمان پر) چڑھ جائیں ⑩ (یہ تو) یہاں کے

جُنْدٌ مَّا هُنَا لِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ⑪

فکست خوردہ لشکروں میں سے ایک (معمولی سا) لشکر ہے ⑪

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عَذَابٍ وَشِقَاقٍ ②﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قرآن میں نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہے۔ لیکن کافراں سے نفع حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ تو غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اور اس کی مخالفت اور دشمنی کر کے اس سے الگ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے

ڈرایا ہے کہ سابقہ امتوں کو رسولوں کی مخالفت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا تھا ﴿كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ﴾ ”ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا“ جنھوں نے تکذیب کی تھی ﴿فَنَادُوا﴾

”تو وہ لگے فریاد کرنے۔“ یعنی جب ان کے پاس عذاب آیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف فریاد کرنا اور دہائی دینا شروع کر دی لیکن اب یہ فریاد و دہائی کسی کام کی نہ تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا أَحْسَبُوا أَبَاسَنَا إِذْ هُمْ مِنْهَا يَرْتَضَوْنَ ۚ لَا يَرْجُوا وَاَنْجِعُوا إِلَىٰ مَا أَتَرْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۝﴾ (الأنبياء: 21، 12، 13) ”پھر جب انھوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو محسوس کیا تو لگے اس سے بھاگنے، مت بھاگو اور جن (نعمتوں) میں تم عیش و آسائش کرتے تھے، ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ تم سے (اس بارے میں) دریافت کیا جائے۔“

ابوداؤد طیالسی نے ترمذی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَنَادُوا وَآلَاتٍ حِينَ مَنَاسٍ ③﴾ ”تو وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔“ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے

فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ فریاد کرنے، دہائی دینے یا فرار ہونے کا وقت نہیں۔^(۱) محمد بن کعب نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب دنیا نے ان سے منہ پھیر لیا تو اُس وقت انھوں نے توحید کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے توبہ کرنی شروع کر دی۔^(۲) قنادہ کہتے ہیں کہ جب انھوں نے عذاب کے آنے کو دیکھا تو توبہ کا ارادہ کر لیا مگر اب توبہ کا وقت نہ تھا۔^(۳) مجاہد کہتے ہیں کہ یہ نہ فرار کا وقت تھا اور نہ دعوت حق کو قبول کرنے کا، اس لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَاَلَا تَجِدْنَ مَنَايُسَ**^(۴) ”اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔“^(۵) یعنی اب یہ فرار ہونے اور بھاگ جانے کا وقت نہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی الْمُؤَفَّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 4-11

مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے رسول اللہ ﷺ کے بشیر و نذیر کی حیثیت سے مبعوث ہونے پر تعجب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ لَهُمْ قَدْ مَرَّ صَدِقٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا السَّحِرُ قَمِيْنٌ** (یونس 2:10) ”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔ (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔“ اور یہاں فرمایا ہے: **وَعَجَبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ** ”اور انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ڈرانے والا آیا۔“ یعنی جو انھیں کی طرح کا بشر ہے۔

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سِحْرٌ كَذٰبٌ^(۶) ”اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر، جھوٹا ہے۔“ **اجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْوَاحِدَۃَ**^(۷) ”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟“ یعنی کیا اس کا یہ گمان ہے کہ معبود ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ مشرکین نے اس بات کا انکار کیا۔ ان کا برا ہو۔ اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے پر انھیں تعجب کیا کیونکہ انھوں نے تو اپنے آباء و اجداد سے بتوں کی عبادت ہی کو سیکھا تھا اور بتوں ہی کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت دی کہ اپنے دلوں سے بتوں کی محبت کو نکال دو اور اللہ وحدہ لا شریک کی توحید کو اختیار کر لو تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: **اجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْوَاحِدَۃَ**^(۸) **هٰذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ**^(۹) **وَاَنْطٰقَ الْبَلَاۤءِ مِنْهُمْ** ”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے! اور ان میں سے سردار چل کھڑے ہوئے۔“ یعنی ان کے سردار، قائدین، رؤساء اور بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چل پڑے **(اِنْ اٰمَسُوْا)** ”کہ چلو۔“ یعنی اپنے دین پر برقرار رہو **وَاصْبِرُوْا عَلٰی الْهٰتِكُمْ** ”اور اپنے معبودوں (کی پوجا) پر قائم رہو۔“ اور محمد ﷺ تمھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اسے قبول نہ کرو **(اِنَّ هٰذَا الشَّيْءَ يُّرَادُ)** ”بے شک

یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔“ ابن جریر نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ تمہیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ تم پر شرف و فضیلت حاصل کریں اور تم میں سے انہیں پیروکار مل جائیں مگر ہم ان کی اس بات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔^①

ان آیات کریمہ کا سبب نزول: ابو جعفر بن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس قریش کا ایک گروہ آیا جس میں ابو جہل بھی تھا۔ انھوں نے ابوطالب سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالی دیتا، یہ کرتا اور یہ کہتا ہے، لہذا آپ انھیں اپنے ہاں بلائیں اور اس سے منع کریں۔ ابوطالب نے پیغام بھیجا تو نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ان لوگوں کے اور ابوطالب کے درمیان صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابو جہل ملعون کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ محمد ﷺ جب ابوطالب کے پاس بیٹھیں گے تو ہو سکتا ہے کہ ابوطالب کا دل نرم ہو جائے تو وہ فوراً کود کر اس جگہ خود بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے پاس جگہ نہ پائی تو آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابوطالب نے کہا: بھتیجے! آپ کی قوم کے لوگ آپ کی شکایت کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے خداؤں کو گالی دیتے ہیں اور آپ یہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خلاف بہت باتیں کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کی بات سن کر فرمایا: چچا جان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک کلمے کو اختیار کر لیں جس کے قبول کرنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم انھیں جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ وہ آپ کی بات اور آپ کے اس کلمے سے چونک اٹھے اور کہنے لگے کہ ایک کلمہ! آپ کے باپ کی قسم! ہم دس کلمے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ بتائیں کہ وہ کلمہ کیا ہے۔ ابوطالب نے بھی پوچھا کہ ہاں بھتیجے! بتائیں، وہ کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ ہے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ]۔ یہ سن کر وہ لوگ نفرت کرتے اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابٌ ⑤ ”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے!“ اس موقع پر یہاں سے لے کر **بَلْ لَّيَّمَا يَذُّوْا قَوَاعِدَ ⑥** تک آیات نازل ہوئی تھیں۔ یہ ابو گزیب کی روایت کے الفاظ ہیں۔^②

امام احمد اور نسائی رحمہما نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔^③

”مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْاُولٰٓئِیْہِ ④“ (یہ بات) پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں۔“ یعنی محمد ﷺ ہمیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، ہم نے کبھی کسی پچھلے مذہب میں یہ بات نہیں سنی تھی۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں پچھلے مذہب سے مراد نصرانیت ہے اور انھوں نے کہا یہ تھا کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو نصاریٰ نے

① تفسیر الطبری: 150/23. ② تفسیر الطبری: 149/23. ③ مسند أحمد: 362/1 والسن الکبریٰ للنسائی،

التفسیر، سورۃ ص: 442/6، حدیث: 11436 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ص، حدیث: 3232

مزید دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 195، 194/1، تحت الحدیث: 92 والسیرۃ النبویۃ لمہدی رزق اللہ: 197، 196/1.

اس کے بارے میں ہمیں خبر دی ہوئی۔ ﴿إِنَّ هَذَا إِلَّا خِطَابٌ﴾^① ”یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔“ مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿اِخْتِلَافٌ﴾ کے معنی جھوٹ کے ہیں۔^② اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی اٹکل پچو بیان کیے ہیں۔^③ ﴿عَازِلٌ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا﴾ ”کیا ہم (سب) میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب) اتری ہے؟“ وہ اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے کہ ان سب میں سے قرآن کے نازل کیے جانے کے لیے محمد ﷺ ہی کا بطور خاص کیوں انتخاب کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِيِّنَ عَظِيمٍ﴾ (الزخرف 31:43) ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ (الزخرف 32:43) ”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ہم نے ان کے ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔“ جب انھوں نے یہ بات کہی جو ان کی جہالت اور قلبِ عقل پر دلالت کرتی تھی کہ ان سب میں سے رسول اللہ ﷺ ہی پر قرآن مجید کیوں نازل کیا گیا تو اس کے بارے میں یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿بَلْ لَّمَّا يَدُفَعُوْا عَذَابٌ﴾ ”بلکہ انھوں نے ابھی میرے عذاب (کے مزے) کو نہیں چکھا۔“ یعنی انھوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ یہ بات کہنے کے وقت تک انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب یا اس کی طرف سے کسی سزا کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ انھوں نے یہ جو کہا ہے اور رسول ﷺ کی تکذیب کی ہے، اس کا وہ عنقریب انجام معلوم کر لیں گے جس دن ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو جو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے، اپنے بندوں میں سے جس کے دل پر چاہے اپنے حکم سے روح القدس کو نازل فرما دیتا ہے اور جس کے دل پر چاہے مہر لگا دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے مہر لگا دینے کے بعد، کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا، بندے کسی چیز کے بھی مالک نہیں، ملک میں انھیں قطعاً کوئی تصرف حاصل نہیں، تصرف تو کجا وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں ہیں۔ اسی لیے ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنٌ رَّحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ﴾ ”کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟“ یعنی وہ اس قدر غالب ہے کہ اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا اور وہ بہت عطا فرمانے والا ہے جس کو جو چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے، یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مشابہ ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمَلِكِ فَإِذَا لَا يُوْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا﴾ ”اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَاتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝ فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ ط وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝ (النساء 4: 53-55)

”کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ تب تو لوگوں کو تیل برابر بھی نہ دیں گے۔ یا جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے، اس کا حسد کرتے ہیں؟ تو ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی، پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رُکا (اور ہٹا) رہا تو ان نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔“

اور فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَّامْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ط وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَنُورًا ۝﴾ (نبیؐ: اسراء یل 100:17) ”کہہ دیں کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (ان کو) بند کر رکھتے اور انسان بہت بخیل ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کفار کی اس بات کو بیان کرنے کے بعد فرمائی ہے کہ انھوں نے انسانوں میں سے رسول کی بعثت کا انکار کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ءَأَنقَىٰ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنَّا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنَ الْكَذَّابِ الْأَشِرِّ ۝﴾ (القمر 26, 25: 54) ”کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوتی ہے؟ (نہیں!) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے، ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝﴾ ”یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان (سب) پر انھی کی حکومت ہے؟ تو چاہیے کہ رسیاں تان کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔“ یعنی اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ جائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم نے کہا ہے کہ اسباب سے مراد آسمان کے راستے ہیں۔ ① ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ ساتویں آسمان تک چڑھ کر دکھائیں۔ ②

پھر فرمایا: ﴿جُنْدٌ مَا هُمْ لَكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ۝﴾ ”یہاں شکست کھائے ہوئے گروہوں میں سے یہ بھی ایک لشکر ہے۔“ یعنی یہ تکذیب کرنے والے گروہ جو غرور اور مخالفت میں ہیں، یہ عنقریب شکست کھائیں گے، مغلوب ہو جائیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے جیسا کہ ان سے پہلے تکذیب کرنے والے لشکر تباہ و برباد کر دیے گئے تھے۔ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حسب ذیل ارشاد ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَبِيحٌ مُّتَدَبِّرُونَ ۝ سِيَهْزِمُوا جَمْعٌ وَيَوَلَّوْنَ الدُّبُرَ ۝﴾ (القمر 45, 44: 54) ”(یا یوں) کہتے ہیں کہ ہم انتقام لینے والی جماعت ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“ غزوہ بدر کے دن اسی طرح ہوا تھا، پھر فرمایا: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْلَىٰ وَآمُرُ ۝﴾ (القمر 54: 46) ”بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔“

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۚ (12) وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ ط

ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود والے فرعون نے (حق کو) جھٹلایا (12) اور قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایک نے بھی (جھٹلایا، واقعی) یہ (بہت بڑے

أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ ۚ (13) إِنَّ كُلَّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ۚ (14) وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صِيحَةً ط

اور طاقتور) لشکر تھے (13) (ان میں سے) ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا، لہذا (ان پر) میرا عذاب ثابت ہو گیا (14) یہ لوگ تو بس ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار

وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۚ (15) وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۚ (16)

گر رہے ہیں، جس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا (15) اور انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا (عذاب کا) حصہ یوم حساب سے پہلے جلد دے دے (16)

تفسیر آیات 12-16

ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں اور انبیاء و مرسلین ﷺ کی تکذیب و مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذابوں اور سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بہت سے مقامات پر ان قوموں کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ﴿أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ﴾ (13) ”بہی وہ گروہ ہیں“ جو طاقت و قوت میں بھی تم سے زیادہ تھے اور مال و اولاد بھی تمہاری نسبت کثیر رکھتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو ان میں سے کوئی چیز بھی انھیں عذاب الہی سے نہ بچا سکی، اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّ كُلَّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ﴾ (14) ”(ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) واقع ہوا۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انھیں ہلاک کر دینے کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ انھوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی، لہذا مخاطب لوگوں کو حضرات انبیاء کرام ﷺ کی تکذیب سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے۔ ﴿وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صِيحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ (15) ”اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں کچھ وقفہ نہیں ہوگا، انتظار کرتے ہیں۔“ امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔ (1) یعنی یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے، پس اس کی علامات تو آ گئی ہیں جس کی وجہ سے قیامت بھی بہت قریب ہے۔ اس زور کی آواز سے مراد وہ فحہ فزع ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ اسے طول دے دیں، اس کو سن کر آسمانوں اور زمین والوں میں سے ہر ایک پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہو جائے گی، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ (16) ”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔“ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو وہ اپنے لیے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لفظ قِطْ کے معنی کتاب کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی حصے کے ہیں۔ (2) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن اور کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم نے فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے جلد عذاب

إِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۱۷

(اے نبی!) جو کچھ یہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجیے جو صاحب قوت تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا ۱۷ بے شک

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً

ہم نے پہاڑ اس کے تابع کر دیے تھے، جبکہ وہ (اس کے ساتھ) صبح و شام تسبیح کرتے رہتے تھے ۱۸ اور پرندے بھی (تابع کر دیے تھے) اکٹھے کیے ہوئے،

كُلٌّ لَّهُ آوَابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابِ ۝۲۰

سب اس کے مطیع و فرمان بردار تھے ۱۹ اور ہم نے اس کی بادشاہی مستحکم کر دی تھی، اور ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات (کی صلاحیت) دی تھی ۲۰

مانگا تھا۔ ۱۱ قتادہ نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ جیسے انھوں نے یہ کہا تھا: ﴿اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمِّطْ عَيْنِنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ اقْنِنَا بَعْدَ آيَةِ الْإِيمَانِ﴾ (الأنفال: 32:8) ”اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب ہم پر لے آ۔“ ۱۲ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے جنت کے حصے کا جلد مطالبہ کیا، بشرطیکہ ان کے لیے جنت میں کوئی حصہ موجود ہوتا کہ وہ اسے دنیا ہی میں حاصل کر لیں، یہ بات انھوں نے جنت اور اس سے متعلق وعدوں کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ جس خیر یا شر کے مستحق ہیں، وہ انھیں دنیا ہی میں مل جائے۔ ۱۳ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت بہتر ہے۔ ضحاک اور اسماعیل بن ابوالخالد کے قول کا مفہوم قریباً قریباً یہی ہے، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ ۱۴ مشرکین نے یہ بات چونکہ استہزا کے طور پر اور اسے بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ ان کی طرف سے ایذا رسانیوں پر صبر کا مظاہرہ کریں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری بھی سنا دی کہ صبر کے صلے میں عافیت، فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی۔

تفسیر آیات: 17-20

حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ صاحب قوت تھے۔ اُید کے معنی علم و عمل میں قوت کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ اُید کے معنی قوت کے ہیں۔ ۱۵ اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی اطاعت میں قوت کے ہیں۔ ۱۶ امام قتادہ نے کہا ہے کہ داود علیہ السلام کو عبادت کی قوت اور دین کی نقاہت عطا کی گئی تھی۔ ۱۷ حدیث میں ہے کہ حضرت داود علیہ السلام ایک تنہائی رات قیام فرمایا کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: [أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَيَّ اللَّهُ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَيَّ اللَّهُ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ

① تفسیر الطبری: 160/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3237, 3236/10. ② تفسیر الطبری: 160/23. ③ تفسیر

الطبری: 161/23. ④ تفسیر الطبری: 161/23. ⑤ تفسیر الطبری: 162/23. ⑥ تفسیر الطبری: 162/23.

⑦ تفسیر الطبری: 162/23.

سُدُسُهُ]، [وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى (وَإِنَّهُ كَانَ أَوَّابًا)] ”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی داود علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ نصف رات سوتے اور تیسرا حصہ قیام کرتے تھے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے اور یقیناً (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔“^(۱) یہاں جو [أَوَّابًا] کا لفظ آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل کی طرف اپنے تمام امور و معاملات میں بہت زیادہ رجوع کرنے والا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ ”بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا (کہ) صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو طلوع آفتاب کے وقت اور دن کے آخری حصے میں ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُحِبُّ الْجِبَالَ أَوَّابًا مَعَهُ وَالطَّيْرَ﴾ (سبا 10:34) ”اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور پرندو! (تم بھی۔)“ اسی طرح جب آپ تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور جب آپ دہراتے تو وہ بھی دہراتے اور ہوا میں اڑتا ہوا کوئی پرندہ جب آپ کو ترنم سے زبور پڑھتے ہوئے سنتا تو وہ وہاں سے جانیں سلکتا تھا بلکہ ہوا ہی میں کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتا۔ اسی طرح بلند و بالا پہاڑ بھی آپ کی تسبیح کا جواب دیتے، آپ کے ساتھ دہراتے اور آپ کی پیروی میں تسبیح کرتے۔

ابن جریر نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز ضعی نہیں پڑھا کرتے تھے، میں انھیں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس لے گیا اور میں نے ان سے عرض کی کہ جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے وہ اسے بھی بتا دیں، انھوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے، پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کے لیے ایک ٹب میں پانی ڈالا گیا، پھر آپ نے حکم دیا اور ایک کپڑے کے ساتھ پردہ کر دیا گیا، آپ نے غسل فرمایا اور پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑکا گیا، جہاں آپ نے آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔ یہ ضعی کی نماز تھی، ان تمام رکعات میں قیام، رکوع، سجود اور جلوس قریباً قریباً برابر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نکلے اور وہ کہہ رہے تھے کہ دونوں لوگوں کے مابین جو کچھ ہے، میں نے اسے پڑھا ہے مگر نماز ضعی کا مجھے ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ ”صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔“ سے ابھی علم ہوا ہے، میں کہتا تھا کہ نماز اشراق کہاں ہے اور بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اشراق سے مراد نماز چاشت

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التہجد، باب من نام عند السحر، حدیث: 1131 و صحیح مسلم، الصیام، باب النہی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ.....، حدیث: (189) - 1159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنَّكَ إِذْ دُرِّبُورٌ﴾ (النساء 4: 163)، حدیث: 3419 و صحیح مسلم، الصیام، باب النہی عن صوم الدھر.....، حدیث: (187) - 1159 عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں ہے جبکہ قوسین والے الفاظ ہمیں نہیں ملے۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۖ (21) إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار بھانڈ کر کمرے میں آ گئے (21) جب وہ داود کے پاس پہنچے تو وہ ان سے ڈر گئے، انہوں نے

مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِينَ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ

کہا: آپ مت ڈریں! (ہم) دو جھگڑنے والے ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، لہذا آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ

وَلَا تَشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۖ (22) إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ

فرمائیں، اور بے انصافی نہ کریں، اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہنمائی کریں (22) بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنیاوی ہیں اور

نَعَجَةٌ وَلِي نَعَجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَفْلُنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۖ (23) قَالَ

میرے پاس ایک ہی دینی ہے، تو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے سپرد کر دے، اور اس نے بات چیت میں مجھے دبا لیا ہے (23) آپ نے فرمایا: تیری دینی اپنی

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لِكَبَّيْ

دنیوں میں ملانے کا کہہ کر اس نے بھینٹا تجھ پر ظلم کیا ہے، اور بلاشبہ مل کر کام کرنے والوں میں سے بہت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں

بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، اور ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں، اور داود نے جان لیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے، لہذا

وَكُنَّ دَاوُدَ أَنْبَاً فَنَنبَأَهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۖ (24) فَغَفَرْنَا لَهُ

اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی، اور وہ گریزاں رکوٹ کرتے ہوئے اور (اللہ کی طرف) رجوع کیا (24) پھر ہم نے اس کی یہ (غلطی) بخش دی، اور بے شک اس

ذَلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ ۖ (25)

کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے (25)

ہے۔ (1) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالظَّالِمِينَ مَحْشُورَةً﴾ اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے۔“ یعنی ہوا میں رکے

رہتے تھے، ﴿كُلٌّ لَّهُ آوَابٌ﴾ (19) ”سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔“ یعنی مطیع و فرماں بردار تھے اور ان کے

ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تھے، سعید بن جبیر، قتادہ، مالک، زید بن اسلم اور ابن زید رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ﴿آوَابٌ﴾ (19)

کے معنی مطیع و فرماں بردار کے ہیں۔ (2) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ﴾ ”اور ہم نے اس کی بادشاہی کو مستحکم کیا۔“

یعنی ان کی بادشاہت کامل تھی اور وہ تمام ساز و سامان انہیں میسر تھا جس کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے، ابن ابی کحش نے

مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اہل دنیا میں سے سب سے زیادہ مضبوط بادشاہت آپ کی تھی۔ (3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّبَعْنَا الْحُكْمَ﴾ ”اور ہم نے اس کو حکمت عطا فرمائی۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی فہم، عقل اور

ذکاوت۔ (4) قتادہ کہتے ہیں: یعنی انہیں کتاب اللہ عطا فرمائی اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی اتباع۔ (5) سدی کا قول ہے کہ

یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے۔ ① ﴿وَفَصَّلَ الْخُطَابَ﴾ اور (خصوصت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا۔)“ قاضی شریح اور شععی کہتے ہیں کہ ﴿وَفَصَّلَ الْخُطَابَ﴾ سے مراد ہے کہ فیصلے کے لیے گواہوں اور قسموں کا طریقہ سکھایا۔ ② قنادہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سکھایا کہ مدعی دو گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ قسم پیش کرے۔ فرمایا کہ یہی ﴿وَفَصَّلَ الْخُطَابَ﴾ ہے جس کے مطابق انبیاء و مرسلین عظام ﷺ نے فیصلے فرمائے تھے۔ راوی کو شک ہے کہ یہاں انھوں نے انبیاء و مرسلین کے الفاظ استعمال کیے یا مومن اور صالح لوگوں کے الفاظ۔ اس امت میں بھی روز قیامت تک قضا کے سلسلے میں یہی احوال سامنے رہیں گے، ابو عبد الرحمن سلمیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاملے کو سمجھنا اور صحیح فیصلہ کرنا ہے۔ ④ صحیح بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ان تمام معانی پر مشتمل ہیں اور مراد بھی یہی ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ ⑤

تفسیر آیات: 25-21

دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ: مفسرین نے یہاں ایک قصہ ذکر کیا ہے جو زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور اس کے بارے میں نبی معصوم ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے کہ جس کی اتباع کرنا واجب ہو، البتہ ابن ابی حاتم نے ایک حدیث ذکر کی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ بروایت یزید رقاشی از حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے اور یہ یزید گو نیک لوگوں میں سے تھا لیکن ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس قصے کے صرف پڑھنے پر اکتفا کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کا صحیح صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کیونکہ قرآن مجید حق ہے اور جو اس میں مذکور ہے، وہ بھی سب حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَفَعَّلَ مِنْهُمْ﴾ ”تو وہ ان سے گھبرا گئے۔“ کیونکہ اس وقت وہ محراب (عبادت گاہ) میں تھے اور وہ ان کے گھر کی سب سے بہتر جگہ تھی اور انھوں نے حکم دے رکھا تھا کہ آج ان کے پاس کوئی نہ آئے مگر انھوں نے دیکھا کہ دو شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آ گئے ہیں اور ان سے اپنے معاملے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَعَزَّيْنِي فِي الْخُطَابِ﴾ ”اور گفتگو میں مجھے اس نے دبا لیا ہے۔“ کے معنی یہ ہیں کہ وہ گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ کیونکہ عَزَّ يَعُزُّ کے معنی غالب آ جانے کے ہیں۔ ﴿وَلَقَدْ دَاوَّدُ أَتَيْنَا قَتْنَةً﴾ ”اور داود نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے اس کو آزمایا ہے۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿قَتْنَةً﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے۔ ⑥ ﴿وَحَزَّ رَاكِعًا﴾ میں ﴿رَاكِعًا﴾ کے معنی ہیں: سَاجِدًا، یعنی سجدے میں گر پڑے ﴿وَإِنَّا بَلَّغْنَاكَ إِلَيْنَا﴾ ”اور اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو وہ بخش دیا۔“ یعنی وہ کام جو داود علیہ السلام سے سرزد ہوئے انھیں معاف کر دیا جو اس قبیل سے تھے جس کے متعلق کہا جاتا ہے: إِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتِ الْمُقَرَّبِينَ ”ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔“

① تفسیر الطبری: 166/23. ② تفسیر الطبری: 167, 166/23. ③ تفسیر الطبری: 166/23. ④ تفسیر الطبری:

166/23. ⑤ تفسیر الطبری: 167/23. ⑥ تفسیر الطبری: 173/23.

سورہ ص کا سجدہ: سورہ ص کا یہ سجدہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے بلکہ یہ سجدہ شکر ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سورہ ص کے سجدے کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔^(۱) اسے امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔^(۲) امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا: [سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسَجَدَهَا شُكْرًا] ”داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم یہ سجدہ شکر کے طور پر کرتے ہیں۔“^(۳) اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) امام نسائی ہی نے روایت کیا ہے، البتہ اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عوام رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام مجاہد سے سورہ ص کے سجدے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ ان آیات کو نہیں پڑھتے؟ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدُ وَسُلَيْمَانُ﴾ (الأنعام: 84) ”اور اس کی اولاد میں سے ہیں داؤد اور سلیمان۔“ ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ اقْتَدِهْ ط﴾ (الأنعام: 90) ”یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی تو تم انھیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔“ یعنی داؤد علیہ السلام بھی ان انبیاء میں سے ہیں جن کے بارے میں تمھارے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی پیروی کریں، داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا۔^(۴)

امام ابوداؤد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت فرمائی اور جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے منبر سے نیچے اتر کر سجدہ فرمایا، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، جب آپ نے دوسرے دن اس کی تلاوت فرمائی اور آیت سجدہ پر پہنچے، لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةٌ نَبِيٍّ، وَلَكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَشْرَنْتُمْ لِلْسُّجُودِ] ”یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔“ تو آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور آپ نے سجدہ فرمایا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔^(۵) اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) صرف امام ابوداؤد ہی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ﴾^(۶) ”اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور

① مسند أحمد: 360/1. ② صحيح البخاری، سجود القرآن و سنتها، باب سجدة ص، حدیث: 1069

و سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ص، حدیث: 1409 و جامع الترمذی، الجمعة، باب ما جاء في السجدة في ص، حدیث: 577 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، 342/6، حدیث: 11170. ③ منن

النسائي، الافتتاح، باب سجود القرآن، السجود في ص، حدیث: 958. ④ صحيح البخاری، التفسير، سورة

ص، حدیث: 4807. ⑤ سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ص، حدیث: 1410.

يٰۤاٰدٰوُۢدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

(ہم نے کہا: اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہذا تو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا، اور نفسانی خواہش کی پیروی

فِيْضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ

نہ کرنا کہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے، اس لیے کہ وہ

بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

یوم حساب کو بھول گئے ۲۶

عمدہ مقام ہے۔“ یعنی روزِ قیامت انھیں قرب حاصل ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انھیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انھیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے جیسا کہ صحیح (مسلم) میں ہے: [اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عَلَىٰ مَنَابِرٍ مِّنْ نُّوْرِ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكَلَّمْنَا يَدِيْهِ يَمِيْنًا، الَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِى حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وُلُّوْا] ”یقیناً عدل و انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں ہاتھ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (یعنی) وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اہل و عیال اور سپرد شدہ (دیگر معاملات) میں عدل و انصاف کیا کرتے ہیں۔“ ①

تفسیر آیت: 26

حکام اور سلاطین کو وصیت: یہ اللہ عزوجل کی طرف سے حکمرانوں کے لیے وصیت ہے کہ وہ لوگوں میں اس حق کے ساتھ فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس سے روگردانی نہ کریں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائیں گے اور جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائے اور یوم حساب کو بھول جائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شدید وعید اور عذاب کی دھمکی دی ہے۔ ابن ابوحاتم نے ابراہیم ابو زرعہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس نے گذشتہ کتاب میں پڑھی تھیں۔ کہ ولید بن عبد الملک نے اس سے کہا: کیا خلیفہ سے بھی حساب لیا جائے گا؟ تو نے پہلی کتاب کو بھی پڑھا ہے اور قرآن مجید کو بھی پڑھا اور سمجھا ہے۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا میں بات کر سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں، کہو: تم اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں داؤد علیہ السلام سے بھی زیادہ معزز ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت اور خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انداز سے تنبیہ فرمائی: ﴿يٰۤاٰدٰوُۢدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔“ ② عکرمہ نے کہا ہے: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ③ ”ان کے لیے سخت عذاب

① صحیح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل.....، حدیث: 1827 عن عبد الله بن عمرو بن العاص. ② تاریخ

الحلفاء، باب الوليد بن عبد الملك: 91/1، (C.D).

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكُمْ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بیکار پیدا نہیں کیا، یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے کفر کیا، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے

لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۖ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ

آگ کی ہلاکت ہے؟ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے

فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۚ ۝۲۸ كَتَبُ أَرْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكٌ لِّيَذَّبَرُوا إِلَيْهِ

ہیں؟ یا ہم متقین کو بدکاروں کے مانند کر دیں گے؟ (پیراں) ایک کتاب ہے، ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، تاکہ وہ اس کی

وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝۲۹

آیتوں پر غور کریں اور عقل مند (اس سے) نصیحت حاصل کریں ۝۲۹

(تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔“ اس میں تقدیم و تاخیر ہے گویا عبارت اس طرح ہے: لَّهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا ”ان کے لیے حساب کے دن شدید عذاب ہے اس وجہ سے جو انہوں نے بھلایا۔“ ۱ سدی کہتے ہیں کہ ان کے لیے عذاب شدید ہوگا، اس لیے کہ انہوں نے یوم حساب کے لیے عمل کو ترک کر دیا تھا۔ ۲ آیت کے ظاہر الفاظ کے ساتھ یہ قول زیادہ مطابق ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْمُؤَفَّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 27-29

دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مخلوق کو عبت پیدا نہیں فرمایا بلکہ انہیں اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اسے وحدہ لا شریک مانیں، پھر وہ روز قیامت ان سب کو جمع کر کے اپنے مطیع و فرماں بردار کو ثواب عطا فرمائے گا اور کافر و نافرمان کو مبتلائے عذاب کرے گا۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكُمْ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو (کائنات) ان میں ہے، اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں۔“ یعنی جو بعثت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ان کا دین و ایمان صرف یہ دنیا ہی ہے ﴿فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ﴾ ”پس کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“ قیامت کے دن اور بعثت کے دن ان کے لیے اس آگ کا عذاب ہوگا جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے عدل و حکمت کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ مومنوں اور کافروں سے ایک جیسا سلوک نہیں فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾ ۝۲۸ ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں

① تفسیر الطبری: 181/23، البتہ تفسیر ابن کثیر میں لَّهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ يَوْمَ الْحِسَابِ ہے۔ ② تفسیر الطبری:

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ط نَعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُفُ

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا ﴿٣٠﴾ جب شام کے وقت اس کے سامنے اخیل تیز رو

الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۖ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾

گھوڑے پیش کیے گئے ﴿٣١﴾ تب اس نے کہا: بلاشبہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے محبوب جانا (ترجیح دی) ہے، حتیٰ کہ وہ (سورج) پردے میں

رُدُّوَهَا عَلَيَّ ط فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾

چھپ گیا ﴿٣٢﴾ (کہا: انھیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر وہ (ان کی) پنڈلیوں اور گردنوں پر (ہاتھ) پھیرنے لگے ﴿٣٣﴾

کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“، یعنی ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور جب یہ برابر نہیں ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ایک دوسرا جہان ہو جس میں فرماں بردار کو جزا اور نافرمان کو سزا دی جائے۔ عقل سلیم اور فطرت مستقیم اس سے راہنمائی حاصل کر سکتی ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن ضرور ہونا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم و باغی انسان کے مال و اولاد اسبابِ قیض ہیں ان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور پھر وہ مر جاتا ہے اور مطیع و مظلوم انسان بھی اپنے دکھوں سمیت ایک دن فوت ہو جاتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ وہ جو حکیم و علیم و عادل ہے اور جو کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، ایک ایسا دن بھی مقرر فرمائے جس میں وہ اپنے فرماں بردار اور نافرمان سے انصاف کرے اور جب اس دنیا میں ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جہان مقرر فرما رکھا ہے۔ قرآن مجید اسی طرح کے صحیح مقاصد اور عقلی و صریح مآخذ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾﴾ (یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔“ ﴿أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾﴾ کے معنی اہل عقل ہیں، اَلْبَاب، بُت کی جمع ہے اور بُت عقل کو کہتے ہیں۔

تفسیر آیات: 30-33

سلیمان بن داود علیہ السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے داود کو سلیمان عطا کیا، یعنی سلیمان علیہ السلام کو نبی بنایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل 16:27) ”اور سلیمان داود کے قائم مقام ہوئے۔“ یعنی نبوت میں ورنہ ان کے تو اور بیٹے بھی تھے، ﴿١﴾ اس لیے کہ حضرت داود علیہ السلام کے حوالہ عقد میں ایک سو آزاد عورتیں تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نَعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾﴾ ”بہت خوب بندے تھے (اور) بے شک وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔“ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے والے اور

﴿١﴾ نیز انبیاء علیہم السلام کا ترک بطور ورثہ تقسیم نہیں ہوتا وہ امت کے لیے صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً] ”ہم سے کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“ صحیح البخاری، فرض الخمس، باب فرض

الخمس، حدیث: 3094 عن عمر بن الخطاب ؓ۔

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ عُرِضَ عَلَيْكَ بِالْعَتِيقِ الصَّفْنَةُ الْجَيَادُ﴾^(۱) یعنی جب سلیمان علیہ السلام کی مملکت و سلطنت میں ان کے سامنے اسیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ وہ گھوڑے ہوتے ہیں جو اپنے تین پاؤں اور چوتھے پاؤں کے کھر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں^(۲) اور جیاد کے معنی تیز رفتار کے ہیں۔^(۳) دیگر کئی ایک ائمہ سلف نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^(۴)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک۔ یا خیبر۔ سے واپس تشریف لائے تو ان کے (گھر) طاقے پر پردہ تھا، ہوا چلی تو ایک طرف سے پردہ ہٹ گیا، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟] ”عائشہ! یہ کیا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے کپڑے سے بنے ہوئے دو پر بھی تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسَطُهُنَّ؟] ”یہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا هَذَا الَّذِي عَلَيْه؟] ”یہ اس کے اوپر کیا ہے؟“ انھوں نے عرض کی: یہ دو پر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَرَسٌ لَّهُ جَنَاحَانِ؟] ”گھوڑے کے دو پر؟“ انھوں نے جواب دیا: آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایسے گھوڑے تھے جن کے پر تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسنے لگے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھ لیں۔^(۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي﴾^(۶) ”تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت کو اختیار کیا ہے، حتیٰ کہ وہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔“ کئی ایک ائمہ سلف اور مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت ختم ہو گیا۔ اور اس سلسلے میں قطعی بات یہ ہے کہ عہد انہیں بلکہ بھول جانے کی وجہ سے آپ کی نماز رہ گئی تھی جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر نبی ﷺ اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ آپ نماز عصر نہ پڑھ سکے حتیٰ کہ آپ نے اسے غروب آفتاب کے بعد ادا فرمایا تھا اور یہ بات صحیحین میں کئی ایک سندوں سے ثابت ہے، مثلاً: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللَّهِ! مَا صَلَّيْتُهَا] ”اللہ کی قسم! میں بھی تو اسے نہیں پڑھ سکا۔“ راوی کا بیان ہے کہ ہم وادی بطنان کی طرف چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لیے وضو فرمایا، ہم نے بھی وضو کیا اور آپ نے نماز عصر غروب آفتاب کے بعد پڑھی اور پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا

(۱) تفسیر الطبری: 183/23. (۲) تفسیر الطبری: 184، 183/23. (۳) تفسیر الطبری: 183/23 و تفسیر البغوی: 68/4.

(۴) سنن ابی داؤد، الأدب، باب اللعب بالبنات، حدیث: 4932.

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۖ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو آزمایا، اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا، پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا ۖ (۳۴) اس نے کہا: اے میرے رب!

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِإِحْدَىٰ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۖ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ

مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ وہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، بلاشبہ تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے ۖ (۳۵) چنانچہ ہم نے ہوا اس کے تابع

تَجَرَّى بِأَمْرِهِ رُحَاءُ حَيْثُ أَصَابَ ۖ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ بِنَاءٍ وَغَوَاصٍ ۖ وَآخِرِينَ

کردی تھی، وہ اس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا ۖ (۳۶) اور شیاطین (جنات) کو (بھی تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے

مُقَرَّرِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۖ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۖ وَإِنَّ

والے کو (۳۷) اور دوسروں کو (جو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ۖ (۳۸) یہ ہماری بخشش ہے، لہذا (لوگوں پر) احسان کر یا روک رکھ، کوئی حساب نہیں

لَهُ عِنْدَنَا لُزْلْفَىٰ وَحُسْن مَّآبٍ ۖ

ہوگا ۖ (۳۹) اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ۖ

فرمائی۔ ﴿رُدُّوْهَا عَلٰی طَفَلٍ مَّسْحًا بِالسَّوْبِقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ (۱) ”(بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لاؤ، پھر ان کی ٹانگوں

اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔“ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تم مجھے

میرے رب کی عبادت سے غافل نہیں کرو گے، یہ تمہاری زندگی کے آخری لمحات ہیں، پھر انھوں نے حکم دیا اور ان گھوڑوں

کی کوچیں کاٹ دی گئیں۔ (۲) امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (۳) اور سدی نے کہا ہے کہ آپ نے تلواروں کے ساتھ

ان کی گردنوں اور ٹانگوں کو کاٹ دیا۔ (۴) علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ازراہ محبت

گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا تھا۔ (۵) امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور

فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ کسی حیوان کو عذاب دیں اور بلاوجہ اپنے مال کو ہلاک کر دیں، آپ انھیں دیکھنے میں

مشغول ہو کر نماز عصر جو ادا نہ فرما سکے تو اس میں ان گھوڑوں کا تو کوئی گناہ نہ تھا۔ (۶)

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو جو ترجیح دی ہے تو یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ بات

جائز ہو، بالخصوص جب اس طرح کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو کہ آپ ان گھوڑوں کے دیکھنے میں اس قدر مشغول

ہو گئے کہ نماز عصر ادا نہ فرما سکے حتیٰ کہ اس کا وقت ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر گھوڑوں

کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھوڑوں سے بہتر چیز عطا فرما دی اور وہ ہوا تھی کہ آپ جہاں پہنچنا چاہتے، وہ

آپ کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی اور اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی

(۱) صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حدیث: 4112 وصحیح مسلم، المساجد.....،

باب الدلیل لمن قال: الصلاة الوسطی هی صلاة العصر، حدیث: 631. (۲) تفسیر الطبری: 185/23. (۳) تفسیر

الطبری: 185/23. (۴) تفسیر الطبری: 186/23. (۵) تفسیر الطبری: 186/23. (۶) تفسیر الطبری: 186/23.

تھی۔ ① تو یہ ہوا گھوڑوں کی نسبت زیادہ تیز بھی تھی اور بہتر بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابوقحادہ اور ابو دہماء رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جو بیت اللہ کی طرف بکثرت سفر کرتے رہتے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم اہل بادیہ میں سے ایک شخص کے پاس آئے تو اس بدوی نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک بار) میرے ہاتھ کو تھام لیا اور مجھے وہ باتیں سکھانا شروع کیں جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھائی تھیں، آپ نے یہ بھی فرمایا: [إِنَّكَ لَنْ تَدْعَ شَيْئًا اتَّقَاءَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا أَعْطَاكَ اللَّهُ خَيْرًا مِنْهُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے تم جس چیز کو چھوڑ دو گے تو اللہ عزوجل تمھیں اس سے بہتر عطا فرما دے گا۔“ ②

تفسیر آیات: 34-40

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا۔“ اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا جسے اس نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا، لہذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، ہم نہیں جانتے کہ اس میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

﴿ثُمَّ آتَاكَ﴾ ”پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔“ یعنی اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، دعا کی، اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور ایسی حکومت طلب کی جو آپ کے بعد کسی کوشایاں نہ ہو ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْغِبُنِي إِحْدَىٰ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ”(اور) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کوشایاں نہ ہو، بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔“ بعض نے کہا ہے کہ میرے بعد کسی کوشایاں نہ ہو، کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بعد کسی بھی بشر کو اس طرح کی حکومت حاصل نہ ہو اور اس آیت کریمہ سے بظاہر یہی معنی معلوم ہوتے ہیں اور اس کی تائید میں رسول اللہ ﷺ سے کئی صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عَفْرِيَّتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتْ عَلَى الْبَارِحَةِ۔ أَوْ قَالَ كَلِمَةً نَّحَوَهَا۔ لَيَقْطَعَنَّ عَلَى الصَّلَاةِ، فَأَمْكُنَنِي اللَّهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَرِيطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْغِبُنِي إِحْدَىٰ مِّنْ بَعْدِي﴾] ”گزشتہ شب ایک سرکش جن نے مجھ پر حملہ کیا، تاکہ مجھ پر (میری) نماز قطع کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر دسترس عطا فرمادی (اور میں نے اسے پکڑ لیا) اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ صبح ہو جائے اور پھر تم سب اسے دیکھو لیکن اس

وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعایاد آگئی: ”اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کوشایاں نہ ہو۔“ روح اللہ سے روای۔ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے اسے ذلیل لوٹا دیا۔^① اور اس کو امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔^②

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا شروع فرمائی تو ہم نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ”میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ پھر آپ نے تین بار فرمایا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ] ”میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتا ہوں۔“ پھر آپ نے اپنے دست مبارک کو اس طرح آگے بڑھایا، گویا کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے نماز پڑھتے ہوئے ایسے الفاظ سنے جو پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دست مبارک کو آگے کی طرف بڑھایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشَهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِّيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِ، فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُ أَخَذَهُ، وَاللّٰهِ! لَوْلَا دَعْوَةُ أَحْيِنَا سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وَلَدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک انگارے کے آیتا کہ اسے میرے چہرے پر ڈال دے تو میں نے تین بار یہ کلمہ پڑھا: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ”میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“ پھر میں نے کہا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ] ”میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں۔“ مگر وہ تینوں بار پیچھے نہ ہٹا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ اسے پکڑ لوں، اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ یہاں بندھا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے۔“^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَنَحْنُ أَلَا إِلَٰهَ إِلَّا نَحْنُ تَعْوِيْ بِأَمْرِهِ رُخَاءَ حَيْثُ أَصَابَ﴾^④ ”پھر ہم نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے، ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ناراضی کی خاطر گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان سے بہتر اور تیز رفتار ہوا عطا فرمادی جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی تھی۔^⑤ ﴿حَيْثُ أَصَابَ﴾ کے معنی ہیں کہ جن علاقوں میں وہ پہنچنے کا ارادہ کرتے۔

① صحیح البخاری، الصلاة، باب الأسير أو الغريم يربط في المسجد، حديث: 461 اور دیکھیے صحیح البخاری،

التفسير، باب قوله: ﴿وَهَبْنِيْ مُلْكًا.....﴾ (ص: 38: 35) حديث: 4808. ② صحیح مسلم، المساجد ومواضع

الصلاة، باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلاة.....، حديث: 541 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله

تعالى: ﴿هَبْنِيْ مُلْكًا لَا يَنْفِيْ رَحْمَةً مِنِّيْ عَنِّيْ﴾ 443/6، حديث: 11440 البتة صحیح مسلم میں ”آپ نے اسے ذلیل لوٹا دیا“ کے

بجائے ”اللہ نے اسے ذلیل لوٹا دیا“ کے الفاظ ہیں۔ ③ صحیح مسلم، المساجد.....، باب جواز لعن الشيطان في أثناء

الصلاة.....، حديث: 542. ④ تفسير الطبري: 190/23.

وَادْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۖ ۞ اذْكُرْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے ۞ (ہم نے کہا: اے ایوب! اپنا پیر (زمین پر)

بِرَجْلِكَ هَذَا مَغْسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۞ ۞ وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً

مار، یہ غسل کرنے اور پینے کو ٹھنڈا (پانی) ہے ۞ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کیے، اپنی طرف سے بطور رحمت اور (یہ)

مِمَّا وَذَكَّرَىٰ لِأُولَى الْأَلْبَابِ ۞ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُطْ ۖ إِنَّا

عقل مندوں کے لیے ایک نصیحت ہے ۞ اور (ہم نے کہا: اپنے ہاتھ میں ٹنگوں کا ایک ٹکڑا (جھاڑو) پکڑ، پھر اس کے ساتھ (قسم پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی

وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۖ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّكَ أَوَّابٌ ۞ ۞

(کو) مار، اور قسم نہ توڑ، بے شک ہم نے اسے صابر پایا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا ۞ ۞

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَعَوَاصٍ ۝﴾ ”اور شیطانوں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔“ یعنی ان میں سے کچھ ایسے تھے جو ان کے لیے زبردست عمارتیں، قلعے، محسے اور بڑے بڑے لگن (ٹب) جیسے تالاب اور بڑی بڑی دگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں، بناتے تھے اور مشقت کے دیگر ایسے بڑے بڑے کام کرتے تھے جو انسانوں کے بس سے باہر تھے اور ان میں سے کچھ دیو ایسے تھے جو دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ مار کر موتی، جواہر اور ایسی نفیس اشیاء نکالتے تھے جو دریاؤں اور سمندروں ہی سے مل سکتی ہیں۔

﴿وَالْآخِرِينَ مَقَرِّينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝﴾ ”اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔“ اور ان میں سے جو سرکشی، نافرمانی اور بغاوت اختیار کرتے اور کام کرنے سے انکار کر دیتے یا ان کے ملک میں خرابی اور سرکشی کرتے تو انھیں زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ ”(ہم نے کہا: یہ ہماری بخشش ہے، پس (چاہو تو) احسان کرو یا (چاہو تو) رکھ چھوڑ بغیر حساب کے۔“ یعنی ہم نے تمہیں تمہارے سوال کے مطابق یہ جو مکمل ملکیت اور کامل سلطنت بخشی ہے تو اس میں سے جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو، تم سے کچھ حساب نہیں لیا جائے گا، تم جو بھی کرو گے وہ جائز ہوگا اور جو بھی فیصلہ کرو گے وہ صحیح ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو عبد اور رسول بن جائیں۔ اور یہ وہ ہوتا ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اس کے مطابق عمل کرے۔ اور آپ تو قاسم تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ یا نبی اور بادشاہ بن جائیں جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں، کوئی حساب یا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے مشورے کے بعد پہلا مرتبہ اختیار فرما لیا۔ ۱

① مسند أحمد: 231/2 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر وصف مفاتيح خزائن الأرض: 280/14، حديث: 6365

ومسند أبي يعلى: 491/10، حديث: 6105 عن أبي هريرة ر. ح. تفسير ابن كثير لبعض النسخ في

الصحيحين کے الفاظ ہیں جبکہ بعض میں وقد ثبت فی الصحيح کے الفاظ ہیں اور ہم نے معنی دوسرے الفاظ کے مطابق کیے ہیں کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

جبریل علیہ السلام نے مشورہ دیا تھا کہ آپ تواضع اختیار فرمائیں تو آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر و منزلت زیادہ تھی اور آخرت میں اس کا درجہ زیادہ اونچا تھا، گو دوسرا مرتبہ، یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دنیا و آخرت کے اعتبار سے عظیم مرتبہ تھا، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن سے اس نے سلیمان علیہ السلام کو دنیا میں نوازا تھا تو اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اونچا مقام ہوگا ﴿وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ عِنْدَنَا ذُلًّا يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ لَمَّا كَانُوا فِي الْيُسْفَىٰ﴾ اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔ یعنی دنیا و آخرت میں۔

تفسیر آیات: 41-44

حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ: ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور اس آزمائش کا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم، مال اور اولاد کو مبتلا کر دیا تھا حتیٰ کہ دل کے سوا ان کے باقی سارے جسم میں سوئی چھینے کی جگہ کے برابر بھی جگہ سلامت نہ رہی تھی اور نہ دنیا کے مال و اسباب میں سے کچھ باقی بچا تھا کہ مرض کے ایام میں اسے کام میں لاتے، البتہ ان کی بیوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے باعث ان کی محبت کی حفاظت کی۔ انھوں نے اٹھارہ برس تک لوگوں کا کام کاج کیا اور جو اجرت ملتی اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے کھانے پینے اور خدمت میں صرف کر دیتی تھیں۔ اس آزمائش سے قبل حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بے پناہ مال، اولاد اور دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر وہ سب چھن گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ آپ کو شہر کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور آپ نے یہ طویل مدت اسی پر گزاری اور آپ کی زوجہ محترمہ کے سوا قریب و بعید کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا تھا، وہ لوگوں کے کام کاج کے سوا صبح و شام کے سارے اوقات آپ کے پاس گزرتی تھیں۔ جب طویل عرصہ گزر گیا، آزمائش شدت اختیار کر گئی، تقدیر ختم ہو گئی اور اجل مقدر مکمل ہو گئی تو ایوب علیہ السلام نے رب العالمین اور الہ المرسلین کے حضور تضرع اور زاری کی: ﴿اِنِّي مَسْنِيَّ الصُّلْبِ وَانْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾ (الانبیاء: 83-82) ”بلاشبہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَادْكُرْ عَبْدًا اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اِنِّي مَسْنِيَّ الشَّيْطٰنِ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ ”اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (بارِ الہا) شیطان نے مجھ کو دکھ درد اور تکلیف دے رکھی ہے۔“ کہا گیا ہے کہ نصب بدن کی تکلیف کو اور عذاب مال و اولاد کی تکلیف کو کہتے ہیں، بہر حال آپ نے دعا کی اور ارحم الراحمین نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اپنی لات زمین پر ماریں، آپ نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرما دیا اور حکم دیا کہ اس سے غسل کریں، آپ نے غسل کیا تو اس سے ساری جسمانی تکلیف ختم ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے زمین پر ایک دوسری جگہ پاؤں مارا تو اس سے ایک دوسرا چشمہ جاری ہو گیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے پانی نوش فرمایا تو اس سے باطنی طور پر ساری تکلیف دور ہو گئی اور ظاہری و باطنی طور پر ہر طرح سے عافیت نصیب ہو گئی، اسی لیے فرمایا: ﴿اَرْضُ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ ”(ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔“

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِثَ بِهِ بَلَاؤُهُ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً، فَرَفَضَهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ، إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهِ كَانَا مِنْ أَحْصَى إِخْوَانِهِ بِهِ، كَانَا يَعْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيُرْوَحَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: تَعْلَمُ وَاللَّهِ! لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوبُ ذَنْبًا مَّا أَذْنَبَهُ أَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِينَ، قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً لَمْ يَرَحِمَهُ اللَّهُ فَيَكْشِفْ مَا بِهِ، فَلَمَّا رَاحَا إِلَيْهِ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي مَا تَقُولُ، غَيْرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَمُرُّ عَلَى الرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ فَيَذْكُرَانِ اللَّهَ، فَأَرْجِعْ إِلَى بَيْتِي فَأَكْفُرْ عَنْهُمَا كَرَاهِيَةً أُنْ يُذَكِّرَ اللَّهُ إِلَّا فِي حَقٍّ، قَالَ: وَكَانَ يَخْرُجُ إِلَى حَاجَتِهِ، فَإِذَا قَضَاهَا أُمْسَكَتِ امْرَأَتُهُ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَطْبَأَ عَلَيْهِمَا، وَأَوْحَى إِلَى أَيُّوبَ فِي مَكَانِهِ أَنْ ﴿أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ 42) فَاسْتَبَطَّاهُ [فَتَلَقَّاهُ] تَنْظُرُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمَا قَدْ أَذْهَبَ اللَّهُ مَا بِهِ مِنَ الْبَلَاءِ، وَهُوَ عَلَى أَحْسَنِ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: أَيْ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ! هَلْ رَأَيْتَ نَبِيَّ اللَّهِ هَذَا الْمُبْتَلَى؟ فَوَاللَّهِ! عَلَى ذَلِكَ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِهِ مِنْكَ إِذْ كَانَ صَحِيحًا، قَالَ: فَإِنِّي أَنَا هُوَ، قَالَ: وَكَانَ لَهُ ائْتِدَانٌ: ائْتِدَرُ اللَّقْمَحَ وَائْتِدَرُ اللَّشْعِيرَ، فَبَعَثَ اللَّهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى ائْتِدَرِ اللَّقْمَحِ، ائْتِدَرَتْ فِيهِ الذَّهَبَ حَتَّى فَاضَ، وَافْرَغَتْ الْأُخْرَى فِي ائْتِدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرَقِ حَتَّى فَاضَ]

”بے شک اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام کی آزمائش اٹھارہ برس تک جاری رہی، نزدیک اور دور کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا، البتہ دو شخص جو آپ کے خاص دوست تھے، وہ صبح و شام آپ کے پاس آیا کرتے تھے، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو تمام جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اس نے پوچھا: وہ کیا؟ اس نے کہا کہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہ رحم کیا اور نہ ان کی تکلیف کو دور کیا۔ جب دونوں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو یہ شخص صبر نہ کر سکا اور اس نے اپنے ساتھی کی بات آپ کے سامنے بیان کر دی۔ سن کر ایوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تو کیا کہہ رہا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں جب بھگھڑتے ہوئے دو ایسے آدمیوں کے پاس سے گزرتا جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو میں اپنے گھر جا کر ان کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ حق کے سوا کسی اور بات میں اللہ تعالیٰ کا (پاک) نام لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ جب حاجت کے لیے نکلتے اور حاجت سے فارغ ہو جاتے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہاتھ تھام کر آپ کو اپنی جگہ پہنچا دیتی تھیں۔ ایک دن جب آپ کو واپسی میں دیر ہو گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمادی: ﴿أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ 42) ”(زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں۔)“ تاخیر کی وجہ سے آپ کی اہلیہ نے دیکھنا شروع کیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ ان کی

طرف اس حال میں آرہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تکلیف کو دور فرما دیا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت شکل میں ہیں۔ انھوں نے دیکھا تو کہا: اے شخص اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے! کیا تم نے آزمائش میں مبتلا اللہ تعالیٰ کے نبی کو دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب وہ صحیح سلامت تھے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شخص تمہاری نسبت ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا: میں ایوب ہوں۔ آپ کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان اور دوسرا جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیج دیے، ان میں سے ایک جب گندم کے کھلیان پر آیا تو اس نے اس میں سونا برسایا حتیٰ کہ وہ بھر گیا اور دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی ڈال دی حتیٰ کہ وہ بھی بھر گیا۔^① یہ الفاظ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت کے ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَنِمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، خَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتَكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَى، يَا رَبِّ! وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ] ”ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں تو ایوب علیہ السلام نے انھیں اپنے کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا، ان کے رب عزوجل نے انھیں مخاطب ہو کر فرمایا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے بے نیاز نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے؟ ایوب علیہ السلام نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب! لیکن تیری برکت سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“^② اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان کیا ہے (امام مسلم نے نہیں)۔^③

اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذُكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾^④ ”اور ہم نے ان کو اہل و عیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشنے، (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔“ حسن اور قتادہ رحمہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل و عیال ہی کو ان کے لیے زندہ فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی عطا فرما دیے۔^⑤ ﴿رَحْمَةً مِنَّا﴾ ”ہماری طرف سے رحمت“ تھی ان کے صبر و ثبات، انابت، تواضع اور اظہار مسکنت کی وجہ سے ﴿وَذُكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ”اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی“ تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صبر کا انجام کسادگی، کامیابی اور راحت ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَحُلِّ بِرِّكَ ضَعْفًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ﴾ ”اور اپنے ہاتھ میں تکلوں کا ٹٹھا لو، پھر

① تفسیر الطبری: 199/23 و تفسیر ابن ابی حاتم: 2460/8. مزید دیکھیے صحیح ابن حبان، الجنائز.....، باب ذکر

الخبر الدال.....: 159-157/7، حدیث: 2898 والمستدرک للحاکم، تواریخ المتقدمین.....، ذکر ایوب بن أموص.....

582، 581/2، حدیث: 4115 ومختصر زوائد مسند البزار: 269، 268/2، حدیث: 1849 و مسند ابی یعلیٰ: 300، 299/6،

حدیث: 3617 والأحادیث الطوال، حدیث ایوب النبی ﷺ، ص: 86، حدیث: 37. اور دیکھیے السلسلة الصحيحة:

53/1، حدیث: 17. ② مسند أحمد: 314/2 والسنن الکبریٰ للبیہقی، الطهارة، باب التعری إذا کان وحده: 198/1.

③ صحیح البخاری، الغسل، باب من اغتسل عریانا وحده.....، حدیث: 279. ④ تفسیر الطبری: 199/23.

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت و بصیرت والے تھے ﴿٤٥﴾ بے شک ہم نے انہیں ایک خاص وصف، آخرت کی یاد کے

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

ساتھ چن لیا تھا ﴿٤٦﴾ اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً برگزیدہ، نیکو کاروں میں سے تھے ﴿٤٧﴾ اور اسمعیل اور یسوع اور ذوالکفل کو یاد کیجیے، اور (ان میں سے) ہر ایک

وَذَا الْكُفْلِ ﴿٤٨﴾ هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾

نیکو کاروں میں سے تھا ﴿٤٨﴾ یہ ایک نصیحت ہے، اور بے شک متقین کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے ﴿٤٩﴾

اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔“ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے اس کے ایک کام کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے اور انھوں نے قسم کھالی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا بخشی تو وہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا فرما دی تو وہ بیوی جس نے خدمت کا حق ادا کر دیا اور رحمت، شفقت اور احسان کا عظیم الشان مظاہرہ کیا تھا، وہ قطعاً اس بات کی سزاوار نہ تھی کہ اسے مارا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتویٰ دیا کہ وہ ایک ایسا مٹھالیں جس میں سوتیلے ہوں اور وہ ایک دفعہ ماریں، اس سے ان کی قسم پوری ہو جائے گی، قسم توڑنے سے بچ جائیں گے اور اپنی نذر کو بھی پورا کر لیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی طرف رجوع کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی طرح مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ﴿٤٥﴾ ”بے شک ہم نے ان کو صابر (و ثابت قدم) پایا۔ بہت خوب بندے تھے، بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا اور مدح بیان فرمائی ہے کہ وہ خوب بندے تھے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ طَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (الطلاق: 3, 2: 65) ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج و محن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔“

تفسیر آیات: 45-49

چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مرسلین اور انبیائے عابدین کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَأِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾ ﴿٤٥﴾ ”اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحبِ نظر تھے۔“ اس سے عمل صالح، علم نافع، قوتِ عبادت اور بصیرت و دانش مراد ہے، علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿أُولَى الْأَيْدِي﴾ کے معنی ہیں قوت و عبادت والے اور

جَتَّتِ عَدْنٍ مُّفْتَحَةً لَهُمُ الْآبُوبُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِغَاكِهِ

ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے ﴿٥٠﴾ جبکہ وہ ان میں ٹیکے لگائے بیٹھے ہوں گے، (اور) وہاں طرح طرح کے پھولوں اور

کثیرۃ وَّ شَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتُ الْأَرْفَافُ ﴿٥٢﴾ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ

مشروبات کی فرمائش کریں گے ﴿٥١﴾ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی، ہم عمر (بیویاں) ہوں گی ﴿٥٢﴾ (کہا جائے گا: یہ ہے (وہ ۱۲) جس کا یوم حساب کے لیے تم

الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ تَفَادٍ ﴿٥٤﴾

سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿٥٣﴾ بے شک یہ ہمارا رزق (عطیہ) ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا ﴿٥٤﴾

﴿وَالْأَبْصَارِ﴾ سے مراد دین میں فقاہت ہے۔ ﴿١﴾ قنادہ اور سدی نے کہا ہے کہ انبیائے کرام ﷺ کو عبادت کرنے کی قوت اور دین کی بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ ﴿٢﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا أَخَصَّيْنَاهُمْ بِخَالِصَةِ ذِكْرِي الدَّارِ﴾ ”بے شک ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔“ مجاہد نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ایسا ممتاز کیا کہ وہ آخرت ہی کے لیے عمل کرتے تھے، اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصود نہ تھا۔ ﴿٣﴾ سدی نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کو یاد رکھنے اور اسی کی بہتری کے لیے عمل کرنے کی وجہ سے ہم نے انھیں ممتاز کر دیا تھا۔ ﴿٤﴾ مالک بن دینار کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور دنیا کا ذکر نکال دیا تھا اور آخرت کی محبت اور اس کے ذکر کا شوق عطا کر دیا تھا۔ ﴿٥﴾ امام قنادہ نے کہا ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت اور اس کے لیے عمل کی یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔ ﴿٦﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ ”اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک منتخب (اور) نیک لوگوں میں سے تھے۔“ یعنی وہ منتخب، چنیدہ اور پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، پس وہ اختیار و مختار تھے۔ ﴿وَأَذْكُرُ اسْمَ عِيسَىٰ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٍّ مِّنَ الْأَخْيَارِ﴾ ”اور اسماعیل اور الیاس اور ذوالکفل کو یاد کرو، اور وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔“ ان تمام انبیائے کرام ﷺ کے قصص و واقعات سورہ انبیاء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔ ﴿٧﴾ لہذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ ﴿هَذَا ذِكْرٌ﴾ ”یہ نصیحت ہے۔“ سدی کہتے ہیں یہ قرآن عظیم اس کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے۔

تفسیر آیات: 54-50

سعادت مندوں کا عمدہ مقام: اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند مومن بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں عمدہ مقام ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَتَّتِ عَدْنٍ﴾ ”ہمیشہ رہنے کے باغ۔“ یعنی ایسے باغات جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿مُفْتَحَةً لَهُمُ الْآبُوبُ﴾ ﴿٥٠﴾ ”جن کے

﴿١﴾ تفسیر الطبری: 202/23. ﴿٢﴾ تفسیر الطبری: 203/23. ﴿٣﴾ تفسیر الطبری: 204/23. ﴿٤﴾ تفسیر الطبری: 204/23.

﴿٥﴾ تفسیر البغوی: 74/4. ﴿٦﴾ تفسیر الطبری: 204/23. ﴿٧﴾ دیکھیے الانبیاء، آیات: 85-90 کے ذیل میں۔

هَذَا وَإِنَّ لِلطَّغْيِينَ لَشَرَّ مَا بَ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْبِهَادُ ﴿٥٦﴾

یہ (معاملہ اہل خیر کا) ہے، اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے ﴿٥٥﴾ (یعنی) جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، چنانچہ وہ آرام کرنے کی بری جگہ

هَذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَبِيمٌ وَعَسَاقُ ﴿٥٧﴾ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هَذَا نَجْجٌ

ہے ﴿٥٨﴾ یہ ہے کھولنا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کو چکھیں ﴿٥٧﴾ اور ان کے مانند کئی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے ﴿٥٩﴾ یہ (تمہارے پیروکاروں کا) ایک

مُقْتَعِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ط إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ لَا مَرْحَبًا

گروہ ہے جو تمہارے ساتھ گھسا چلا آتا ہے، ان کے لیے خوش آمدید نہیں، بے شک یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں ﴿٥٩﴾ وہ کہیں گے: بلکہ تم ہی (اس)

بِكُمْ ط أَنْتُمْ قَدْ مَشِئْتُمْ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا

لائق ہو کہ تمہارے لیے خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے سامنے لائے ہو، تو (یہ) بہت بری قرار گاہ ہے ﴿٦٠﴾ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جو شخص

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

ہمارے سامنے یہ (انجام) لایا ہے اس کے لیے جہنم میں عذاب دو گنا زیادہ کر دے ﴿٦١﴾ اور وہ کہیں گے: ہمیں کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو (جہنم میں) نہیں

مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ اتَّخَذْنَاهُمْ سَخَرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذَلِكَ

دیکھتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ﴿٦٢﴾ کیا ہم نے انہیں (دنیا میں یونہی) مذاق (کا نشانہ) بنائے رکھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی

لَحَقَّ تَخَاصُّمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾

ہیں؟ ﴿٦٣﴾ بلاشبہ یہ اہل دوزخ کا باہم جھگڑنا حق ہے ﴿٦٤﴾

4
24
13

دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔ ﴿الْأَبْوَابُ﴾ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے مُفْتَحَةً لَهُمْ أَبْوَابُهَا یعنی وہ جب آئیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مُتَكَبِّرِينَ فِيهَا﴾ ”ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔“ یعنی وہ سجائے ہوئے کمروں میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوں گے ﴿يَذُوقُونَ فِيهَا بَأْسَ كَثِيرٍ﴾ ”(اور کھانے کے لیے) بہت سے میوے

منگاتے رہیں گے۔“ یعنی جب بھی وہ طلب کریں گے اسے پالیں گے جس چیز کا ارادہ کریں گے اسے اپنے سامنے حاضر پائیں گے ﴿وَشَرَابٌ﴾ ”اور (پینے کے لیے) شراب۔“ یعنی جس قسم کی شراب وہ چاہیں گے، خدام ان کی خدمت میں

پیش کر دیں گے۔ ﴿يَا كُؤُوبٌ وَابَارِئِقٌ وَكَانِيسٌ مِّنْ مَّعِينٍ﴾ (الواقعة 56: 18) ”(یعنی) آنکھو رے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔“ ﴿وَعِنْدَهُمْ قُصُورُ الظَّرِيِّ﴾ ”اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والیاں ہیں۔“ یعنی انھوں

نے اپنے شوہروں کے سوا دیگر لوگوں سے نگاہیں نیچی رکھی ہوں گی اور ان کے سوا دوسروں کی طرف وہ التفات ہی نہیں کریں گی ﴿أَرْبَابٌ﴾ ”ہم عمر ہوں گی۔“ یعنی ہم سن و ہم عمر ہوں گی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، محمد بن کعب

اور سدی رحمہم کا یہی قول ہے۔ ①

﴿هَذَا مَا نُوْعِدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ”یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ یعنی جنت کی جن صفات کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ قبروں سے اٹھنے کے بعد وہ ان نعمتوں سے شاد کام ہوں گے اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کبھی خالی ہوگی نہ زوال پذیر، اس کی کوئی انتہا ہوگی نہ وہ کبھی ختم ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ هَذَا لَرِزْقًا مَّا لَهُ مِنْ تَفَافُتٍ﴾ ”یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط﴾ (النحل 96:16) ”جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْدُوذٍ﴾ (ہود 108:11) ”(یہ اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ (الانشقاق 25:84) ”ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَكْلُهُمْ أَجْرٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ط وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ﴾ (الرعد 35:13) ”اس کے پھل ہمیشہ (قائم) رہنے والے ہیں اور اس کے سائے بھی، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام آگ ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

تفسیر آیات: 55-64

بد بختوں کے انجام کا بیان: اللہ تبارک و تعالیٰ نے سعادت مندوں کے انجام کو بیان فرمانے کے بعد اب بد بختوں کے حال، انجام اور آخرت میں ان کے حساب کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هَذَا طَوْرٌ لِّلْظٰغِيْنَ﴾ ”یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے۔“ یعنی ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کا انکار اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہیں ﴿لَشَرٌّ مَّا بِ﴾ ”یقیناً برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی ان کے لیے وہ بہت ہی بری جگہ ہے، جہاں وہ لوٹ کر جائیں گے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا﴾ ”(یعنی) دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے۔“ اور جب وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ ان کو تمام اطراف سے گھیر لے گی ﴿فَيَلْسُ الْيَهَادُ﴾ ”فَلْيَذُوقُوْهُ حَبِيْمٌ وَعَسَآئِيْ“ ”پس وہ برا ٹھکانا ہے۔“ یہ (ہے سزا)، تو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ (ہے)۔“ ﴿حَبِيْمٌ﴾ اس کھولتے ہوئے گرم پانی کو کہتے ہیں جس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی ہو اور اس کے برعکس ﴿وَعَسَآئِيْ﴾ ”اس شدید ترین ٹھنڈی چیز کو کہتے ہیں کہ المناک شدید ٹھنڈک کے باعث ناقابل برداشت ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاٰخِرُ مِنْ شَكْلِهٖ اَذْوٰجٌ﴾ ”اور اسی طرح کے اور بہت سے (عذاب ہوں گے)۔“ یعنی اس طرح کی اور بھی بہت سی اشیاء اور ان کی اعداد ہوں گی جن کے ساتھ انھیں عذاب دیا جائے گا۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انھیں مختلف اقسام کے عذاب دیے جائیں گے۔ ^① اور دیگر ائمہ تفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شدید سردی، زہر، کھولتے ہوئے گرم پانی

کا پینا، تھوہر کا کھانا، صعود پر چڑھایا جانا اور جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں گرایا جانا وغیرہ مختلف اور متضاد اشیاء مراد ہیں جن سے انھیں عذاب دیا اور ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

اہل دوزخ کا جھگڑنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْجَا بِهُمْ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ”یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا ذکر ہے جو جہنمی ایک دوسرے سے کہیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعْنَتْ أُخْتَهَا﴾ (الأعراف 38:7) ”جب ایک جماعت (وہاں) جا داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔“ یعنی سلام کہنے کے بجائے، وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے، ایک دوسرے کی تکذیب کریں گے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیں گے اور پہلے داخل ہونے والی جماعت کے بعد جہنم کے فرشتے جب دوسری جماعت کو لے کر آئیں گے تو پہلی جماعت والے ان سے کہیں گے: ﴿هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْجَا بِهُمْ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ”یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔“ کیونکہ یہ اہل دوزخ ہیں۔ ﴿قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَمَرْجَا بِكُمْ﴾ ”کہیں گے: بلکہ تم ہو، تمہارے لیے کوئی خوشی نہ ہو۔“ یعنی جہنم میں یہ داخل ہونے والے ان سے کہیں گے کہ تمہیں ہی خوشی نہ ہو کیونکہ ﴿أَنْتُمْ قَدْ مُّسِّوْهُ لَنَا﴾ ”تم ہی تو یہ (ہمارے سامنے لائے ہو۔“ یعنی تم ہی نے تو ہمیں اس بات کی دعوت دی تھی جس نے ہمیں اس انجام تک پہنچا دیا ہے ﴿فَيْئَسَ الْقَارِءُ﴾ ”پس (یہ) برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی یہ منزل رہنے اور پلٹنے کی بری جگہ ہے ﴿قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَرْنَا هَذَا أَفْزَدُهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے، اس کو آگ میں دو گنا عذاب دے۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿قَالَتْ أَخْرِطْهُمْ أَوْ لَا يَدْخُلُوهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَاقْتُلِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف 38:7) ”پچھلی جماعت پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش (جہنم) کا دو گنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دو گنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔“ یعنی تم میں سے ہر ایک کو اس کے حسب حال عذاب دیا جائے گا۔

﴿وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ﴾ اُتْخَلُّوْهُمْ سَخِرَآ أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ﴾ ”اور کہیں گے: کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بُروں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا یا (ہماری) آنکھیں ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔“ یہ کفار کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں کچھ ایسے لوگوں کو نہیں پائیں گے جنہیں وہ گمراہی پر سمجھتے تھے جبکہ خود یہ کافر اپنے آپ کو بزعیم خویش مومن سمجھتے تھے، ان کے بارے میں وہ کہیں گے کہ وہ ہمیں جہنم میں کیوں نظر نہیں آ رہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ جہنم میں ابو جہل یہ کہے گا: کیا بات ہے مجھے یہاں بلال، عمار، صہیب اور فلاں فلاں نظر نہیں آ رہے؟^① یہ ایک مثال ہے ورنہ تمام کفار کا یہی حال ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۚ وَمَا مِن إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمَوَاتِ

آپ کہہ دیجیے: بس میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ایک ہے، بڑا از بردست ﴿٦٥﴾ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ

ان دونوں کے درمیان ہے اس کا رب ہے، نہایت غالب، بہت معاف کرنے والا ﴿٦٦﴾ کہہ دیجیے: وہ ایک بہت بڑی خبر ہے ﴿٦٧﴾ تم اس سے اعراض

مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِي مِن عِلْمٍ بِالْمَلَائِكَةِ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِنْ يُؤْخَىٰ

کرنے والے ہو ﴿٦٨﴾ مجھے (فرشتوں کی) بلند پایہ جماعت کا کوئی علم نہیں تھا جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے ﴿٦٩﴾ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ بس میں تو

إِلَىٰ إِلَّا أَنبَأَ أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾

صرف ایک واضح (طور پر) ڈرانے والا ہوں ﴿٧٠﴾

مومن جہنم میں جائیں گے مگر جب کفار جہنم رسید ہوں گے اور وہاں ان مومنوں کو نہیں پائیں گے تو کہیں گے: ﴿مَالْنَا لَا تَدْرِي

رَجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ﴾ ﴿٦٥﴾ اَتَّخَذْتُمْ سِحْرِيًّا ﴿٦٦﴾ ”کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم

بروں میں شمار کرتے تھے، کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا۔“ یعنی دنیا میں ﴿٦٦﴾ اَمْرًا عَنَّا الْأَبْصَارُ ﴿٦٧﴾ ”یا (ہماری) آنکھیں

ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔“ وہ اپنے آپ کو ایک محال چیز کے ساتھ تسلی دیں گے اور کہیں گے کہ شاید وہ ہمارے

ساتھ جہنم ہی میں ہوں لیکن ان پر ہماری نظر نہ پڑی ہو۔ تو اس وقت انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو جنت کے بلند بالا اور

ارفع و اعلیٰ درجات میں جلوہ افروز ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ النَّارِ أَنْ قَدْ

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَاذْكُنْ مُؤْذِنًا بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

الظَّالِمِينَ﴾ ﴿٧٠﴾ (الأعراف 44:7) ”اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے: جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا

تھا، ہم نے تو اسے سچا پایا، بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے (تم سے) کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے:

ہاں، تو (اس وقت) ان میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ بے انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک:

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ ﴿٧٠﴾ (الأعراف 49:7) ”(اے مومنو!) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ،

تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ غم و اندوہ ہوگا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ﴾ ﴿٦٩﴾ ”بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔“ یعنی

اے محمد (ﷺ)! ہم نے تمہیں اہل دوزخ کے بارے میں جو یہ خبر دی ہے کہ وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر

لعنت کریں گے تو یہ برحق اور سچی خبر ہے، اس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 65-70

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عظیم الشان خبر ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کفر، شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں: ﴿إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ﴾ ﴿٦٥﴾ ”یقیناً میں تو صرف ڈرانے

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ

(یاد رکھیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں ۷۱ چنانچہ جب میں اسے ٹھیک ٹھیک بنا دوں

رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَعُوْنَ ۝۷۳ اِلَّا اِبْلِیْسَ ط اِسْتَكْبَرَ

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا ۷۲ جب تمام فرشتوں نے (بیک وقت) اکٹھے سجدہ کیا ۷۳ سوائے ابلیس

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۷۴ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدِیْ ط

کے، اس نے تکبر کیا، اور وہ کافروں میں سے ہو گیا ۷۴ اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۷۵ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ

اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا؟ کیا تو نے تکبر کیا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟ ۷۵ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے

مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۶ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۷۷ وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ

پیدا کیا، اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ۷۶ اللہ نے فرمایا: اب تو یہاں سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے ۷۷ اور بلاشبہ تجھ پر روز جزا تک میری لعنت

الدِّیْنِ ۝۷۸ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝۷۹ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۸۰

ہے ۷۸ ابلیس نے کہا: اے میرے رب! اب تو مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۷۹ اللہ نے فرمایا: پس بلاشبہ تو

اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُوِیْبَتُهُمْ اَجْعِلْیْنَ ۝۸۲ اِلَّا عِبَادَكَ

مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے ۸۱ اس دن تک جس کا وقت (میرے پاس) مقرر ہے ۸۲ اس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ

مِنْهُمْ الْمُخٰلَصِیْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ ۝۸۴ لَا مَلَكَ لَّجَهَنَّمَ مِنْكَ

کردں گا ۸۳ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے خالص و برگزیدہ ہوں ۸۴ فرمایا: تو حق یہی ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں ۸۴ میں تجھ سے اور

وَمِمَّنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ اَجْعِلْیْنَ ۝۸۵

ان سب سے جنہوں نے تیری پیروی کی جنہم کو ضرور پھر دوں گا ۸۵

والا ہوں۔“ اور میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ اور اللہ یکتا، بڑے زبردست

کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ وہ وحدہ لا شریک ہی ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ جو

آسمانوں اور زمین اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے۔“ یعنی سب کا مالک بھی وہی ہے اور سب

میں تصرف بھی اسی کا کارفرما ہے، ﴿الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ﴾ ”نہایت غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔“ یعنی عظمت و عزت کے ساتھ

ساتھ وہ بخشنے والا بھی ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ نَبَاٌ عَظِیْمٌ﴾ ”کہہ دیں کہ یہ ایک بڑی عظیم (شان چیز کی) خبر ہے۔“ یعنی یہ ایک

بہت زبردست اور عظیم الشان خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾

”تم اس سے اعراض کرنے والے ہو۔“ یعنی بے پروا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِیْ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَآِٔ اٰلَیْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ﴾ ”مجھے اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ

جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا، یعنی اگر میری طرف وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو مجھے ملائِ اعلیٰ کے اختلاف کے بارے میں کیسے علم ہوتا؟ یعنی حضرت آدم علیہ السلام، ابلیس کے انھیں سجدہ کرنے سے انکار اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اس جھگڑنے نے کہ وہ آدم سے افضل ہے، کے بارے میں مجھے کیسے معلوم ہوتا! اور اس بارے میں وحی الہی یہ ہے: (دیکھیے آیات: 71-85)

تفسیر آیات: 71-85

قصہ آدم و ابلیس: اس قصہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ بقرہ، سورہ اعراف کے آغاز، سورہ حجر، سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف^① اور یہاں سورہ ص میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم بھی دے دیا کہ جب وہ اس کی تخلیق و تسویہ سے فارغ ہو جائے تو وہ سب اکرام، اعظام، احترام کے طور پر اور اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجا لاتے ہوئے اسے سجدہ کریں، پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہیں بلکہ وہ جنوں کی جنس سے تھا۔ ضرورت کے وقت اس کی طبیعت و جبلت نے اس سے خیانت کی، اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس بارے میں رب تعالیٰ سے جھگڑنے لگا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے گمان میں آگ مٹی سے بہتر ہے، پس اس نے اس معاملے میں غلطی کی، اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا، اس کی ناک کو خاک آلود کر دیا، اپنے بابِ رحمت، مقامِ انس اور حضرت اقدس سے دھنکار دیا اور اس کا نام ابلیس رکھ دیا جو اس بات کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور پھر ذلیل و رسوا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اتار دیا، اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اسے روزِ قیامت تک مہلت دے دی جائے تو اس حلیم و بردبار ذات پاک نے جو اپنے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا، اسے مہلت دے دی۔ جب اسے قیامت تک مہلت مل گئی تو اس نے بغاوت و سرکشی کی روش کو اختیار کر لیا اور کہنے لگا: ﴿فِعِزَّتِكَ لَا غُيُوبَهُمْ أَجْعِلْهُمُ الْآعِبَادَ لَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝۸۳﴾ (سو مجھے) تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکا تار ہوں گا، سوائے ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔“ جیسا کہ اس نے کہا تھا: ﴿أَرْءَيْتَ هَٰذَا الَّذِي كُتِّمْتُ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِأَخْتَنِكَ ذُرِّيَّتَهُ ۖ أَتَقْلِيلًا ۝۸۴﴾ (بنی اسرائیل 62: 17) ”دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹا رہوں گا۔“ ان مستثنیٰ لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں اس طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَكِ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۝۸۵﴾ (بنی اسرائیل 65: 17) ”بے شک جو میرے (مخلص) بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کارساز کافی ہے۔“

① دیکھیے البقرہ، آیت: 34 والأعراف، آیت: 11 والحجر، آیات: 28-38 و بنی اسرائیل، آیات: 61، 62 و الکہف،

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٦﴾ إِنَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ لِلْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، اور میں تکلف (بناوٹی کام) کرنے والوں میں سے نہیں ہوں (قرآن) جہانوں کے

وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٨٨﴾

لیے نصیحت ہی تو ہے ﴿٨٧﴾ اور تم اس کی حقیقت کچھ مدت کے بعد ضرور جان لو گے ﴿٨٨﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ الْحَقُّ نَأْمَلُكَ أَقُولُ﴾ ﴿٨٤﴾ لَمْ أَكُنْ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِنْ تَبِعِكَ وَنَهْمُ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ ”کہا: سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے، سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، پہلے حق کو مرفوع پڑھا ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں حق ہوں اور حق ہی کہتا ہوں اور آپ سے دوسری روایت میں ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ ﴿١﴾ اور دیگر مفسرین نے دونوں حق کو منصوب پڑھا ہے۔ سدی نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ ﴿٢﴾ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت، اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ (السجدة 13:32) ”اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔“ نیز اس آیت کی طرح ہے: ﴿قَالَ أَذْهَبُ مَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا﴾ (بنی اسرائیل 63:17) ”(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: (یہاں سے) چلا جا، پھر جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے اور (وہ) پوری سزا (ہے)۔“

تفسیر آیات: 86-88

”کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے“: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! ان مشرکین سے کہہ دیں کہ میں اس دین کے پہنچا دینے اور تمھاری خیر خواہی کرنے کے عوض تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا جو تم دینی ساز و سامان میں سے مجھے دو۔ ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ ﴿٨٦﴾ ”اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے جس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں چاہتا بلکہ مجھے جس دین کے پہنچا دینے کا حکم دیا گیا تھا، میں نے اسے بلا کم و کاست پہنچا دیا ہے اور میں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا طلب گار ہوں۔ سفیان ثوری نے اعمش اور منصور سے، انھوں نے ابوصحیٰ سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: لوگو! جو کوئی کسی چیز کو جانتا ہو تو وہ اسے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے: اَللّٰهُ اَعْلَمُ ”اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔“ کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ، پس اللہ عز و جل نے تمھارے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ﴾

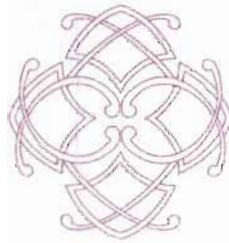
﴿مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (86) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔“ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمہما نے بیان کیا ہے۔^①

کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ (87) ”یہ (قرآن) تو تمام (اہل) عالم کے لیے نصیحت ہے۔“ یعنی قرآن مجید انسانوں اور جنوں تمام مُکَلَّفین کے لیے نصیحت ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسا کہ یہ آیت ہے: ﴿لَا تُؤْذِرْكُمْ بِهِ وَكُنْ بِكَعْطٍ﴾ (الأنعام 19:6) ”تا کہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے، آگاہ کر دوں۔“ اور یہ آیت ہے: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ قَالَ ثَارُ مَوْعِدُهُ﴾ (هود 17:11) ”اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“

﴿وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَ بَعْدِ حِينٍ﴾ (88) ”اور یقیناً تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔“ یعنی اس کی خبر اور اس کی صداقت تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گی، قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد۔^② اور عکرمہ نے کہا ہے کہ تمہیں اس کا حال قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔^③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ جو شخص فوت ہو جائے، وہ قیامت کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔

سورہ ص کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ .



① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (ص 38:86)، حدیث: 4809 و صحیح

مسلم، صفات المنافقین.....، باب الدخان، حدیث: 2798. ② تفسیر الطبری: 224/23 و تفسیر القرطبی:

231/15. ③ تفسیر القرطبی: 231/15.

تفسیر سُورَةُ زُمر

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ① اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ

(یہ) اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ① بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی

مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ② اَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ م

ہے، لہذا آپ اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کیجیے ② سنو! خالص اطاعت و بندگی اللہ ہی کے لیے ہے، اور جن لوگوں نے

مَا تَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللَّهِ ذُلْفٰى ط اِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيْهِ

اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں، یقیناً اللہ ان کے

يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللَّهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، ناشکر ابو ③ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا

لَاَصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحٰنَهُ ط هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

بنائے تو ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا چن لیتا، (لیکن) وہ تو (ان باتوں سے) پاک ہے، وہ اللہ واحد ہے، بڑا زبردست ④

سورہ زمر کی فضیلت: امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ (نفل) روزے

رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ کا روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور آپ (نفل) روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب

آپ کا روزے رکھنے کا ارادہ نہیں ہے اور آپ ﷺ ہر رات سورہ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ①

تفسیر آیات: 4-1

توحید کا حکم اور شرک کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کتاب قرآن عظیم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نازل

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، سورہ الزمر: 444/6، حدیث: 11444 اور دیکھیے مسند أحمد: 68/6 و صحیح

ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة التطوع باللیل، باب استحباب قراءة بنی اسرائیل و الزمر.....: 191/2، حدیث: 1163.

طوطی: امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، البتہ بعض محققین نے کہا ہے: ”اور آپ ﷺ ہر

رات سورہ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے“ کے علاوہ روایت صحیح ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):

کیا گیا ہے اور یہ کتاب بالکل سچی کتاب ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۚ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۚ بِلسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۚ﴾ (الشعراء 192-195) ”اور بلاشبہ یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، (اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تاکہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، فصیح عربی زبان میں (اتارا ہے۔)“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّكَ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۚ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَبِيدٍ ۚ﴾ (حتم السجدة 41: 42، 41) ”اور بے شک وہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہی ہے، اس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“

اور یہاں اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ﴾ ”(اس) کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب کی طرف سے ہے۔“ ﴿الْعَزِيزِ﴾ کے معنی عالی جناب اور ﴿الْحَكِيمِ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ اپنے اقوال و افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ بِالْحَقِّ فَاغْبِغْ بِنُورِهِ﴾ ”(اے پیغمبر!) بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے، لہذا آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے کریں۔“ یعنی اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور مخلوق کو بھی اس کی دعوت دیں اور انھیں یہ بات بتائیں کہ عبادت صرف اسی ذات پاک کی ہونی چاہیے جس کا کوئی شریک، کوئی برابری کرنے والا اور کوئی سا جھی نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ ”خبردار! اللہ ہی کے لیے خالص عبادت (زیبا) ہے۔“ یعنی وہ صرف اسی عمل کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے جسے عمل کرنے والے نے صرف اسی وحدہ لا شریک ہی کے لیے سرانجام دیا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾ ”ہم انھیں اس لیے پوجتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔“ بتوں کی عبادت پر انھیں اس بات نے آمادہ کیا کہ انھوں نے پہلے تو اپنے زعم کے مطابق بتوں کو ملائکہ مقربین کی صورتوں کے مطابق بنایا، پھر انھوں نے ان بتوں کی عبادت شروع کر دی اور اسے فرشتوں کی عبادت قرار دیا تاکہ نصرت، رزق اور دنیا میں درپیش امور میں وہ ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں، پھر البتہ آخرت میں وہ اس بات کا انکار کر دیں گے۔ قتادہ، سدی اور مالک رحمہم اللہ زید بن اسلم اور ابن زید سے اس آیت کریمہ: ﴿إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾ ”مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔“ کے معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ ہماری شفاعت کریں اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔ ① زمانہ جاہلیت میں حج کے تلبیہ میں بھی یہ لوگ کہا کرتے تھے: [لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ..... إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكٌ] ”میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں..... مگر ایک شریک ہے تیرا، اس کا اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔“ ②

زمانہ قدیم و جدید کے تمام مشرکین اسی شے میں مبتلا تھے اور تمام انبیائے کرام ﷺ اسی کی تردید و ممانعت کے لیے تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی تھی اور انھوں نے فرمایا تھا کہ اس بات کو مشرکین نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نہ اس کی اجازت دی اور نہ وہ اس سے خوش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے اور اس نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اْعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ﴾ (النحل: 36) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں کی پرستش) سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الأنبياء: 25: 21) ”اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی پیغمبر بھیجے، اُن کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بھی مطلع فرمایا ہے کہ آسمانوں میں موجود تمام فرشتے، خواہ وہ مقربین ہوں یا دیگر سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سامنے عجز و نیاز کرنے والے ہیں، اس کی اجازت کے بغیر وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے، سفارش بھی اس کے لیے کرتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے، وہ اس طرح نہیں جس طرح بادشاہوں کے دربار میں امراء ہوتے ہیں کہ وہ بادشاہوں کی اجازت کے بغیر سفارش کر دیتے ہیں، خواہ بادشاہ پسند کریں یا ناپسند، لہذا ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ (النحل: 74) ”پس (لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں مت بیان کرو۔“ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان مثالوں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ ”یقیناً اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ ”ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوقات میں فیصلہ فرمادے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق صلہ دے گا۔ ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكِ أَهْلُكُمُ أَتَاكُمْ فَأَتَوْا يَعْبُدُونِ ۚ قَالُوا سُبْحَنَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونَهُمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ (سبا: 41، 40: 34) ”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی لوگ صرف تمھاری پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ تو جنوں کو پوجا کرتے تھے (اور) ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ فَظَّادٌ﴾ ”بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) ناشکر ہے۔“ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر کذب و افتر باندھنے کا قصد کرے اور اس کا دل اس کی آیات اور دلائل و براہین کو قبول کرنے سے انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا نہیں فرماتا، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں جیسا کہ جاہل مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور (اللہ کے) معاندین یہود و نصاریٰ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے بیٹے سمجھتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر پلپٹاتا ہے، اور دن کو رات پر پلپٹاتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ

ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، سنو! وہ نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے ⑤ اس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اس نے اس سے اس کا

مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَلَاثِينَ أَزْوَاجًا

جوڑا بنایا، اور اس نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے (زورادہ) اتارے (پیدا کیے)، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے،

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ

ایک پیدائش (مرطے) کے بعد دوسری پیدائش میں، تین قسم کے اندھیروں (پردوں) میں، یہ ہے اللہ تمہارا رب، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی

الْمَلِكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَانِی تَصَرُّفُونَ ⑥

معبود نہیں، پھر تم کہاں پھرے (بیکے) جاتے ہو؟ ⑥

وَكَلَّا لَا تَصْطَفِي مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ ”اگر اللہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنانا چاہتا تو ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا

منتخب کر لیتا۔“ یعنی معاملہ ان کے وہم و گمان کے خلاف ہوتا، یاد رہے کہ یہ شرط ہے، اس کا وقوع اور جواز لازم نہیں آتا، بلکہ وہ

تو محال ہے، یہاں تو مقصود صرف ان کے وہم و گمان کا بطلان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهَوًا

لَا تَتَّخِذُهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنَّا كُنَّا فاعِلِينَ ۝﴾ (الانبیاء 21: 17) ”اگر ہم چاہتے کہ کھیل تماشا بنائیں تو اپنے پاس ہی

سے بنالیتے، اگر ہم کرنے والے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ۝﴾ (الزخرف

81: 43) ”کہہ دیجیے: اگر رحمن (اللہ) کی کوئی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔“ یہ سب کچھ شرط

کے قبیل سے ہے اور متکلم کے مقصد کے پیش نظر امر محال کے ساتھ مشروط قرار دینا بھی جائز ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبْحَنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④﴾ ”وہ تو پاک ہے وہی تو اللہ کیلتا (اور) بڑی قوتوں والا

ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو واحد، احد، تنہا اور صمد ہے، ہر چیز

اس کی غلام اور محتاج ہے اور وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس نے تمام اشیاء کو مغلوب کر رکھا ہے، تمام مخلوق اس کے

سامنے عاجز و در ماندہ ہیں اور اللہ ان ظالموں اور منکروں کی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

تفسیر آیات: 6,5

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور جو ان کے مابین چیزیں ہیں

سب کا خالق ہے، وہی مالک الملک، تصرف فرمانے والا اور رات اور دن کو بدل بدل کر لانے والا ہے: ﴿يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى

النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ﴾ (اور) وہی رات کو دن پر پلپٹاتا اور دن کو رات پر پلپٹاتا ہے۔“ یعنی اس نے ان دونوں کو مسخر

کر رکھا ہے، دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں اور اکتاتے نہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑا چلا

آتا ہے، ﴿يُعْشَى الْكَيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾ (الأعراف: 54) ”وہی رات سے دن کو ڈھانپتا ہے وہ (رات) جلدی جلدی اس (دن) کو طلب کرتی ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور دیگر ائمہ تفسیر سے یہی معنی مروی ہیں۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَفَرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْزِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ط﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔“ یعنی اس مدت تک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، پھر روز قیامت یہ مدت اختتام پذیر ہو جائے گی۔ ﴿أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑤﴾ ”خبردار! وہی غالب (اور) خوب بخشنے والا ہے۔“ یعنی اپنی عزت و عظمت اور کبریائی کے ساتھ ساتھ وہ اسے بخشنے والا بھی ہے جو اس کی نافرمانی کے بعد توبہ کر لے یا اس کی طرف رجوع کرے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ⑥﴾ ”اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔“ یعنی اس نے

تمہاری جنموں، صنفوں، زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کے باوجود تم کو ایک شخص حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے، ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ⑦﴾ ”پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔“ یعنی حوا علیہا السلام کو، جیسا کہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ⑧﴾ (النساء: 1) ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس نے اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور (پھر) ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلْ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةً أَنْزَاجَ ط﴾ ”اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے۔“ یعنی اس نے تمہارے لیے چوپایوں کی پشتوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے اور ان آٹھ جوڑوں کی سورۃ انعام میں اس طرح تفصیل مذکور ہے: آٹھ قسمیں (پیدا فرمائیں) دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے (ایک نر اور ایک مادہ) اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے،^② پھر فرمایا: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ⑨﴾ ”وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے۔“ یعنی اس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں اس طرح پیدا فرمایا، ﴿خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ ⑩﴾ ”ایک (طرح کی) پیدائش (دوسری) پیدائش کے بعد۔“ یعنی پہلے تم نطفہ ہوتے ہو، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر وہ گوشت، ہڈیوں، اعصاب اور رگوں کو پیدا فرماتا، پھر روح پھونک دیتا ہے تو یہ (گویا ایک تخلیق کے بعد) دوسری تخلیق ہوگئی، ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ط﴾ (المؤمنون: 14) ”چنانچہ اللہ جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ط﴾ ”تین اندھیروں میں۔“ یعنی رحم کے اندھیرے، جھلی کے اندھیرے۔ جو بچے کے لیے حفاظت کے طور پر اس کے اوپر ایک پردے کے طور پر ہوتی ہے۔ اور پیٹ کے اندھیرے میں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابو مالک، ضحاک، قتادہ، سدی اور ابن زید رحمہم کا قول ہے۔^③

① تفسیر القرطبی: 235/15 و تفسیر الطبری: 230، 229/23. ② دیکھیے الأنعام، آیات: 143، 144. ③ تفسیر

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ط

اگر تم کفر کرو گے تو اللہ بیعتا تم سے بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے،

وَلَا تَزِرْ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ط ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ط

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے، تو وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے، بلاشبہ وہ

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦ ۖ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ

سینوں کے راز خوب جانتا ہے ⑦ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے، پھر جب وہ

إِذَا خَوْلَهُ نِعْمَةٌ مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوًّا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ۖ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا

اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس کے لیے دعا کیا کرتا تھا اسے بھول جاتا ہے، اور اللہ کے لیے شریک ٹھہراتا ہے تاکہ اس کے

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ط قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ⑧

راتے سے (لوگوں کو) بہکائے، آپ کہہ دیجیے: تو اپنے کفر کے ساتھ کچھ (دنیاوی) فائدہ اٹھالے، بلاشبہ تو دو زخیوں میں سے ہے ⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ﴾ ”یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔“ جس نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو وجود بخشا، تمہیں اور تمہارے باپ کو پیدا فرمایا، وہی پروردگار عالم ہے، ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے اور اس میں اسی کا تصرف کارفرما ہے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ اس لیے صرف اسی وحدہ لا شریک کی عبادت ہونی چاہیے، ﴿فَإِنِّي تُصَرِّفُونَ﴾ ”پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟“ یعنی پھر تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں؟

تفسیر آیات: 8,7

اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَيِّدٌ﴾ (ابراہیم 14: 8) ”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کریں تو بے شک اللہ یقیناً بے نیاز (اور) نہایت قابل تعریف ہے۔“

اور صحیح مسلم میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [يَا عِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ، كَانُوا عَلَىٰ أَفْجَرِ قُلُبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُّلكِي شَيْئًا] ”اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور انسان اور جن، تم میں سے سب سے زیادہ گناہ گار کے دل جیسے ہو جائیں گے تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“ ①)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ ”اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا۔“ نہ وہ

ناشکری کو پسند فرماتا ہے اور نہ اس کا حکم دیتا ہے۔ ﴿وَلَنْ تَشْكُرُوا بِرِضَا لَكُمْ ط﴾ ”اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔“ اسے تمہارے لیے پسند بھی کرے گا اور تمہیں اپنے فضل سے اور زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ط﴾ ”اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر ایک سے اس کے اپنے بارے میں ہی پوچھا جائے گا، ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۷﴾ ”پھر اپنے پروردگار کی طرف تمہارا لوٹنا ہے، پھر تم جو کچھ کرتے رہے وہ تمہیں بتائے گا، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک کو جانتا ہے۔“ اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

خفی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا مَنَّ الْإِنْسَانُ صُرَّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ط﴾ ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔“ یعنی بوقت ضرورت وہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے سامنے عاجزی کرتا اور اس سے مدد مانگتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ صَلَّيْ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهَهُ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝۶۷﴾ (بنی اسرائیل 67) ”اور جب تمہیں دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو وہ سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم پکارتے ہو، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔“ اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوَ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ط﴾ ”پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے (مہربانی کرتے ہوئے) کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس (مصیبت) کے لیے پکارا کرتا تھا، اسے بھول جاتا ہے۔“ یعنی آسودگی اور خوش حالی کے دور میں اپنی التجا و فریاد کو بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا مَنَّ الْإِنْسَانُ الضُّرَّ دَعَا نَدَاً لِّجَنَّتِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَابِلًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ صُورَهُ مَوَّكَانَ لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرِّ مَسَّهُ ط﴾ (یونس 12:10) ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر یا پیٹھ یا کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا اس نے کسی تکلیف کی طرف جو اسے پہنچی ہو، ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ط﴾ ”اور اللہ کے لیے کئی شریک بنالیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔“ یعنی عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے لیے شریک بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ﴿قُلْ تَتَّبِعُوا كُفْرًا قَلِيلًا ۝۸ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝۹﴾ ”کہہ دیجیے: (اے کافر نعمت!) اپنی ناشکری کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ اٹھالے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔“ یعنی جس کی یہ حالت اور یہ طریقہ و مسلک ہو، اس سے کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے، یہ بہت شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ تَتَّبِعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۝۱۰﴾ (ابراہیم 30:14) ”کہہ دیجیے: (چند روز) فائدہ اٹھالو، پس بے شک تمہارا

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ط قُلْ

کیا (پیشک بہتر ہے یا وہ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے عبادت و فرمان برداری کرتا ہے، جبکہ وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۙ

کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے؟ کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں ۙ

لوٹنا دوزخ کی طرف ہے۔“ اور فرمایا: ﴿تُبْتَغِهِمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝﴾ (لقمن 24:31) ”ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیں گے، پھر انھیں سخت عذاب کی طرف دھکیلیں گے۔“

تفسیر آیت: 9

فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں: اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی یہ صفت ہو (کہ وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے) کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اور اس کے شریک بنائے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَيْسُوا سَوَاءً ط مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝﴾ (ال عمران 113:3) ”وہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں سے ایک جماعت (اللہ کے حکم پر) قائم ہے جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) وہ سجدہ کرتے ہیں۔“ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا﴾ ”(بھلا شرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے۔“ یعنی وہ اپنے سجدوں اور قیام کی حالت میں خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قانت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان بردار ہو۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿آنَاءَ اللَّيْلِ﴾ سے مراد ”آدھی رات“ ہے۔ ②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ط﴾ ”وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔“ یعنی عبادت کی حالت میں وہ ڈرتا بھی ہے اور امید بھی رکھتا ہے اور عبادت میں ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، لیکن زندگی میں خوف ہی غالب ہونا چاہیے، اس لیے فرمایا: ﴿يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ط﴾ ”وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔“ موت کے وقت امید کا پہلو غالب ہونا چاہیے جیسا کہ امام عبد بن حمید نے اپنی ”مسند“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لے گئے جو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا: [كَيْفَ تَجِدُكَ؟] ”تم خود کو کیسا محسوس کرتے ہو؟“ اس نے عرض کی: میں امید بھی رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا

① المعجم الكبير للطبرانی: 60/10، حدیث: 9948. ② الأحادیث المختارة للمقدسی: 20/10 وتفسير القرطبي:

قُلْ يٰۤاَعْبَادِ اللّٰهِ اٰمَنُوْا اَتَقُوْا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط

کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو، جنہوں نے اس دنیا میں اچھے عمل کیے ان کے لیے بھلائی ہے،

وَارْضُ اللّٰهُ وَاِسْعَهُ ط اِنَّمَا يُوَفّٰى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ

اور اللہ کی زمین وسیع ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا ⑩ آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا

اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫

ہے کہ میں اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں ⑪ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بن جاؤں ⑫

أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ] ”اس جیسے موقع پر جس شخص کے دل میں بھی یہ دونوں باتیں جمع ہوں تو اللہ عز وجل اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہو اور اس چیز سے اسے امن عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو۔“ ⑬ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے، امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور امام ابن ماجہ نے اسے بروایت سیار بن حاتم از جعفر بن سلیمان روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔ ⑭

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت تمیم داری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتٌ لَّيْلَةٍ] ”جو شخص رات کو ایک سو آیت پڑھے تو اس کے لیے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔“ ⑮ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں بھی اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ ⑯ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط﴾ ”کہہ دیجیے: بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟“ یعنی کیا یہ شخص اور وہ جس کا پہلے ذکر ہوا برابر ہو سکتے ہیں، یعنی راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے والا اور اس کے رستے سے گمراہ کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ط﴾ ”بے شک نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقل مند ہیں۔“ یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں میں فرق کو صرف وہی شخص معلوم کر سکتا ہے جس میں عقل ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 10-12

”تقویٰ، ہجرت اور اخلاص عبادت کا حکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اطاعت و تقویٰ پر رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يٰۤاَعْبَادِ اللّٰهِ اٰمَنُوْا اَتَقُوْا رَبَّكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط﴾ ”کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، تم اپنے پروردگار سے ڈرو، جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے بھلائی ہے۔“

① مسند عبد بن حمید، ص: 404، حدیث: 1370 (C.D). ② جامع الترمذی، الحناظر، باب [الرجاء باللہ والخوف

بالذنب.....]، حدیث: 983 والمن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول المریض إذا قیل له: کیف

تجدد؟ 262/6، حدیث: 10901 وسنن ابن ماجہ، الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، حدیث: 4261.

③ مسند أحمد: 103/4. ④ المن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ، باب ثواب من قرأ مائة آية فی ليلة: 180/6،

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ

کہہ دیجیے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً مجھے بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈر لگتا ہے ﴿١٣﴾ کہہ دیجیے: میں اللہ کے لیے اپنی

مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ

بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرتا ہوں ﴿١٤﴾ تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، کہہ دیجیے: بلاشبہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط إِلَّا ذَلِكَ هُوَ الْخَسِرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾

لوگ ہیں جنہوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا، خبردار! یہی کھلا خسارہ ہے ﴿١٥﴾ ان کے لیے ان کے اوپر

لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ذَلِكَ يَخَوْفُ اللَّهُ

آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے، یہی وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہذا

بِهِ عِبَادَةً ط يُعْبَادُ فَاتَّقُونِ ﴿١٦﴾

اے میرے بندو! تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو ﴿١٦﴾

جنہوں نے اس دنیا کی زندگی میں اچھا عمل کیا، ان کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے۔ ﴿وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ﴾ ”اور

اللہ کی زمین کشادہ ہے۔“ مجاہد کہتے ہیں: تم اس میں ہجرت کرو، جہاد کرو اور بتوں سے علیحدگی اختیار کرو۔ ﴿١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّادِقُونَ أَجْرَهُمْ بِخَيْرٍ حِسَابٍ﴾ ﴿١٠﴾ ”صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار

ملے گا۔“ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ناپ تول کرا جو ثواب نہیں دیا جائے گا بلکہ انہیں بے حد و حساب

اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ ﴿٢﴾ سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں جنت میں بے شمار ثواب دیا جائے گا۔ ﴿٣﴾ ارشاد

باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾ ﴿١١﴾ ”کہہ دیجیے: بے شک میں حکم دیا گیا ہوں

کہ میں بندگی کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں۔“ یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ

اللہ وحدہ لا شریک کے لیے عبادت کروں۔ ﴿وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَقْلَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ﴿١٧﴾ ”اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں

سب سے پہلا مسلمان بنوں۔“

تفسیر آیات: 13-16

اللہ کے عذاب سے ڈر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں، اس کے باوجود کہہ دیں: ﴿إِنِّي أَخَافُ

إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ﴿١٣﴾ ”اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو یقیناً میں بڑے دن کے عذاب سے

ڈرتا ہوں۔“ بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کے معنی میں دوسرے سے بطریق اولیٰ تعریض ہے، یعنی

اپنے رب کا حکم نہ ماننے کی صورت میں مجھے روز قیامت کے عذاب سے ڈر لگتا ہے تو میرے سوا دوسرے لوگوں کو اس صورت میں

یا لا اولیٰ عذاب الہی سے ڈرنا چاہیے، ﴿قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي﴾ ﴿١٤﴾ فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ط ”کہہ

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ

اور جو لوگ طاغوت کی عبادت کرنے سے بچ رہے، اور انھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا، ان کے لیے بشارت ہے، لہذا آپ

فَبَشِّرْ عِبَادَ ۚ ۱۷ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

میرے (ان) بندوں کو بشارت دے دیں ۱۷ جو غور سے بات سنتے ہیں، اور اس میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جنہیں

هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۱۸

اللہ نے ہدایت دی، اور وہی لوگ عقل والے ہیں ۱۸

دیں کہ میں اپنی بندگی کو اس کے لیے (شرک سے) خالص کرتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں تو تم اس کے سوا جس کی

چاہو عبادت کرو۔“ یہ مشرکین کے لیے سرزنش اور ان سے اظہارِ براءت ہے۔ ﴿قُلْ إِنَّ الْغَاسِقِينَ﴾ کہہ دیں کہ بلاشبہ

خسارہ اٹھانے والے۔“ یعنی سارے کا سارا نقصان اٹھانے والے، ﴿الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَاهْلَيْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

”وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا“ اور اب وہ ایک دوسرے سے

الگ ہو گئے ہیں اور ان کی کبھی بھی آپس میں ملاقات نہ ہو سکے گی، خواہ یہ صورت ہو کہ ان کے گھر والے جنت میں گئے ہوں

اور وہ جہنم میں یا وہ سب کے سب جہنم رسید ہو گئے ہوں، اب وہ کبھی بھی نہ آپس میں مل جل سکیں گے اور نہ انھیں کبھی کوئی خوشی

حاصل ہوگی۔ ﴿أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ ”خبردار! یہی صریح نقصان ہے۔“ یعنی یہ صریح، واضح اور کھلم کھلا

نقصان ہے، پھر جہنم میں ان کی حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾

”اُن کے لیے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی) سائبان ہوں گے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے: ﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ﴾ (الأعراف: 41:7) ”ان (لوگوں)

کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا) اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ اور

فرمایا: ﴿يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (العنکبوت: 29)

55) ”اس دن اُن کو عذاب اُن کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور وہ (اللہ) فرمائے گا: جو تم عمل کیا

کرتے تھے (اب اُن کا مزہ) چکھو۔“

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ يَخُوفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ﴾ ”یہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا

ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اس جہان کی خبریں یقیناً اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ اس سے اپنے بندوں کو ڈرائے تاکہ وہ حرام اور گناہ

کے کاموں سے باز آجائیں۔ ﴿يَعْبَادُ فَالْقَوْنِ﴾ ”(تو) اے میرے بندو! پس تم مجھی سے ڈرو۔“ یعنی میری گرفت،

میری سزا اور میرے عذاب سے ڈرتے رہو۔

تفسیر آیات: 17، 18

نیک لوگوں کے لیے بشارت: عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿وَالَّذِينَ

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ لَكِنَّ الَّذِينَ

کیا پھر جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو تو (اے نبی!) کیا آپ اسے چھڑالیں گے جو آگ (دوزخ) میں ہے؟ ۱۹ لیکن جو لوگ

اتَّقُوا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرْفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اپنے رب سے ڈر گئے ان کے لیے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر (اور) بالا خانے بنے ہوئے ہیں، جبکہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں،

وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْوَعْدَ ۚ

(یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ۲۰

اجْتَبُوا الطَّاعُونَ أَنْ يَعْبُدُوا هَا ﴿﴾ ”اور جنہوں نے طاعت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں۔“ زید بن عمرو بن

نفیل، ابو ذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ۱۹ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ انھیں اور ان کے علاوہ

ان سب لوگوں کو بھی شامل ہے جو بتوں کی عبادت سے اجتناب کریں اور رحمان کی عبادت کو اختیار کریں، انہی لوگوں کے لیے دنیا اور

آخرت کی زندگی میں بشارت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادَ ۚ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ

أَحْسَنَهُ ط﴾ ”پس آپ میرے ان بندوں کو بشارت (سنا) دیں جو بات کو سنتے اور ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے

ہیں۔“ یعنی اچھی باتوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرتے وقت

فرمایا تھا: ﴿فَخُذْ هَٰذَا بِقُوَّةٍ وَآمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ط﴾ (الأعراف: 145:7) ”پس تو اسے زور سے پکڑ اور اپنی قوم کو حکم

دے کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑیں۔“

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی۔“ یعنی اسی صفت سے متصف وہ

لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ہدایت عطا فرمائی ہے، ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۚ﴾ ”اور یہی عقل

والے ہیں۔“ یعنی جن کی عقل صحیح اور فطرت مستقیم ہے۔

تفسیر آیات: 20, 19

جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہو کہ

وہ بد بخت ہے تو کیا تم اسے ضلالت و ہلاکت سے بچا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ جسے اللہ گمراہ

کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے

سعادت مند بندوں کے لیے فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنت میں عظیم الشان محلات ہوں گے ﴿مِنْ فَوْقِهَا غُرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ ط﴾

”جن کے اوپر بالا خانے بنائے ہوئے ہیں۔“ بالا خانوں کے اوپر بالا خانے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم، آراستہ و پیراستہ اور

بلند و بالا ہیں۔ عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي

الْحَنَةِ لَعَرْفًا يُرَى بُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا وَظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَنْ هِيَ؟ قَالَ:

لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَصَلَّى لِلَّهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ”بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے دیکھا جاسکتا ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ بالا خانے کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے اور رات کو اس وقت اللہ کے لیے نماز پڑھے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔“^① اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔^②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْعُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ، كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكُوكَبَ فِي السَّمَاءِ] ”اہل جنت، جنت میں بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم آسمان پر ستارہ دیکھتے ہو۔“ انھوں (ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن ابوعیاش سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کو (یوں) بیان کرتے ہوئے سنا: [كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكُوكَبَ الدَّرِّيَّ فِي الْأَفْقِ الشَّرْقِيِّ أَوِ الْغَرْبِيِّ] ”جیسے تم مشرقی یا مغربی افق پر ٹٹماتے ستارے کو دیکھتے ہو۔“^③ اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^④

اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے فزارہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ مجھے فلیح نے ہلال بن علی سے، انھوں نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ، أَوْ تَرَوْنَ الْكُوكَبَ الدَّرِّيَّ الْغَارِبَ فِي الْأَفْقِ وَالطَّلَاعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُولَئِكَ النَّبِيُّونَ؟ قَالَ: بَلَى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! وَأَقْوَامٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ] ”اہل جنت، جنت میں (بالا خانوں والوں کو) اس طرح دیکھیں گے جیسے تم افق میں طلوع و غروب ہونے والے چمک دار ستارے کو دیکھتے ہو، یعنی اہل درجات میں فرق اس طرح ہوگا (جیسے زمین سے آسمان تک کافرق ہے) صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا وہ انبیاء ہوں گے؟ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور انھوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔“^⑤ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔^⑥

اور فرمایا: ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ”(اور) ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔“ یعنی جس طرح وہ چاہیں اور ارادہ

① مسند أحمد: 156/1. ② جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة غرف الجنة، حديث: 2527، البتة

ترمذی کے مطبوعہ نسخوں میں حسن غریب کے بجائے صرف غریب ہے۔ ③ مسند أحمد: 340/5. ④ صحيح البخاری، الرقاق،

باب صفة الجنة والنار، حديث: 6555، 6556 صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب ترائي أهل الجنة.....،

حديث: 2831، 2830. ⑤ مسند أحمد: 339/2. ⑥ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء في ترائي أهل الجنة

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اسے زمینی چشموں سے جاری کیا، پھر وہ اس کے ذریعے سے کھیتی نکالتا ہے،

زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهْبِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي

جگہ اس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، پھر وہ (پک کر) خشک ہو جاتی ہے، آپ اسے زرد ہوئی دیکھتے ہیں، پھر وہ اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

2
12
16

ذَلِكَ لَذِكْرِى لَأُولَى الْأَلْبَابِ ۚ (21) أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے (21) کیا پھر جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے، (وہ سخت

نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ط فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ (22)

اور نگہ دل کا فر کے برابر ہو سکتا ہے؟) چنانچہ ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد کے معاملے میں سخت ہیں، وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں (22)

کریں گے ان بلند و بالا محلات کے درمیان نہریں بھی رواں دواں ہوں گی۔ ﴿وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْوَعْدَ﴾ (20)
 ”(یہ) اللہ کا وعدہ ہے (اور) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔“ یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو اس نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 22، 21

دنیاوی زندگی کی مثال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پانی کا اصل منبع آسمان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ (الفرقان 48: 25) ”اور ہم نے آسمان سے پاک (اور ستھرا) پانی برسایا۔“

جب وہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے تو وہ پانی زمین میں چھپ جاتا ہے، پھر زمین کے اجزاء کے اندر اللہ تعالیٰ اس پانی میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور ضروریات کے مطابق اس سے چھوٹے اور بڑے چشمے جاری فرما دیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ﴾ ”پھر اسے زمین میں چشمے بنا کر چلا یا۔“ سعید بن جبیر اور عامر شععی نے کہا ہے کہ زمین کے ہر پانی کا اصل سرچشمہ آسمان ہی ہے۔ (1) اور سعید بن جبیر نے یہ بھی کہا ہے کہ پانی کا اصل برف ہے، یعنی وہ برف جو پہاڑوں پر گرتی ہے، پھر پہاڑوں کے اندر جا کر قرار پکڑ لیتی ہے اور انھی پہاڑوں کے نیچے کے حصوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ (2) ﴿ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ﴾ ”پھر وہ اس سے کھیتی اُگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔“ یعنی پھر وہ آسمان سے نازل ہونے والے اور زمین میں چشموں کی صورت میں جاری ہونے والے پانی کے ساتھ رنگ رنگ کی کھیتی اُگاتا ہے جس کی شکلیں، ذائقے، خوشبوئیں اور منافع مختلف ہوتے ہیں، ﴿ثُمَّ يَهْبِيجُ﴾ ”پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔“ یعنی سرسبز و شادابی اور جوانی کے بعد وہ مرجھانے لگتی ہے، ﴿فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا﴾ ”تو آپ اسے زرد شدہ دیکھتے ہیں“ اور اس میں خشکی پیدا ہو رہی ہوتی ہے، ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا﴾ ”پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔“ یعنی وہ خشک ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِّأُولَى الْأَلْبَابِ﴾ (21) ”بے شک اس میں

اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانًى ۖ تَفْشَعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایک کتاب ہے باہم ملتی جلتی، بار بار دہرائی جانے والی، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے

رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَيْنُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ هُدًى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ

رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف نرم (ہمو کر مال) ہو جاتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ذریعے سے

يَشَاءُ ۖ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ ②٣

جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ②٣

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔ ”یعنی ان لوگوں کے لیے جو اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا بھی اس کھیتی کی طرح سرسبز و شاداب اور حسین و جمیل ہوتی ہے، پھر بد صورت بڑھیا کی طرح ہو جاتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ جوانِ رعنا بڑا ہو کر کمزور اور شیخ فانی بن جاتا ہے، پھر ان سارے حالات کے بعد موت بھی ہے۔ سعادت مند وہ ہے جسے موت کے بعد خیر و بھلائی نصیب ہو۔ قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح بیان کی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا، اس کے ساتھ فضلیں اور پھل اُگاتا، پھر انھیں چورا چورا کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاصْرِبْ لَهُم مِّثْلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاَخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيْحُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ (الکھف: 45:18)

”اور اُن کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجیے (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی (زمین کی پودگئی ہو گئی)، پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اُسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَقْسَمُ اللّٰهُ صَدْرُهُۥ لِاِسْلَامٍ فَهُوَ عَلٰی نُوْبٍ مِّنْ

رَبِّهٖ﴾ ”بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل

کافر کی طرح ہو سکتا ہے؟)“ یعنی کیا وہ اور وہ شخص جو سخت دل اور حق سے دور ہو، برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ مِّنْ كَانَ مِيْنًا فَاحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا اَيُّشٰى بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا ۚ (الأنعام: 122:6)

”بھلا جو مرده تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی کر دی جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا

پھرتا ہے، اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے (اور) وہ اس سے نکلنے والا ہی نہیں۔“

اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿قَوْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ”پس اُن کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل

اللہ کی یاد سے سخت ہیں۔“ اس کے ذکر سے نرم نہیں ہوتے، نہ اس کے سامنے جھکتے ہیں، نہ کچھ یاد رکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

﴿اُوْلٰٓئِكَ فِیْ صَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ ”یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

تفسیر آیت: 23

قرآن مجید کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم کی، جسے اس نے اپنے رسول کریم ﷺ پر نازل کیا، تعریف

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُثَشَّاهًا مَّثَانِيًّا﴾ ”اللہ نے نہایت اچھی بات نازل فرمائی ہے (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں) باہم ملتی جلتی (ہیں اور) بار بار دہرائی جاتی ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ سارے کا سارا قرآن باہم ملتا جلتا اور بار بار دہرایا جاتا ہے۔^(۱) اور قنادہ کہتے ہیں کہ آیت آیت سے اور حرف حرف سے ملتا جلتا ہے۔^(۲) اور ضحاک کہتے ہیں کہ مثنائی سے مراد ایک بات کو بار بار دہرانا ہے تاکہ لوگ اپنے رب کے فرمان کو سمجھ جائیں۔^(۳) عکرمہ اور حسن نے کہا کہ اس میں اللہ نے فیصلے کو دہرایا ہے۔^(۴) اور حسن نے یہ بھی کہا کہ سورت میں ایک آیت ہوتی ہے، پھر کسی دوسری سورت میں بھی اس سے ملتی جلتی کوئی آیت ہوتی ہے۔^(۵) اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿مَّثَانِيًّا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کا ایک حصہ دوسرے سے ملتا جلتا اور مشابہت رکھتا ہے۔^(۶) بعض علماء نے کہا ہے اور امام سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات قرآن مجید کے مختلف سیاق ایک ہی معنی میں ہوتے ہیں تو یہ مشابہ ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک چیز ذکر کی جاتی ہے تو ساتھ ہی اس کی ضد بھی ذکر کر دی جاتی ہے، مثلاً: مومنوں کا ذکر ہوا تو پھر اس کے بعد کافروں کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، جنت کی صفت بیان کی جاتی ہے تو ساتھ ہی جہنم کی ہولناکی بھی بیان کر دی جاتی ہے۔ الغرض اس طرح مختلف اور متضاد چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے تو یہ ﴿مَّثَانِيًّا﴾ ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۚ وَإِنَّ الْفَاجِرَ لَفِي جَحِيمٍ ۚ﴾ (الانفطار 82: 13، 14) ”بے شک نیکوکار نعمت (والی بہشت) میں ہوں گے اور یقیناً بدکار بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔“

اور فرمایا: ﴿كَلاَّ إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۚ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ۚ وَيَلَّيْ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۚ الَّذِينَ يَكْذِبُونَ بِبُيُوتِ الدِّينِ ۚ وَمَا يَكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعَذِّبٍ أَنِيمٍ ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ كَلَّا بَلْ سَكَنَ ۖ إِنَّ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ يَوْمِنُوا ۚ لَمْ يَحْجُبُونَ ۚ ثُمَّ أَنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۚ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۚ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۚ﴾ (المطففين 83: 7-18) ”ہرگز نہیں! یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال البتہ سحین میں ہے، اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ سحین کیا ہے۔ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے (یعنی) جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جانے والا، گناہ گار ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ تو) اگلے لوگوں کے افسانے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ جو وہ (اعمال بد) کھاتے ہیں اس نے اُن کے دلوں پر رنگ لگا دیا ہے، ہرگز نہیں! بے شک یہ لوگ اُس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیے جائیں گے، پھر بلاشبہ وہ دوزخ میں جا داخل ہوں گے، پھر (اُن سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلاتے تھے، ہرگز نہیں! یقیناً نیکوکاروں کا نامہ اعمال البتہ علیین (بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر) میں ہے۔“

اور فرمایا: ﴿هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۚ جَنَّاتٍ عِدْنٍ مُّفْتَحَةٍ ۚ لَهُمْ فِيهَا الْأَبْوَابُ ۚ مُتَجَلِّينَ فِيهَا يَدْعُونَ

① تفسیر الطبری: 250/23. ② تفسیر الطبری: 249/23. ③ تفسیر الطبری: 76/14 مختصراً. ④ تفسیر الطبری:

249/23. ⑤ تفسیر الطبری: 249/23. ⑥ تفسیر الطبری: 249/23 والدر المنثور: 610/5.

فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قُصِرُتِ الظُّرُفُ الْأَرَابُ ۝ هَذَا مَا نُوْعِدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ لَفَافٍ ۖ هَذَا طَوْراً لِّلْمُطْغِينَ لَشَرَّ مَا يَ ۝ (ص 38: 49-55) ”یہ نصیحت ہے اور یقیناً پرہیزگاروں کے لیے تو عمدہ مقام ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے، اُن میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور (کھانے پینے کے لیے) بہت سے پھل اور شراب منگواتے رہیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (اور) ہم عمر (عورتیں) ہوں گی، یہ وہ (جزا) ہے جس کا حساب کے دن کے لیے تم وعدہ دیے جاتے تھے، بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے البتہ برا ٹھکانا ہے۔“

اور اس طرح کے دیگر بہت سے سیاق، یہ سب کچھ ﴿مَآئِنَ﴾ کی مثالیں ہیں۔ یعنی وہ آیات جن کے الگ الگ معنی ہوں اور جب تمام سیاق ایک معنی میں ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہوں تو وہ متشابہ ہے اور یاد رہے اس سے وہ متشابہ مراد نہیں جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے: ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (ال عمران: 7) ”جس کی بعض آیتیں محکم (واضح) ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور (کچھ) دوسری متشابہ ہیں۔“ اس آیت کریمہ میں متشابہ کا لفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَفْشَعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ ”اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔“ یہ نیکوکار لوگوں کی صفت ہے کہ وہ جب اللہ جبار، نگہبان، غالب اور بخشہار کے کلام کو سنتے ہیں اور جب وہ اس پاک کلام میں وعدہ و وعید اور خوف و سرزنش کو سنتے ہیں تو خوف و خشیت کے باعث ان کی کھالوں کے روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ﴿ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ ”پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔“ کیونکہ وہ اس کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کے امیدوار ہوتے ہیں اور بدکار لوگوں سے یہ کیسی طرح سے مختلف ہوتے ہیں، مثلاً:

- (1) یہ لوگ آیات کی تلاوت کو سنتے ہیں اور وہ شعر و شاعری نغمات اور مغنیوں کی آواز سنتے ہیں۔
- (2) انھیں جب رحمان کی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ ادب، خشیت، اُمید، محبت، فہم اور علم کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے روتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۖ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝﴾ (الأنفال: 2-4) ”یقیناً مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرجاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے مومن ہیں (اور) ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں

أَفَنُ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ

کیا پھر جو شخص روز قیامت برے عذاب سے اپنے چہرے (کی ذہال) کے ذریعے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے (وہ جتنی کے برابر ہو سکتا ہے؟) اور ظالموں

تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾

سے کہا جائے گا: تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کما تے تھے ﴿٢٤﴾ جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے (دین حق کو) جھٹلایا تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا جس کا

فَإِذَا قَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِلْعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

انھیں گمان تک نہ تھا ﴿٢٥﴾ چنانچہ اللہ نے انھیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب تو یقیناً بہت بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿٢٦﴾

(بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُجُوا عَلَيْهَا صَبَاحًا وَعَصِيانًا ﴿٢٥﴾ (الفرقان 25: 73) ”اور وہ کہ جب انھیں ان کے پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)“ یعنی آیات الہی کے سننے کے وقت وہ غافل اور لا پرواہ نہیں ہوتے بلکہ انھیں توجہ اور دھیان سے سنتے، انھیں سمجھتے اور ان کے معانی پر تدبر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ ان (آیات) کے مطابق عمل کرتے ہیں، جہالت اور محض دوسروں کی متابعت کی وجہ سے نہیں بلکہ انھیں سن کر اور سمجھ کر علی وجہ البصیرت اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

(3) وہ آیات الہی کی سماعت کے وقت ادب کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تو اس سے ان کے بدن کے روٹگئے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے نرم ہو جایا کرتے تھے، وہ اس موقع پر نہ تو شور و غوغا کرتے اور نہ تکلف اور تصنع سے ایسی بات کو ظاہر کرتے جو حقیقت میں ان میں موجود نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایسے ثبات و سکون اور ادب و خشیت کا اظہار فرماتے کہ کوئی اور اس معاملہ میں ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اسی لیے رب تعالیٰ نے ان کی تعریفیں کیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

امام عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ امام قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿تَقْسِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ ”اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے روٹگئے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔“ اور کہا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے، اللہ عز و جل نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی کھالوں کے روٹگئے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان نہیں فرمائی کہ آیات سن کر ان کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں اور وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں، یہ اہل بدعت کی نشانی ہے اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ ﴿١﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ هُدًى اللّٰهُ يَهْدِيْٓ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط﴾ ”یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی یہ اس شخص کی صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اور جس کا طرز عمل اس کے خلاف ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔ ﴿وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۲۴﴾ ”اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

تفسیر آیات: 24-26

تکذیب کرنے والوں کا انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمَنْ يَّتَّقِ بِوَجْهِهٖ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط﴾ ”بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرے (کی ڈھال) سے (اپنے آپ کو) برے عذاب سے بچاتا ہے“ اسے اور اس جیسے ظالموں سے کہا جائے گا: ﴿ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۲۵﴾ ”تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے“ کیا وہ ویسا ہو سکتا ہے جو قیامت کے دن امن و چین میں ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ اِهْدٰى اَمَنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۶﴾ (الملک: 67: 22) ”تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، وہ زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ جو درست رستے پر سیدھا چلتا ہے؟“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ط ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝۲۷﴾ (القمر: 54: 48) ”جس روز وہ اپنے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا: تم آگ کی تکلیف (کا مزہ) چکھو۔“ اور فرمایا: ﴿اَمَنْ يُّنْفِىْ فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَنْ يَّآتِىْ اِمْنًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط﴾ (حکم السجدہ: 41: 40) ”بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے گا؟“

اور پیش نظر اس آیت کریمہ میں ان دونوں قسموں میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۸﴾ ”جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی جھٹلایا تھا تو ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آیا (جہاں سے) وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔“ یعنی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے انہیں کوئی بچانے والا نہ تھا۔

﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط﴾ ”چنانچہ اللہ نے انہیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی۔“ یعنی اس تباہی و بربادی اور عذاب کے ذریعے سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا اور انہیں تباہ و برباد کر کے اپنے مومن بندوں کے دلوں کو تسکین بخشی، لہذا قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ تو اس پاک پیغمبر کی تکذیب کر رہے ہیں جو اشرف الرسل اور خاتم الانبیاء ﷺ ہیں، نیز انہیں اس عذاب شدید سے بھی ڈرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے اور وہ اس عذاب کی نسبت کہیں زیادہ ہولناک ہے جو دنیا میں لوگوں پر آیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ مِمَّا كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۹﴾ ”اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔“

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿٢٧﴾ قرآن عربی (زبان) میں ہے، کچی والا

غَيْرِ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ

نہیں، شاید وہ ڈریں ﴿٢٨﴾ اللہ نے ایک آدمی (غلام) کی مثال بیان کی جس میں کئی باہم اختلاف رکھنے والے شریک ہیں، اور ایک دوسرا آدمی

وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۖ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾

جو خالص ایک ہی شخص کا (غلام) ہے، کیا (ان) دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ (نہیں) الحمد للہ! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿٢٩﴾

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾

(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں، اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں ﴿٣٠﴾ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ﴿٣١﴾

تفسیر آیات: 27-31

شرک کی مثالیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ”اور یقیناً ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے۔“ یعنی قرآن مجید میں ہم نے مثالیں بیان کر کے سمجھایا ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ”تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ کیونکہ مثال سے معنی ذہنوں کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ (الروم: 28:30) ”اس نے تمہارے لیے تمہارے نفسوں میں سے ایک مثال بیان کی ہے۔“ یعنی جسے تم اپنے نفسوں سے جانتے ہو اور فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ﴾ (العنکبوت: 43:29) ”اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انہیں تو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عِوَجٍ﴾ ”(یہ) قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی (اور اختلاف) نہیں۔“ یعنی یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی عیب، انحراف اور اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ بیان، وضاحت اور برہان ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح بنایا اور نازل فرمایا ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ ”تاکہ وہ ڈریں۔“ یعنی اس میں بیان کردہ وعیدوں سے ڈریں اور اس کے وعدوں کے مطابق عمل کریں، پھر فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ﴾ ”اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی (آدمی) شریک ہیں۔“ اور وہ اس مشترک غلام کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ﴾ ”اور ایک ایسا شخص (غلام) جو ایک ہی شخص کے لیے خاص ہے۔“ اور وہ خالص اسی کا ہے اور اس کے سوا اس کا اور کوئی مالک نہیں ﴿هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا﴾ ”کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟“ یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی معبودوں کی پوجا کرنے والا مشرک اور وہ مومن مخلص جو صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کرتا ہو برابر نہیں ہو سکتے، بھلا مشرک کو مومن سے کیا نسبت؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مشرک اور مومن مخلص کی مثال

بیان کی گئی ہے۔^① یہ مثال بالکل ظاہر، واضح اور روشن تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿الْحَسْبُ لِلّٰهِ﴾ ”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں“ جس نے ان پر حجت قائم فرمادی ہے۔ ﴿بَلْ اَنْذَرْتَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”بلکہ ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے“ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش.....؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاَنْتُمْ قٰمَتُونَ﴾ ”(اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بھی مرجانے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرجانے والے ہیں۔“ یہ آیت کریمہ ان آیات میں سے ہے جن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت استدلال کیا تھا اور جس کی وجہ سے لوگوں کو بھی آپ کی وفات کا یقین ہو گیا تھا اور اس آیت کریمہ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس دوسری آیت سے استدلال کیا تھا وہ یہ ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰۤى عَقْبَيْهِ فَلَكَ يَصْرٌ ۙ اَللّٰهُ شَهِيدٌ ۚ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (ال عمران 3: 144) ”اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں، تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر یہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ (مرتد ہو جاؤ گے؟) اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔“

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں یقینی طور پر اس دنیا سے منتقل کر کے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کیا جائے گا، پھر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اس توحید اور شرک کے بارے میں جھگڑو گے جسے تم نے دنیا میں اختیار کیا ہوا تھا تو وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور انصاف کے ساتھ ہی فیصلہ فرمائے گا کیونکہ وہ انصاف فرمانے والا اور جاننے والا ہے، وہ اپنے مومن، مخلص اور موحد بندوں کو نجات عطا فرمائے گا اور کفر و انکار اور شرک و تکذیب کرنے والوں کو عذاب دے گا۔ اس آیت کریمہ کا سیاق اگرچہ مومنوں، کافروں اور آخرت میں ان کے جھگڑے کے بارے میں ہے لیکن یہ دنیا میں تمام جھگڑنے والوں کو بھی شامل ہے کہ آخرت میں ان کے جھگڑے کو ان پر لٹا دیا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ ”پھر بلاشبہ تم (سب) قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس جھگڑو گے۔“ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا ہمارا جھگڑا پھر شروع ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نعم] ”ہاں“ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو معاملہ بہت سخت ہوگا۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاَنْتُمْ قٰمَتُونَ﴾ ”بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بے شک وہ

① تفسیر الطبری: 254/23، ② تفسیر عبدالرزاق: 132/3، رقم: 2631 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3250/10 و جامع

الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزمر، حدیث: 3236.

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۖ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾

پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچائی کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آگئی، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ ﴿٣٢﴾

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ

اور جو شخص سچائی (دین حق) لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں ﴿٣٣﴾ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (سب کچھ) ہے

ذٰلِكَ جَزَاُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ

جو وہ چاہیں گے، نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے ﴿٣٤﴾ تاکہ اللہ ان سے وہ برائیاں دور کر دے جو انھوں نے کیں اور انھیں ان کا اجر بہترین اعمال

الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٥﴾

کے مطابق دے جو وہ کرتے رہے تھے ﴿٣٥﴾

(بھی) مرنے والے ہیں، پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا گناہوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دنیا کے جھگڑوں کو بھی ہم پر لوٹا دیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، لِيُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ حَتَّى يُؤَدَّى إِلَيَّ كُلُّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ] ”ہاں، (تمہارے جھگڑوں کو بھی) تم پر البتہ ضرور لوٹا دیا جائے گا تاکہ ہر حق دار کو اس کا حق دلا دیا جائے۔“ زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو بہت سخت ہوگا۔^① امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^②

علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾^③ ”پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ سچا جھوٹے سے، مظلوم ظالم سے، ہدایت یافتہ گمراہ سے اور کمزور طاقتور سے جھگڑا کرے گا۔^④ اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑا کریں گے حتیٰ کہ روح اپنے جسم سے جھگڑا کرے گی، روح جسم سے کہے گی کہ تو نے یہ کام کیا تھا اور جسم روح سے کہے گا کہ تو نے ہی مجھے اس کا حکم دیا اور اسے مزین کر کے دکھایا تھا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان کا فیصلہ کرتے ہوئے کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص اپنا چم مگر بیٹا ہو اور دوسرا بیٹا ہو اور وہ دونوں ایک باغ میں داخل ہو گئے ہوں، اپنا چم نے اندھے سے کہا کہ میں یہاں باغ میں لگے ہوئے پھل دیکھ رہا ہوں مگر میں انھیں توڑ نہیں سکتا تو بیٹا نے اس سے کہا کہ مجھ پر سوار ہو کر انھیں توڑ لو تو اپنا چم نے بیٹا پر سوار ہو کر توڑ لیے تو بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون مجرم ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ دونوں ہی مجرم ہیں، فرشتہ ان سے کہے گا کہ اپنے بارے میں تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے، یعنی جسم ایسے ہے جیسے سواری ہو اور روح کی مثال ایسے ہے جیسے سوار ہو۔^⑤

اور امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل

① مسند أحمد: 167/1. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: 3236. ③ تفسیر

الطبری: 3/24. ④ الدر المنثور: 614/5.

ہوئی: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ ① ”پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“ تو ہم نے عرض کی کہ ہم کن لوگوں سے جھگڑیں گے؟ ہمارے اور اہل کتاب کے مابین تو کوئی جھگڑا نہیں تو پھر ہم کن سے جھگڑیں گے؟ حتیٰ کہ فتنہ رونما ہو گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہے وہ جس کا ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اس کے بارے میں جھگڑیں گے۔ ① اور اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 32-35

جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ: اللہ عزوجل نے ان مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے جنہوں نے افترا پر دازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی بنائے، دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بھی بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس حق کی تکذیب بھی کی جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں صَلَّوْا۟ اللّٰہُ وَسَلَامُہُ عَلَیْہِم اٰجَمَعِیْنَ کی زبانی ان کے پاس آیا تھا تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْحَقِّ إِذْ جَاءَهُ﴾ ③ ”پس اس سے بڑھ کر کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اُس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے؟“ یعنی ایسے شخص سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے باطل کی دونوں حدوں کو جمع کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا، باطل بات کو اختیار کیا اور حق کو رد کر دیا، اسی لیے اللہ جل شانہ نے انہیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿الَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ﴾ ④ ”کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟“ یعنی منکروں اور تکذیب کرنے والوں کا، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ﴾ ⑤ ”اور جو سچائی کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔“ مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ③ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے بھی کہا ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے مسلمان۔ ④

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ ⑥ ”وہی لوگ متقی ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ لوگ جو شرک سے بچ گئے۔ ⑤ ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ⑦ ”وہ جو چاہیں گے اُن کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے۔“ یعنی جنت میں جو طلب کریں گے اسے موجود پائیں گے۔ ﴿ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ﴾ ⑧ ﴿لِيُكَفِّرَ عَنْهُمْ اَسْوَا الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ⑨ ”نیکیاروں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان سے ان برائیوں کو جو انہوں نے کیں، دور کر دے اور انہیں ان نیک کاموں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ تَتَّقِبَلْ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ اَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3251, 3250/10. ② السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ

الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ ③: 445/6، حدیث: 11447. ④ تفسیر الطبری: 6/24 و تفسیر ابن ابی حاتم:

3251/10. ⑤ تفسیر الطبری: 6/24. ⑥ تفسیر الطبری: 7/24.

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّنُكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور وہ آپ کو ان (معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو (انھوں نے) اللہ کے سوا (بنا رکھے) ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے

فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ ۖ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِيْ

تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ۖ اور جسے اللہ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ نہایت غالب، انتقام لینے والا نہیں؟ ۖ اور اگر

اِنْتِقَامٍ ۚ ۝۳۷ وَلٰكِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَرَأَيْتُمْ

آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر

مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضَرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَتُ ضَرِّيْهِ اَوْ اَرَادَنِيْ

اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (تمہارے بطل معبود) اس کی (پہنچائی ہوئی) تکلیف دور کر سکتے ہیں؟ یا وہ مجھ پر رحمت کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ ط قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ

رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دیجیے: مجھے اللہ کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ۝۳۸ کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنے طریقے

يَقُوْمُ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْۤ اَعَامِلٌۭ فَاَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ يَّاتِيْهِ عَذَابٌ

(اور حالت) پر عمل کرو، بے شک میں (اپنے طریقے پر) عمل کرنے والا ہوں، چنانچہ جلد تم جان لو گے ۝۳۹ کہ کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے،

يُخٰزِيْهِ وَيَجِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے ۝۴۰

يُوعَدُوْنَ ۝ (الأحقاف: 46) ”یہی لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ اچھے سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور

ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں (اور یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔“

تفسیر آیات: 36-40

اللہ اپنے بندے کو کافی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ط﴾ ”کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟“

بعض نے ﴿عَبْدَهُ ط﴾ کو [عبادہ] بھی پڑھا ہے۔ ^(۱) یعنی اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے جو اس کی عبادت کرے اور اس کی ذات پاک

پر بھروسہ رکھے۔ ﴿وَيُخَوِّنُكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ ط﴾ ”اور وہ آپ کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں (غیر اللہ سے) ڈراتے

ہیں۔“ مشرکین اپنی جہالت اور ضلالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان بتوں اور معبودوں سے ڈرایا کرتے تھے

جنھیں وہ پوجا کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ

مُضِلٍّ ۖ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِيْ اِنْتِقَامٍ ۝۳۷﴾ ”اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے

اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ غالب (اور) بدلہ لینے والا نہیں ہے؟“، یعنی وہ مضبوط و مستحکم سہارا ہے جو اس کی جناب

میں پناہ لے اور اس کے باب عالی پر جھک جائے وہ محروم نہیں رہ سکتا، وہ اس قدر غالب ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں اور

جو اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرے، اس کے ساتھ شرک کرے اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی انتقام لینے والا بھی نہیں۔

مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ ”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔“ یعنی مشرکین بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اللہ عزوجل ہی تمام اشیاء کا خالق ہے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی پوجا بھی کرتے تھے جو ان کے لیے نفع و نقصان کی قطعاً لک نہ تھیں، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ﴾ ”کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کسی تکلیف (پہنچانے) کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا (اگر) وہ میرے لیے مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟“ یعنی وہ تو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے اسی مقام پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (میں ایک دن سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا:) [إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظَكَ، إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّحَاءِ، يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَةِ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَضُرُّوكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللَّهُ لَكَ، لَمْ يَنْفَعُوكَ، حَفَّتِ الصُّحُفُ وَرُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَاعْمَلْ لِلَّهِ بِالشُّكْرِ فِي الْيَقِينِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلَى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكُرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا] ”اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، اللہ تعالیٰ کو آسودگی میں پہنچاؤ نہ سختی میں تجھے جانے گا، جب مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور خوب جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نفع پہنچائے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نہ لکھا ہو تو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب کے سب جمع ہو جائیں کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نہیں لکھ رکھی تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے اور یقین کے ساتھ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرو اور خوب جان لو کہ اس چیز پر صبر کرنے میں جسے تم پسند نہ کرو بہت بہتری ہے اور یہ کہ فتح و نصرت صبر ہی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور تنگ دستی کے ساتھ کشادگی ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔“^(۱)

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 10/325 مزید دیکھیے مسند أحمد: 1/307، 308 و جامع الترمذی، صفة القيامة، باب [حدیث

حنظلة.....]، حدیث: 2516 و شعب الإيمان للبيهقي، باب في الرجاء من الله تعالى: 27/2، حدیث: 1074 و کتاب

السنة لابن أبي عاصم، باب في قوله ﷺ لعبد الله بن جعفر.....، حدیث: 315.

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا

بلاشبہ ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوا، تو بس اس

يُضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ اللَّهُ يَتَوَكَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ

کی گمراہی (کا وبال) اسی پر ہے، اور آپ ان کے ذمے دار نہیں ﴿۴۱﴾ اللہ ہی موت کے وقت جانیں قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی، اسے اس

تَمَّتْ فِي مَنَامِهَا ۚ فَبِئْسَ الْتَقَىٰ قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ

کی نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر وہ اس (روح) کو روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کر دیا ہو، اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک (واپس) بھیج دیتا

مُسَيِّطٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَلْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾

ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ﴿۴۲﴾

﴿قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ﴾ یعنی مجھے اللہ ہی کافی ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والے پس چاہیے کہ اسی پر بھروسہ کریں جیسا کہ ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا، جب ان کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ط قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ مَا آتَىٰ بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۚ مِنْ دُونِهِ فَيَكِيدُونَنِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُون ۝ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ط مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝﴾ (ہود: 54-56) ”ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے کسی برائی (دامغی غلط) میں مبتلا کر دیا ہے، انھوں نے کہا: بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ یقیناً میں ان سے بری ہوں جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اس (اللہ) کے سوا، لہذا تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو، بے شک میں اللہ پر جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے بھروسہ کرتا ہوں، جو بھی (زمین پر) چلنے پھرنے والا (جاندار) ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يَاقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو۔“ یعنی تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ، یہ ایک تہدید اور وعید ہے۔ ﴿إِنِّي عَامِلٌ﴾ ”میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں۔“ یعنی اپنے طریقے اور پروگرام کے مطابق۔ ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ ”پس عنقریب تم جان لو گے۔“ یعنی اس کا وبال اور انجام تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ﴿مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ﴾ ”کس پر عذاب آتا ہے؟ (جو) اسے رسوا کرے گا۔“ یعنی دنیا میں۔ ﴿وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ ”اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے۔“ ایسا دائمی اور ابدی عذاب جس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 41، 42

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ ”بلاشبہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔“ یعنی قرآن مجید ﴿بِالْحَقِّ﴾ ”لوگوں (کی ہدایت) کے لیے سچائی کے ساتھ۔“ یعنی اسے تمام

مخلوقات انس و جن کے لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ساتھ انھیں ڈرائیں۔ ﴿فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ﴾ ”پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی (بھلے کے) لیے۔“ یعنی ہدایت کا نفع اسی کو ہوگا۔ ﴿وَمَنْ ضَلَّ فَلَا يَكُنْ عَلَيْهِ﴾ ”اور جو گمراہ ہوا تو وہ اسی (اپنے نقصان) پر گمراہ ہوتا ہے۔“ یعنی اس کی اس گمراہی کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔ ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ ”اور (اے پیغمبر!) آپ ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہیں“ کہ انھیں ضرور ہدایت پر لے آئیں جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (ہود 12:11) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَأَنبَأْكَ عَلَيْهِكَ الْبَلْعُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (الرعد 40:13) ”پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کو) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات میں تصرف فرماتا ہے اور وہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی رو میں قبض کر لیتا ہے اور بدنوں سے روحوں کو قبض کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیج دیتا ہے، اسی طرح نیند کے وقت وہ انسان پر ایک چھوٹی موت بھی طاری فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام 6:61، 60) ”اور وہی تو ہے جو رات کو (سوئے کی حالت میں) تمہیں فوت کرتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کمایا اسے جانتا ہے، پھر تمہیں اس (دن) میں اٹھا دیتا ہے تاکہ مدت مقررہ پوری کر دی جائے، پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس کی خبر دے گا جو عمل تم کرتے تھے۔ اور وہ اپنے بدنوں پر غالب ہے اور تم پر محافظ بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے رسول (فرشتے) اُسے فوت کرتے ہیں اور وہ (کسی طرح کی بھی) کوتاہی نہیں کرتے۔“

اس آیت میں بھی چھوٹی اور بڑی دو موتوں کا ذکر ہے اور پہلے بڑی، پھر چھوٹی موت کا ذکر کیا اور بیان فرمایا ہے: ﴿يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا فِيمِنْكُمْ أَلَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان (روحوں) کو بھی جو مریں نہیں ان کی نیند میں (قبض کر لیتا ہے)، پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا ہوا اسے روک لیتا ہے اور باقی (روحوں) کو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ رو میں ملاء اعلیٰ میں جمع ہوتی ہیں جیسا کہ اس کا اس مرفوع حدیث میں ذکر ہے جسے امام ابن مندہ وغیرہ نے روایت کیا ہے ① اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أُوِيَ أَحَدُكُمْ إِلَىٰ فِرَاشِهِ فَلْيَنْقُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: بِاسْمِكَ رَبِّي! وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبَكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أُمِسَّتْ نَفْسِي فَأَرْحَمَهَا، وَإِنْ أُرْسِلَتْهَا

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾

کیا انھوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجیے: خواہ وہ کسی چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں (پھر بھی وہ سفارشی ہیں؟) ﴿٤٣﴾

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا

کہہ دیجیے: ساری سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿٤٤﴾ اور جب

ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ

تہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل بچکے ہوتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس

دُونَهُ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾

وقت وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ﴿٤٥﴾

فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادُكَ الصَّالِحِينَ [جب تم میں سے کوئی (سونے کے لیے) اپنے بستر کی طرف آئے تو اپنے بستر کو اپنی چادر کے اندرونی حصے کے ساتھ جھاڑے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اپنے پیچھے اس نے اس میں کیا چھوڑا ہے اور پھر یہ دعا پڑھے: تیرے (پاک) نام کے ساتھ اے میرے رب! میں نے اپنے پہلو کو رکھا ہے اور تیرے (حکم کے) ساتھ ہی میں اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو اس پر رحم فرما نا اور اگر چھوڑ دیا تو اس کی اس طرح حفاظت فرما نا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔“ ﴿١﴾

﴿فِيَسْئَلُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ ”پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا اسے روک لیتا ہے۔“ یعنی ان روحوں کو جو مر چکی ہوتی ہیں اور دوسری روحوں کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، سُدی کہتے ہیں: یعنی ان کی باقی مدت کے لیے۔ ﴿٢﴾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ مردوں کی روحوں کو روک رکھتا اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے کسی غلطی کا صدور نہیں ہوتا۔ ﴿٣﴾ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ ”جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 43-45

سفارشی اللہ ہی کے اختیار میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ انھوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں۔ اور سفارشی ان کے وہ بت اور شریک ہیں جنہیں انھوں نے از خود کسی دلیل و برہان کے بغیر اپنا سفارشی بنا لیا ہے، حالانکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ان میں نہ عقل ہے جس سے کام لے سکیں، نہ کان ہیں جن سے سن سکیں، نہ آنکھیں ہیں جن سے دیکھ سکیں کیونکہ یہ جمادات ہیں جن کا حیوانات سے بھی زیادہ برا حال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں“ اے محمد (ﷺ) ان گمان کرنے والوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سفارشی بنا رکھے ہیں اور انھیں بتا دیں

① صحیح البخاری، الدعوات، باب: 13، حدیث: 6320 و صحیح مسلم، الذکر والدعاء.....، باب الدعاء عند

النوم، حدیث: 2714. ② تفسیر الطبری: 12/24. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3252/10 و الدر المنثور: 617، 616/5.

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

آپ کہیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے

فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ

گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ﴿٤٦﴾ اور اگر ان ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو، تو وہ روز قیامت

مَعَهُ لَا فُتَدُوا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا

برے عذاب سے (بچنے کے لیے) اسے ضرور دے دیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی

يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤٨﴾

نہیں کرتے تھے ﴿٤٧﴾ اور ان کے لیے ان کے عملوں کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ﴿٤٨﴾

کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت اسی کو نفع دے سکتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اجازت عطا فرما دے، یعنی اس کا

سب انحصار اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط﴾ (البقرة: 255)

”کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟“ ﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط﴾ اس کے

لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔“ یعنی ان سب میں صرف اسی کا تصرف ہے۔ ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٩﴾﴾ پھر تم

اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن جبکہ وہ تمہارے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر ایک کو اس

کے عمل کی جزا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ ط﴾ اور جب

اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔“ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿إِشْرَاقَاتُ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِالْآخِرَةِ ط﴾ ”تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل (توحید الہی سے) نفرت کرتے (تنگ پڑ جاتے) ہیں۔“ مجاہد نے

کہا ہے: ﴿إِشْرَاقَاتُ﴾ کے معنی ہیں: تنگ ہو جاتے ہیں۔ ﴿جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾﴾﴾ بلاشبہ وہ (اس حال میں) تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

تو غرور کرتے تھے۔“ اور اتباع و اطاعت نہیں کرتے تھے، اُن کے دل خیر کو قبول نہیں کرتے تھے اور جو خیر کو قبول نہ کرے تو وہ شر

کو قبول کر لیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا ذَكَرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ط﴾ اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے

جو اس کے علاوہ ہیں۔“ یعنی بتوں اور شریکوں کا، یہ مجاہد کا قول ہے۔ ﴿إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٩﴾﴾ (تو) اس وقت وہ خوش

ہو جاتے ہیں۔“ اور فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 46-48

دعا کا طریقہ: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی شرک سے محبت اور توحید سے نفرت کی وجہ سے مذمت کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿قُلِ

اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اللہ! (اے) آسمانوں اور زمین کے

پیدا کرنے والے! (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے!“ یعنی تم اس اللہ وحدہ لا شریک ہی کو پکارو جس نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اور کسی سابقہ مثال کے بغیر انھیں وجود بخشا ہے، ﴿عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ یعنی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، ﴿أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ ”تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان (باتوں) کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔“ یعنی دنیا میں جن امور میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تو ان کے قبروں سے اُٹھنے کے دن ان کے مابین فیصلہ فرمادے گا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو نماز کا افتتاح کس چیز کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام کرتے تو اس دعا سے افتتاح فرمایا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ! فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ! عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ! أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، إِهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ] ”اے اللہ! جبرائیل و میکائیل و اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق کے بارے میں جو اختلاف (دنیا میں) ہو رہا ہے، اس میں اپنے حکم کے ساتھ میری رہنمائی فرما، بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔“^①

روز قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جِجَعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ﴾ ”اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو۔“ ظالموں سے مراد مشرکین ہیں، یعنی اگر ان کے پاس زمین کا سارا مال و متاع ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو ﴿لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ﴾ ”تو اسے برے عذاب سے (مخلصی پانے کے لیے) ضرور فدیے میں دے دیں“ جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کے لیے واجب قرار دے رکھا ہے لیکن ان سے اس کے بدلے میں کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ ساری زمین کے بقدر سونا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے،^② پھر (یہاں) اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَبَدَأَ لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ﴾ ”اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔“ یعنی انھیں ایسا عبرت ناک عذاب دیا جائے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ﴿وَبَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا﴾ ”اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمایا۔“ یعنی دنیا میں انھوں نے جو گناہ اور حرام کام کیے تھے، ان کی سزا ان کے سامنے ہوگی، ﴿وَحَاقَّ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ”اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، وہ انھیں آگھیرے گا۔“ یعنی جس

① صحیح مسلم، صلاة المسافرين.....، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 770. ② دیکھیے ال عمران،

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَاكَ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے: بس مجھے تو

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِن اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ

یہ (میرے) علم کی بدولت دی گئی ہے، (نہیں) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿٤٩﴾ تحقیق یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی

مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَاصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ

جو ان سے پہلے ہوئے، پھر ان کے کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے ﴿٥٠﴾ چنانچہ انہیں ان کے عملوں کی سزا ملی اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا، جلد انہیں بھی

مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ

ان کے عملوں کی سزا ملے گی، اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ﴿٥١﴾ کیا انہیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

شک کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں ﴿٥٢﴾

عذاب کا یہ لوگ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔

تفسیر آیات: 49-52

انسان کی مختلف حالتیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ تکلیف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور الحاح و زاری کرتا، اس کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعا کرتا ہے اور جب وہ اپنی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے تو وہ بغاوت و سرکشی کو اختیار کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ”یہ (نعمت) تو مجھے علم ہی کی بدولت دی گئی ہے۔“ یعنی مجھے یہ اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا استحقاق رکھتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے خصوصی مرتبہ حاصل نہ ہوتا تو وہ مجھے اس سے نہ نوازتا۔ امام قتادہ نے ﴿عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں: یہ (نعمت) تو مجھے اس بھلائی کی بدولت دی گئی ہے جو میرے پاس ہے۔^① ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ ”(نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے۔“ یعنی بات اس طرح نہیں جو اس نے گمان کی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اسے اس نعمت سے اس لیے نوازا ہے تاکہ اس کی آزمائش کریں کہ یہ اطاعت کرتا ہے یا نافرمانی، حالانکہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے ہی سے یہ معلوم بھی ہے پس یہ مال و دولت اس کے لیے آزمائش ہے ﴿وَلَٰكِن اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اسی لیے یہ اس طرح کی باتیں کہتے اور اس طرح کے دعوے کرتے ہیں۔ ﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”تحقیق ان لوگوں نے بھی یہی کہا جو ان سے پہلے تھے۔“ یعنی سابقہ امتوں نے بھی یہی بات کی، یہی گمان کیا اور یہی دعوے کیے تھے، ﴿فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ”پس جو کچھ وہ کماتے تھے ان کے کچھ کام بھی نہ آیا۔“ یعنی نہ تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی اور نہ ان کی جماعتیں اور ان کے مال ہی ان کے کچھ کام آئے۔ ﴿فَاصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ﴾ ”پس ان کو ان

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

آپ کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ

جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَبُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ

معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿٥٣﴾ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ

پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی ﴿٥٤﴾ اور تم اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی

الْعَذَابُ بَعْتَهُ ۖ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يُحَسِّرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ

ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے جبکہ تمھیں (اس کی) خبر تک نہ ہو ﴿٥٥﴾ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے: ہائے! افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق

وَأَنْ كُنْتُ لِمِنَ السَّخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ

(اطاعت) میں کوتاہی کی، اور بلاشبہ میں مذاق اڑانے والوں میں رہا ﴿٥٦﴾ یا وہ کہے: اگر بے شک اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے

حِينَ تَرَىٰ الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ

ہو جاتا ﴿٥٨﴾ یا وہ جس وقت عذاب دیکھے تو یہ کہے: کاش کہ میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں ﴿٥٨﴾ (اللہ فرمائے گا:) کیوں نہیں!

بِهَا وَأَسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾

تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا، اور تو نے تکبر کیا، اور تو کافروں میں سے تھا ﴿٥٩﴾

(عملوں) کی برائیاں پہنچیں جو انھوں نے کمائے تھے اور وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا، یعنی ان مخاطب لوگوں میں

سے ﴿٥٣﴾ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ﴿٥٤﴾ ”اُن کو ان (عملوں) کی برائیاں عنقریب پہنچیں گی جو انھوں نے کمائے۔“ جیسا کہ

سابقہ لوگوں کو پہنچیں تھیں، ﴿٥٥﴾ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٦﴾ ”اور وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ

نے قارون کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿٥٧﴾ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝

وَاتَّبِعْ فِيمَا أَنْشَأَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ

الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ وَأَوَّلَهُ يُعَلِّمُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ

أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَن هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝

(الفصل 28: 76-78) ”اتراؤ مت، یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو (مال) تمھیں اللہ نے دیا ہے اس سے

آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور (لوگوں پر) احسان کرو جیسے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے اور زمین میں

طالب فساد نہ ہو، بلاشبہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، وہ بولا: میں وہ (مال) اس علم کی بنا پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے،

کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں، ہلاک کر

ڈالی ہیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿٥٨﴾ وَقَالُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَدْرِي

﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ﴾ (سبا: 34-35) ”اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم مال اور اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی کچھ لوگوں کے لیے رزق کو کشادہ اور کچھ کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ”بے شک اس میں البتہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی اس میں عبرت کا بہت سا سامان اور دلائل و براہین ہیں۔

تفسیر آیات: 53-59

عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت: یہ آیت کریمہ کافروں اور دیگر تمام نافرمانوں کے لیے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی دعوت ہے اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، خواہ گناہ کتنے ہی بڑے اور سمندر کی جھاگ کی طرح زیادہ کیوں نہ ہوں، توبہ کے بغیر اس بات کو کسی اور چیز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ جو شخص شرک سے توبہ نہ کرے اس کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے قتل کیے اور بہت کیے اور زنا کیے اور خوب کیے، پھر وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ جو کہتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں یہ بہت خوب ہے لیکن اے کاش کہ آپ یہ بھی فرمادیں کہ ہمارے سابقہ اعمال کا کفارہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾..... ﴿الآیۃ (الفرقان 25: 68) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو (مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور وہ بدکاری نہیں کرتے.....“

اور اسی موقع پر یہ آیت کریمہ بھی نازل فرمائی: ﴿قُلْ يُعْبَادُوا إِلَهًا أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾ ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔“ امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ ② یاد رہے پہلی آیت سے مراد درج ذیل الفاظ کی طرف اشارہ ہے: ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (الفرقان 25: 70) ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿يُعْبَادُوا إِلَهًا أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾ (الزمر: 53)،

حدیث: 4810. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبلہ.....، حدیث: 122 و سنن أبی داود،

الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، حدیث: 4274 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ:

﴿يُعْبَادُوا إِلَهًا أَسْرَفُوا﴾..... الآية: 446/6، حدیث: 11449.

امام احمد رحمہ اللہ نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا: [إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ] ”یقیناً اس نے غیر صالح عمل کیے۔“ یعنی نوح علیہ السلام کی دعا کے باوجود ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا اور میں نے آپ کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے بھی سنا: ﴿قُلْ يُعْبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے“ اور وہ کوئی پروا نہیں کرتا۔ ﴿إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (53) ”بلاشبہ وہ تو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔“ (1) اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (2)

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعے سے سابقہ تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے، لہذا کسی بھی بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس کے گناہ کیسے بڑے اور کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توبہ کا دروازہ بھی بے حد و حساب وسیع ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ أَمْرَ اللَّهِ هُمْ يَرْجُونَ الْكَرَامَ﴾ (التوبة: 104) ”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجْعَلِ اللَّهُ عَفْوًَا رَحِيمًا﴾ (النساء: 110) ”اور جو کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بہت بخشنے والا (اور) خوب مہربان پائے گا۔“

اور اللہ جل و علا نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ (الأنفال: 145) ”کچھ شک نہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے کوئی مددگار ہرگز نہیں پائیں گے، سوائے ان کے جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی۔“

اور اللہ جل جلالہ نے (عیسائیوں کے متعلق) فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (المائدة: 73) ”بلاشبہ وہ مشرک لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا: اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اگر یہ لوگ اس چیز سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔“ پھر اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا: ﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (المائدة: 74) ”تو کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ

① مسند احمد: 454/6، سنن ابی داؤد، الحروف والقراءات، باب: 1، حدیث: 3982، 3983 وجامع الترمذی،

القراءات، باب ومن سورۃ ہود، حدیث: 2931، 2932.

تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ كَفَرُوا بِتُوبَتِهِمْ...﴾ (البروج 10:85) ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا پھر توبہ نہ کی۔“

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس جو دو کرم کو تو دیکھو کہ لوگوں نے تو اس کے دوستوں کو قتل کیا اور وہ انھیں توبہ و مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ اور صحیحین میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث مروی ہے جس میں آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، پھر اسے ندامت ہوئی اور اس نے بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں تو اس نے اسے بھی قتل کر کے سو کی گنتی کو پورا کر دیا، پھر اس نے ان کے ایک عالم سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ پھر اس نے اسے ایک بستی میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا، وہ اس بستی کی طرف جا رہا تھا کہ اسے رستے میں موت آ گئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو جس زمین کے وہ زیادہ قریب ہو، اسی میں سے ہے، فرشتوں نے پیمائش کی تو انھوں نے اسے اس زمین سے ایک بالشت زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا، اس لیے رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ موت کے وقت وہ اپنے سینے کو اسی بستی کی طرف دھکیل رہا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے نیکیوں کی اس بستی کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس بستی کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے۔^① ہم نے یہ حدیث بالمعنی بیان کی ہے جبکہ دوسری جگہ ہم نے اس حدیث کو اپنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔^②

اور علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا...﴾ (الآیۃ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی اپنی مغفرت کی دعوت دی ہے جنہوں نے یہ کہا کہ مسیح ہی اللہ ہے، مسیح ابن اللہ ہے، عزیر ابن اللہ ہے، اللہ فقیر ہے، اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تین کا تیسرا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے بھی فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَاللَّهُ طَوَّافٌ عَلٰٓى غُرُورٍ رَّحِيمٌ﴾ (المائدہ 74:5) ”کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بہت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے تو اسے بھی توبہ کی دعوت دی جس نے ان سب سے بڑی بات کہی تھی: ﴿أَنَا رَبُّكُمْ أَلاَ عَلَيَّ﴾ (النزلت 24:79) ”میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔“ اور اس نے یہ بات بھی کہی تھی: ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي﴾ (الفصص 38:28) ”میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی (دوسرا) معبود نہیں جانتا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب: 54، حدیث: 3470 وصحیح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل.....

حدیث: 2766. ② دیکھیے النساء، آیات: 97-100 کے ذیل میں۔

بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کرتا ہے لیکن یاد رہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربان نہ ہو جائے۔^①

امام طبرانی نے شعیب بن شکیل سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم الشان آیت یہ ہے: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْغَيُّومُ ٥﴾ (البقرة: 255) ”ہمیشہ زندہ رہنے والے، سب کو سنبھالنے والے اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔“ خیر و شر کی سب سے جامع آیت یہ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (النحل: 90) ”بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“ قرآن مجید کی سب سے زیادہ فرحت بخش سورہ زمر کی یہ آیت ہے: ﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ٥﴾ ”کہہ دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔“ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ سپرد کردینے والی کتاب اللہ کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ٥ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ٥﴾ (الآية: الطلاق 3، 2، 65) ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔“ یہ سن کر مسروق نے ان سے کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔^②

مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! أَوْ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَمْلَأُوا خَطَايَاكُمْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَعَفَرَ لَكُمْ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! أَوْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُخْطِئُوا، لَجَاءَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُخْطِئُونَ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ] ”اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمھارے گناہوں سے آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا خلا بھر جائے، پھر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو وہ تمھیں معاف فرمادے گا، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرمادے گا۔“ اس روایت کو صرف امام احمد رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے^③ اور امام احمد ہی نے ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے ایک چیز کو چھپایا تھا جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ نے فرمایا: [لَوْلَا أَنْكُمْ تَذُنُّونَ لَخَلَقَ اللَّهُ قَوْمًا يُذُنُّونَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ] ”اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرمادے گا جو

① الدر المنثور: 621/5 امام سیوطی نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن تفسیر طبری میں نہیں ملا۔ ② المعجم الكبير للطبرانی:

گناہ کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرمادے گا۔“ امام احمد نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے،^① نیز امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔^②

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جلد توبہ کر لینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَاٰیْتُوا۟ اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلُوْا۟ لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُوْنَ ۝۳۹﴾ ”اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تم مدد نہیں کیے جاؤ گے۔“ یعنی عذاب کے آنے سے پہلے پہلے جلدی سے توبہ اور عمل صالح کرلو۔ ﴿وَاَتَّبِعُوا۟ اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ ۝۴۰﴾ ”اور اس نہایت اچھی (کتاب) کی پیروی کرو جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔“ یعنی قرآن عظیم کی۔ ﴿مَنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۴۱﴾ ”اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔“ یعنی تمھیں عذاب کے آجانے کا علم اور شعور بھی نہ ہو، پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسُ یٰحَسْرَتِیْ عَلٰی مَا فَرَّقْتُ۟ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ ۝۴۲﴾ ”کہ کوئی نفس کہنے لگے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی۔“ یعنی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت میں کوتاہی کرنے والا مجرم قیامت کے دن حسرت اور افسوس کا اظہار کرے گا اور خواہش کرے گا: اے کاش! وہ محسن، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمان بردار بندوں میں سے ہوتا۔ ﴿وَ اِنْ کُنْتَ لَیْسَ الشَّخْرِیْنَ ۝۴۳﴾ ”اور بے شک میں تو ہنسی مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔“ یعنی دنیا میں میرا طرز عمل مذاق اڑانے اور استہزاء کرنے والے کی طرح تھا، یقین اور تصدیق کرنے والے کی طرح نہ تھا۔ ﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰی بَنِی لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝۴۴﴾ ”یا یہ کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں یقیناً پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب عذاب دیکھ لے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔“ یعنی وہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اسے ایک بار دنیا میں پھر لوٹا دیا جائے تو وہ نیک عمل کرے گا۔ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کے کہنے سے پہلے ہی یہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ کیا کہیں گے اور ان کے عمل سے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے۔ ﴿وَلَا یُنِیْعُکَ مِثْلُ حَیْرِ ۝۴۵﴾ (فاطر 14:35) ”اور خوب باخبر (اللہ) کی طرح تمھیں کوئی خبر نہیں دے گا۔“ (جیسا کہ اس نے یہ خبر دی): ﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسُ یٰحَسْرَتِیْ عَلٰی مَا فَرَّقْتُ۟ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ کُنْتَ لَیْسَ الشَّخْرِیْنَ ۝۴۶﴾ ”یا یہ کہے: اے کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہو جاتا۔ یا جب وہ عذاب دیکھ لے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔“^③

① مسند أحمد: 414/5. ② صحیح مسلم، التوبہ، باب سقوط الذنوب.....، حدیث: 2748 و جامع الترمذی،

الدعوات، باب [لولا انکم تذنبون.....]، حدیث: 3539. ③ تفسیر الطبری: 26/24.

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى

اور آپ روز قیامت انہیں دیکھیں گے جنہوں نے (دنیا میں) اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے منہ کالے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں

لِلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمْ الشُّوْءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾

نہیں ﴿٦٠﴾ اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، اللہ انہیں ان کی کامیابی کے سبب نجات دے گا۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿٦١﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ أَهْلِ النَّارِ يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي، فَيَكُونُ عَلَيْهِ حَسْرَةٌ، قَالَ: وَكُلُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، فَيَقُولُ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي، قَالَ: فَيَكُونُ لَهُ شُكْرًا] اہل دوزخ میں سے ہر شخص جنت میں بھی اپنی جگہ دیکھے گا اور کہے گا: اے کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت عطا فرمادیتا۔ یہ بات اس کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ آپ نے فرمایا: اور اہل جنت میں سے بھی ہر شخص دوزخ میں اپنی جگہ دیکھے گا، پھر کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا نہ فرمائی ہوتی (تو دوزخ میں میرا ٹھکانا ہوتا۔) یہ بات اس کے لیے شکر کا باعث ہوگی۔ ﴿٦٠﴾ اور اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ﴿٦١﴾ جب مجرم لوگ دنیا کی طرف واپس لوٹنے کی تمنا کریں گے اور حسرت و افسوس کا اظہار کریں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی تصدیق نہ کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے: ﴿بَلْ قَدْ جَاءَكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ ﴿٦٠﴾ ”کیوں نہیں! میری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں مگر تو نے انہیں جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔“ یعنی اپنے گناہوں پر حسرت و ندامت کرنے والے بندے! دنیا میں تیرے پاس میری آیتیں پہنچ گئی تھیں اور تمام دلائل و براہین تیرے سامنے واضح ہو گئے تھے مگر تو نے تکذیب کی اور ان کی اتباع کی بجائے تکبر کیا اور کافروں اور منکروں میں سے ہو گیا تھا۔

تفسیر آیات: 60، 61

اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے سیاہ اور کچھ سفید ہوں گے، اہل افتراق و اختلاف کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت و الجماعت کے چہرے روشن اور منور ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ﴾ ﴿٦٠﴾ اور آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ ”یعنی جنہوں نے اللہ کا شریک اور بیٹا بنایا تو اس کذب و افترا کی وجہ سے ان کے چہرے کالے سیاہ ہو رہے ہوں گے۔“ ﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ ﴿٦١﴾ ”کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟“ یعنی کیا جہنم ان کے لیے قید خانے اور ٹھکانے کے طور پر کافی نہیں ہے، وہ ان کے لیے تکبر، سرکشی اور تسلیم حق سے انکار کے سبب موجب ذلت و رسوائی ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ﴾ ”اور اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کی

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿٦٢﴾ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، وہی

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٦٣﴾ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ

لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں ﴿٦٣﴾ کہہ دیجیے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں؟ ﴿٦٤﴾ اور بلاشبہ

أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكَ

آپ کی طرف اور ان لوگوں (نیوں) کی طرف، جو آپ سے پہلے ہوئے، (یہ) وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع

لَيَجْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٦﴾

ہو جائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ﴿٦٥﴾ بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں ﴿٦٦﴾

کامیابی کی وجہ سے نجات دے گا۔ یعنی اس سعادت و کامیابی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ رکھی تھی۔ ﴿٦٢﴾

بِسْمِهِمُ الشَّوْءُ ﴿٦٣﴾ ”انھیں کوئی برائی نہیں پہنچے گی۔“ یعنی قیامت کے دن، ﴿٦٣﴾ وَلَا هُمْ يُعْزَوْنَ ﴿٦٤﴾ ”اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

یعنی بڑی گھبراہٹ کے وقت وہ غمگین نہیں ہوں گے بلکہ ہر قسم کے غم و فکر سے امن میں ہوں گے، ہر شر سے انھیں بچا لیا جائے گا

اور ہر خیر و بھلائی کو وہ حاصل کر لیں گے۔

تفسیر آیات: 62-66

اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق، پروردگار، مالک اور متصرف ہے اور

ہر چیز اسی کی تدبیر اور اسی کے غلبہ و تسلط کے تحت ہے۔ ﴿٦٢﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط ”اسی کے پاس آسمانوں اور زمین

کی کنجیاں ہیں۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿مَقَالِيدُ﴾ فارسی زبان میں کنجیوں کو کہتے ہیں، ﴿٦٣﴾ قتادہ، ابن زید اور سفیان بن

عیینہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿٦٤﴾ اور سدی نے کہا ہے: ﴿٦٤﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط کے معنی آسمانوں اور زمین کے

خزانے ہیں۔ ﴿٦٥﴾ ان دونوں قولوں کے مطابق معنی یہ ہیں کہ تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، ساری بادشاہت

اسی کی ہے، ساری تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ﴿٦٧﴾ ”اور وہ

لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔“ آیتوں سے مراد دلائل و براہین ہیں، ﴿٦٧﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٦٨﴾ ”وہی

نقصان اٹھانے والے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿٦٨﴾ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٦٩﴾ ”کہہ دیجیے: اے نادانو! کیا تم مجھے حکم

دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟“ مفسرین نے اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے طور پر وہ روایت ذکر کی ہے جسے

امام ابن ابی حاتم و غیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے ازراہ جہالت رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ

آپ ان کے معبودوں کی عبادت کریں اور وہ آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں تھیں:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمُوتُ مَطْوِيَّتٌ

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے، اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، اور آسمان بھی اس کے

بِیَمِينِهِ ط سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٧﴾

دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ پاک ہے اور اس شرک سے بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿٦٧﴾

﴿قُلْ أَغْفِرُ اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ﴾ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۖ وَلِيَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ﴿٦٩﴾ ”کہہ دیجیے: اے نادانوں! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ اور (اے محمد!) یقیناً آپ کی طرف اور ان (پنہیروں) کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل یقیناً ضائع ہو جائیں گے اور آپ البتہ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام 88:6) ”اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلِ اللَّهِ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ ﴿٧٠﴾ ”بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔“ یعنی اللہ وحدہ لا شریک کے لیے اخلاص کے ساتھ عبادت کرو، تم بھی اور وہ سب بھی جو تمھاری اتباع و تصدیق کریں۔

تفسیر آیت: 67

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔“ یعنی مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی، اس لیے انھوں نے اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ وہ ذات پاک اس قدر عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ و قدرت کے تحت ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿١﴾ اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔ ﴿٢﴾ محمد بن کعب نے کہا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی کرتے جس طرح اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے تو وہ اس کی تکذیب نہ کرتے۔ ﴿٣﴾ علی بن ابوطالب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ان کفار کے بارے میں ہے جن کا اس بات پر ایمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت حاصل ہے کیونکہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اُسی طرح قدر شناسی کی جس طرح کرنی چاہیے تھی۔ ﴿٤﴾

اس آیت کریمہ سے متعلق بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ

① تفسیر ابن ابی حاتم: 1341/4. ② تفسیر الطبری: 32/24. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 1341/4. ④ تفسیر

الطبری: 32/24 و تفسیر ابن ابی حاتم: 1341/4.

یہ جس طرح آئی ہیں، کسی تکلیف و تحریف کے بغیر ان پر اسی طرح ایمان لایا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ کے بارے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ)! ہم یہ پاتے ہیں کہ اللہ عز و جل ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر اٹھالے گا، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر، تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! اس یہودی عالم کی بات سن کر اس کی تصدیق کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں نمایاں ہو گئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اور انھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی۔“^(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں اس کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی روایت فرمایا ہے۔^(۲) اسے امام احمد اور مسلم نے اور ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بھی روایت کیا ہے۔^(۳)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [يَقْبُضُ اللَّهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَتَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟] ”اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟“ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے جبکہ امام مسلم نے اسے دوسرے طریق سے بیان فرمایا ہے۔^(۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور جگہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَرْضَ وَتَكُونُ السَّمَاوَاتُ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ] ”یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے لے گا، آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور وہ فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ۔“ اسے اس طرح صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت فرمایا ہے^(۵) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (الزمر: 39: 67)، حدیث: 4811. ② صحیح

البخاری، التوحید، باب قول الله تعالى: ﴿لَبَّا خَلَقْتُ بَيْدًا﴾ (ص: 38: 75)، حدیث: 7414، 7415، 7513. ③ مستند

أحمد: 429/1 و صحیح مسلم، صفات المنافقين.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث: 2786 و جامع

الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، حدیث: 3238 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله

تعالى: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ 446/6، حدیث: 11450. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله:

﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ﴾ (الزمر: 39: 67)، حدیث: 4812. ⑤ صحیح مسلم،

صفات المنافقين.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث: 2787. ⑥ صحیح البخاری، التوحید، باب قول

الله تعالى: ﴿لَبَّا خَلَقْتُ بَيْدًا﴾ (ص: 38: 75)، حدیث: 7412.

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ

اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے

اُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٦٨﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَتْ

گا تو وہ یکا یک کھڑے (ہو کر) دیکھنے لگیں گے ﴿٦٨﴾ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، اور (عملوں کی) کتاب رکھی جائے گی، اور انبیاء اور گواہ

بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ

لأجل ما عملت، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿٦٩﴾ اور ہر شخص نے جو عمل کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا

مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٧٠﴾

اجرد یا جائے گا، اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے ﴿٧٠﴾

بِمَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٧٠﴾ ”اور انھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے

اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے (اور) وہ

اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں پاک ہے اور عالی شان ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہاتھ کو آگے

پھپھے کرتے ہوئے فرما رہے تھے: [يُمَجِّدُ الرَّبُّ نَفْسَهُ: أَنَا الْحَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْعَزِيزُ، أَنَا

الْكَرِيمُ] ”اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی (اس طرح) بزرگی بیان فرمائے گا کہ میں ہوں جبار! میں ہوں متکبر! میں ہوں بادشاہ!

میں ہوں غالب اور میں ہوں کرم فرمانے والا!“ رسول اللہ ﷺ (یہ کلمات اس قدر جوش و خروش کے ساتھ بیان فرما رہے تھے) کہ منبر

رسول اللہ ﷺ سمیت ہلنے لگ گیا حتیٰ کہ ہم نے کہا کہ منبر کہیں آپ کو گرا ہی نہ دے ﴿١﴾ اور امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی

عبید اللہ بن مقسمؒ کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 68-70

صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان: اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں، اس دن کی عظیم الشان

نشانیوں اور ہولناک زلزلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾

”اور (جب) صور میں پھونکا جائے گا تو جو (لوگ) آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں ہلاک ہو جائیں گے مگر وہ

جس کو اللہ چاہے۔“ یہ نفع ثانیہ کا ذکر ہے جو ہلاک کر دینے والا نفع ہوگا، اس نفع میں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے سب

زندہ لوگ مر جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے جیسا کہ مشہور حدیث صور میں وضاحت و صراحت کے ساتھ اس کا

﴿١﴾ مسند أحمد: 72/2 و صحیح ابن حبان، إخبارہ ﷺ عن مناقب الصحابة، ذكر الإخبار عن تمجيد الله.....:

322/16، حدیث: 7327. ﴿٢﴾ صحیح مسلم، صفات المنافقين.....، باب صفة القيامة.....، حدیث: (25)-2788

والسنن الکبریٰ للنسائی، النعوت، باب الجبار: 401،400/4، حدیث: 7689 و سنن ابن ماجہ، الزهد، باب ذکر

البعث، حدیث: 4275.

ذکر آیا ہے۔ ① پھر اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی روحوں کو قبض فرمائے گا حتیٰ کہ سب سے آخر میں ملک الموت کی روح کو قبض فرمائے گا اور اس وقت صرف اس جی و قیوم کی ذات پاک باقی ہوگی جو سب سے اول تھا، اسی طرح بقا و دوام کے اعتبار سے بھی وہ سب سے آخر ہوگا اور فرمائے گا: ﴿لَئِنْ الْمَلَائِكَةُ الْيَوْمَ ط﴾ (المؤمن 16:40) ”آج کس کی بادشاہی ہے؟“ وہ تین بار فرمائے گا، پھر اپنے آپ کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾ (المؤمن 16:40) ”اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔“ میں اکیلا ہی تھا، میں نے ہر چیز کو مغلوب کر دیا اور میں نے ہر چیز کو فنا کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اسرافیل کو زندہ کریں گے اور انھیں حکم دیں گے کہ وہ ایک بار پھر صور میں پھونکیں، یہ فتنہ ثالثہ ہوگا جو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے کے لیے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ نُفِخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝﴾ ”پھر دوسری دفعہ اس میں پھونکا جائے گا تو

یہ ایک وہ کھڑے دیکھتے ہوں گے۔“ یعنی بوسیدہ ہڈیاں بننے کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھنے لگیں گے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَنبَأْنَاهِيَ زَجْرَةً وَاحِدَةً ۖ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝﴾ (النزعت 14، 13:79) ”پس وہ صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یہ ایک وہ (سب) کھلے میدان (حشر) میں ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحُصْبَةٍ وَتَنْظُرُونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 52:17) ”جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ تعمیل کرو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت ہی کم (مدت) رہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۖ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ ۖ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ۝﴾ (الروم 25:30) ”اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم سب نکل پڑو گے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قیامت فلاں وقت قائم ہوگی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے کوئی چیز بیان نہ کیا کروں، میں نے تو یہ کہا تھا کہ تم تھوڑے عرصے بعد ایک امر عظیم دیکھ لو گے، پھر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي (فَيَمُكُّهُمْ) فِيهِمْ أَرْبَعِينَ - لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا - فَيَبْعَثُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَأَنَّهُ عُرُوهُ بْنُ مَسْعُودٍ النَّقْفِيُّ، فَيُظْهِرُهُ، فَيَهْلِكُهُ، ثُمَّ يَلْبُسُ النَّاسُ بَعْدَهُ سِنِينَ سَبْعًا، لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عِدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّىٰ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ كَانَ فِي كَيْدِ جَبَلٍ

① دیکھیے کتاب العظيمة للأصبهاني: 837-821/3، حدیث: 386 و الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 104-114، حدیث: 48۔ حدیث صور ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح العقيدة الطحاوية: 232 کی تخریج میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث صور مرسل ہے اور صحیح نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی: 453، 452/1) تاہم اس میں مذکور بعض باتوں کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

لَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السَّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا، قَالَ: فَيَمْتَلِ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِالْأَوْثَانِ فَيَعْبُدُونَهَا، وَهُمْ فِي ذَلِكَ دَارَةٌ أَرْزَاقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْعَى لَهُ، وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَهُ، فَيَصْعَقُ، ثُمَّ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا لَصْعَقَ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ أَوْ يُنْزِلُ اللَّهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الظَّلُّ أَوِ الظِّلُّ - نَعْمَانُ الشَّاكِّ - فَتَنْبُثُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى، فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلَى رَبِّكُمْ ﴿وَقَفَّوهُمْ﴾ إِنَّهُمْ مُسْئِلُونَ ﴿الصَّفَّتْ 24:37﴾، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعَثَ النَّارَ، قَالَ: فَيُقَالُ: كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ وَتِسْعِينَ، فَيَوْمَعِذُ يُبْعَثُ الْوِلْدَانُ شَبَابًا، وَيَوْمَعِذُ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ]

”دجال میری امت میں نکلے گا اور ان میں چالیس تک رہے گا۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمادیں گے، وہ گویا اس طرح ہیں جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو (اللہ تعالیٰ) دجال کو ہلاک فرمادے گا، پھر اس کے بعد سات سال تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں کے مابین عداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو مگر اس کی روح کو قبض کرے گی حتیٰ کہ اگر کوئی کسی پہاڑ کی چٹان کے اندر ہوا تو وہ ہوا وہاں بھی اس پر داخل ہو جائے گی۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی عادات جیسے ہوں گے،^① نہ نیکی کو اچھا سمجھیں گے اور نہ برائی کو برا جانیں گے، راوی نے کہا کہ شیطان ان کے سامنے آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات مانو گے؟ وہ انھیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا تو وہ ان کی عبادت شروع کر دیں گے، اس حال میں ان کے ہاں رزق کی بھی فراوانی ہوگی اور ان کی زندگی بھی اچھی بسر ہو رہی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا جو بھی آواز سنے گا وہ اس کی طرف کان لگا دے گا، سب سے پہلے جو شخص اس کی آواز سنے گا وہ اپنا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر ہلاک ہو جائے گا، پھر ہر شخص ہلاک ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی۔ نعمان کو شک ہے کہ آپ نے شاید یہ فرمایا کہ وہ سایہ کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے، پھر دوسری مرتبہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو فوراً وہ کھڑے ہو کر دیکھتے ہوں گے، پھر کہا جائے گا کہ لوگو! اپنے رب کی طرف چلو ﴿وَقَفَّوهُمْ﴾ إِنَّهُمْ مُسْئِلُونَ ﴿الصَّفَّتْ 24:37﴾ اور تم انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ یہ باز پرس کیے جائیں گے۔“ پھر کہا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو، آپ نے فرمایا کہ کہا جائے گا: کتنا

① اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ شرارتوں کی طرف جلدی کرنے اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں پرندوں کی پرواز کی طرح تیز ہوں گے اور قتل و فساد

کرنے اور عداوت اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں ان کے اخلاق و عادات جنگی درندوں کی طرح ہوں گے۔ (اکمال المعلم بغوائد مسلم)

الفتن، باب فی خروج الدجال و مکثہ.....: 494/8، تحت الحدیث: (2940)۔

حصہ؟ تو جواب دیا جائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے، پس یہ وہ دن ہوگا کہ بچوں کو بوڑھا کر کے اٹھایا جائے گا اور اس دن پنڈلی سے کھولا جائے گا۔^(۱) اس حدیث کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے صحیح میں روایت کیا ہے۔^(۲)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ] ”دونوں فحوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔“ لوگوں نے عرض کی: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! چالیس دن؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس سال؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس مہینے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجَبَ ذَنَبِهِ، فِيهِ يُرْكَبُ الْخَلْقُ] ”اور ریڑھ کی ہڈی (دچی) کے سوا انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے اور اسی سے اسے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔“^(۳)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَشْرَكَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا﴾ ”اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی۔“ یعنی جب حق تعالیٰ جل و علا فیصلہ فرمانے کے لیے قیامت کے دن مخلوقات کے سامنے جلوہ افروز ہوں گے تو تجلی انوار ربانی سے زمین چمک اٹھے گی، ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ﴾ ”اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ ﴿وُضِعَ الْكِتَابُ﴾ میں کتاب سے مراد کتاب اعمال ہے۔^(۴) ﴿وَجَاءَ بِالنَّبِيَّاتِ﴾ ”اور پیغمبر لائے جائیں گے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ امتوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات ان تک پہنچا دیے تھے۔^(۵) ﴿وَالشُّهَدَاءُ﴾ ”اور گواہ۔“ یعنی وہ فرشتے جو بندوں کے اچھے اور برے اعمال کے محافظ ہیں۔ ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ﴾ ”اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔“ یعنی عدل کے ساتھ ﴿وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ﴾ ”اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (الانبیاء: 47) ”اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے، پھر کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے۔“ ”بر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: 40) ”بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہو تو وہ اسے دگنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم دے گا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ ”اور ہر نفس کو جو اس نے کیا ہوگا (اس کا

① مسند أحمد: 166/2 جبکہ ترمذی واللفظ صحیح مسلم، الفتن.....، باب فی خروج الدجال و مکنته فی الأرض.....،

حدیث: 2940. ② صحیح مسلم، الفتن.....، باب فی خروج الدجال و مکنته فی الأرض.....، حدیث: 2940.

③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مَن فِي السَّمَوَاتِ﴾ (الزمر: 68)، حدیث: 4814.

④ تفسیر الطبری: 42/24. ⑤ تفسیر الطبری: 42/24.

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ درگروہ ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں

خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا

گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں

قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ

تمہاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ۖ (نہیں) کہا جائے گا: تم جہنم کے

خُلِدِينَ فِيهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾

دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں (تم) ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے ﴿٧٢﴾

بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا، خواہ عمل اچھا ہو یا برا، ﴿وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ ﴿٧٠﴾ اور وہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

تفسیر آیات: 72، 71

کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے بد بخت کفار کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہیں بہت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور انہیں شدید ڈانٹ ڈپٹ اور سرنش کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۖ﴾ (الطور 52: 13) ”جس دن وہ آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے۔“ یعنی انہیں نہایت سختی کے ساتھ دھکیل کر لے جائیں گے اور پیاس کی شدت کے باعث ان کا بہت برا حال ہو رہا ہوگا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَنَسُوقُ الْكٰفِرِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَفْدًا ۖ﴾ (مریم 85: 86) ”جس روز ہم پر ہیزگاروں کو رحمان کی طرف بطور مہمان جمع کریں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔“ اور اس حال میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہوں گے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ عُمِيَآ ۖ وَبُكْمًا ۖ وَصُمًّا ۖ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ طَعْمًا ۚ كَلِمًا خَبَتْ زِدْنَهُمْ سَعِيرًا ۖ﴾ (بنی اسرائیل 97: 17) ”اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اکٹھا کریں گے، اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ (آگ) بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے آگ کا بھڑکاؤ زیادہ کر دیں گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾ ”یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔“ یعنی ان کے وہاں پہنچتے ہی جلدی سے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ انہیں جلد عذاب دیا جائے تو ان سے موکا ان دوزخ، جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں، سرنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ﴾ ”کیا تمہارے پاس تمہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟“ یعنی جو تمہاری ہی جنس میں

وَسَيَقُتِلُ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہوں گے، وہ جنت کی طرف گروہ درگروہ لے جائے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمْ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾

کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ ﴿٧٣﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ

اور وہ کہیں گے: سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے (کیا ہوا) اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اور ہمیں اس سرزمین (بہشت) کا وارث بنادیا، ہم

حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾

جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنائیں، چنانچہ عمل کرنے والوں کا اجر و ثواب بہت اچھا ہے ﴿٧٤﴾

سے تھے تاکہ تمہارے لیے ان سے بات کرنا اور رہنمائی حاصل کرنا ممکن ہو، ﴿يَتَلَوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ﴾ ”جو تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے۔“ اور انھوں نے تمہیں جس چیز کی دعوت دی تھی اس کے صحیح ہونے پر دلائل و براہین قائم کرتے

تھے۔ ﴿وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا﴾ ”اور وہ تمہیں تمہاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔“ یعنی آج کے اس دن کے شر سے تمہیں ڈراتے تھے تو کفار ان فرشتوں کو جواب دیں گے: ﴿بَلَىٰ﴾ ”کیوں نہیں!“ اللہ کے پیغمبر ہمارے پاس آئے

تھے اور انھوں نے ہمیں ڈرایا اور ہمارے خلاف دلائل و براہین کو قائم کیا تھا۔ ﴿وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ”اور لیکن کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی تھی۔“ یعنی ہم نے ان کی تکذیب کی اور اپنی اس بدبختی کی وجہ

سے جس کے ہم مستحق تھے، ہم نے ان کی مخالفت کی اور حق کے بجائے باطل کی طرف مائل ہو گئے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے ایک دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۚ قَالُوا بَلَىٰ

قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۚ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملك 8: 67-10) ”جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو ان سے اس (دوزخ)

کے داروغے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پاس ڈرانے والا ضرور آیا تھا پس ہم نے اسے جھٹلادیا اور کہا: اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو اور وہ کہیں

گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔“ یعنی وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کریں گے، ﴿فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِقًا لَا أُصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملك 11: 67) ”پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں

گے، سو دوزخیوں کے لیے دوری ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے لیے دوری ہے اور یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”کہا جائے گا: تم دوزخ کے

دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔“ اور جو بھی انہیں دیکھے گا تو ان کے حال کو معلوم کر لے گا اور ان کے بارے میں گواہی دے گا کہ وہ واقعی مستحق عذاب ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قول کو کسی متعین قائل کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ

اسے مطلق رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ساری کائنات اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل و خیر نے ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے وہ اسی کے مستحق ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”کہا جائے گا: تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔“ یعنی ہمیشہ اسی میں رہو گے اور کبھی یہاں سے نکل نہ سکو گے اور نہ اس سے تمھاری جان چھوٹے گی۔ ﴿فَبُئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ ”پس تکبر کرنے والوں کا یہ برا ٹھکانا ہے۔“ تمھارا یہ بہت برا ٹھکانا اور بہت برا انجام ہے، اس لیے کہ تم نے دنیا میں تکبر کیا، حق کی اتباع سے انکار کیا اور اسی تکبر اور انکار نے تمھیں اس حال تک پہنچا دیا ہے جو بدترین انجام ہے۔

تفسیر آیات: 73، 74

گروہ درگروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف و فضل کا ایک عظیم پہلو: اب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند مومنوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں عزت و احترام کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا ﴿زُمَرًا﴾ ”گروہ گروہ۔“ یعنی ایک کے بعد دوسری جماعت کو، پہلے مقربین کو، پھر ابرار کو، پھر انھیں جن کا درجہ ان کے بعد ہوگا، پھر ان کے بعد کے درجے والوں کو۔ ہر گروہ اپنے مناسب حال لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ انبیائے کرام انبیاء کے ساتھ، صدیقین صدیقین کے ساتھ، شہداء شہداء کے ساتھ، علماء علماء کے ساتھ، ہر جماعت اپنے جیسی جماعت کے ساتھ اور ہر گروہ اپنی جنس کے لوگوں کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا﴾ ”یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس آئیں گے۔“ یعنی پل صراط عبور کرنے کے بعد جب وہ جنت کے دروازوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس سے قبل انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا تاکہ اس ظلم و زیادتی کا بدلہ لیا جائے جو انھوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کی ہوگی حتیٰ کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تب انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ حدیث صورت میں یہ بھی آیا ہے کہ مومن جب جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ کون ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے، وہ باری باری آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، پھر عیسیٰ، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے پاس جائیں گے جیسا کہ وہ میدان حشر میں بھی باری باری ان تمام انبیائے کرام ﷺ کے پاس جائیں گے تاکہ وہ سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہو جائے اور تاکہ ان تمام مختلف مقامات پر بھی یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں پر شرف و فضل عطا فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ] ”میں جنت کے بارے میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا۔“ ① مسلم ہی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: [وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ] ”اور جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا۔“ ② امام احمد رحمہ اللہ

① صحیح مسلم، الإيمان، باب فی قول النبی ﷺ: [أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ.....]، حدیث: (332)۔ 196۔ ② صحیح

مسلم، الإيمان، باب فی قول النبی ﷺ: [أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ.....]، حدیث: (331)۔ 196۔ عن أنس رضی اللہ عنہ۔

نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [آتی بَابِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ، قَالَ: يَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ] ”میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلواؤں گا، تو خازن پوچھے گا: تم کون ہو؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں، آپ نے فرمایا کہ خازن کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔“^① اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلْجُ الْجَنَّةَ صُورُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَصْقُونَ فِيهَا، وَلَا يَمْتَحِطُونَ فِيهَا، وَلَا يَتَعَوَّطُونَ فِيهَا، آيَنُتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِصَّةُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلْوَةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرَى مِخْ سَاقِيَهُمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبٍ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا] ”پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ کھنکھاریں گے اور نہ بول و براز کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، ان کی انگلیٹیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان میں سے ہر ایک کو دو دواہسی بیویاں ملیں گی کہ حسن کی وجہ سے گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چربی تک نظر آتی ہوگی، ان میں آپس میں کوئی اختلاف اور بغض نہ ہوگا، ان سب کے دل ایک دل جیسے ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔“^③ اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^④

اور حافظ ابویعلیٰ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى (ضَوْءٍ) أَشَدَّ كَوَكَبٍ ذُرَى فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَعَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَحِطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلْوَةُ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ۔ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ (رَجُلٍ) وَاحِدٍ، عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ، سِتُونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ] ”سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی اور جوان کے بعد ہوں گے ان کی جگہ گاہٹ آسمان میں سب سے زیادہ جگہ گانے والے ستارے کی طرح ہوگی، وہ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے اور نہ کھنکھاریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان کی انگلیٹیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویاں حور عین ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک ہی شخص جیسے ہوں گے، ان سب کی صورت اپنے باپ

① مسند أحمد: 136/3. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أول الناس يشفع في الجنة.....]

حدیث: 197. ③ مسند أحمد: 316/2. ④ صحيح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة.....، حدیث:

3245 وصحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها.....، باب في صفات الجنة وأهلها.....، حدیث: (17)-2834.

حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہوگی اور ان کے قد ساٹھ ہاتھ بلند ہوں گے۔“^① اور امام بخاری و مسلم نے بھی یہ حدیث بطریق جریر روایت کی ہے۔^②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ، هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا، تُضَيُّءُ وَجُوهُهُمْ إِضَاءَةً الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ”میری امت سے ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہوں گے۔“ عکاشہ بن محسن نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنادے، آپ نے دعا فرمائی: [اللَّهُمَّ! اجْعَلْهُ مِنْهُمْ] ”اے اللہ! اسے ان میں سے بنادے“ پھر ایک انصاری شخص نے بھی کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنادے، آپ ﷺ نے فرمایا: [سَبَقَكَ بِهَا عِجَازُ] ”اس بارے میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔“^③ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور بغیر حساب ستر ہزار امتیوں کے جنت میں داخلے کے متعلق اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے ابن عباس،^④ جابر بن عبد اللہ،^⑤ عمران بن حصین،^⑥ ابن مسعود، رفاعہ بن عرابہ جہنی اور ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا^⑦ سے روایت کیا ہے، نیز بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا، أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ..... آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ، حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّةَ، وَوُجُوهُهُمْ عَلَى (صُورَةِ) الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ”میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ اس طرح داخل ہوں گے..... کہ انھوں نے ایک دوسرے کو پکڑا ہوگا حتیٰ کہ ان میں سے پہلا اور آخری انسان سب جنت میں داخل

① مسند ابی یعلیٰ الموصلی: 471، 470/10، حدیث: 6084، البتہ پہلی قوسین والا لفظ سنن ابن ماجہ الزہد، باب صفة الجنة، حدیث: 4333 کے مطابق اور دوسری قوسین والا لفظ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حدیث: 3327 و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب أول زمرة تدخل الجنة.....، حدیث: (15)-2834 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حدیث: 3327 و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب أول زمرة تدخل الجنة.....، حدیث: (15)-2834. ③ صحیح البخاری، اللباس، باب البرود والحبر والشملة، حدیث: 5811 و صحیح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة.....، حدیث: (369)-216 واللفظ له. ④ صحیح البخاری، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب، حدیث: 6541 و صحیح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغیر حساب.....، حدیث: 220. ⑤ صحیح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة.....، حدیث: 191. ⑥ صحیح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين.....، حدیث: 218. ⑦ اس بارے میں حضرت ابن مسعود، رفاعہ بن عرابہ جہنی اور ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا کی روایات صحیحین میں نہیں ہیں جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مسند أحمد: 1/403، رفاعہ بن عرابہ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت مسند أحمد: 4/164 و سنن ابن ماجہ، الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حدیث: 4285 اور ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا کی روایت المعجم الكبير للطبرانی: 182، 181/25 میں ہے لیکن ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا کی روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 849/11، حدیث: 5491.

ہو جائیں گے اور ان لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمْ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾^② ”یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔“ یہاں جواب مذکور نہیں ہے، محذوف عبارت گویا اس طرح ہے: یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آجائیں گے اور یہ امور رونما ہوں گے کہ ان کے اکرام و تعظیم کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جنت کے فرشتے بشارت، سلامتی اور تعریف کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے نہ کہ اس طرح جیسے ڈانٹ ڈپٹ اور لعن و ملامت کے ساتھ مولکان دوزخ کافروں کا استقبال کریں گے، بہر حال جب یہ واقعات رونما ہوں گے تو اہل جنت سعادت مند ہو جائیں گے، خوش ہوں گے اور مسرت و شادمانی کا اظہار کریں گے اور ہر ایک اپنی نعمتوں کے بقدر خوشی و مسرت کا اظہار کرے گا۔ اور یہاں جواب حذف کر دیا گیا جس سے ذہن میں ہر طرح کی امید اور رجا پیدا ہوگئی۔ جو شخص یہ کہے کہ ﴿وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾ ”اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔“ میں واؤ ثمانیہ کے لیے ہے^③ اور اس سے یہ استدلال کرے کہ جنت کے دروازے بھی آٹھ ہی ہیں تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا ہے کیونکہ جنت کے دروازوں کے آٹھ ہونے کا ذکر تو احادیث صحیح سے ملتا ہے۔^④

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أُنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ] ”جو شخص اپنے مال میں سے دو جوڑے اللہ تعالیٰ

① صحیح البخاری، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب، حدیث: 6543 و صحیح مسلم، الإيمان،

باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین.....، حدیث: 219 جبکہ توسین والا لفظ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب

ما جاء فی صفة الجنة.....، حدیث: 3247 اور مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔ ② واو کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک

قسم بعض نحو یوں کے نزدیک واؤ ثمانیہ ہے۔ اور یہ وہ واو ہے کہ اس سے پہلے اعداد کے درمیان واؤ نہیں لاتے۔ اور جب آٹھ گنتے ہیں تو واو

لاتے ہیں، مثلاً: کہتے ہیں: ستہ، سبعة و ثمانية. مقصد یہ ہوتا ہے کہ سبعة (سات) عدد تام ہے۔ اور اس کے بعد والا عدد، عدد متانف

ہے۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ﴿وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾ میں واو واؤ ثمانیہ ہے، اس لیے کہ جہنم کے تذکرے میں ﴿وَفُتِحَتْ﴾ (الزمر

71:39) بغیر واؤ کے ہے، اس لیے کہ اس کے دروازے سات ہیں، جبکہ جنت کے تذکرے میں ﴿وَفُتِحَتْ﴾ واو ہے، تو یہ واو واؤ ثمانیہ

ہے، اس لیے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ اسی سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ حافظ ابن

کثیر رحمہ اللہ انھی لوگوں کا رد کرتے ہیں۔ ابن ہشام واؤ ثمانیہ کے وجود سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کی کوئی حقیقت بھی ہوتی

پھر بھی ﴿وَفُتِحَتْ﴾ میں واؤ ثمانیہ نہیں ہے کیونکہ اس واو سے پہلے عدد کا ذکر ہوتا ہے، جبکہ یہاں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھیے مغنی

اللب، مبحث: الواو المفردة (ع۔ و) ③ دیکھیے صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حدیث: 3257

عن سهل بن سعد رحمہ اللہ و صحیح مسلم، الطهارة، باب ذکر المستحب.....، حدیث: 234 عن عقبہ بن عامر.....

کے رستے میں خرچ کر دے تو اسے جنت کے دروازوں میں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی اور جنت کے مختلف دروازے ہیں، جو اہل نماز میں سے ہوا اسے باب الصلاة سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوا اسے باب الصدقہ سے آواز دی جائے گی جو اہل جہاد میں سے ہوا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام میں سے ہوا اسے باب الریان سے صدادی جائے گی۔“ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ جس شخص کو جس دروازے سے بھی بلایا جائے اسے کوئی اور ضرورت باقی تو نہیں رہتی لیکن اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا (سعادت مند) بھی ہوگا جسے جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، (وَأَرْجُو) أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ] ”ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔“^① اسی طرح اسے بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^②

بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرِّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ] ”جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے، اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔“^③ صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيَبْلُغُ، أَوْ فَيَسْبِغُ، الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ] ”تم میں سے جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔“^④

جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان: اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم کے ساتھ ہمیں بھی اہل جنت میں سے بنا دے! صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی شفاعت کے بارے میں طویل حدیث میں آیا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: يَا مُحَمَّدُ! ادْخُلْ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِي الْاَبْوَابِ الْاُخْرَى، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! اِنَّ مَا بَيْنَ الْمَصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ اِلَى مَا بَيْنَ عِصَادِي الْبَابِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، اَوْ هَجَرَ وَمَكَّةَ۔ وَفِي رَوَايَةٍ: (مَكَّةَ وَبُصْرَى) [”اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کے ذمہ حساب نہیں ہے، دائیں دروازے سے داخل کر دو، وہ دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اس

① مسند احمد: 268/2 جبکہ مسند احمد میں [أَرْجُو] سے پہلے [إِنِّي] کا لفظ بھی ہے۔ ② صحیح البخاری، الصوم، باب

الریان للصائمین، حدیث: 1897 و صحیح مسلم، الزکاة، باب فضل من صَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ.....، حدیث: 1027.

③ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حدیث: 3257 و صحیح مسلم، الصیام، باب فضل الصیام،

حدیث: 1152، البتہ اس میں آٹھ دروازوں کا ذکر نہیں ہے۔ ④ صحیح مسلم، الطہارة، باب الذکر المستحب.....،

ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین اس طرح فاصلہ ہوگا جس طرح مکہ اور بصرہ کے درمیان یا آپ نے فرمایا کہ بصرہ اور مکہ کے درمیان فاصلہ ہے، اور ایک روایت میں، مکہ اور بصرہ کے الفاظ ہیں۔“ ① اور صحیح مسلم میں عتبہ بن غزوہ سے روایت ہے کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ذکر کیا کہ ہمارے لیے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہوگا اور اس پر ضرور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ گہما گہمی کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ ②

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمُ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ﴾ ”اور اس کے دربان ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے۔“ یعنی تمہارے عمل اور قول بہت اچھے تھے تمہاری سعی و کوشش بہت پاکیزہ تھی، لہذا تمہاری جزا بھی بہت پاکیزہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات میں حکم دیا تھا کہ مسلمانوں میں یہ اعلان کر دیا جائے: [إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: (مُؤْمِنَةٌ)] ”جنت میں صرف مسلمان نفس ہی داخل ہوگا، ایک روایت میں، مومن کا لفظ ہے۔“ ③ اور فرمایا: ﴿فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ ”پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔“ یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور اس سے کبھی بھی نقل مکانی نہ کرنا چاہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے: ﴿وَقَالُوا الْحَدِّ يَلِيهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ﴾ ”اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔“ مومن جب جنت میں بے پایاں اجر و ثواب، عظیم الشان عطیات، ابدی و سرمدی نعمتوں اور بہت بڑی بادشاہت کا مشاہدہ کریں گے تو پکاراٹھیں گے: ﴿الْحَدِّ يَلِيهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ﴾ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔“ یعنی اس وعدے کو جو اس نے اپنے انبیائے کرام کی زبانی ہم سے فرمایا تھا اور جیسا کہ انھوں نے دنیا میں دعائیں بھی کی تھیں: ﴿رَبَّنَا وَابْتِئْنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ﴾ (ال عمران 3: 194) ”اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم سے اپنے پیغمبروں کی زبانی جس کا وعدہ کیا، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، کچھ شک نہیں کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔“ اور ﴿وَقَالُوا الْحَدِّ يَلِيهِ الَّذِي هَدَّنا لَهُذَات وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَّنا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنا بِالْحَقِّ ط﴾ (الأعراف 7: 43) ”اور کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم نہ تھے کہ ہدایت پاتے، بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات کے ساتھ آئے تھے۔“ اور ﴿وَقَالُوا الْحَدِّ يَلِيهِ الَّذِي

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ذُرِّيَّةٌ مِّنْ حَمَلِنَا مَعَ نُوحٍ ط﴾ (بنی اسرائیل 3: 17)، حدیث: 4712 و صحیح

مسلم، ایمان، باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فيها، حدیث: 194 و صحیح ابن حبان، التاريخ، ذكر العلة التي من أجلها لا يشفع الأنبياء.....: 380-383/14، حدیث: 6465 و اللفظ له، جبکہ قوسین والے الفاظ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہیں۔

② صحیح مسلم، الزهد.....، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حدیث: (14-2967) . ③ صحیح مسلم،

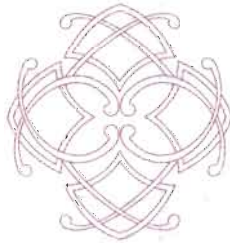
الإيمان، باب بيان غلط تحريم قتل الإنسان.....، حدیث: 111 عن أبي هريرة ؓ، جبکہ قوسین والا لفظ کسی اور سیاق

سے تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی: 621/2 میں ہے۔

جائے گا۔“ یعنی تمام مخلوقات میں ﴿بِالْحَقِّ﴾ ”انصاف کے ساتھ۔“ پھر فرمایا ہے: ﴿وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٧٥﴾ ”اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔“ یعنی اس دن ساری کائنات، خواہ وہ بولنے والی ہو یا نہ بولنے والی، اللہ رب العالمین کے فیصلے اور عدل کی وجہ سے اس کی حمد کے ترانے گا رہی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ یہاں قول کو کسی قائل کی طرح منسوب نہیں کیا گیا بلکہ اسے مطلق رکھا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مخلوقات اس کی حمد کی گواہی دیں گی۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حمد ہی کے ساتھ مخلوق کا افتتاح کیا اور فرمایا: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (الأنعام 1:6) ”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔“ اور حمد ہی کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اختتام فرمایا ہے: ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٧٥﴾ ”اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“ ﴿١﴾

سورہ زمر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سُورَةُ مُؤْمِنٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ

حکم ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو نہایت غالب، خوب جاننے والا ہے ② گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا (دینے)

الْعَقَابِ ③ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ④

والا، بڑا فضل والا ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ③

حواصم کی فضیلت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا خلاصہ آل حم ہے یا آپ نے یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا خلاصہ حواصم ہیں۔ ① مسعر بن کدام کا قول ہے کہ (مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ) ان سورتوں کو دہنیں کہا جاتا تھا۔ ② یہ تمام اقوال امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب فضائل القرآن میں بیان فرمائے ہیں۔ ③ اور حمید بن زنجویہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنے گھر والوں کے لیے کسی جگہ کی تلاش میں ہو اور اس کا کسی ایسی جگہ سے گزر رہا ہو جہاں بارش ہو چکی ہو، وہ اس جگہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے چلتے چلتے سرسبز و شاداب اور گھنے باغات میں پہنچ جائے اور کہے کہ میں تو بارش برسنے والی پہلی جگہ ہی سے خوش ہو رہا تھا، حالانکہ یہ مقام تو اس سے بھی زیادہ خوش منظر ہے تو اس سے کہا جائے کہ پہلی بارش کی مثال قرآن مجید کی عظمت کی مثال ہے اور ان سرسبز و شاداب اور گھنے باغات کی مثال ایسے ہے جیسے قرآن مجید کی حم سورتیں ہیں۔ اسے امام بغوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ ④ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب میں حم سے شروع ہونے والی سورتوں کو پڑھتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوش منظر اور دلفریب باغات سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ ⑤

تفسیر آیات: 3-1

حم کی ایک اور فضیلت: حروف مقطعات کے بارے میں سورہ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو کی جا چکی ہے، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے جسے امام ابو داؤد و ترمذی نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ

① فتح القدیر: 550/4 و تفسیر البغوی: 103/4. ② تفسیر القرطبی: 288/15 و تفسیر البغوی: 103/4. ③ کتاب

فضائل القرآن لأبی عبیدہ القاسم بن سلام، ص: 254، 255. ④ تفسیر البغوی: 103/4. ⑤ تفسیر البغوی: 103/4.

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرَكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمُ

اللہ کی آیات میں صرف کافر لوگ ہی جھگڑا کرتے ہیں، لہذا آپ کو ان کاشکروں میں چلنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے ④ ان سے پہلے قوم نوح نے اور ان

قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَدَلُوا

کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا، اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کر لیں، اور انھوں نے ناحق

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَآخَذْتُهُمْ ⑤ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑥ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

جھگڑا کیا تاکہ اس (باطل) کے ذریعے حق کو پھسلا دیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، (تو دیکھ لو!) میری سزا کیسی تھی ⑤ اور اسی طرح ان لوگوں پر آپ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ⑥

کے رب کا فیصلہ ثابت ہو گیا جنھوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ یہ دوزخی ہیں ⑥

سے سنا کہ آپ نے فرمایا: [إِنْ بَيَّنَّمُ اللَّيْلَةَ فَقُولُوا: حَسْمٌ لَا يُنْصَرُونَ] ”اگر تم پر (دشمن کی طرف سے) رات کو حملہ ہو جائے تو (شعار کے طور پر) کہو: حسم، ان (دشمنوں) کی مدد نہیں کی جائے گی۔“ ① اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لامتناہی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ

الْعَلِيمِ﴾ ② ”اس کتاب کا اتارا جانا اللہ انتہائی غالب و دانا کی طرف سے ہے۔“ یہ کتاب، یعنی قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی

طرف سے نازل ہوئی ہے جو صاحب عزت و علم ہے جس کی طرف (بدی کا) ارادہ نہیں کیا جاسکتا اور جس سے ذرات بھی مخفی

نہیں ہیں گو اس کے چہرہ اقدس کے گرد بہت دبیز پردے ہیں۔ ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ ③ ”گناہ بخشنے والا اور توبہ

قبول کرنے والا ہے۔“ یعنی جو ماضی میں کیے ہوئے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے اور مستقبل کے لیے اس شخص کی توبہ قبول فرما لیتا

ہے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کے حضور جھک جائے۔ ﴿شَدِيدِ الْعِقَابِ﴾ ④ ”(اور) سخت سزا (دینے) والا ہے۔“

اسے جو سرکشی و بغاوت اختیار کرے، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرے۔ یہ

آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿يَبْتَغِي عِبَادِيَ اَتَقِي اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ ⑤ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيمُ ⑥ (الحجر

50:49، 15) ”(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دیں کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی

دردناک عذاب ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ان دونوں صفات کو بہت سے مقامات پر یکجا بیان فرمایا ہے تاکہ بندہ

امید و خوف کے درمیان زندگی بسر کرے۔ ﴿ذِي الْقَوْلِ﴾ ⑦ ”بڑا فضل والا ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں

کہ طُول کے معنی وسعت و دولت کے ہیں۔ ② معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سرفراز فرمانے والا اور انھیں ایسے

ایسے عظیم الشان انعامات و احسانات سے نوازنے والا ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا﴾ ⑧ (إبرہیم 34:14) ”اور اگر تم اللہ کے احسان گننے لگو تو انھیں شمار نہ

① سنن ابی داود، الجہاد، باب فی الرجل ینادی بالشعار، حدیث: 2597 و جامع الترمذی، الجہاد، باب ماجاء فی

الشعار، حدیث: 1682 والمصنف لعبد الرزاق 233/5، حدیث: 9467 واللفظ لہ. ② تفسیر الطبری: 53/24.

کر سکو گے۔“ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔“ تمام صفات میں اس کا کوئی نظیر نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔ ﴿إِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ ”اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔“ یعنی وہ مرجع و ماویٰ ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلے گا، ﴿وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (الرعد 41:13) ”اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 4-6

کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حق بیان ہونے اور دلائل و براہین کے ظاہر ہونے کے بعد وہی جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے بیان کردہ دلائل و براہین کے منکر ہیں۔ ﴿فَلَا يَغُزُّكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ ”تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔“ یعنی ان کے مال و متاع اور دنیوی سبب و سبب کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَغُزُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ طَوْسُ الْيَهَادِ﴾ (ال عمران 3:196, 197) ”(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکا نہ دے۔ تھوڑا سا (فائدہ اٹھانے کا) سامان ہے، پھر (آخرت میں تو) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ يَتَّبِعُهُمُ كَلِيلٌ ثُمَّ تُضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ (لقمن 31:24) ”ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کی طرف سے جھٹلائے جانے پر اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے لیے سابقہ انبیاء اسوہ و نمونہ ہیں، ان کی امتوں نے بھی ان کی تکذیب و مخالفت کی تھی اور ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ﴾ ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے (پیغمبروں کی) تکذیب کی۔“ اور حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے منع کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ”اور ان کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی۔“ یعنی ہر امت میں سے گروہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی۔ ﴿وَهَبْتَ كُلَّ أُمَّةٍ رَّسُولَهُمْ لِيُأْخِذُوهُ﴾ ”اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں قصد کیا کہ وہ اسے پکڑ لیں۔“ یعنی انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیں اور ان میں سے بعض نے واقعی اپنے پیغمبروں کو قتل کر بھی دیا۔ ﴿وَجَدْنَا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ ”اور انھوں نے جھوٹی باتوں (بے ہودہ شبہات) کے ساتھ جھگڑا کیا تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو زائل کر دیں۔“ یعنی انھوں نے شبہات اس لیے پیش کیے تاکہ واضح اور روشن حق کو رد کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَخَذْتَهُمْ﴾ ”پس میں نے انھیں پکڑ لیا۔“ یعنی ان کے بڑے بڑے گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں میں نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿فَلَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ”سو (دیکھ لو) میری سزا کیسی تھی!“ یعنی دیکھ لو کہ میرے عذاب نے انھیں کس طرح اپنی گرفت میں لیا اور میں نے انھیں کس قدر شدید اور المناک سزائیں دیں۔ امام قتادہ نے فرمایا کہ

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں، وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں،

لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا

اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو (اپنی رحمت اور اپنے) علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہذا تو ان

سَيِّئِكَ وَفِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑦ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ

لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی، اور انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا ⑦ اے ہمارے رب! اور انھیں ان ابدی

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑧

باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں،

وَفِهِمُ السَّيِّئَاتُ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ

بے شک تو (ہر چیز پر) غالب، نہایت حکمت والا ہے ⑧ اور انھیں برائیوں سے بچا، اور جسے تو نے اس دن برائیوں (کی سزا) سے بچالیا تو درحقیقت تو

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑨

نے اس پر رحم کیا، اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے ⑨

واللہ! اللہ تعالیٰ کا عذاب بے حد شدید تھا۔ ① اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَذَلِكُمْ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ ②

”اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی بات ثابت ہوگئی ان لوگوں پر جنھوں نے کفر کیا کہ بلاشبہ وہی

دوزخی ہیں۔“ یعنی جس طرح سابقہ کافر قوموں کے بارے میں عذاب کی بات پوری ہو چکی ہے اسی طرح اے محمد (ﷺ)!

تمھاری تکذیب و مخالفت کرنے والوں کے بارے میں بھی یہ بات بطریق اولیٰ پوری ہو کر رہے گی کیونکہ جو تمھاری تکذیب

کرے، اس کی دوسرے نبیوں کی تصدیق کا بھی اعتبار نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 7-9

حاملین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقررین، چاروں حاملین عرش

اور اس کے گرد و پیش کے مقرب فرشتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے

رہتے ہیں، یعنی وہ تسبیح جو تفائص کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور وہ تمہید جو صفات مدح کے اثبات کا تقاضا کرتی ہے، ملا کر بیان

کرتے ہیں، ﴿وَيُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ ”اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔“ اس کے سامنے جھکے ہوئے عجز و انکسار کا اظہار کر

رہے ہیں، ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اور ان لوگوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں جو ایمان لائے۔“ یعنی ان اہل

زمین کے لیے جو غیب کے ساتھ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ مقررین کی یہ ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ اس کے مومن

بندوں کے لیے غائبانہ دعا کریں۔ فرشتوں کی عادت ہے کہ وہ مومنوں کے لیے غائبانہ دعا کرتے ہیں، اس لیے جب کوئی

مومن اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ (ابودرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا): [مَنْ دَعَا لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُؤَكَّلُ بِهِ: آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلٍ] ”جس نے اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کی تو اس پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔“^①

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں کی تعداد آٹھ ہے، ان میں سے چار یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلَى جَلَمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ] ”اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ سب کچھ جاننے کے باوجود تو درگزر فرماتا ہے۔“ اور چار فرشتے یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلَى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ] ”اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ تو قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے۔“^② اسی لیے اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا﴾ ”اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو (اپنی) رحمت اور علم سے گھیر لیا ہے۔“ تیری رحمت تیرے بندوں کے گناہوں اور غلطیوں سے زیادہ ہے اور تیرا علم ان کے تمام اعمال و اقوال اور حرکات و سکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ﴿فَاعْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ﴾ ”پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے رستے کی پیروی کی۔“ یعنی گناہ گار جب توبہ اور رجوع کر لیں، گناہوں کو ترک کر دیں اور نیکیوں کے سرانجام دینے اور برائیوں کے ترک کردینے میں تیرے احکام کی اتباع کریں تو تو ان کو معاف فرما دے، ﴿وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾ ”اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“ جو بہت دردناک اور المناک عذاب ہے۔ ﴿رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اور تو انہیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوئے۔“ یعنی ان سب کو بہشتوں میں جمع فرما دے تاکہ سب کے قریب رہنے کی وجہ سے انہیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عِبَادَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الطور: 52)

(21) ”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ (جنت میں) ملا دیں گے اور ان کے لیے ان کے عمل سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔“ یعنی ہم ان سب کو مساوی مقام و مرتبہ عطا کر دیں گے تاکہ انہیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو، بلند درجے والے کے مرتبے کو کم کر کے اسے ادنیٰ کے ساتھ نہیں ملائیں گے بلکہ ادنیٰ درجے والے پر احسان اور فضل کرتے ہوئے اسے اونچے مرتبے کے لوگوں کے ساتھ ملا دیں گے۔

① صحیح مسلم، الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب، حدیث: (87)۔2732.

② تفسیر عبدالرزاق: 342/3، رقم: 3314 و تفسیر الطبری: 10/19 و شعب الإيمان للبيهقي، فصل فی معنی قول اللہ عزوجل: ﴿تَنْجِزُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ اٰیٰتِهٖ﴾ (المعارج: 70) (4: 364، 327/1) و کتاب العظيمة لأبي الشيخ الأصبهاني: 954/3، حدیث: 481، البتہ ان الفاظ کی سند ضعیف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ينادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے پکار کر کہا جائے گا: اللہ کی ناراضی و بیزاری (آج تمہاری اپنے آپ پر ناراضی و بیزاری سے بڑھ کر تھی، جب دنیا

إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

(میں) تمہیں ایمان کی طرف بلا یا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے ﴿١٠﴾ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی، اور تو نے ہمیں دوبار

بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ

زندہ کیا، تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ ﴿١١﴾ (فرمایا جائے گا: تمہیں یہ عذاب) اس وجہ سے ہے کہ

كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرِكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي

بلاشبہ جب تمہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم (اس کی توحید کا) انکار کرتے تھے، اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تھا تو تم (اس شریک کو) مان لیتے تھے، اب

يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ

حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت برتر اور بہت بڑا ہے ﴿١٢﴾ وہی تو ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، اور تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے،

يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾

اور نصیحت تو وہی پکارتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہو ﴿١٣﴾ لہذا تم اللہ کے لیے بندگی خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو، اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں ﴿١٤﴾

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ مومن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے باپ، بیٹے اور بھائی کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں، پس اس سے کہا جائے گا کہ وہ عمل کے اعتبار سے تمہارے طبقے کو نہیں پہنچے تو مومن کہے گا کہ میں نے عمل اپنے لیے اور ان سب کے لیے بھی کیے تھے تو اس کے بعد ان سب کو بھی اسی کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا، پھر سعید بن جبیر نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ﴿٨﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“ ﴿٩﴾

مطرف بن عبد اللہ بن شحیر نے کہا ہے کہ بندگان الہی میں سے مومنوں کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں، پھر انھوں نے بطور دلیل اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ﴾ ﴿٨﴾ ”اے ہمارے پروردگار! اور تو انھیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔“ اور مومنوں کے لیے سب سے زیادہ دھوکے باز شیاطین ہیں۔ ﴿٩﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ﴿٩﴾ ”بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“ جس کے حکم کو ٹالا نہیں جاسکتا اور نہ جس پر کوئی غالب آسکتا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور وہ اپنے اقوال و

افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ﴾ ”اور تو انھیں برائیوں سے بچائے رکھ۔“ یعنی ان کے کرنے سے یا جو برائیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کے وبال سے، ﴿وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ﴾ ”اور تو جسے اس روز برائیوں سے بچالے۔“ یعنی روز قیامت، ﴿فَقَدْ رَجَعْتَهُ﴾ ”تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی۔“ اسے لطف و کرم سے نوازا اور اسے سزا سے بچالیا، ﴿وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ① ”اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

تفسیر آیات: 10-14

دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اس وقت انھیں پکار کر کہا جائے گا جب وہ آتش دوزخ کی سختیوں میں گھرے ہوں گے اور ایسے عذاب شدید میں مبتلا ہوں گے جسے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی اور وہ اپنے ہی نفسوں پر اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے جو ان کے دوزخ میں جانے کا سبب بنے، شدید غصے اور ناراضی کا اظہار کر رہے ہوں گے، تو اس وقت فرشتے انھیں بلند آواز سے پکار کر یہ خبر دیں گے کہ جب دنیا میں تمھیں ایمان کے قبول کر لینے کی دعوت دی جاتی تھی مگر تم ایمان کو قبول کرنے کے بجائے کفر اختیار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ تم سے اس کی نسبت کہیں شدید ناراض ہوتے تھے جس قدر تم اس حالت عذاب میں اپنے آپ سے بے زار ہو رہے ہو۔ ﴿لَقَدْ تَلَّوْا كِتَابَ اللَّهِ أَكْبَرًا مِّنْ مَّقَاتِلِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ﴾ ② ”البتہ (اس وقت) اللہ کی ناراضی تمھاری اپنے اوپر ناراضی سے زیادہ بڑی ہے جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم انکار کرتے تھے۔“ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اہل ضلالت سے ناراضی، جب دنیا میں ان کے سامنے ایمان پیش کیا جاتا تھا مگر وہ اسے ترک کر دیتے اور قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، اس سے کہیں زیادہ تھی جتنی روز قیامت عذاب الہی کو دیکھ کر انھیں اپنے نفسوں سے ہوگی۔ ① امام حسن بصری، سدی، ذر بن عبد اللہ ہمدانی، عبد الرحمن بن زید بن اسلم اور امام ابن جریر طبری کا بھی یہی قول ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا اَلْثَلَاثِينَ وَاحْيَيْنَا اَلثَلَاثِينَ﴾ ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو

نے ہمیں دودفعہ موت دی اور دودفعہ زندہ کیا۔“ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ابواسحاق سے، انھوں نے ابوالاحوص سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ③ (البقرہ: 28) ”تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہی تمھیں موت دے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ اور ابو مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ④ اور یہی بات درست ہے جس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں، مقصود اس سب سے یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار یہ سوال کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوْا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَسَبْعًا فَاَرْجِعْنَا نَعْبُدْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ﴾ ⑤ (السجدة: 32) ”اور کاش! آپ دیکھیں

جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے (اب) ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ انھیں اس وقت کوئی جواب نہیں دیا جائے گا، پھر جب وہ آگ دیکھیں گے اور پوری طرح اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور آگ ہی پر کھڑے ہوں گے اور اس کے اندر موجود عذاب اور سزاؤں کو دیکھ لیں گے تو پہلی دفعہ سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کا سوال کریں گے مگر انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نَرُدُّ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۝ بَلْ بَدَأَهُم مَّا كَانُوا يَحْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَكَوْرُدُّوَالْعَادُوَالِمَا نُهُوَاعَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (الأنعام: 27, 28) ”اور کاش! آپ (انھیں اس وقت) دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے: اے کاش! ہم (پھر دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں گے اور ہم مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا، انھیں پھر کرنے لگیں، اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ جب وہ آتش دوزخ میں داخل ہو کر اس کی حرارت و تمازت کو چکھیں گے اور تھوڑوں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے تو پھر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کے بارے میں (اس طرح) سوال کریں گے: ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ أَوْ لِمَ نَعْتَذِرُكَ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَهُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾ ۝ (فاطر: 35: 37) ”اور وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال لے (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔ (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں نصیحت پکڑ لیتا وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، پس اب تم (مزے) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔“ (اور فرمایا کہ وہ کہیں گے:) ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ ۝ قَالَ احْسَبُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُون ۝ (المؤمنون: 23: 107, 108) ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم لوٹے (ایسے کام کریں) تو یقیناً ہم ہی ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: اس میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔“

پیش نظر آیت کریمہ میں انھوں نے سوال کے لیے ایک لطیف انداز اختیار کیا اور اپنی بات سے پہلے تنہید بیان کی اور وہ یہ: ﴿رَبَّنَا آمَنَّا أَفْتَنَّا وَاحْيَيْنَا أَفْتَنَّا﴾ ”اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دودفعہ موت دی اور دودفعہ زندہ کیا۔“ یعنی تیری قدرت بڑی عظیم الشان ہے، تو نے ہمیں مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمادی، پھر تو نے ہم پر موت طاری کر دی، پھر ہمیں زندہ کر دیا، تو جو چاہے اس پر قادر ہے، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم دنیا میں ظالم تھے، ﴿فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ﴾ ۝ ”تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟“ یعنی کیا تو ہمارے اس سوال کو قبول فرمائے گا کہ تو ہمیں ایک بار اور دنیا میں بھیج دے اور تجھے اس بات کی پوری پوری قدرت بھی حاصل ہے تاکہ ہم دنیا میں اپنے

پہلے عمل سے مختلف عمل کریں اور اگر ہم نے دوبارہ اسی طرح عمل کیے تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ انھیں جواب دیا جائے گا کہ اب تمہارے لیے دنیا میں واپس جانے کا کوئی رستہ نہیں، پھر اس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ تمہاری عادات ہی ایسی تھیں کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتیں بلکہ وہ اس کی نفی اور انکار کرتی تھیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا﴾ ”(یہ عذاب) اس لیے کہ بے شک جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تو تسلیم کر لیتے تھے۔“ یعنی اگر تمہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو تم پھر اسی طرح ہو جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (الأنعام 28:6) ”اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تب بھی جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا تھا وہی کریں گے۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾ ”پس حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت بلند، بہت بڑا ہے۔“ وہ اپنی مخلوق پر حاکم اور ایسا عادل ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، جس پر چاہے رحم فرماتا اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ﴾ ”وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔“ یعنی اپنی مخلوق کے سامنے اپنی قدرت کو ظاہر فرماتا ہے جس کا وہ اس کی علوی و سفلی مخلوق میں ایسی عظیم الشان نشانیوں کی صورت میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو ان کے خالق و مالک کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا﴾ ”اور وہ تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔“ یعنی بارش جس کے ساتھ وہ طرح طرح کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا فرماتا ہے جن کے مختلف رنگوں، ذائقوں، خوشبوؤں اور شکلوں کا حواس کے ساتھ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، حالانکہ پانی ایک ہی تھا مگر اس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ مختلف اشیاء میں تفاوت اور تنوع پیدا فرمادیا۔ ﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ﴾ ”اور نہیں نصیحت حاصل کرتا۔“ یعنی نصیحت پکڑتا، ان اشیاء میں غور و فکر کرتا اور ان کے ذریعے سے اپنے خالق کی عظمت پر استدلال کرتا، ﴿إِلَّا مَنْ يُنِيبُ﴾ ”مگر جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔“ یعنی جو بصیرت سے کام لیتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ ”سو تم اللہ کو اس کی بندگی خالص کرتے ہوئے پکارو، اگرچہ کافر ناپسند سمجھیں۔“ یعنی خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور مشرکین کے مسلک و مذہب کی پوری پوری مخالفت کرو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رحمہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النُّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ”اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ

وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے، تاکہ وہ (لوگوں کو)

يَوْمَ الثَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُمْ بَرْزُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ

ملاقات کے دن سے ڈرائے ⑮ جس دن وہ (قبروں سے) ظاہر و باہر ہوں گے، اللہ پر ان کی کوئی چیز چھپی نہ ہوگی۔ (اللہ پوچھے گا): آج کس

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کی بادشاہی ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا): صرف اللہ واحد و قہار کی ⑯ آج ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا۔ آج کوئی ظلم نہیں

سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑰

ہوگا، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے ⑰

اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں اور اس کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔“ اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ ① اسے امام مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

صحیح مسلم میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازوں کے بعد ③ ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ”اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کی سب سے اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔“ ④

تفسیر آیات: 15-17

وحی الہی کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرتے ہوئے اپنے عرش عظیم کی بلندی کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام

① مسند أحمد: 4/4، ② صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة.....، حدیث

594: و سنن أبي داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم؟ حدیث: 1506، 1507 و سنن النسائي، السهو، باب عدد

التهليل والذكر بعد التسليم، حدیث: 1341. ③ الصلوات المكتوبات ”فرض نمازوں“ کے بجائے صحیح مسلم،

حدیث: (140)-594 میں الصلاة أو الصلوات ”نماز یا نمازوں“ ہے، سنن ابوداؤد اور نسائی میں بھی المكتوبات ”فرض“ کا لفظ نہیں

ہے۔ ④ صحیح مسلم، المساجد.....، باب استحباب الذكر بعد الصلاة.....، حدیث: 594 و سنن أبي داود، الوتر،

باب ما يقول الرجل إذا سلم؟ حدیث: 1506، 1507 و سنن النسائي، السهو، باب التهليل بعد التسليم، حدیث: 1340.

مخلوقات سے اس طرح بلند ہے گویا ان کی چھت ہو جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۚ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ اِلَيْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝﴾ (المعارج 4:3,70) ”(اور وہ) اس اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے ایسے دن میں چڑھیں گے جس کا اندازہ پچاس ہزار برس ہوگا۔“ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا کہ سلف و خلف کی ایک جماعت کے بقول یہ مسافت عرش سے لے کر ساتویں زمین تک ہے ^(۱) اور ان شاء اللہ بھی قول رائج ہے۔ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پاک سرخ رنگ کے یا قوت کا ہے۔ ^(۲) اس کے دونوں قطروں کے مابین پچاس ہزار سال کی مسافت ہے۔ ^(۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُنْفِی الرُّوحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ﴾ ”اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔“ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿یُنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ اَنْ اُنْذِرُوْا اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْا ۝﴾ (النحل 2:16) ”وہی فرشتوں (جبرائیل) کو روح (وحی) کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے یہ کہ تم (لوگوں کو) ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم مجھی سے ڈرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَ اِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝﴾ (الشعراء 26:192-194) ”اور یقیناً یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تاکہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَیْمُنْذِرُ یَوْمَ التَّلَاقِ ۝﴾ ”تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔“ علی بن ابوطحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿یَوْمَ التَّلَاقِ ۝﴾ (ملاقات کا دن) قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ ^(۴) کیونکہ اس دن ہر عمل کرنے والا اپنے اچھے یا برے عمل کو اپنے سامنے پالے گا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿یَوْمَ هُمْ بَرْزَوْنَ ۭ لَا یَخْفٰی عَلٰی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ ۝﴾ ”جس روز وہ (قبروں سے) نکل پڑیں گے، ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔“ یعنی سب کے سب ظاہر اور نمایاں ہوں گے، کوئی چیز نہ ان کو چھپائے ہوگی، نہ ان پر سایہ کیے ہوگی اور نہ ان پر پردہ کیے ہوگی، یعنی سب یکساں طور پر اس کے علم میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿لَیْسَ الْمَلِکُ الْیَوْمَ ۭ بِدِیْلِہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾ ”آج کے دن بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ کے لیے جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے ^(۵) جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: [أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ]، (أَنَا الْمَلِکُ، أَنَا مُلُوکُ الْأَرْضِ؟)، (أَنَا الْجَبَّارُونَ؟ أَنَا الْمُتَكَبِّرُونَ؟) ”میں ہوں زبردست، میں ہوں بڑائی والا، میں ہوں بادشاہ، کہاں

^(۱) دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، المعارج، آیت: 4 کے ذیل میں۔ ^(۲) تفسیر ابن ابی حاتم: 1497/5 و 1925/6 و 2005

و کتاب العظمتہ لأبى الشیخ الأصبہانی: 631/2، حدیث: 247۔ ^(۳) اس کی دلیل ہمیں نہیں ملی۔ ^(۴) تفسیر الطبری: 64/24۔

^(۵) دیکھیے الفرقان، آیات: 25-29 کے تحت عنوان: ”قیامت کے دن کی سنگینیاں“

ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں بڑائی والے؟“^①

اور حدیث صورت میں ہے کہ اللہ عزوجل جب اپنی تمام مخلوق کی روحوں کو قبض فرمائے گا اور اس وحدہ لا شریک لہ کے سوا اس وقت کوئی اور نہ بچے گا تو وہ فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہت ہے۔ تین بار فرمائے گا اور پھر اپنے آپ کو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿يَلَهُ الْوَاحِدَ الْقَهَّارُ﴾^② ”اللہ کی جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔“^③ یعنی وہ ذات پاک جو وحدہ لا شریک ہے،

اس نے ہر چیز کو مقہور اور مغلوب کر دیا ہے، ﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾^④ ”آج ہر نفس کو اس (چیز) کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج (کسی کے حق میں) کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے عدل کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ نیکی کا دس گنا اور برائی کا اس کے برابر ہی بدلہ دے گا، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

ہے: ﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ ”آج (کسی کے حق میں) ظلم نہیں ہوگا۔“ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ فرماتا ہے: [يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالُمُوا..... يَا عِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوفِّيْكُمْ بِهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يُلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ] ”اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر دیا اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دے دیا ہے، لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ حتیٰ کہ فرمایا۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے شمار کر رہا ہوں اور پھر تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ بھی دوں گا، پس جو شخص خیر و بھلائی پائے تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔“^⑤

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ ”بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“ وہ تمام مخلوقات کا اس طرح آسانی کے ساتھ حساب لے لے گا، گویا اس نے ایک ہی انسان سے حساب لیا ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْلَمُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً﴾ (لقمن 28:31) ”تمہارا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہی تو ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بَانٍ﴾ (القمر 54:50) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہی ہوتی ہے۔“

① پہلی تفسیر والے الفاظ مسند أحمد: 72/2 والسنن الکبریٰ للنسائی، النعوت، باب المتکبر: 402/4، حدیث: 7696،

دوسری تفسیر والے الفاظ صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿مَلِكُ النَّاسِ﴾ (الناس: 114:2)، حدیث:

7382 و صحیح مسلم، صفات المنافقین.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث: 2787 عن أبی ہریرۃؓ جبکہ

تیسری تفسیر والے الفاظ صحیح مسلم، صفات المنافقین.....، باب صفة القيامة والجنة والنار، حدیث: 2788 میں ہیں۔

② الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور، ص: 104-114، حدیث: 48. ③ صحیح مسلم، البر والصلة.....،

باب تحریم الظلم، حدیث: 2577.

وَأَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظْمَيْنِ هُمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَبِيمٍ

اور آپ انہیں قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرائیں جبکہ غم سے بھرے کلیجہ قلوں کو آ رہے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ

وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ط

کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے ﴿١٨﴾ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو، اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں ﴿١٩﴾ اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ شَيْءًا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾

کرے گا، اور وہ اس کے سوا انھیں پکارتے ہیں، وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بلاشبہ اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿٢٠﴾

تفسیر آیات: 18-20

قیامت کے دن کا ڈر: ﴿يَوْمَ الْأَزْفَةِ﴾ ”قریب آنے والا دن“ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس دن

کے قریب ہونے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَزْفَتِ الْأَزْفَةُ ۚ كَيْسَ

لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۚ﴾ (النجم 53: 57، 58) ”قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی، اس (قیامت) کو اللہ کے سوا

کوئی بھی ہٹانے والا نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿إِفْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقَاقِمُورُ﴾ (القمر 54: 1) ”قیامت قریب آگئی اور چاند

پھٹ گیا۔“ اور فرمایا: ﴿إِفْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ (الأنبياء 21: 1) ”لوگوں کے لیے ان کا حساب (اعمال کا وقت)

نزدیک آ گیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿آتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ط﴾ (النحل 16: 1) ”اللہ کا حکم (عذاب) آ ہی پہنچا تو (کافرو)

تم اسے جلدی طلب نہ کرو۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (الملك 67: 27) ”سو جب وہ

اسے قریب ہی دیکھ لیں گے تو جنھوں نے کفر کیا ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى

الْحَنَاجِرِ كَظْمَيْنِ هُمَا﴾ ”جب دل غم سے بھرے ہوئے گلوں کے قریب آ رہے ہوں گے۔“ امام قتادہ نے کہا ہے کہ خوف کی وجہ سے

دل گلوں میں اٹک جائیں گے، نہ باہر نکلیں گے اور نہ اپنی جگہوں پر واپس جاسکیں گے۔ ﴿١﴾ عکرمہ، سدی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر

نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ﴿٢﴾ ﴿كَظْمَيْنِ هُمَا﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خاموش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کلام نہ

کر سکے گا۔ ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (النبا 78: 38)

”اس دن روح (جبریل) اور سب فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمان اجازت دے گا اور وہ

بات بھی درست کہے گا۔“ ابن جریج کہتے ہیں کہ ﴿كَظْمَيْنِ هُمَا﴾ کے معنی ہیں کہ وہ رورہے ہوں گے۔ ﴿٣﴾ ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ

مِنْ حَبِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ﴾ ﴿١٨﴾ ”ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔“

یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ان کے لیے نہ تو کوئی قریبی رشتہ دار ہوگا جو انھیں نفع دے

سکے اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کے بارے میں سفارش کر سکے، ان کے آپس کے ہر طرح کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ ﴿١٩﴾ ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور (اس کو بھی)

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا

کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ ان سے قدرت و طاقت میں اور زمین میں

هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ

(چھوڑی ہوئی) نشانیوں کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انھیں پکڑ لیا، اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا⁽²⁾ یہ

مِنْ وَاقٍ (21) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ ط إِنَّهُ قَوِيٌّ

اس لیے کہ بے شک ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے تو انھوں نے انکار کیا، لہذا اللہ نے انھیں پکڑ لیا، یقیناً اللہ بڑی قوت والا،

شَدِيدُ الْعِقَابِ (22)

سخت سزا دینے والا ہے⁽²⁾

جو (باتیں ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔“ اس میں اللہ عزوجل نے اپنے اس مکمل علم کے بارے میں خبر دی ہے جو جلیل و حقیر، صغیر و کبیر اور دقیق و لطیف تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرائے کہ اسے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کریں جس طرح حیا کرنے کا حق ہے اور اس طرح تقویٰ اختیار کریں جس طرح اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور اس سے اس طرح معاملہ کریں جس طرح اس سے معاملہ کیا جاتا ہے جو جانتا ہو کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے کیونکہ اللہ عزوجل تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، گو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ امانت و دیانت سے کام لے رہی ہیں اور وہ دلوں کی دھڑکنوں اور ان میں خفی تمام رازوں تک سے آگاہ ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ ﴿خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ﴾ سے مراد آنکھوں کے اشارے اور یہ کہنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے، حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو یا یہ کہنا کہ میں نے نہیں دیکھا، حالانکہ اس نے دیکھا ہو۔⁽¹⁾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ دیکھتے ہوئے آنکھ کا ارادہ خیانت کا ہے یا نہیں۔⁽²⁾ مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔⁽³⁾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ قدرت ہونے کی صورت میں تو زنا کرے گا یا نہیں۔⁽⁴⁾ اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے کو بھی جانتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللَّهُ يَخْفِي بِالْحَقِّ﴾ ”اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔“ یعنی وہ عدل کے ساتھ حکم فرماتا ہے۔ اعمش نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دے۔⁽⁵⁾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی یہ جو تفسیر بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى﴾ (النجم: 31-33) ”تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنھوں نے برائیاں کیں بہ سبب اس کے جو انھوں نے عمل کیے

(1) تفسیر القرطبی: 303/15. (2) تفسیر الطبری: 68/24. (3) تفسیر الطبری: 69/24. (4) تفسیر الطبری: 68/24.

(5) تفسیر الطبری: 68/24.

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۖ (23) إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا (23) فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انھوں نے کہا: (یہ تو) جادوگر ہے بڑا جھوٹا

سِحْرٌ كَذَّابٌ (24) فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا

ہے (24) پھر جب وہ ہماری طرف سے ان کے پاس حق لے کر آیا تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان

نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (25) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ

کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ رکھو، اور کافروں کی چال تو سراسر ناکام ہی تھی (25) اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ کو قتل کر دوں، اور (اسے) چاہیے کہ وہ

رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ (26) وَقَالَ مُوسَى

اپنے رب کو بلا لے، بلاشبہ میں تو ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا، یا یہ کہ وہ زمین میں فساد پھیلانے کا (26) اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں

إِنِّي عُدْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ (27)

اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں، ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا (27)

اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھائی کے ساتھ بدلہ دے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ﴾ ”اور جن کو وہ (لوگ) اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں۔“ یعنی بتوں اور شریکوں کو ﴿لَا يَقْضُونَ بَشَيْءٌ﴾ ”وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔“ یعنی وہ نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ کسی چیز کا حکم دے سکتے ہیں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (20) ”بے شک اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ اپنی تمام مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان سب کو دیکھتا ہے، وہ ان میں سے جسے چاہتا ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے ان تمام معاملات میں حاکم و عادل ہے۔

تفسیر آیات: 22، 21

جہلانے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آپ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ”کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟“ کہ ﴿فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ”پس وہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔“ یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والی امتوں کو کہ ان پر کیسے کیسے ہولناک عذاب نازل ہوئے؟ حالانکہ وہ لوگ قوت و طاقت میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے، ﴿وَإِنَّا فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) نشانوں کے لحاظ سے (بھی)۔“ یعنی انھوں نے زمین میں ایسی ایسی عظیم الشان عمارتیں، محلات اور قلعے بنائے تھے کہ یہ لوگ اس طرح کے نہیں بنا سکتے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (الاحقاف 26: 46) ”اور البتہ تحقیق ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی جس کی قدرت ہم نے تمھیں نہیں دی۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّا فِي الْأَرْضِ وَعَمْرُوهَا أَكْثَرُ مِمَّا عَمَّرُوهَا﴾ (الروم 9: 30) ”اور انھوں نے زمین کو جو بنا بویا اور اسے اس سے زیادہ آباد کیا جتنا انھوں نے اسے آباد کیا۔“ یعنی اس عظیم قوت اور زبردست طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کا گناہ انبیائے کرام کے ساتھ کفر تھا، ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ﴾ (21) ”اور انھیں اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی

بچانے والا نہ تھا۔“ یعنی کسی نے ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کیا اور نہ کسی نے انھیں بچایا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان کے مبتلائے عذاب ہونے کا سبب ان کے وہ گناہ اور جرائم تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَاْتِيَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ”یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلوں کے ساتھ آتے تھے۔“ اور واضح دلائل اور قاطع براہین پیش فرماتے تھے۔ ﴿فَكَفَرُوْا﴾ ”تو انھوں نے انکار کیا۔“ دلائل و براہین کے واضح اور روشن ہونے کے باوجود یہ لوگ کفر اور انکار کرتے تھے۔ ﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ط﴾ ”سو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔“ اور انھیں ہلاک کر دیا، ان پر تباہی و بربادی ڈال دی اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو بھی ہوگا۔ ﴿اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدٌ الْعِقَابِ ۝۲۳﴾ ”بلاشبہ وہ صاحب قوت، سخت سزا دینے والا ہے۔“ وہ عظیم قوت کا مالک ہے، اس کی پکڑ بہت شدید اور اس کا عذاب بہت دردناک ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 23-27

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: قوم کے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو تسلی اور یہ بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت آپ ہی کو حاصل ہوگی جیسا کہ موسیٰ بن عمران کو حاصل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿بِاٰیٰتِنَا وَ سُلٰطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۴﴾ ”اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ۔“ سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ ﴿اِلٰی فِرْعَوْنَ ۝۲۵﴾ ”فرعون کی طرف“ جو مصر میں قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ ﴿وَهَامٰنَ ۝۲۶﴾ ”اور ہامان کی طرف“ جو مملکت میں اس کا وزیر تھا۔ ﴿وَقَارُوْنَ ۝۲۷﴾ ”اور قارون کی طرف“ جو اس زمانے کا سب سے بڑا مال دار شخص اور سب سے بڑا تاجر تھا۔ ﴿فَقَالُوْا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۝۲۸﴾ ”تو انھوں نے کہا: یہ تو بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔“ یعنی انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور انھیں جادوگر، مجنون، پاگل اور دعوائے نبوت میں جھوٹا قرار دیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ مَا اٰتٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رُّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاجِدُوْا اَوْ مَجْنُوْنٌ اَوْ اَتَوَصَّوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طٰغُوْنَ ۝۵۱﴾ (الذّٰر 51: 52: 53) ”اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی پیغمبر آیا تو انھوں نے کہا: یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی (بات) کی وصیت کرتے آئے ہیں (نہیں!) بلکہ وہ سارے سرکش لوگ ہی ہیں۔“

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا ۝۵۲﴾ ”پس جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آیا۔“ یعنی ایسی برہان قاطع کے ساتھ جو اس بات کی دلیل تھی کہ واقعی اللہ عز و جل نے انھیں ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے، ﴿قَالُوْا اقْتُلُوْا اٰبَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ وَاَسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ط﴾ ”تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ (اللہ پر) ایمان لائے ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔“ بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کی بابت یہ فرعون کا دوسرا حکم تھا جبکہ اس بارے میں اس کا پہلا حکم موسیٰ علیہ السلام کے وجود سے بچنے کے لیے یا بنی اسرائیل کو ذلیل اور ان کی تعداد کو کم کرنے یا ان دونوں باتوں کی وجہ سے تھا اور یہ دوسرا حکم بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کرنے اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کی وجہ سے تھا، نیز اس لیے بھی تاکہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو اپنے

لیے منحوس سمجھیں، اسی لیے تو انھوں نے کہا تھا: ﴿أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝﴾ (الأعراف: 129) ”تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم اذیتیں دیے گئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آ گیا، اس (موسیٰ) نے کہا: امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور (اس کی جگہ) تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے گا، پھر وہ دیکھے گا (کہ) تم کیسے عمل کرتے ہو۔“ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر کے بعد دوسرا امر ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝﴾ ”اور کافروں کی چال بے کار ہی تھی۔“ یعنی ان کی یہ تدبیر اور یہ قصد و ارادہ کہ بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کر دیا جائے تاکہ وہ قبطیوں پر غالب نہ آجائیں، ختم ہو کر رہ گیا اور پورا نہ ہو سکا۔ ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۚ﴾ ”اور فرعون بولا: مجھے چھوڑ دو (تاکہ) میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلالائے۔“ اللہ تعالیٰ فرعون پر لعنت کرے، اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے، اس نے اپنی قوم سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں تمہارے لیے اس کو قتل کر دوں، ﴿وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۚ﴾ ”اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلالائے۔“ کیونکہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، یہ انکار، سرکشی اور بغاوت کی انتہا تھی۔ ﴿إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ ۝﴾ ”بے شک میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں) وہ تمہارے دین کو (نہ) بدل دے یا زمین میں فساد (نہ) پھیلا دے۔“ فرعون ڈرتا تھا کہیں موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو گمراہ نہ کر دیں اور ان کی رسوم و عادات میں تبدیلی نہ پیدا کر دیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا ”فرعون واعظ بن گیا ہے“ اور وہ لوگوں کے بارے میں ڈرتا ہے کہ موسیٰ انھیں گمراہ نہ کر دے۔ اکثر قراء نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ وَأَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ] اور دیگر قراء نے اس طرح پڑھا ہے: [أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ] جبکہ بعض نے: [وَأَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ] یعنی [أَنْ يُظْهِرَ] کی ”یا“ کے فتح اور الفساد کی دال کے) ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔^② ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بَيَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ ”اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔“ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب انھیں فرعون کی یہ بات پہنچی: ﴿ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ﴾ ”مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔“ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، ﴿إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ﴾ ”بے شک میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔“ اے مخاطب لوگو! ﴿مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ﴾ ”ہر متکبر سے“ جو حق قبول کرنے سے تکبر کرنے والا مجرم ہے، ﴿لَا يُؤْمِنُ بَيَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ ”جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا۔“ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے اندیشہ ہوتا تو یہ دعا فرماتے تھے: [اللَّهُمَّ! إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ وَنَذْرَائِكَ فِي نُحُورِهِمْ] ”اے اللہ! ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں اور ہم تجھے ان

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ

اور آل فرعون میں سے ایک مرد مؤمن، جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کہنے لگا: کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے جبکہ

وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا

یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا (دباں) جھوٹ اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو

يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝۲۸ يَقُومُ لَكُمْ

تمہیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ملے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے، یقیناً اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹا ہو ۝۲۸

الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنَ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ط قَالَ

میری قوم! آج تمہاری ہی حکومت ہے، زمین میں (تم ہی) غالب ہو، پھر اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کون ہماری مدد کرے گا اگر اس نے ہمیں نہ آیا؟

فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا آدَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی (راہ) دکھاتا ہوں جو میں (خود) دیکھتا ہوں، اور میں خیر و بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں ۝۲۹

کے مقابلے میں سپر بناتے ہیں۔“ ①

تفسیر آیات: 28، 29

آل فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید: مشہور بات یہ ہے کہ یہ مومن شخص آل فرعون میں

سے تھا، یعنی ایک قبطی تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ فرعون کے چچا کا بیٹا تھا۔ ② یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات

پا گیا تھا۔ ③ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آل فرعون میں سے فرعون کی بیوی اور اس شخص کے سوا کوئی اور

ایمان نہیں لایا تھا جس نے یہ کہا تھا: ﴿يَوْمَئِذٍ إِنَّ الْمَلَكَ يَأْتِيهِمْ بِكَ لَيَقْتُلُونَكَ﴾ (القصص 28:20) ”اے موسیٰ! (شہر کے)

رئیس بلاشبہ تمہارے خلاف مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں۔“ اسے امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ ④ یہ شخص اپنی

قوم قبط سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور اس نے اپنے ایمان کو صرف اس دن ظاہر کیا جب فرعون نے کہا تھا:

﴿ذُرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رِبِّي﴾ (المؤمن 40:26) ”مجھے چھوڑ کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار

کو بلا لائے۔“ تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ آیا اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے: [أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ

① الفاظ کی اس ترتیب کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی، البتہ ابن اثیر نے النہایۃ فی غریب الحدیث والآخر: 109/2، مادۃ: درأ میں

[اللَّهُمَّ! إِنِّي أَذْرَأُكَ فِي نُحُورِهِمْ] کے الفاظ ذکر کیے ہیں جبکہ اس بارے میں حسب ذیل حدیث حسن درج کی ہے: [اللَّهُمَّ! إِنَّا

نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ] ”اے اللہ! بے شک ہم تجھے ان کے مقابلے میں سپر (ڈھال) بناتے ہیں اور ہم

ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں۔“ دیکھیے سنن أبی داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوما؟ حدیث: 1537 و

السنن الکبریٰ للنسائی، السیر، باب الدعاء إذا خاف قوما: 188/5، حدیث: 8631 و مسند أحمد: 415، 414/4 و صحیح

ابن حبان، السیر، ذکر ما يستعين المرء به ربه جل وعلا على قتال أعداء الله الكفرة.....: 83، 82/11، حدیث: 4765.

② تفسیر الطبری: 73/24. ③ تفسیر الطبری: 73/24. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3266/10 و تفسیر القرطبی: 306/15.

عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ [”افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔“] ^① اور فرعون کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی: **﴿اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾** ”کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟“ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ کیا کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابومعیط آگیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کو کندھے سے پکڑ لیا، پکڑا آپ کی گردن میں ڈال دیا اور بہت شدت کے ساتھ آپ کے گلے کو دبایا، پس اسی وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے، انھوں نے اسے کندھے سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹا دیا اور قرآن مجید کی یہی آیت کریمہ پڑھی: **﴿اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ﴾** ”کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے جبکہ یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔“ اسے صرف امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ ^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ﴾** ”جبکہ یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔“ یعنی تم ایک ایسے شخص کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر تمہارے پاس وہ جو حق لے کر آیا ہے، اس کے حق و صدق پر اس نے برہان بھی قائم کر دی ہے! پھر اس نے ان سے گفتگو میں ذرا نرم انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: **﴿وَاِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۚ وَاِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُّكُمْ﴾** ”اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ضرور پہنچے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔“ یعنی تمہارے پاس وہ جس پیغام کو لے کر آیا ہے اگر اس کا صحیح ہونا ظاہر نہ ہو تو عقل اور پختہ مضبوط رائے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اسے چھوڑ دو اور اسے ایذا نہ دو کیونکہ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اسے دنیا و آخرت میں اس کے جھوٹ کی سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو کوئی عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہوگا کیونکہ وہ تم سے یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کی مخالفت کی تو دنیا و آخرت میں عذاب کی پلیٹ میں آ جاؤ گے، لہذا تمہارے نزدیک وہ سچا بھی ہو سکتا ہے، اس لیے تمہیں چاہیے کہ اس کی مخالفت نہ کرو بلکہ اسے اور اس کی قوم کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی قوم کو اپنے دین کی دعوت دیتا رہے اور اس کی قوم کے لوگ اس کی اتباع کرتے رہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون اور اس کی قوم سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔ **﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ**

① سنن ابی داؤد، الملاحم، باب الأمر والنہی، حدیث: 4344 و جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء افضل الجہاد

..... حدیث: 2174 و سنن النسائی، البیعة، باب فضل من تکلم بالحق.....، حدیث: 4214 و سنن ابن ماجہ، الفتن،

باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث: 4011، امام نسائی کے علاوہ باقی تینوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما جبکہ امام نسائی

نے طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ② صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ المؤمن، حدیث: 4815.

کَرِيمٌ ۚ اِنَّ اَدُّوْا اِلَى عِبَادِ اللّٰهِ ۙ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۝ وَاَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اَتٰیْکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَاِنِّیْۤ اَعٰذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْٓنَ ۝ وَاِنْ کُمْ تُوْمِنُوْا لِیْ فَاَعٰتِزْ لَّوْنٌ ۝ (الدخان 44: 17-21) ”اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے (جنہوں نے یہ کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو، بلاشبہ میں تمہارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمہارے پاس کھلی دلیل لایا ہوں اور بے شک میں اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو، اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔“ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی قریش سے فرمایا تھا کہ وہ آپ کو چھوڑ دیں کہ آپ بندگان الہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں، برا سلوک نہ کریں اور ایذا رسانی کو ترک کر کے میرے اور اپنے درمیان قربت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کریں۔ ﴿قُلْ لَا اَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِۤ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط﴾ (الشوریٰ 42: 23) ”کہہ دیجیے: میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر قربت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں۔)“ یعنی میرے اور تمہارے درمیان جو قربت ہے اس کی وجہ سے مجھے ایذا نہ دو بلکہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دو، حدیبیہ کے دن صلح بھی اسی بنیاد پر ہوئی تھی اور اسے فتح مبین قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِیٌ کَذَّابٌ ط﴾ ”بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا بہت جھوٹا ہے۔“ یعنی اگر یہ شخص جھوٹا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول بنا کر معبود فرمایا ہے جیسا کہ تم اسے جھوٹا سمجھتے ہو تو اس کا معاملہ بالکل واضح ہوتا جو اس کے اقوال و افعال کی وجہ سے ہر ایک کے سامنے ظاہر ہو جاتا، نیز اس کا معاملہ حد درجہ اختلاف و اضطراب کا شکار ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا معاملہ تو بالکل سیدھا اور اس کا طریقہ مستقیم ہے، اگر یہ حد سے تجاوز کر جانے والا اور جھوٹے لوگوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس رشد و ہدایت سے سرفراز نہ فرماتا جس کی بھلک تمہیں اس کی ایک ایک ادا سے نظر آرہی ہے، پھر اس مرد مومن نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنی اس روش سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم سے چھن جائیں گی اور عذاب الہی میں مبتلا ہو جاؤ گے، ﴿یَقُوْمُ لَکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ الْیَوْمَ ظٰہِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط﴾ ”اے میری قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے (اور تم ہی) زمین میں غالب ہو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بادشاہت، قوت و اقتدار کے ساتھ زمین میں غلبہ اور عظیم جاہ و منصب کی نعمتوں سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ، اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرو اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، ﴿فَمَنْ یَنْصُرُنَا مِنْ بَایْسِ اللّٰہِ اِنْ جَآءَنَا ط﴾ ”پھر اگر ہم پر اللہ کا عذاب آگیا تو اس کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا؟“ یہ فوجیں اور یہ لشکر تمہارے کچھ کام نہ آسکیں گے اور اگر اللہ ہمیں عذاب دینا چاہے تو یہ ہم سے عذاب الہی کو ٹال نہیں سکیں گے۔ یہ اس مرد مومن، نیکوکار اور بھلے شخص نے کہا جو فرعون کی نسبت

① ماخوذ از صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط﴾ (الشوریٰ 42: 23)، حدیث: 4818 عن ابن عباس ؓ مختصراً.

وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا يَقَوْمُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

اور جو شخص ایمان لایا تھا اس نے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ مجھے تمہاری نسبت (دوسرے) گروہوں (مابقی امتوں) کے دن کے مانند (عذاب) کا ڈر ہے! ﴿٣٠﴾ قوم

وَتَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ط وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلَمًا لِلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيَقَوْمُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

نوح اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کے مانند جو ان کے بعد ہوئے، اور اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا ﴿٣١﴾ اور اے میری قوم! بے شک

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ط وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

مجھے تم پر باہمی پکار کے دن (قیامت) کا ڈر ہے ﴿٣٢﴾ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تو کوئی تمہیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ

مِّنْ هَآدٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ط

گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿٣٣﴾ اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف بھی تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تھا، پھر تم ہمیشہ اس کے

حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ط كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ

متعلق شک میں رہے جو وہ تمہارے پاس لایا، حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گیا، تو تم نے کہا: اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اللہ اس شخص کو اسی

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ كِبَرٌ مَّقَاتًا

طرح گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو ﴿٣٤﴾ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، (یہ رویہ)

عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ط كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٌ ﴿٣٥﴾

اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے بڑی ناراضی و بیزاری کا باعث ہے، اللہ ہر متکبر، سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے ﴿٣٥﴾

بادشاہت کا کہیں زیادہ حق دار تھا۔ فرعون اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہنے لگا: ﴿مَّا زَيْنَكُمُ إِلَّا مَا آذَى﴾ ”میں

تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔“ یعنی میں تم سے بھی وہی بات کہتا ہوں جسے میں اپنے لیے دیکھتا ہوں، فرعون یہ بات

جھوٹ کہہ رہا تھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات ثابت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے نبوت و رسالت کے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَتَزَكَّىٰ ۖ أَلَا إِنَّ رَبَّكَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (بنی اسرائیل 102: 17)

”انہوں نے کہا: بلاشبہ یقیناً تو یہ جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا انہیں کسی نے نازل نہیں کیا اس حال میں

کہ روشن دلائل ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُمَا سُلْطَانًا ط﴾ (النمل 14: 27) ”اور انہوں نے

بے انصافی اور غرور کی وجہ سے ان کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دل انہیں اچھی طرح مان چکے تھے۔“ فرعون نے یہ بات: ﴿مَّا

زَيْنَكُمُ إِلَّا مَا آذَى﴾ ”میں تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔“ ازراہ کذب و افتراء کہی اور اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ،

اس کے رسول ﷺ اور اپنی رعیت کی خیانت کی اور ان کی ہمدردی و خیر خواہی نہ کی، اسی طرح اس نے یہ بھی غلط کہا:

﴿وَمَا أَهْدِيَكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ ﴿٢٩﴾ ”اور میں تو بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔“ یعنی میں تمہیں

حق، سچ اور خیر و بھلائی کے رستے کی دعوت دیتا ہوں، گو اس کی قوم نے اس کی اطاعت اور اتباع کی مگر وہ اپنی قوم سے جھوٹ

بول رہا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ط وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ ﴿٩٧﴾ ”تو انہوں نے

فرعون ہی کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم کوئی بھلائی والا نہیں تھا۔“ اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاصْلَ فِرْعَوْنَ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ﴾ (طہ 79:20) ”اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا۔“ اور حدیث میں ہے کہ جو امام فوت ہو جس دن بھی فوت ہو اس حال میں کہ وہ اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی آ رہی ہوگی۔ ① وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی الْمُؤَفَّقُ لِلصَّوَابِ۔

تفسیر آیات: 30-35

آل فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص: اللہ عزوجل نے آل فرعون کے اس صالح اور مومن مرد کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو دنیا و آخرت میں عذاب الہی سے ڈرایا اور فرمایا: ﴿يَقُولُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ الْآخِرَاتِ﴾ ② ”اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر گروہوں کے دن کی طرح سے ڈرتا ہوں۔“ یعنی ان امتوں کے دن کی طرح سے جنہوں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب کی، مثلاً: قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی امتیں کہ ان پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کوئی اسے ٹال نہ سکا۔ ﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظَلَمًا لِّلْعِبَادِ﴾ ③ ”اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا ہی نہیں چاہتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں، اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کے حکم کی مخالفت کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کو نافذ فرما دیا تھا، پھر اس مرد مومن نے کہا: ﴿وَيَقُولُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ﴾ ④ ”اور اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔“ یعنی قیامت کے دن سے ﴿يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ﴾ ⑤ ”جس دن تم پیٹھے پھیر کر (قیامت کے میدان سے) بھاگو گے۔“ یعنی بھاگ جانے کی کوشش کرو گے۔ ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ ⑥ (القیمة 12، 11:75) ”ہرگز نہیں، (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، اس روز آپ کے پروردگار ہی کی طرف ٹھکانا ہوگا۔“ اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿مَالَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾ ⑦ ”تمہارے لیے کوئی اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا۔“ یعنی اس دن ایسا کوئی نہیں ہوگا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچا سکے۔ ﴿وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ ⑧ ”اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اسے اس کے سوا اور کوئی ہدایت عطا نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ ⑨ ”اور البتہ تحقیق اس سے پہلے یوسف بھی تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے۔“ یعنی اہل مصر کے پاس اور اللہ تعالیٰ نے انھیں موسیٰ علیہ السلام سے پہلے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تھا، یوسف سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو عزیز اہل مصر تھے، اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی امت کو عدل و انصاف کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا تھا، قوم نے ان کی اطاعت تو کی مگر محض ان کی وزارت اور دنیوی جاہ و منصب کی وجہ سے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا﴾ ⑩ ”پھر تم ہمیشہ اس سے شک میں رہے جو وہ تمہارے پاس لایا، یہاں تک کہ جب وہ فوت

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهْمُنُ ابْنُ لِي صِرَاحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَاتَّطَلَّعَ

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! تو میرے لیے ایک بلند غارت بناتا کہ میں راستوں تک پہنچوں ﴿۳۶﴾ (یعنی) آسمانوں کے راستوں تک، پھر میں موسیٰ کے
إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَا أَظُنُّهُ كَاذِبًا ط وَكَذَلِكَ زَيْنٌ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ط
معبود کی طرف جھانکوں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں، اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برائل پرکشش بنادیا گیا، اور اسے (سیدھے)

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ﴿٣٧﴾

راستے سے روک دیا گیا، اور فرعون کی چال تو بس تباہ و برباد ہو کر رہی ﴿۳۷﴾

ہو گیا تو تم نے کہا: اللہ اس کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا، یعنی تم نے ناامید ہو کر اور کفر و تکذیب کی وجہ سے یہ کہا کہ اب اللہ
تعالیٰ کبھی کوئی اور پیغمبر نہیں بھیجے گا۔ ﴿كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ﴾ اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا
ہے جو حد سے نکل جانے والا، شک کرنے والا ہو۔ یعنی تمہارے حال ہی کے مانند اس شخص کا حال ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ
افعال میں حد سے نکل جانے اور دل کی تشکیک کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے گمراہ کر دے، پھر فرمایا: ﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي
آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ﴾ ”جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے
ہیں، یعنی حق کو باطل کے ساتھ دور کرتے ہیں اور دلائل کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ کسی دلیل و حجت کے
بغیر جھگڑتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے شدید ناراض ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ
الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے (جھگڑا) بڑی ناراضی کا باعث ہے۔“ یعنی جس
کا یہ حال ہو مومن بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ایسی کیفیت والے کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے اور اس کے بعد وہ نیکی کو نیکی
اور برائی کو برائی نہیں سمجھتا، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذَلِكَ يُطِيعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٌ﴾ ”اسی
طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔“ یعنی ان لوگوں کے دلوں پر جو اتباع حق سے تکبر کریں اور سرکشی اختیار کریں،
ابو عمران جوئی اور قتادہ فرماتے ہیں کہ سرکشوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ناحق قتل کرتے ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ﴾

تفسیر آیات: 36، 37

فرعون کا رب کائنات سے استہزاء: اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بغاوت و سرکشی اور اس کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب و افتر کا ذکر
کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک بہت بلند و بالا محل بنائے اور اسے پختہ اینٹوں سے تعمیر
کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَوْقَدْ لِي يَهْمُنُ عَلَى الظُّلُمِ فَاَجْعَلْ لِي صِرَاحًا﴾ (القصص: 28: 38) ”تو اے
ہامان! میرے لیے مٹی کو آگ لگا (کرائیٹیں پکادے)، پھر میرے لیے ایک اونچا محل بنا دے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَعَلِّي
أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ﴾ ”تا کہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر۔“
﴿أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ﴾ سے مراد قتادہ اور سدی کے نزدیک دروازے ہیں جبکہ ابوصالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد آسمانوں کے

وَقَالَ الَّذِينَ آمَنَ يَقَوْمِ اتَّبِعُونِ اهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يَقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

اور جو شخص ایمان لایا تھا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا ﴿٣٨﴾ اے میری قوم! یہ دنیاوی

مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ

زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ اٹھانا ہے، اور بے شک آخرت ہی (بیش) رہنے کا گھر ہے ﴿٣٩﴾ جس نے کوئی برائی کی تو اسے بس اس کے برابر

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذِكْرِ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا

ہی بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے کوئی نیک کام کیا (وہ) مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مؤمن ہو، تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں

بَغْيِرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾

بے حساب رزق دیا جائے گا ﴿٤٠﴾

راستے ہیں۔ ﴿١﴾ ﴿فَاطْلِعْ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ كَاذِبًا﴾ ”پھر موسیٰ کے الہ کی طرف جھانک کر دیکھ لوں اور میں تو یقیناً اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔“ یہ اس کا کفر اور اس کی سرکشی تھی کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿وَكَذَٰلِكَ يُزَيِّنُ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ﴾ ”اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کے اعمال بد مزین کر دیے گئے اور وہ (سیدھے) رستے سے روک دیا گیا۔“ یعنی اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی رعیت کو اس وہم میں مبتلا کر دے کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ممکن ہو جائے گی، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ﴾ ﴿١٧﴾ ”اور فرعون کی تدبیر تو تباہی میں تھی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ خسارے میں تھی۔ ﴿٢﴾

تفسیر آیات: 38-40

مومن آل فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں: اس مرد مومن نے اپنی اس قوم سے کہا جس نے بغاوت اور سرکشی کو اختیار کیا، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور رب جبار اعلیٰ کو بھول گئی: ﴿يَقَوْمِ اتَّبِعُونِ اهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ ﴿٣٨﴾ ”اے میری قوم! میری اتباع کرو میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔“ یہ بات فرعون کی اس بات کی طرح نہیں جو اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہی ہے: ﴿وَمَا اهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ ﴿٢٩﴾ (المؤمن 29:40) ”اور میں تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتاتا ہوں۔“ پھر اس مرد مومن نے انھیں اس دنیا سے بے رغبت ہوتے ہوئے کہا جسے انھوں نے آخرت پر ترجیح دے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے روک رکھا تھا: ﴿يَقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ﴾ ﴿٤٠﴾ ”اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ ہے۔“ یہ قلیل، زوال پذیر اور فانی ہے، یہ عنقریب ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ﴿وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ ﴿٣٩﴾ ”اور بلاشبہ آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے۔“ یعنی یہ ایسا گھر ہے جسے کبھی زوال نہیں ہے جس سے کبھی نقل مکانی نہیں ہوگی جسے چھوڑ کر کہیں اور نہیں جانا ہوگا بلکہ آخرت میں تو یا جنت ہے یا جہنم، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيَقُومَ مَا لِيَّ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجْوَةِ وَتَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ ۖ (41) تَدْعُوْنِيْ لَا كُفْرًا بِاللّٰهِ

اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں، اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو؟ (41) تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر

وَأَشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ لِيَّ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَأَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (42) لَا جَرَمَ اَنَّا تَدْعُوْنِيْ

کروں، اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں، اور میں تمہیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِى الدُّنْيَا وَلَا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَاَنْ مَّرَدُّنَا اِلَى اللّٰهِ وَاَنْ الْمُسْرِفِيْنَ

ہوں؟ (42) یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو، وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہماری واپسی اللہ ہی

هُم اَصْحَابُ النَّارِ (43) فَسْتَذْكُرُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ ۖ وَافْوِضْ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

کی طرف ہے، اور بلاشبہ جد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں (43) لہذا تم غمغریب (ان باتوں کو) یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ

بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (44) فَوَقَّهٗ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (45)

اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بلاشبہ اللہ ہندوں کو خوب دیکھ رہا ہے (44) پھر انھوں نے جو مکر فریب کیا تھا، اللہ نے اس کی برائیوں سے اس (ایمان دار) کو بچا لیا

النَّارِ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۖ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ

اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا (45) (دودوزخ کی) آگ ہے جس پر انھیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا):

اَشَدَّ الْعَذَابِ (46)

آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو (46)

عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى اِلَّا مِثْلَهَا ۖ ﴿﴾ ”جس نے کوئی برائی کی تو اس کے مثل ہی وہ بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی ایک برے

کام کی وجہ سے اس کی طرح ایک ہی گناہ ہوگا۔ ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ﴿﴾ ”اور جس نے کوئی نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحب ایمان بھی ہو تو

یہی لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہ وہاں بے شمار رزق دیے جائیں گے۔“ یعنی جزا حمد و نہ ہوگی بلکہ اللہ عز و جل

بے پایاں اجر و ثواب عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 41-46

خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام: مرد مومن نے ان سے کہا کہ مجھے کیا ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں

اور وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور اس کے اس رسول ﷺ کی تصدیق کی جائے جسے اس نے مبعوث

فرمایا ہے: ﴿وَتَدْعُوْنِيْ اِلَى النَّارِ﴾ ﴿﴾ تَدْعُوْنِيْ لَا كُفْرًا بِاللّٰهِ وَاَشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ لِيَّ بِهِ عِلْمٌ ﴿﴾ ”اور تم مجھے (دوزخ

کی) آگ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس (چیز) کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا

مجھے کچھ بھی علم نہیں۔“ یعنی میں یہ کام کسی دلیل کے بغیر محض جہالت کی بنیاد پر کروں۔ ﴿وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ﴾ ﴿﴾

”اور میں تمہیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔“ یعنی وہ اپنے غلبہ و کبریائی کے ساتھ توبہ کرنے والے

کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے، ﴿لَا جَزَاءَ لَنَا تَدْعُوَنِي إِلَيْهِ﴾ ”(اس میں) کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔“ سدی اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ ﴿لَا جَزَاءَ﴾ کے معنی ہیں: سچ تو یہ ہے۔^① ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: جھوٹ نہیں۔^② اور علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: کیوں نہیں،^③ جن بتوں اور شریکوں کی تم مجھے دعوت دیتے ہو، ﴿لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ﴾ ”اس کے لیے نہ دنیا اور نہ آخرت میں پکار (قبول کرنے کا مقدور) ہے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت کے اختیار میں کچھ نہیں۔^④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔^⑤ سدی کہتے ہیں کہ وہ دنیا و آخرت میں اپنے پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔^⑥ یہ ایسے ہے جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ ۖ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ ۖ﴾ (الاحقاف: 6, 5: 46) ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو روز قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں، اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ﴾ (فاطر: 14: 35) ”اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن بھی لیں تو تمھیں جواب نہیں دیں گے۔“

﴿وَأَنَّ مَرْكَزًا إِلَى اللَّهِ﴾ ”اور بے شک ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے“ یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ ”اور بلاشبہ حد سے نکل جانے والے ہی دوزخی ہیں۔“ جہاں وہ حد سے نکل جانے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ حد سے نکلنے سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ﴿فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولَ لَكُمْ﴾ ”تو جو (بات) میں تم سے کہتا ہوں تم اسے عنقریب (آگے چل کر) یاد کیا کرو گے“، یعنی میں نے تمھیں جس بات کا حکم دیا جس سے منع کیا جو نصیحت کی اور جو وضاحت کی، اس کی سچائی تم عنقریب معلوم کر لو گے اور پھر تم اسے یاد کر کے ندامت کا اظہار کرو گے مگر اس وقت اظہار ندامت تمھارے کچھ کام نہ آئے گا۔

﴿وَأَفْوَضْ أَمْرِ إِلَى اللَّهِ﴾ ”اور میں اپنا معاملہ اللہ کو سونپتا ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور تم سے قطع تعلق کر کے دوری اختیار کرتا ہوں، ﴿إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ ”بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے“، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے، جو ہدایت کا مستحق ہو اسے وہ ہدایت عطا فرما دیتا ہے

① تفسیر الطبری: 87, 86/24 . ② تفسیر ابن ابی حاتم: 2280/7 والدر المنثور: 213/4 . ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

2280/7 والدر المنثور: 213/4 . ④ تفسیر الطبری: 86/24 . ⑤ تفسیر الطبری: 87/24 . ⑥ تفسیر الطبری:

اور جو گمراہی کا مستحق ہوتا ہے وہ گمراہ کر دیتا ہے، اسی کے لیے حجت بالغہ اور حکمت تامہ ہے اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر نافذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَوْلُهُ اللَّهُ سَيَّاتٍ مَا مَكْرُوا﴾ ”پس اللہ نے اسے ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی اور آخرت میں اسے جنت میں داخل فرمادیا۔

عذاب قبر کا ثبوت: ﴿وَحَاقَّ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾ ”اور آل فرعون کو برے عذاب نے آگھیرا۔“ اور وہ تھا پہلے دریا میں غرق کرنا اور پھر وہاں سے جہنم میں منتقل کر دینا، ان کی روحوں کو قیامت برپا ہونے تک صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے جسموں اور روحوں کو یکجا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ”اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعونوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔“ یعنی جو زیادہ درد اور تکلیف والا ہوگا۔ یہ آیت کریمہ اہل سنت کے اس استدلال کی بہت بڑی دلیل ہے کہ قبروں کے اندر برزخی زندگی میں عذاب ہوگا: ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ ”(وہ) آگ ہے، وہ (سب) صبح و شام اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔“

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور اس سے برزخ میں عذاب قبر پر استدلال کیا گیا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت کیا کرتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس سے کوئی نیکی کرتیں تو یہود ان سے کہتی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا قیامت کے دن سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا، وَعَمَّ ذَاكَ؟ ”نہیں، یہ کون کہتا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا کہ اس یہود نے کہا ہے؟ میں جب بھی کوئی نیکی کرتی ہوں تو یہ کہتی ہے: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كَذَبَتْ يَهُودُ وَهُمْ عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ اُكْذِبُ، لَا عَذَابَ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ”یہودی جھوٹ کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ زیادہ ہی جھوٹ بولتے ہیں، قیامت کے دن کے علاوہ اور کوئی عذاب نہیں ہے۔“ پھر کچھ عرصے کے بعد ایک دن رسول اللہ ﷺ نصف النہار کے بعد تشریف لائے، آپ اپنے کپڑے کو لپیٹے ہوئے تھے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آپ بلند آواز سے فرما رہے تھے: أَيُّهَا النَّاسُ! أَظَلَّتْكُمْ الْفِتْنُ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمْتُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَعِيدُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ ”اے لوگو! فتنے تمہیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ڈھانپ لیں گے، لوگو! اگر تم بھی جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو، بنی نوع انسان! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو، بے شک عذاب قبر حق ہے۔“ ① اس حدیث کی سند صحیح اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ سوال یہ ہے

کہ اس میں تطبیق کس طرح ہوگی کہ یہ آیت تو مکی ہے اور اس میں عذاب برزخ کی دلیل موجود ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ برزخ میں روحوں کو صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں میں اس پیش کیے جانے کی وجہ سے جسموں کو بھی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اس میں بطور خاص صرف روحوں کے پیش کیے جانے کا ذکر ہے، جہاں تک برزخ میں جسموں کے بتلائے الم و درد ہونے کا تعلق ہے تو یہ ان صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں برزخ میں کفار کے عذاب کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو بھی اپنے گناہ کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک یہودی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہی تھی: کیا تجھے معلوم ہے کہ تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر کانپ اٹھے اور آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ] ”صرف یہودی (قبروں میں) آزمائے جائیں گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشْعَرْتُ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ؟] ”کیا تجھے معلوم ہے، یہ بات مجھے وحی کی گئی کہ یقیناً تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔^① امام مسلم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔^②

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں روحوں کو عذاب ہوتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر میں جسموں کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ جب خاص طور پر اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی نازل فرمادی تو آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنا شروع کر دی۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔ عذاب قبر کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿عَذَابٌ وَعَشِيَاءٌ﴾ کے معنی صبح و شام کے ہیں۔ جب تک دنیا باقی رہے گی ان سے کہا جائے گا کہ اے فرعون! یہ ہیں تمہارے گھر، یہ ان سے ازراہ سرزنش و سزا تذلیل کہا جائے گا۔^③ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آج وہ قبروں میں ہیں اور انھیں قیامت تک صبح و شام آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ، عَرَضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”بے شک تم میں سے کوئی ایک جب فوت ہو جاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت کا ٹھکانا اسے

① مسند أحمد: 248/6. ② صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر.....

حدیث: 584. ③ تفسير الطبري: 90/24.

وَإِذْ يَتَحَاوَنُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور جب وہ جہنم میں باہم جھگڑیں گے، تو جن لوگوں نے تکبر کیا تھا، ان سے کمزور لوگ کہیں گے: بلاشبہ ہم تو (دنیا میں) تمہارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم

أَنْتُمْ مُّغْنَوْنَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ

سے آگ کا کچھ حصہ ہٹاؤ گے؟ ﴿٤٧﴾ جن لوگوں نے تکبر کیا تھا وہ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تو بندوں کے درمیان

قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخِزْنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

فیصلہ کر دیا ہے ﴿٤٨﴾ اور وہ (سب) لوگ، جو آگ میں ہوں گے، جہنم کے دربانوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن تو ہم سے کچھ

مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ط قَالُوا بَلَى ط قَالُوا فَادْعُوا

عذاب ہلکا کر دے ﴿٤٩﴾ وہ کہیں گے: کیا تمہارے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ (جواب میں) کہیں گے: کیوں نہیں!

وَمَا دَعَوْا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٥٠﴾

وہ (در بان) کہیں گے: پھر تم (خودی) دعا کرو، اور کافروں کی دعا تو بے کاری ہی جائے گی ﴿٥٠﴾

دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہو تو اہل جہنم کا ٹھکانا اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تجھے قیامت کے دن اس ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔^① اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^②

تفسیر آیات: 47-50

اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کا ذکر فرمایا ہے اور فرعون اور اس کی قوم بھی انہی میں سے ہے۔ متکبرین کے پیروکار کمزور لوگ اپنے رئیسوں، سرداروں اور سربراہوں سے کہیں گے: ﴿إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ”یقیناً ہم تو تمہارے تابع تھے۔“ یعنی دنیا میں تم نے ہمیں جس کفر و ضلالت کی دعوت دی ہم نے اس میں تمہاری اطاعت کی۔ ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنَوْنَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ﴾ ”تو کیا تم آگ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟“ یعنی کیا ہمارے عذاب کا کوئی حصہ تم اٹھا سکتے ہو؟ ﴿قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا﴾ ”جو غرور کرتے تھے وہ لوگ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس میں ہیں۔“ یعنی ہم تمہارے عذاب کا کوئی حصہ نہیں اٹھائیں گے، ہمارے لیے وہی سزا اور عذاب کافی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں، ﴿إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾ ”بے شک اللہ نے تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔“ یعنی ہم میں سے ہر ایک جس عذاب کا مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مابین تقسیم فرما دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: 38) ”(اللہ) فرمائے گا: (تم میں سے) ہر ایک کے لیے گنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔“

﴿وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخِزْنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾ ”اور جو لوگ آگ میں (جل رہے)

① مسند أحمد: 113/2، ② صحیح البخاری، الحائز، باب المیت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي، حدیث: 1379

و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها.....، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار عليه.....، حدیث: 2866.

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور اس دن بھی (کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے ﴿٥١﴾ اس دن

الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى

ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فلاح نہیں دے گی، اور ان کے لیے لعنت ہے، اور ان کے لیے برا گھر ہے ﴿٥٢﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی، اور ہم

وَأَوْثَقْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ﴿٥٣﴾ عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے ﴿٥٤﴾ لہذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور

اللَّهُ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اپنے گناہ کی معافی مانگیں، اور شام کو اور صبح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے ﴿٥٥﴾ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ ۖ إِنَّ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ

کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں صرف بڑائی (کا غلبہ) ہے، وہ اس تک کبھی پہنچ نہیں سکیں گے، لہذا آپ (ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگیں، بلاشبہ وہی

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿٥٦﴾

ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے: اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔“ یہ بات وہ اس وجہ سے کہیں گے کہ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہیں کرے گا اور اسے قطعاً نہیں سنے گا بلکہ وہ فرمائے گا: ﴿اَحْسَبُوا فِيهَا وَلَا تُكِبُّوْنَ﴾ ○ ﴿الْمُؤْمِنُونَ 108:23﴾ ”اسی میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔“ تو وہ دوزخ کے داروغوں سے سوال کریں گے اور وہ جہنمیوں کے لیے ایسے ہوں گے جیسے جیل کے جیلر ہوتے ہیں کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کافروں سے عذاب میں تخفیف کر دے، خواہ ایک دن ہی کے لیے سہی تو جہنم کے داروغہ ان کی اسی بات کا جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيَنَّهُمْ رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّكَ قَالُوا لَا بَلَّيْنَاكَ﴾ ”کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟“ یعنی کیا پیغمبروں کی زبانی تمہارے خلاف، دنیا میں دلائل و براہین قائم نہیں ہو چکے تھے؟ ﴿قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوْا فَاذْعُوْا﴾ ”وہ کہیں گے: کیوں نہیں! تو وہ (فرشتے) کہیں گے کہ پھر تم (خود ہی) دعا کرو“ یعنی تم خود ہی اپنے لیے دعا کرو، ہم تمہارے لیے دعا کریں گے نہ تمہاری کوئی بات سنیں گے اور نہ ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ تمہیں جہنم سے نجات ملے، ہم تم سے بری ہیں، پھر ہم تمہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو برابر ہے، تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی اور نہ تم سے عذاب میں کوئی تخفیف ہی کی جائے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿وَمَا دَعَا الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ﴾ ”اور کافروں کی دعا (اس روز) بے کار ہی ہوگی۔“ یعنی تمہاری دعا ضائع ہوگی اور اسے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

رسولوں اور مومنوں کی مدد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ ”بے شک ہم

اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں۔“ سدی کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کبھی کسی قوم کی طرف رسول نہیں بھیجا کہ انھوں نے اسے شہید کر دیا ہو یا مومنوں کی کسی ایسی قوم کو نہیں بھیجا جو حق کی دعوت دیتے ہوں اور انھیں شہید کر دیا گیا ہو مگر ایک صدی کے ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دیتا ہے جو ان کی مدد کرتے اور ان لوگوں سے ان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں جنھوں نے ان کا ناحق خون بہایا ہوتا ہے، اس لیے انبیاء اور مومنوں کو گودنیا میں قتل کیا جاتا ہے مگر ان کی مدد ضرور کی جاتی ہے۔^(۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جنھوں نے ان کی مخالفت، عداوت اور تکذیب کی، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمے کو سر بلندی اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمایا اور حکم دے دیا تھا کہ اپنی قوم سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں۔^(۲) اور وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے انصار و اعوان پیدا فرما دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے خلاف آپ کو فتح و نصرت سے نوازا، مشرکین کو ذلیل و رسوا کیا، ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور جو بچ رہے ان میں سے بہت سے قیدی بن گئے تھے^(۳) جنھیں آپ زنجیروں میں جکڑ کر لے گئے تھے اور پھر آپ نے ان پر احسان فرمایا اور فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا۔^(۴) اور تھوڑا عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرمادی جس کی وجہ سے اپنے شہر حرام و محرم و معظم و مشرف میں آنے سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور آپ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس شہر مکہ کو کفر و شرک سے پاک فرمادیا۔

اسی طرح یمن بھی فتح ہو گیا اور سارا جزیرۃ العرب آپ کے زیر فرمان ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونا شروع ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزید اکرام و اعزاز سے سرفراز فرمانے کے لیے اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے صحابہ کرام کو خلفاء بنا کر آپ کے بعد کھڑا کر دیا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچایا، بندگان الہی کو دعوت الی اللہ دی اور انھوں نے شہروں، ملکوں، قبضوں اور دیہاتوں بلکہ دلوں کی دنیا تک کو فتح کر لیا حتیٰ کہ محمدی دعوت زمین میں مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گئی اور پھر یہ دین قیامت تک قائم، منصور اور غالب رہے گا، اسی لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾^(۵) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“ یعنی قیامت کے دن انھیں زیادہ بڑی اور زیادہ عظیم الشان فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ مجاہد فرماتے ہیں: ﴿الْأَشْهَادُ﴾^(۶) سے مراد

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3267/10 و تفسیر الطبری: 94/24. ② دیکھیے صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب

هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة، حدیث: 3902 عن ابن عباس ؓ. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 756، 755/3 و تفسیر الطبری: 113/4، نیز بدر کے دن مرنے والے مشرکوں اور قیدیوں کی تعداد دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب:

10، حدیث: 3986. ④ تفصیل دیکھیے جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی قتل الأسارى والفداء، حدیث: 1567

ودلائل النبوة للبيهقي، باب ما فعل رسول الله ﷺ بالغنائم والأسارى..... و تفسیر الطبری: 57، 56/10.

فرشتے ہیں۔^①

”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ“ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔“ یہ ﴿وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ سے بدل ہے بعض نے یوم کو مرفوع بھی پڑھا ہے، گویا اس طرح انھوں نے ﴿وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ کی ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ﴾ کو تفسیر قرار دیا ہے اور ظالموں سے مراد مشرکین ہیں اور معذرت سے مراد یہ ہے کہ اس دن ان کا کوئی عذر یا کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، ﴿وَلَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ”اور ان کے لیے لعنت ہے۔“ یعنی دوری اور رحمت الہی سے دھتکار ہے۔ ﴿وَلَهُمُ سُوءُ الدَّارِ﴾ ”اور ان کے لیے برا گھر ہے۔“ یعنی آتش دوزخ جیسا کہ سدی نے کہا ہے، پس وہ ان کے لیے بدترین ٹھکانا اور بہت بری آرام گاہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى﴾ ”اور البتہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی۔“ یہ اس ہدایت اور نور کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معبوث فرمایا تھا۔ ﴿وَأَوْثَقْنَا بِتَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔“ یعنی انجام ان کا اچھا ہوا اور ہم نے انھیں فرعون کے شہروں، مالوں، جائیدادوں اور زمین کا وارث بنادیا کیونکہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی اتباع پر صبر کیا تھا اور اس کتاب میں جس کا انھیں وارث بنایا گیا، یعنی تورات میں، ﴿هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ”عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔“ عقل والوں سے مراد صحیح اور سلیم عقل والے ہیں۔ ﴿فَاصْبِرْ﴾ ”لہذا آپ صبر کریں“ اے محمد ﷺ! ﴿إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ اور ہم نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کے کلمے کو بلند کر دیں گے اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو فتح و نصرت سے سرفراز کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور ہم نے آپ کو جو یہ خبر دی ہے، یہ بلا شک و شبہ بالکل سچی خبر ہے۔ ﴿وَأَسْتَغْفِرُ لِنَفْسِكَ﴾ ”اور اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔“ یہ درحقیقت آپ کو استغفار کا شوق دلایا گیا ہے۔ ﴿وَسَيَبْخُ يَصْدِرُ رَبِّكَ بِالْعَنِيِّ وَالْإِنْكَارِ﴾ ”اور آپ صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ ﴿بِالْعَنِيِّ﴾ سے مراد دن کے آخری اور رات کے ابتدائی اوقات ہیں اور ﴿الْإِنْكَارِ﴾ سے مراد دن کے ابتدائی اور رات کے آخری لمحات ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَجَادُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ﴾ ”بے شک جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہوا اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی جو لوگ حق کا باطل کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور صحیح دلائل و براہین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت و برہان کے بغیر محض فاسد و باطل شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں۔ ﴿إِنَّ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرًا مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ﴾ ”ان کے سینوں میں بڑائی (کا خبط) ہی تو ہے، وہ اس تک پہنچنے والے بھی تو نہیں ہیں۔“ یعنی ان کے

لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿57﴾ وَمَا يَسْتَوِي

یقیناً آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑا (کام) ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿57﴾ اور اندھا اور دیکھنے والا

الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿58﴾

برابر نہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور نہ برائی کرنے والا (برابر ہیں) تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو ﴿58﴾ بلاشبہ قیامت

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿59﴾

یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿59﴾

دلوں میں صرف تکبر ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی اتباع نہیں کرتے بلکہ حق لانے والوں کو بھی حقیر سمجھتے ہیں، حالانکہ حق کو مٹا دینے اور باطل کو بلند کر دینے کا ان کا ارادہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ حق تو سر بلند ہو کر رہے گا اور ان کی بات اور ان کا قصد و ارادہ نیست و نابود ہو کر رہ جائے گا۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾ ”پس آپ اللہ سے پناہ مانگیں۔“ ان جیسے لوگوں کے حال یا شر سے۔ ﴿إِنَّهُ هُوَ السَّبِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ”بے شک وہی نہایت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“

تفسیر آیات: 57-59

موت کے بعد زندگی: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس نے تو آسمانوں اور زمین کو بھی پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پہلی بار اور دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے، لہذا جو اس پر قادر ہے وہ اس سے چھوٹی بات پر بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْصِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُعْجِزَ الْبَشَرُ﴾ (الأحقاف: 46: 33) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں!

بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اس لیے یہ لوگ اس حجت پر تدبر اور اس دلیل پر غور و فکر نہیں کرتے جیسا کہ بہت سے عرب بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے، اس کے باوجود وہ کفر و عناد کی وجہ سے آخرت کا انکار کرتے اور اسے بعید از قیاس سمجھتے تھے، اس طرح انھوں نے نسبتاً بڑی بات کا تو اعتراف کر لیا اور اس سے کم تر بات کا انکار کر دیا، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ﴾ ﴿58﴾

”اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکو کار اور نہ بدکار (برابر ہیں، حقیقت یہ ہے کہ) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“ یعنی جس طرح وہ نابینا جو کچھ نہیں دیکھ سکتا اور وہ بینا جو منتہائے بصرت تک سب کچھ دیکھ سکتا ہو برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، اسی طرح مومن نیکو کار اور کافر بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان دونوں میں بھی

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

اور تمہارے رب نے کہا ہے: تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا میں قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، وہ عنقریب

جَهَنَّمَ دَخِرِينَ ﴿٦٠﴾

ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ﴿٦٠﴾

6
10
11

بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ﴾ ”تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔“ یعنی بہت سے لوگ ہیں جو بہت کم غور کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ”بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔“ یعنی قیامت تو ہر صورت آنے اور وقوع پذیر ہونے والی ہے لیکن اکثر لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ اس کے وجود کی تکذیب کرتے ہیں۔

تفسیر آیت: 60

دعا کا حکم: یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کا حکم دیا اور پھر اس کی قبولیت کا ذمہ لیا جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: ”اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اسی سے مانگے اور کثرت سے مانگے اور اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو اس سے نہ مانگے اور اے رب! تیرے سوا ایسا اور کوئی نہیں جو بے نیاز ہو اور نہ مانگے۔“ امام ثوری کے اس قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسی مفہوم کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

اللَّهُ يُغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ وَبَنَى آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

”اگر تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دے گا تو وہ ناراض ہوتا ہے، جبکہ آدم کے بیٹے سے جب مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔“ قنادہ کہتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا ہے کہ اس امت کو تین ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے نبی کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کی گئی تھیں: (1) اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتا تو اس سے یہ فرماتا کہ تم اپنی امت کے بارے میں گواہ ہو اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر گواہ بنا دیا ہے۔ (2) نبی سے کہا جاتا تھا کہ دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے اور اس امت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج 78:22) ”اور تم پر دین (کی کسی بات) میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔“ (3) نبی سے کہا جاتا تھا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا اور اس (اللہ) نے اس امت سے فرمایا: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ”تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔“ اسے امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔^①

امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ]

① تفسیر ابن ابی حاتم: 269، 3268/10 و تفسیر عبدالرزاق: 411/2، رقم: 1950 و تفسیر الطبري: 273، 272/17

و تفسیر القرطبي: 327/15

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْيَلَّ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات (تاریک) بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو دکھلانے والا (روشن) بنایا، بلاشبہ اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ مَّا إِلَهُ إِلَّا هُوَ

ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿٦١﴾ یہی اللہ تمہارا رب ہے، ہر شے کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے

فَإِنِّي تَوَكُّفُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ

ہو؟ ﴿٦٢﴾ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے ﴿٦٣﴾ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے قرار گاہ اور

لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ط

آسمان کو چھت بنایا، اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں، اور اس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہی اللہ تمہارا

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ

رب ہے، سو اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے ﴿٦٤﴾ وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، لہذا تم اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّينَ ط الْحَصْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٥﴾

اسی کو پکارو، سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں ﴿٦٥﴾

”یقیناً دعائی تو عبادت ہے۔“ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ﴾ ”تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر

کرتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ ﴿١﴾ اور اسی طرح اسے اصحاب السنن سے امام ترمذی، نسائی

اور ابن ماجہ نے روایت کیا، نیز ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا

ہے۔ ﴿٢﴾ اور اسے امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے دوسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ ﴿٣﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے

ہیں۔“ یعنی مجھ سے دعا کرنے اور میری توحید سے کتراتے ہیں، ﴿سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دُخْرِينَ﴾ ”عنقریب وہ جہنم میں

ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ ﴿دُخْرِينَ﴾ کے معنی ذلیل و رسوا اور حقیر کے ہیں جیسا کہ امام احمد نے عمرو بن شعیب سے،

انھوں نے ان کے باپ سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ، فِي صُورِ النَّاسِ، يَعْلُوهُمْ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الصَّغَارِ، حَتَّى يَدْخُلُوا سَحْنًا فِي جَهَنَّمَ، يُقَالُ لَهُ:

① مسند أحمد: 271/4. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: 2969 و السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب سورة غافر: 450/6، حدیث: 11464 و سنن ابن ماجہ، الدعاء، باب فضل الدعاء، حدیث:

3828 و تفسیر الطبری: 99/24 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3269/10. ③ سنن ابی داؤد، الوتر، باب الدعاء، حدیث:

1479 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة، حدیث: 2969 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر،

باب سورة غافر: 450/6، حدیث: 11464 و تفسیر الطبری: 99/24.

بُولُسُ، فَتَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْبَارِ، يُسْقَوْنَ مِنْ طِينَةِ الْحَبَالِ، عَصَاةَ أَهْلِ النَّارِ” تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی طرح اٹھایا جائے گا، جن پر ہر قسم کی ذلت و رسوائی چھائی ہوگی حتیٰ کہ وہ جہنم کی ایک جیل میں داخل ہوں گے جسے بولس کہا جائے گا، پس آگوں کی آگ ان پر چھائی ہوگی (اور) انھیں پینے کے لیے دوزخیوں کا لہوا اور پیپ دی جائے گی۔“^①

تفسیر آیات: 61-65

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے رات بنائی جس میں وہ سکون حاصل کرتے اور دن کے وقت سامان معیشت کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کے بعد آرام کرتے ہیں اور اس نے ان کے لیے دن کو روشن بنا دیا ہے تاکہ سفر کر سکیں، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آجاسکیں اور کام کاج کر سکیں، ﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾^{⑥۱} ”بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے وہ ان کا شکر ادا نہیں کرتے، پھر فرمایا: ﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ دَبَّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ مَّا إِلَهُ إِلَّا هُوَ﴾ ”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ یعنی جس ذات نے یہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ اللہ واحد و یکتا ہے جو تمام اشیاء کا خالق ہے جس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں۔ ﴿فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ﴾ ”پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟“ یعنی تم ان بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ یہ خود پیدا کیے گئے اور بنائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾^{⑥۲} ”اسی طرح وہ لوگ پھیرے جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔“ یعنی جس طرح غیر اللہ کی عبادت کر کے یہ گمراہ ہو گئے ہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے اور انھوں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر محض جہالت و نفسانی خواہش سے غیر اللہ کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات و براہین کا انکار کر دیا تھا۔

اور ارشاد گرامی ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا﴾ ”اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے رہنے کی جگہ بنایا۔“ یعنی اس نے زمین کو تمھارے لیے قرار گاہ، بساط اور پچھونا بنا دیا ہے تاکہ تم اس میں زندگی بسر کرو، اس میں تصرف کرو، اور اس کے رستوں میں چلو پھرو اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تاکہ زمین حرکت نہ کرے۔ ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَاءً﴾ ”اور آسمان کو چھت (بنایا)۔“ یعنی آسمان کو اس نے جہان کے لیے ایک مضبوط چھت بنا دیا ہے۔ ﴿وَصَوَّرَكُمُ فَاَحْسَنَ صُورَكُمْ﴾ ”اور تمھاری صورت بنائی، پس تمھاری صورتیں اچھی بنائیں۔“ اس نے تمھیں اچھی شکلوں میں پیدا فرمایا، اکمل صورتیں عطا کیں اور احسن تقویم بخشی۔ ﴿وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ ”اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔“ یعنی اس

نے تمہیں دنیا میں کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزیں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ دنیا کو، اس کے رہنے والوں کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو پیدا فرمانے والا ہے، یعنی خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی جیسا کہ سورہ بقرہ میں اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (البقرہ: 21، 22) ”اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ، وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے پھل نکالے، پس تم اللہ کے لیے کسی قسم کے ہمسرنہ بناؤ، حالانکہ تم جانتے (بھی) ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کے پیدا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ ”یہی اللہ تو تمہارا پروردگار ہے، پس اللہ تمام جہانوں کا پروردگار بہت ہی بابرکت ہے۔“ یعنی اللہ پروردگار عالم ہی بلند بالا، ارفع و اعلیٰ اور مقدس و منزہ ہے، پھر فرمایا: ﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“ یعنی ازل سے لے کر اب تک اسی کی ذات پاک زندہ ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ ہمیشہ تک زندہ رہے گا، وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ”اس کے سوا کوئی الہ (عبادت کے لائق) نہیں۔“ اور نہ کوئی اس کا نظیر اور نہ کوئی اس جیسا ہے۔ ﴿قَادِعُوهُ مَخْلَصِينَ لَهُ الدِّينُ ط﴾ ”تو اسی کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارو۔“ اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ امام احمد نے ابو زبیر سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ”اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، ساری بادشاہت اس کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا ہم پر فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔“ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ ① اور اسے امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

① مسند أحمد: 4/4 . ② صحيح مسلم، المساجد.....، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث:

594 و سنن أبي داود، الوتر، باب ما يقول الرجل إذا سلم، حديث: 1506، 1507 و سنن النسائي، السهو، باب عدد

التهليل والذكر بعد التسليم، حديث: 1341.

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي ۚ

آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے اس سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی

وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ

طرف سے واضح نشانیاں آگئیں، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا فرماں بردار رہوں ﴿٦٦﴾ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر

مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شِوْحًا ۚ وَمِنْكُمْ

نطفے سے، پھر جنے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تا کہ تم اپنی جوانی (کی قوتوں) کو پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم

مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى ۖ وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ

میں سے کچھ وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں اور تا کہ تم ایک مقررہ مدت کو پہنچو، اور تا کہ تم سمجھو ﴿٦٧﴾ وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا

فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾

ہے، پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ بس اسے کہتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے ﴿٦٨﴾

تفسیر آیات: 66-68

شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان مشرکین سے کہہ دیں کہ اللہ عز و جل نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی بھی بت یا شریک کی پوجا کی جائے کیونکہ اس ذات پاک نے اس

بات کو واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شِوْحًا﴾ ”وہی تو ہے جس

نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جنے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو

پہنچو، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔“ یعنی وہی ذات پاک ہے جو تمہیں زندگی کے ان مختلف اطوار سے گزارتی ہے اور یہ سب کچھ

اسی وحدہ لا شریک کے امر و تدبیر اور تقدیر سے ہو رہا ہے۔ ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جو اس

سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں۔“ یعنی اس عالم میں وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی ماں اسے ساقط کر دیتی ہے اور

کچھ بچپن میں، کچھ جوانی میں اور کچھ بڑھاپے سے قبل کہولت ہی کی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

وَنُقِذُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (الحج 5:22) ”تا کہ ہم تمہارے لیے (اپنی خالقیت) واضح کریں اور ہم

جسے چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔“ اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُونَ﴾ ﴿٦٧﴾ ”اور تا کہ تم (موت کے) ایک وقت مقرر تک پہنچو اور تا کہ تم سمجھو۔“ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم

موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو یاد کرو۔ پھر فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ”وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔“ یعنی

موت و حیات بھی صرف اور صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا اور کسی کو اس کی قطعاً قدرت نہیں ہے۔ ﴿فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا

فَإِنَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ ﴿٦٨﴾ ”پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس سے کہہ دیتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔“

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنْ يُضَرَّفُونَ ۖ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآلِ كِتَابٍ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں؟ وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں؟ ﴿۶۹﴾ جنہوں نے کتاب (قرآن)

وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا تَفْسُوفَ يَعْلَمُونَ ﴿۷۰﴾ إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ

کو جھٹلایا اور ان (قلعہ) کو بھی جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تو وہ عنقریب جان لیں گے ﴿۷۰﴾ جب ان کی گردنوں میں

يُسَجَّبُونَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَبِيمِ ۖ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ ائِنَّمَا كُنْتُمْ

طوق اور بیڑیاں ہوں گی (جن میں جکڑ کر) وہ گھسیٹے جائیں گے ﴿۷۱﴾ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے ﴿۷۲﴾

تَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا

پھر ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے ﴿۷۳﴾ اللہ کے سوا؟ وہ کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو اس سے

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۷۴﴾ ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

پہلے کسی کو بھی نہ پکارتے تھے۔ اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہ کرتا ہے ﴿۷۴﴾ (کہا جائے گا: تمہارا یہ (انجام) اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق

وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبئسَ مَثْوًى

اتراتے تھے، اور اس لیے کہ تم اڑتے تھے ﴿۷۵﴾ (اب) تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، (تم) اس میں ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۶﴾

والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے ﴿۷۶﴾

نہ کوئی اس کی مخالفت کر سکتا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلے سے منع کر سکتا ہے بلکہ وہ جو چاہے وہ ہر صورت میں ہو کر رہتا ہے۔

تفسیر آیات: 69-76

انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! کیا آپ کو ان لوگوں پر تعجب نہیں جو

اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے اور حق کے بارے میں باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ ان کی عقلیں کس طرح انھیں ہدایت

کے بجائے ضلالت کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ﴿الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآلِ كِتَابٍ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا﴾ ”وہ لوگ جنہوں

نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا۔“ یعنی انھوں نے ہدایت اور بیان کو جھٹلایا، ﴿فَسَوْفَ

يَعْلَمُونَ﴾ ”پس وہ عنقریب جان لیں گے۔“ یہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ان تکذیب کرنے والے لوگوں کے لیے

شدید سزاؤں اور سخت وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَلَّيْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ (المرسلات: 15:77) ”اس

دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ﴾ ”جبکہ ان کی

گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی۔“ یعنی موکلان دوزخ کے ہاتھوں ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور وہ انھیں

چہروں کے بل گھسیٹ رہے ہوں گے، کبھی کھولتے ہوئے گرم پانی کی طرف اور کبھی آتش دوزخ کی طرف، اسی لیے فرمایا ہے:

﴿يُسَجَّبُونَ﴾ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَبِيمِ ۖ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۷۲﴾ ”وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ آگ میں

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَأَمَّا رُيُوبُكَ ۖ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ

لہذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پھر اگر ہم (جاہلوں کو) آپ کو اس (عذاب) میں سے کچھ دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ

نَتَوَفِّيكَ ۖ وَآلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ

کرتے ہیں یا ہم آپ کو (اس سے پہلے ہی) فوت کر دیں، بالآخر وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿٧٧﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول

مِّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ

بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان کر دیا، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور

أَنْ يَأْتِيَ بَايَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

کسی رسول کو یہ (اختیار) نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی نشانہ لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آگیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اس موقع پر

هَذَا لِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾

اہل باطل (جھوٹے لوگوں) نے خسارہ اٹھایا ﴿٧٨﴾

پوچھا کرتے تھے؟ کیا وہ آج تمہاری کوئی مدد کریں گے تو ﴿قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا﴾ ”کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔“ یعنی

وہ چلے گئے ہیں اور انھوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ ﴿بَلْ لَّمْ تَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا﴾ ”بلکہ ہم تو اس

سے پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے۔“ یعنی وہ بتوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ تَدْعُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا لَنَا مَشْرِكِينَ﴾ (الأنعام 23:6) ”پھر ان کی (شرک سے) اس کے سوا

کوئی معذرت نہ ہوگی یہ کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار! ہم شرک کرنے والے نہیں تھے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا

ہے: ﴿كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ﴾ ”اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ﴾ ”یہ اس سبب سے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم

اتراتے تھے۔“ یہ فرشتے ان سے کہیں گے، آج تم جس حالت میں ہو، یہ تمہارے دنیا میں ناحق خوش ہونے، اترانے اور

فخر وغرور کرنے کی سزا ہے، ﴿أَدْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَمِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ ”(اب) جہنم کے

دروازوں میں داخل ہو جاؤ (اس حال میں کہ) ہمیشہ اسی میں رہنے والے (ہو گے)، پس متکبروں کا برا ٹھکانا ہے۔“ ان کا برا ٹھکانا

اور نہایت بری آرام گاہ ہے جس میں ان لوگوں کے لیے ذلت و رسوائی اور شدید عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے

دلائل و براہین کو قبول کرنے کے بجائے تکبر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 77، 78

صبر کا حکم اور فتح کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کے تکذیب کرنے والے لوگوں

کی تکذیب پر صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کی فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا

فرمائے گا اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا، ﴿فَأَمَّا رُيُوبُكَ

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيهَا

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ﴿٧٩﴾ اور تمہارے لیے ان

مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٨٠﴾

میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں، اور تاکہ تم ان پر (سوار ہو کر اپنی) اس حاجت (منزل مقصود) کو پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہو، اور تم ان پر اور کشتیوں پر

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَآيَىٰ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ﴿٨١﴾

(بھی) سوار کیے جاتے ہو ﴿٨٠﴾ اور وہ (اللہ) تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیاں کا انکار کرو گے؟ ﴿٨١﴾

بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ ﴿٨٢﴾ پھر اگر ہم آپ کو اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔“ یعنی اگر دنیا ہی

میں دکھا دیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دکھا بھی دیا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور آپ کی اتباع کرنے والوں کی

آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اس طرح فراہم کیا کہ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو غزوہ بدر میں ہلاک کر دیا اور پھر آپ ﷺ

کی حیات طیبہ ہی میں نہ صرف مکہ مکرمہ پر بلکہ سارے جزیرہ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا، ﴿أَوْ تَتَوَفَّيْنَاكَ فَإِذْنَا

يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾﴾ ”یا ہم آپ کو فوت کر دیں تو وہ ہماری ہی طرف لوٹ کر آئیں گے۔“ یعنی آخرت میں ہم انہیں شدید عذاب کا

مژہ چکھائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن

قَصَصْنَا عَلَيْكَ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے

ہم نے بیان کر دیے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء ﴿١﴾ میں بھی بیان فرمایا ہے کہ کچھ پیغمبروں کے حالات اور قوموں

کے ساتھ ان کے واقعات کو بیان کیا ہے کہ کس طرح قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی لیکن بالآخر فتح و نصرت سے حضرات

انبیائے کرام ہی سرفراز ہوئے تھے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ ”اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ

سے بیان نہیں کیے۔“ اور ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے جیسا کہ سورہ نساء میں اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ”اور کسی پیغمبر کے لیے (اختیار) نہیں

ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔“ یعنی کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی قوم کے سامنے معجزات اور خرق

عادت واقعات پیش نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ حکم دیں تو وہ ایسے واقعات و معجزات پیش کر سکتا ہے جو اس کی نبوت و رسالت

کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔ ﴿فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ﴾ ”پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا۔“ یعنی اس کا وہ عذاب جس نے

تکذیب کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ﴿فَقُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ ”تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔“ یعنی مومنوں کو

نجات عطا کر دی گئی اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَحَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٧٨﴾﴾

”اور اہل باطل نے وہاں خسارہ اٹھایا۔“

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوا أَكْثَرَ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ اور قوت اور زمین میں

مِنْهُمْ وَآشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿82﴾ فَلَمَّا

(چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے کسی کام نہ آیا ﴿82﴾ پھر جب ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر ان

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ

کے پاس آئے تو وہ اس (جھوٹے) علم پر اتراتے رہے جو ان کے پاس تھا، اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ﴿83﴾ چنانچہ

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿83﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ

جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم نے ان چیزوں کا انکار کیا جنہیں ہم اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے

مُشْرِكِينَ ﴿84﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي

تھے ﴿84﴾ پھر یہ نہ تھا کہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو انھیں ان کا ایمان (لانا) نفع دیتا، یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا، اور

عِبَادِهِ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿85﴾

اس (عذاب کے) موقع پر کافروں نے خسارہ اٹھایا ﴿85﴾

تفسیر آیات: 79-81

چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے چوپائے، یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں پیدا فرمائے کہ ان میں سے کچھ ان کی

سواری کے کام آتے ہیں اور کچھ کو کھا لیتے ہیں، اونٹ پر سواری کی جاتی ہے، اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے، اس کا دودھ پیا

جاتا ہے اور در دراز کے علاقوں کے سفر میں اس سے بار برداری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ گائے کے گوشت کو کھایا، اس کے دودھ

کو پیا جاتا ہے اور ان سب کی اون، نشم اور بالوں سے ساز و سامان، کپڑے اور مختلف اشیاء تیار کی جاتی ہیں جیسا کہ سورہ انعام، ﴿1﴾

سورہ نحل ﴿2﴾ اور دیگر کئی مقامات پر اس کا ذکر گزر چکا ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي

جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لَتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَكُونُونَ ﴿79﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبَلَّغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا

وَعَلَى الْفَلَاحِ تَحْمِلُونَ ﴿80﴾ وَيَرْيِكُمْ اَيُّهَا ۖ﴾ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے

بعض پر تم سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان میں (اور بھی)، بہت فائدے ہیں اور اس لیے بھی

کہ (کہیں جانے کی) جو تمہارے دلوں میں حاجت ہو ان پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے

ہو اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ یعنی آفاق و انفس کے دلائل و براہین۔ ﴿فَإِنِّي آيَاتِ اللَّهِ لَتُنْكِرُونَّ ﴿81﴾﴾ ”تو تم اللہ

کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کسی بھی چیز کے انکار کی قدرت نہیں رکھتے الا یہ کہ تم

﴿1﴾ دیکھیے الأنعام، آیات: 141-144 کے ذیل میں۔ ﴿2﴾ دیکھیے النحل، آیات: 5-8 کے ذیل میں۔

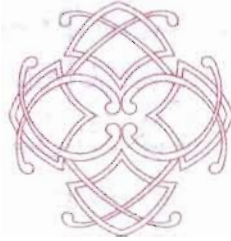
عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لو۔

تفسیر آیات: 82-85

سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے زمانہ قدیم میں پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں کس طرح عذاب شدید نے اپنی گرفت میں لیا، حالانکہ ان کی قوتیں بہت شدید تھیں، زمین میں نشانات بنانے کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے اور انھوں نے بہت سے اموال بھی جمع کر رکھے تھے مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان سے کچھ بھی ٹال سکی، اس لیے کہ جب انبیائے کرام نے ان کے سامنے روشن دلائل اور قطعی براہین پیش کیے تو انھوں نے ان کی طرف التفات تک نہ کیا اور ان میں سے کسی دلیل کو بھی قبول نہ کیا اور بزعم خود اپنے علم ہی کو کافی سمجھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم انبیاء سے زیادہ جانتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ ہمیں کوئی عذاب ہوگا۔⁽¹⁾ اور سدی نے کہا ہے کہ ازراہ جہالت وہ اپنے ہی علم پر شاداں و فرحاں تھے۔⁽²⁾ انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا جس کے مقابلے کی ان میں تاب نہ تھی۔ ﴿وَحَاقَّ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ اور جس کا تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا، یعنی جس چیز کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے وہ آواقع ہوئی، ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، یعنی انھوں نے جب عذاب الہی کا خود مشاہدہ کر لیا۔ ﴿قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحَدَّاهُ وَكُفِّرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ﴾ ”تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے، اس سے ہم نے انکار کر دیا۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور بتوں کے ساتھ کفر کا اقرار تو کر لیا لیکن اس وقت جب لغزشیں معاف اور معذرتیں قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ فرعون نے بھی غرق ہوتے وقت کہا تھا: ﴿أَمِنْتُ أَفَكُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (یونس 90:10) ”میں ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿آتٰنَّ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ (یونس 91:10) ”کیا اب (ایمان لاتا ہے؟) حالانکہ یقیناً تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں سے تھا؟“ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرعون کے ایمان لانے کو قبول نہ کیا کیونکہ اس نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا تھا: ﴿وَ أَشَدُّدُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ (یونس 88:10) ”اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَبَّاءُ وَابَسْتَاءُ سُنَّتِ اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ﴾ ”لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دیا (یہ) اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں پہلے سے چلی آئی ہے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے

ان سب لوگوں کے بارے میں جو عذاب دیکھ کر ایمان لائیں کہ اس وقت ان کا ایمان قبول نہیں، اسی لیے حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُعْرِغْ] ”بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک غرغری کی آواز شروع نہ ہو۔“⁽¹⁾ اور جب غرغری کی آواز شروع ہو جائے، روح حلق تک پہنچ جائے اور انسان ملک الموت کو دیکھ لے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی لیے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ﴾⁽⁸⁵⁾ ”اور وہاں کافروں نے خسارہ اٹھایا۔“

سورہ مؤمن کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



(1) جامع الترمذی، الدعوات، باب: [إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُعْرِغْ]، حدیث: 3537 عن ابن عمرؓ وسنن ابن ماجہ، الزہد، باب ذکر التوبۃ، حدیث: 4253 عن عبد اللہ بن عمروؓ ومسنند أحمد: 132/2 عن ابن عمرؓ. ملحوظہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو عبد اللہ بن عمروؓ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن علامہ مزی نے تحفۃ الأشراف: 55، 54/5، حدیث: 6674 کے ذیل میں لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ کو وہم ہوا ہے، بہر صورت یہ روایت ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے۔ واللہ اعلم.

تفسیر سُورَةُ حُوسَعَدَةِ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① تَنْزِيلٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ② كَتَبْتُ فَصَّلَتْ اٰیَتُهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ

حَمَّ ① (یہ قرآن) بڑے مہربان، نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ② (یہ) ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی

یَعْلَمُونَ ③ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا ④ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُونَ ⑤ وَقَالُوا

ہیں، در آں حالیکہ (یہ) قرآن عربی ہے، ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں ③ جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر نے (اس)

قُلُوبُنَا فِیْ اَكْثَرِ مِمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اِذْنَانَا وَقُرْ وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ

(سے) (اعراض کر لیا، تو وہ سنتے ہی نہیں ④ اور انھوں نے کہا: جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں، اور ہمارے کانوں میں

فَاعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَا ⑤

ڈاٹ ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے، لہذا تو (اپنا) کام کر، بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرنے والے ہیں ⑤

تفسیر آیات: 5-1

قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَمَّ ① تَنْزِيلٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ②﴾

﴿حَمَّ﴾ (یہ اللہ) رحمان و رحیم کی طرف سے اتاری ہوئی ہے، یعنی قرآن مجید اللہ رحمان و رحیم کی طرف سے نازل

کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ (النحل 16: 102) ”کہہ دیں کہ اسے روح القدس

آپ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے۔“ اور فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ③ نَزَلَ بِهِ

الرُّوْحُ الْأَمِیْنُ ④ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ⑤﴾ (الشعراء 26: 192-194) ”اور یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا

اتارا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر اترتا ہے (اس نے) آپ کے دل پر (القاء کیا ہے) تاکہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں

میں سے ہوں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَتَبْتُ فَصَّلَتْ اٰیَتُهُ﴾ ”ایسی کتاب جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں۔“ یعنی اس کے

معانی واضح اور اس کے احکام مستحکم ہیں۔ ﴿قُرْآنًا عَرَبِیًّا﴾ ”(یعنی) قرآن عربی۔“ یعنی یہ قرآن بین اور واضح عربی زبان

میں ہے، اس کے معانی مفصل اور اس کے الفاظ واضح ہیں اور مشکل نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿كَتَبْتُ اَحْكَمْتُ اٰیَتُهُ ثُمَّ فَصَّلْتُ

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَىٰ اَنَّمَآ اِلَهُكُمْ اِلَهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقْبِمُوا اِلَيْهِ

کہہ دیجیے: بس میں تو تمہارے جیسا ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے،

وَاسْتَغْفِرُوهُ ۖ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۚ ۞ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

لہذا اسی کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے بخشش مانگو، اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے ۞ جو زکاة نہیں دیتے اور وہ آخرت

کُفِرُوْنَ ۚ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرٌ مَّمْنُوْنَ ۝۸

کے بھی منکر ہیں ۞ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے ۝۸

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۹ ﴿ہود: 11﴾ ”یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خیر کی طرف سے تفصیل کے

ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔“ یعنی لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے یہ کتاب ایک معجزہ ہے۔ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ

يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝۱۰﴾ (ختم السجدة: 41: 42) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے

اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔“ ﴿لَقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۱﴾ ”اس قوم کے لیے جو

علم رکھتی ہے۔“ یعنی اس بیان اور وضاحت کو راسخ علماء ہی جانتے ہیں۔ ﴿بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا ۝۱۲﴾ ”خوشخبری دینے والا اور ڈرانے

والا۔“ یعنی کبھی مومنوں کو بشارت سناتا ہے اور کبھی کافروں کو خوف دلاتا ہے۔ ﴿فَاَعْرَضْ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۳﴾

”پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ سنتے ہی نہیں۔“ یعنی قرآن مجید کے بین اور واضح ہونے کے باوجود اکثر قریش

اسے قطعاً نہیں سمجھتے۔ ﴿وَقَالُوْا اَلَوْ بَنِيْنَا اِلٰهٌ ۝۱۴﴾ ”اور کہنے لگے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں، یعنی ایسے پردوں میں ہیں

جنھوں نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ ۝۱۵﴾ ”اس سے جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے

ہیں (پردوں میں ہیں) اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، یعنی جو چیز آپ ہمارے پاس لائے ہیں اسے سننے سے ہمارے کان

بھرے ہیں۔ ﴿وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ۝۱۶﴾ ”اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔“ لہذا جو بات آپ کہتے

ہیں، وہ ہم تک نہیں پہنچتی۔ ﴿فَاعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝۱۷﴾ ”تو آپ (اپنا) کام کریں بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرتے ہیں۔“ یعنی

آپ اپنے طریقے کے مطابق کام کریں ہم اپنے طریقے کے مطابق کام کریں گے اور آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔

تفسیر آیات: 6-8

دعوتِ توحید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں۔“ اے محمد! تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے۔ ﴿اِنَّمَا

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَىٰ اَنَّمَآ اِلَهُكُمْ اِلَهٌ وَّاحِدٌ﴾ ”بے شک میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں (ہاں!) مجھ پر یہ وحی کی

گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود (اللہ) ہے۔“ جن بتوں، شریکوں اور متفرق خداؤں کی تم پوجا کرتے ہو یہ معبود نہیں بلکہ

معبود تو اللہ واحد ہے۔ ﴿فَاسْتَقْبِمُوا اِلَيْهِ﴾ ”تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو“ یعنی اس طریقے کے مطابق جس کا پیغمبروں

کی زبانی اس نے تمہیں حکم دیا ہے، اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت بجا لاؤ۔ ﴿وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۖ﴾ ”اور اسی سے مغفرت

مانگو۔“ اپنے سابقہ گناہوں کی۔ ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۚ﴾ ”اور مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی تباہی و بربادی اور ہلاکت

قُلْ اِيْتَكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهُ اَنْدَادًا ذٰلِكَ

آپ کہہ دیجیے: کیا تم واقعی اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا، اور تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو؟ وہ تو جہانوں کا

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوٰسِيْ مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا

رب ہے ۙ اور اس نے اس (زمین) میں اس کے اوپر مضبوط پہاڑ بنائے، اور اس میں برکتیں رکھیں، اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی

اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَّآءٌ لِّلْسَآءِ لَيِّنٌ ۙ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ

غداؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا، چار دنوں کے لیے یکساں طور پر (یہ سارا کام) چار دنوں میں (مکمل ہوا) ۙ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا،

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ اِئْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا اَتَيْنَا طَاعِيْنٌ ۙ فَقَطَّعْنَهُنَّ

تب اللہ نے اس سے اور زمین سے کہا: تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ، تو ان دونوں نے کہا: ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہیں ۙ پھر (اللہ نے) انھیں دو

سَبْعَ سَلَوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَآءٍ اَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

دنوں میں سات آسمان بنادیا، اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا، اور ہم نے آسمان کو چھ انگوٹھوں (ستاروں) سے زینت دی، اور (اس کی خوب)

بِهَصٰبِيْحٍ ط وَحِفْظًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ

حفاظت کی، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے ۙ

ان کا مقدر ہے۔ ﴿الَّذِينَ لَا يَتُوبُونَ الزُّكُوَّةَ﴾ ”وہ لوگ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اللہ کی گواہی نہیں دیتے۔ ① عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② یہ آیت اس طرح

ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۙ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۙ﴾ (الشمس 10: 91) ”جس

نے اس (اپنے نفس) کا تزکیہ کیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ یقیناً خسارے میں رہا۔“ اور فرمایا: ﴿قَدْ

اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلَّى ۙ﴾ (الاعلیٰ 15: 14: 87) ”بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے

پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔“ اور فرمایا: ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكَّى ۙ﴾ (الترغیث 18: 79)

”پھر (اس سے) کہہ دے: کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے۔“

یہاں زکوٰۃ سے مراد نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا ہے اور اس کی اہم صورت نفس کو شرک سے پاک کرنا ہے۔ اور مال

کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہ مال کو حرام سے پاک کر دیتی ہے اور مال میں اضافہ، برکت

کثرت نفع اور نیکی کے کاموں میں استعمال کی توفیق کا سبب بنتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ

اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ ③ دیگر بہت سے مفسرین نے بھی اس سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور امام ابن جریر نے

بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔ ④ لیکن یہ معنی مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ جیسا کہ بہت سے اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ زکوٰۃ 2 ہجر

میں واجب ہوئی تھی اور یہ آیت سنی ہے، البتہ اس سلسلے میں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ صدقہ و زکوٰۃ کا اصل حکم تو ابتدائے بعثت

سے تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (الأنعام: 141) ”اور جس دن فصل کاٹو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔“ اور جہاں تک اس کے نصاب اور مقدار کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل مدینہ منورہ میں بیان ہوئی تھی، اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق دی جاسکتی ہے جیسے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز تو ابتدائے بعثت ہی سے واجب تھی، البتہ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل جب شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا تو اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کی شروط، اس کے ارکان اور اس سے متعلق دیگر مسائل کو بھی بیان کر دیا گیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ ﴿٨﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ امام مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ ﴿غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ ﴿٨﴾ کے معنی ہیں: ایسا ثواب جو کبھی ختم ہی نہ ہو اور جو منقطع نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا كَثُرْتُ فِيهِ أَبَدًا﴾ (الکہف: 3) ”جس میں وہ ابد الابد رہیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿عَطَاءٌ غَيْرٌ مَجْذُوذٌ﴾ ﴿١٠﴾ (ہود: 11) ”یہ اللہ کی عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“

تفسیر آیات: 9-12

تخلیق کائنات کی بعض تفصیلات: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی پوجا کی، حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے، ہر چیز پر غالب اور مقتدر بھی اسی کی ذات پاک ہے، پس اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ أَنتُمْ لَكُمْ قُدْرٌ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا﴾ ”آپ کہہ دیں: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم (بتوں کو) اس کے لیے شریک بناتے ہو۔“ یعنی اس کی نظیر اور ہم مثل قرار دے کر اس کے ساتھ تم ان کی بھی پوجا کرتے ہو۔ ﴿ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ﴿٩﴾ ”وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔“ یعنی وہ جو تمام اشیاء کا خالق ہے وہی تمام مخلوقات کا پروردگار ہے، اس جگہ آیت کریمہ: ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ (الحديد: 4) ”اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔“ کی تفصیل ہے، یہاں آسمانوں اور زمین سے متعلق الگ الگ تفصیل دی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے پہلے زمین کو پیدا فرمایا کیونکہ وہ گویا اس کائنات کی بنیاد کی طرح ہے اور عمارت کو پہلے بنیاد ہی سے شروع کیا جاتا اور پھر اسے چھت تک پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ﴾ (البقرة: 29) ”وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں، پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا، تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنادیا۔“ اور جہاں تک ان آیات کریمہ کا تعلق ہے: ﴿أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمَ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا وَأَعْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا وَالْجِبَالُ أَرُسُهَا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ (الزمر: 27-33) ”بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اسے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا، اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا لگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا، (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے

فجہ اولی سے ہے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا: ﴿فَصَبِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ لِأَمْرِ شَاءَ اللَّهُ ط﴾ (الزمر 68:39) ”تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے۔“ اس وقت نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے اور پھر جب آخری فجہ ہوگا تو ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال و جواب کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے اور دوسری آیت کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپانے کیسے گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل توحید کے گناہوں کو معاف فرمادے گا تو مشرکین کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے مگر اس وقت ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپایا نہیں جاسکتا اور اس وقت ﴿يَوْمَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ط﴾ (النساء 42:4) ”کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انھیں زمین کے ساتھ برابر کر دیا جاتا۔ اور وہ اللہ سے کوئی (بھی) بات چھپانے کیسے گے۔“

اسی طرح آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دودن میں پیدا فرمایا، پھر بعد والے دو دن میں آسمان کو پیدا فرمایا۔ اس کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں برابر کر دیا۔ پھر اس نے زمین کو پھیلا دیا۔ اور زمین کو پھیلا دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے زمین سے پانی اور چار انکالا اور پہاڑوں، صحراؤں، جمادات، ٹیلوں اور آسمان و زمین کے درمیان کی تمام چیزوں کو دودن میں پیدا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ط﴾ ”زمین کو دودن میں پیدا کیا۔“ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دودن میں زمین کو اور دودن میں اس میں موجود تمام اشیاء کو سب کو چار دن میں پیدا فرمایا۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ط﴾ (النساء 96:4) ”بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو خود ان ناموں سے موسوم فرمایا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، لہذا قرآن مجید میں اختلاف نہ سمجھو، اس لیے کہ سارا قرآن اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے۔ ﴿١﴾ ﴿خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ط﴾ ”زمین کو دودن میں پیدا کیا۔“ یعنی اتوار اور سوموار کے دن۔ ﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيًا مِّنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا ط﴾ ”اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی“، یعنی اس نے زمین کو بابرکت اور خیر، بیج اور کاشت کے قابل بنادیا اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا۔ اور اس میں معیشت اور رزق کے وہ سب سامان رکھ دیے جن کی اہل زمین کو ضرورت ہے اور اس میں ایسے مقامات رکھ دیے جن میں زراعت اور کاشت کی جاتی ہے۔ اور یہ منگل اور بدھ کے دن کیا اور اس طرح سابقہ دودنوں کے ساتھ مل کر یہ کل چار دن ہو گئے، اس لیے فرمایا: ﴿فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سِوَا لَيْلٍ لِلسَّائِلِينَ ط﴾ ”سب چار دن میں اور تمام سوال کرنے والوں کے لیے یکساں۔“ یعنی ان سب کے لیے جو معلوم کرنے کے لیے اس کے بارے میں سوال کرنا چاہے۔

عکرمہ اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقَدَّرَ فِيهَا فُتُوتَهَا ط﴾ ”اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی غذاؤں

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صُِعْقَةً مِثْلَ صُِعْقَةِ عَادٍ وَتُسُودٌ ⑬ إِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجیے: میں نے تمہیں ایسی چیخ (آسمانی عذاب) سے ڈرا دیا ہے جو عاد اور ثمود کی چیخ (عذاب) کے مانند

مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا

ہوگی ⑭ جب رسول ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے (یہ کہتے ہوئے) آئے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو، (تو) انھوں

لَا تَزَلْ مَلَائِكَةً فَإِنَّا أُرْسِلْنَا بِهِ كُفْرُونٌ ⑭ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي

نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، لہذا جو کچھ دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم تو یقیناً اس کے منکر ہیں ⑭ پھر جو عاد تھے

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ط أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي

تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے: قوت میں ہم سے زیادہ سخت کون ہے۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ جس

خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ⑮ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

نے انھیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت ہے۔ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے ⑮ چنانچہ ہم نے ان پر مونس (طابت) ہونے

صَرَصًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنَنْذِرْهُمْ عَذَابَ الْخَزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط وَلَعَذَابُ

والے) دنوں میں طوفانی ہوا بھیجی تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی ہی میں ذلت و رسوائی کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں، اور بلاشبہ آخرت کا

الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ⑯ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَنَى عَلَى

عذاب سب سے زیادہ رسوا کن ہے، اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی ⑯ اور جو ثمود تھے، تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انھوں نے ہدایت

الْهُدَى فَآخَذَتْهُمْ صُِعْقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑰ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ

پر اندھے پن کو پسند کیا، پھر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انھیں رسوا کن عذاب کی چیخ نے آلیا ⑰ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو

أَمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ⑱

ایمان لائے اور وہ تقویٰ اختیار کرتے تھے ⑱

کا (ٹھیک) اندازہ کیا۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ ہر زمین میں کچھ ایسا سامان معیشت رکھ دیا ہے جو کسی دوسرے حصے میں موزوں نہیں، مثلاً: (خاص قسم کی) چادریں ملک یمن میں، عمدہ باریک (سابوری) کپڑا ساہور شہر میں اور سیاہ شالیں رے کے علاقے میں ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما قنادہ اور سدی نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿سَوَاءٌ لِّلنَّاسِ يَلِينُ ⑩﴾ ”تمام مانگنے والوں کے لیے یکساں۔“

کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لیے جو اس کے متعلق سوال کرنا چاہیں۔ ② اور ابن زید نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ یہ اس کی مراد کے موافق ہے جسے رزق کی ضرورت ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وہ سب کچھ زمین میں رکھ دیا ہے جس کی اسے ضرورت ہو۔ ③ یہ قول اس کے مشابہ ہے جو مفسرین نے حسب ذیل آیت کریمہ کے بارے میں ذکر کیا ہے:

﴿وَأَتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَآسَلٍ ثَمُودٌ ط﴾ (إبرہیم 14: 34) ”اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔“ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ ”پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔“ دھویں سے مراد پانی سے اٹھنے والے وہ بخارات ہیں جو زمین کی تخلیق کے وقت اس سے اٹھے تھے۔ ﴿فَقَالَ لَهَا وَ لِلْأَرْضِ انْتَبِطِعَا أَوْ كُرْهُمَا﴾ ”تو اس نے اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ۔“ یعنی میرے حکم پر بلیک کہو اور خوشی یا ناخوشی سے میرے کام کو تسلیم کرو۔ ﴿قَالَتَا أَتَيْنَا طَآئِفَتَيْنِ﴾ ”ان دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔“ یعنی ہم خوشی سے آپ کے حکم پر بلیک کہتے ہیں ساتھ ان کے جو ہم میں ہیں، جن کی تخلیق کا تورا درہ رکھتا ہے۔ فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں سے، ہم سب تیرے مطیع ہیں۔ ﴿فَقَضَّاهُنَّ سَبْعَ سَلَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ﴾ ”پھر دونوں میں سات آسمان بنائے۔“ دونوں میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنادیے، یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ ﴿وَأَوْخَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا﴾ ”اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا۔“ یعنی ہر آسمان میں فرشتوں اور ان تمام اشیاء کو، جن کی اسے حاجت تھی، مرتب اور مقرر فرمادیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿وَرَزَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِصَابِغٍ﴾ ”اور ہم نے آسمان دنیا کو چرانگوں (ستاروں) سے مزین کیا۔“ یعنی ایسے منور اور روشن ستاروں کے ساتھ جو اہل زمین کو نظر آتے ہیں۔ ﴿وَحِفْظًا﴾ ”اور (اس کی) خوب حفاظت کی۔“ یعنی اسے شیطانوں سے محفوظ کر دیا تاکہ وہ ملاء اعلیٰ کی بات کو نہ سن سکیں۔ ﴿ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ ”یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے۔“ یعنی اس زبردست ذات کی جو غالب ہے اور جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ مخلوقات کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ ہے۔

تفسیر آیات: 13-18

تکذیب کرنے والوں کو سزائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! ان تکذیب کرنے والے مشرکین سے کہہ دیں جن کے پاس آپ حق لائے ہیں کہ اگر تم اس حق سے اعراض کرو جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس لایا ہوں تو میں تمہیں تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈراتا ہوں جس طرح پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا۔ ﴿صُعِقَةً مِّثْلَ صُعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُودَ﴾ ”ایسی چیخ سے (ڈر دیا ہے) جو عاد اور ثمود کی چیخ کے مانند ہوگی۔“ یعنی اور وہ لوگ جو ان (عاد و ثمود) کے مشابہ تھے، جن کے اعمال و افعال انہی لوگوں کی طرح تھے۔ ﴿إِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ ”جب ان کے پاس پیغمبران! کے آگے اور پیچھے سے آئے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذْ كُرِّحَا عَادَ إِذْ أَنْذَرَهُمْ قَوْمَهُ بِأَلْحَقَافٍ وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ﴾ (الأحقاف 21: 46) ”اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سوزمین احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔“ یعنی ان کے علاقوں کے ساتھ متصل بستیوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو انہیں اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیتے، جنت کی خوش خبری سناتے اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ اور انہوں نے وہ دیکھ لیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر عذاب کو نازل کیا اور اپنے دوستوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اس کے باوجود انہوں نے ایمان و تصدیق کو اختیار نہ کیا بلکہ تکذیب اور انکار ہی کرتے رہے اور کہنے لگے: ﴿لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ

مَلِكًا ﴿اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو ضرور فرشتے اتار دیتا۔﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا۔
فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ ﴿پس بے شک ہم، جو تم دے کر بھیجے گئے ہو۔﴾ یعنی اے رسالت کا دعویٰ کرنے والے انسانو!
كُفْرُونَ ﴿انکار کرنے والے ہیں۔﴾ یعنی ہم تمہاری اتباع نہیں کریں گے کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ** ﴿تو جو عادتھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے۔﴾ یعنی انھوں نے بغاوت، سرکشی اور نافرمانی کو اختیار کیا۔ **وَقَالُوا مَن اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً** ﴿اور کہنے لگے کہ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے؟﴾ انھوں نے اپنی جسمانی مضبوطی اور قوت پر غرور کیا اور خیال کیا کہ وہ اپنی اس جسمانی طاقت و قوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ **اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً** ﴿کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔﴾ یعنی کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ دشمنی کے لیے کس کو مقابلے کا چیلنج دے رہے ہیں! وہ تو وہ عظیم الشان ذات ہے جس نے اشیاء کو پیدا کیا، ان میں ان طاقتوں اور قوتوں کو پیدا فرمایا جن کے وہ حامل ہیں اور اس کی پکڑ بہت شدید ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَالسَّمَاءِ بَنَيْنَهَا يَاسِيَةً وَاِذَا كُوْسَعُونَ** ﴿الذّٰرِیۡتِ 51: 47﴾ ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے اپنی طاقت سے بنایا اور یقیناً ہم البتہ وسعت دینے والے ہیں۔“ تو انھوں نے اللہ رب جبار کو دشمنی کے لیے مقابلے کا چیلنج دیا، اس کی آیات کا انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، پس اسی لیے فرمایا: **فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا** ﴿چنانچہ ہم نے ان پر سخت ہوا چلائی۔“

بعض نے کہا ہے کہ ریح صرصر تیز چلنے والی آندھی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شدید ٹھنڈی ہوا کو، بعض نے کہا ہے کہ ایسی ہوا کو جس میں آواز ہو اور حق بات یہ ہے کہ باد صرصر میں یہ ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں کہ وہ بہت شدید بھی ہوتی ہے اور تیز بھی تاکہ ان کی سزا اسی چیز کی جنس سے ہو جس پر انھیں غرور تھا، یعنی طاقت و قوت۔ بلاشبہ وہ باد صرصر شدید ترین ٹھنڈی بھی تھی جیسا کہ فرمایا: **بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ** ﴿الحاقۃ 69: 6﴾ ”تخستہ نہایت تیز آندھی۔“ یعنی شدید ٹھنڈی ہوا جس میں بہت خوفناک آواز بھی تھی۔ بلا مشرق کی ایک مشہور نہر کا نام بھی صرصر اسی لیے ہے کہ اس میں پانی کے چلنے کی آواز بہت زیادہ ہوتی ہے۔ **فِيْ اَيَّامٍ نَّجَسَاتٍ** ﴿منحوس دنوں میں۔﴾ جو مسلسل اور متواتر تھے۔ **سَبْعَ لَيَالٍ وَفَلْنِیۡۃً اَيَّامًا** ﴿حسوّمًا﴾ ﴿الحاقۃ 69: 7﴾ ”سات رات اور آٹھ دن (ان پر چلائے رکھا ان کی) جڑ کاٹ دینے کے لیے۔“ جیسا کہ فرمایا: **فِيْ یَّوْمٍ نَّحْصٍ مُّسْتَبِیۡرٍ** ﴿القمر 54: 19﴾ ”دائمی نحوست والے دن میں۔“ یعنی منحوس دن میں ان پر عذاب کا آغاز ہوا اور پھر یہ نحوست ان پر سات رات اور آٹھ دن تک جاری و ساری رہی حتیٰ کہ ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ان کی دنیا کی یہ ذلت و رسوائی آخرت کے عذاب کے ساتھ مل گئی، اسی لیے فرمایا: **لَنُدۡرِیۡقَهُمۡ عَذَابَ الْخِزۡیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَظۡهَرُ** ﴿تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے۔﴾ یعنی عذاب آخرت ان کے لیے زیادہ شدید ذلت و رسوائی کا سبب ہوگا۔ **وَهُمْ لَا یُنۡصَرُّوۡنَ** ﴿اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔﴾ یعنی آخرت میں ان کو کوئی مدد نہ ملے گی جیسا کہ دنیا میں بھی ان کی کوئی مدد نہ ملے گی اور ان

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

اور جس دن اللہ کے دشمن (ہائب کر) آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی ﴿١٩﴾ حتیٰ کہ جب وہ اس (دوزخ) کے پاس

سَمِعَهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِمَ لَجُّوْهُمْ لِمَ شَهِدْتُمُ

پہنچیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ﴿٢٠﴾ اور وہ اپنی جلدوں سے

عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ

کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اسی اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا، اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، اور تم

تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿٢١﴾ اور تم (گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر) چھپتے نہیں تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے چہرے تمہارے خلاف

وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي

گواہی دیں گے، بلکہ تم سمجھتے تھے کہ بے شک اللہ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے ﴿٢٢﴾ اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ط

بارے میں کیا، اسی نے تمہیں ہلاک کیا، چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے ﴿٢٣﴾ پھر اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ

وَأِنْ يَسْتَعْجِلُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾

معافی مانگیں گے تو وہ معاف کیے گئے (لوگوں) میں سے نہ ہوں گے ﴿٢٤﴾

کے لیے کوئی بچانے والا بھی نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے یا سزا کو ان سے ٹال سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمَّا شُودُ فَهَدِيْنَهُمْ﴾ ”اور جو شُود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما،

ابو العالیہ، سعید بن جبیر، قتادہ، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے ہدایت کو واضح کر دیا تھا۔ ﴿١﴾

اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ہدایت کی طرف دعوت دی۔ ﴿فَاسْتَجَبُوا لَعْنَىٰ عَلَىٰ الْهَدَىٰ﴾ ”تو

انھوں نے ہدایت پر اندھے پن کو پسند کیا۔“ یعنی ہم نے ان کے لیے ان کے نبی صالح علیہ السلام کی زبانی حق کو واضح طور پر صاف

صاف بیان کر دیا مگر انھوں نے ان کی مخالفت کی، تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جسے اللہ تعالیٰ نے

ان کے نبی علیہ السلام کی صداقت کی نشانی اور علامت قرار دیا تھا۔ ﴿فَاخَذَ لَهُمْ صُغْفَرًا عَذَابِ الْهُونِ﴾ ”تو رسوا کن عذاب کی

کڑک نے انھیں آپکڑا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان پر چنگھاڑ، زلزلہ، ذلت و رسوائی اور عبرت ناک سزا اور عذاب کو نازل فرما دیا تھا۔

﴿بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ﴿١٧﴾ ”اس کے بدلے جو وہ کماتے تھے۔“ یعنی جو وہ تکذیب اور انکار کرتے تھے۔ ﴿وَنَجِّنَا الَّذِيْنَ

آمَنُوا﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے انھیں ہم نے بچالیا۔“ ان کے درمیان میں سے اہل ایمان کو ہم نے بچالیا، انھیں کوئی تکلیف

نہ پہنچی اور نہ اس سے انھیں کوئی نقصان ہوا بلکہ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے نبی صالح علیہ السلام کے

ساتھ نجات عطا فرمادی تھی۔

تفسیر آیات: 19-24

حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾ (19) ”اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف (لے جانے کے لیے) اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔“ یعنی ان مشرکین کو یاد دلاؤ جب انہیں جہنم کی آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور زبانہ فرشتے (مولا ان دوزخ) اول سے آخر تک ان سب کو ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَوْفَ الْجَحِيمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرَدًّا﴾ (مریم 86: 19) ”اور ہم گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔“ ﴿وَرَدًّا﴾ کے معنی ہیں پیاسے۔ ﴿حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا﴾ ”یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے“، یعنی جہنم پر آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔

﴿شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَبْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (20) ”تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (دوسرے اعضاء ان کے خلاف) ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔“ یعنی ان کے ان سب اعمال کی گواہی دیں گے جنہیں انہوں نے آگے بھیجایا پیچھے چھوڑا اور ان میں سے ایک حرف کو بھی چھپایا نہیں جاسکے گا۔ ﴿وَقَالُوا لَوْلَا دِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا﴾ ”اور وہ اپنے چمڑوں (اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟“، یعنی وہ اپنے اعضاء اور اپنے چمڑوں کو ملامت کریں گے جب وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو ان کے اعضاء انہیں جواب دیں گے: ﴿قَالُوا أَتَقْنَأَنَّ اللَّهَ الَّذِي تَأْتِيهِمْ كُلُّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”وہ کہیں گے: ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا“، یعنی اس کے حکم کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اور نہ اسے ٹالا جاسکتا ہے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

حافظ ابو بکر بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہنسے اور تبسم فرمانے لگے، پھر آپ نے فرمایا: [أَلَا تَسْأَلُونِي مِنْ أَمْرٍ شَيْءٍ صَحِحْتُ؟] ”کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں؟“ صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [عَجِبْتُ مِنْ مُجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَا رَبِّ! أَلَيْسَ وَعْدَتِي أَلَّا تَظْلِمَنِي؟ قَالَ: بَلَى، (فَيَقُولُ): فَإِنِّي لَا أَقْبَلُ عَلَى (شَاهِدًا) إِلَّا مِنْ نَفْسِي، (فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى): أَوْلَيْسَ كَفَى بِهِ شَهِيدًا وَبِالْمَلَائِكَةِ الْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ؟ قَالَ: فَيُرَدُّ هَذَا الْكَلَامَ (مِرَارًا، قَالَ): فَيُحْتَمَّ عَلَى فِيهِ وَتَنَكَّلَمُ أُرْكَانُهُ بِمَا كَانَ يَعْمَلُ، فَيَقُولُ: (بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا عَنْكُنَّ كُنْتُ أَجَادِلُ)] ”میں روز قیامت بندے کے اپنے رب سے جھگڑے پر تعجب کر رہا ہوں، بندہ کہے گا کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو مجھ پر ظلم نہیں کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا: پھر میں اپنے نفس کے سوا اور کسی چیز کو اپنے خلاف بطور گواہ قبول نہیں کرتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں اور میرے معزز لکھنے والے فرشتے بطور گواہ کافی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ بات کئی بار ارشاد فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اس کے اعمال کے بارے میں بات کریں گے۔ بندہ

اپنے اعضاء سے کہے گا: تمہارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، تمہارے لیے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔“^① اسے ابو بکر بزار، ابن ابو حاتم، نیز امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^②

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابو بردہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابو موسیٰ رحمہ اللہ نے کہا کہ کافر اور منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس کے عمل کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے ذمے ایسے عمل لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں۔ فرشتہ کہے گا: کیا تو نے فلاں دن، فلاں جگہ، فلاں عمل نہیں کیا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ جب وہ یہ بات کہے گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میرے خیال میں اس کے اعضاء میں سے سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی۔^③

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرْوُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَبْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ﴾ ”اور تم اس (بات کے خوف) سے تو چھپتے نہیں تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے چہرے تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔“ یعنی جب وہ گواہی دینے پر ملامت کریں گے تو ان کے اعضاء اور ان کے چہرے ان سے کہیں گے کہ جو عمل تم کرتے تھے، انہیں ہم سے چھپاتے تو نہیں تھے بلکہ تم علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ کفر اور اس کی نافرمانی کرتے تھے اور بزم خود تمہیں اس بات کی کوئی پروا نہ تھی، اس لیے کہ تم یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کو جانتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ﴾ ④ ﴿وَذَلِكُمْ فَلَكُمْ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَأَيْتُمْ﴾ ”بلکہ تم سمجھتے تھے کہ اللہ تمہارے ان بہت سارے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں کیا، اسی نے تمہیں ہلاک کر دیا۔“ یعنی اس ظن فاسد نے جو تم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کو جانتا ہی نہیں، تمہیں تمہارے رب کے پاس تباہ و برباد کر دیا۔ ﴿فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ⑤ ”چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔“ یعنی قیامت کے دن تم نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں ڈال دیا۔

امام احمد نے عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین شخص آئے جن میں سے ایک قریشی اور دو اس کے ثقیفی داماد تھے یا ان میں سے ایک ثقیفی تھا اور دو قریشی اس کے داماد تھے، ان کے پیٹوں کی چربی تو بہت زیادہ تھی مگر دلوں کی سمجھ بوجھ بہت کم تھی۔ انھوں نے کچھ ایسی گفتگو کی جسے میں (پوری طرح) سن نہ سکا، ان میں سے ایک نے کہا: کیا خیال ہے کیا اللہ تعالیٰ ہماری یہ گفتگو سن رہا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر ہم بلند آواز سے گفتگو کریں گے تو وہ سن

① امام بزار رحمہ اللہ سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ یہ المستدرک للحاکم، الأھوال: 601/4، حدیث: 8778 میں موجود ہے،

البتہ پہلی اور تیسری توسین والے الفاظ تفسیر ابن ابی حاتم کے آمدہ حوالے کے اور باقی توسوں والے الفاظ مستند ابی یعلیٰ: 55/7،

حدیث: 3975 کے مطابق ہیں۔ ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3271/10 وصحیح مسلم، الزہد: باب: [الدنیا سجن

للمؤمن]، حدیث: 2969 والنسائی، التفسیر، باب سورة الانفطار: 508/6، حدیث: 11653.

③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3271/10.

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

اور ہم نے ان کے کچھ (برے) ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (تمام) اعمال خوش نما بنا کر ان کو دکھائے، آخر کار ان پر بھی

فِي أُمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ②٥

(اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوئی جو ان سے پہلے گزرنے والے جنوں اور انسانوں پر (پوری ہو چکی تھی کہ) بلاشبہ وہ خسارہ پانے والوں میں سے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْعَوْا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ②٦

تھے ②٥ اور کافروں نے (ایک دوسرے سے) کہا: تم اس قرآن کو مت سنو، اور (جب پڑھا جائے تو) شور مچا کر اس کا تم غالب آ جاؤ ②٦ چنانچہ جن لوگوں

فَلَنَذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ②٧

نے کفر کیا، ہم انھیں ضرور سخت عذاب (کا جزہ) چکھائیں گے، اور جو بدترین عمل وہ کرتے رہے ہیں، ہم انھیں ان کا بدلہ ضرور دیں گے ②٧ یہ آگ ہی

ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارِ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا

اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہ سزا ہے اس (جرم) کی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ②٨ اور جن

يَجْحَدُونَ ②٨ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا إِنَّ الدِّينَ أَضَلُّنَا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهَا

لوگوں نے کفر کیا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں (فریق) دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم انھیں

تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْاسْفَلِينَ ②٩

اپنے پاؤں تلے کر دیں، تاکہ وہ انتہائی پست لوگوں میں سے ہوں ②٩

لے گا اور اگر آہستہ کریں گے تو نہیں سنے گا، تیسرے نے کہا اگر وہ کچھ گفتگو سن سکتا ہے تو پھر ساری سن سکتا ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ میں نے اس بات کا نبی ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ

سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ②﴾ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ

بِرَبِّكُمْ أَرْذَلَكُمْ فَاصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ③﴾ تک آیات نازل فرمادیں۔ ① اسی طرح امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ ②

نیز اسے امام احمد، مسلم اور ترمذی نے سفیان، ازاعمش، ازعمارہ، ازوہب بن ربیعہ بیان کیا ہے۔ ③ مزید امام بخاری و مسلم نے

سفیان از منصور، از مجاہد، از ابو عمر عبد اللہ بن سخیرہ، از ابن مسعود روایت کیا ہے۔ ④ ﴿فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا لَهُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ⑤﴾ ”سو اگر وہ صبر کریں گے تو بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ معافی

مانگیں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے“، یعنی خواہ وہ صبر کریں یا نہ کریں، ان کا ٹھکانا بہر حال دوزخ ہی ہے جس

① مسند أحمد: 381/1 و 408. ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة ختم السجدة، حدیث: 3249.

③ مسند أحمد: 408/1 و صحیح مسلم، کتاب و باب صفات المنافقين وأحكامهم، حدیث: 2775 و جامع

الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة ختم السجدة، حدیث: 3249. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب:

﴿وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ﴾ (ختم السجدة: 41: 23)، حدیث: 4817 و صحیح مسلم، کتاب و باب صفات

المنافقين وأحكامهم، حدیث: 2775.

سے وہ کبھی بھی نکل نہ سکیں گے اور اگر وہ چاہیں کہ توبہ کریں اور عذر پیش کریں تو ان کے پاس عذر نہیں ہوں گے اور نہ ان کے گناہوں کو معاف کیا جائے گا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿وَأِنْ يَسْتَغْتَبُوا﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جانے کا سوال کریں تو اس کا انھیں کوئی جواب نہیں ملے گا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝﴾ (المؤمنون 108-106:23) ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور ہم ہی گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم دوبارہ (ایسے کام) کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ وہ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔“ ①

تفسیر آیات: 25-29

مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اسی نے مشرکین کو گمراہ کیا ہے اور یہ اس کی مشیت، تکوین اور قدرت کے مطابق ہے اور وہ اپنے افعال میں حکیم ہے کہ اس نے اپنی حکمت کے تحت شیاطین انس و جن کو ان مشرکین کا قرین اور ہم نشین مقرر فرمادیا ہے۔ ﴿فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ”تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال انھیں خوشنما بنا کر دکھائے۔“ یعنی ان ہم نشین شیطانوں نے انھیں ان کے سابقہ و آئندہ اعمال اچھے کر کے دکھائے تو یہ اپنے آپ کو بحسن اور اچھے اعمال سرا انجام دینے والے ہی سمجھتے رہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يُعَشِّشْ عَنِ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝﴾ (الزخرف 37، 36:43) ”اور جو کوئی رحمن کے ذکر سے (اعراض کر کے) اندھا بن جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ”اور ان پر بھی (اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوگئی،“ یعنی ان پر بھی عذاب الہی کا وعدہ اسی طرح پورا ہو گیا جیسا کہ ان جیسے افعال کرنے والے ان سے پہلے کے جنوں اور انسانوں پر پورا ہو گیا تھا۔ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝﴾ ”بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں،“ یعنی خسارہ اٹھانے اور تباہی و بربادی سے دوچار ہونے میں یہ اور وہ برابر ہیں۔

کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ﴾ ”اور کافر کہنے لگے کہ تم اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو،“ یعنی انھوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی کہ نہ قرآن کو سنو اور نہ اس کے احکام کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ ﴿وَالْفَوَافِيوُ﴾ ”اور اس میں شور مچا دیا کرو۔“ جب اس کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسے مت سنو جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿وَالْفَوَافِيوُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو سیٹیاں اور تالیاں بجا کر شور مچا دیا کرو جیسا کہ قریش کیا کرتے تھے۔ ② ﴿لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۝﴾ ”تاکہ تم غالب ہو

جاؤ۔“ جاہل کفار اور ان کے مسلک پر چلنے والے لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ قرآن سننے کے بجائے شور مچا دیا کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الأعراف 7: 204) ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بدلہ لیتے ہوئے اور قرآن کے دشمنوں اور کافروں سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا﴾ ”سو البتہ ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے۔“ یعنی قرآن سننے کے بجائے انھوں نے جو روش اختیار کی اس کی وجہ سے انھیں عذاب شدید میں مبتلا کر دیں گے۔ ﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْرًا الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”اور ان کے ان برے عملوں کی البتہ ضرور سزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔“ یعنی ان کے بدترین اعمال اور فحش ترین افعال کے سبب (ان کو یہ سزا ہوگی۔) ﴿ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَادُ الْحُلِيِّمْ جَزَاءُ يَمَّا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرَنَا الَّذِينَ أَهْلْنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُمْ تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْآسَفِينَ﴾ ”یہی آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنوں اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، وہ ہمیں دکھا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں تا کہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔“

سفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ﴿الَّذِينَ أَهْلْنَا﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ابلیس اور آدم علیہ السلام کا وہ بیٹا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔^(۱) اور سدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر مشرک ابلیس کو بلوائے گا اور اسے حاضر کرنے کا کہے گا جبکہ ہر صاحب کبیرہ (بڑے گناہوں کا مرتکب) ابن آدم کو طلب کرے گا۔ ہر شر خواہ وہ شرک ہو یا اس سے کم تر کوئی اور گناہ، اس کی طرف دعوت دینے والا ابلیس ہے۔^(۲) اور جہاں تک آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حدیث سے ثابت ہے: ﴿لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ﴾ ”جس انسان کو بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (ناحق) میں آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا حصہ بھی ہوگا کیونکہ سب سے پہلے قتل کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔“^(۳)

﴿نَجْعَلُهُمْ تَحْتَ أَقْدَامِنَا﴾ ”ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں۔“ یعنی انھیں عذاب کے لیے ہم سے نیچے رکھ تا کہ انھیں ہماری نسبت شدید عذاب ہو۔ ﴿لِيَكُونُوا مِنَ الْآسَفِينَ﴾ ”تا کہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔“ یعنی جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوں جیسا کہ قبل ازیں سورہ اعراف میں گزر چکا ہے کہ پیر و کار اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں گے کہ وہ ان کے قاتلین کو ان کی نسبت دُگنا عذاب دے۔ ﴿قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف 7: 38) ”اللہ فرمائے گا کہ تم سب کو

① تفسیر الطبری: 142/24. ② تفسیر الطبری: 142/24. ③ صحیح البخاری: أحادیث الأنبياء، باب خلق آدم

وذریعہ، حدیث: 3335 و صحیح مسلم، القسامۃ والمحابرین، باب بیان إثم من سنَّ القتل، حدیث: 1677 عن

ابن مسعود ؓ.

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

بلاشبہ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں: نہ تم ڈرو اور نہ تم کھاؤ اور اس جنت سے خوش

وَلَا تَحْزَنُوا وَابْشُرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيُّكُمْ فِي الْحَيَاةِ

ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿۳۰﴾ ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (رفیق ہیں)، اور اس میں تمہارے لیے وہ

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ﴿٣١﴾ نَزَّلَا

(سب کچھ) ہے جو تمہارے جی چاہیں گے اور اس میں تمہارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم مانگو گے ﴿۳۱﴾ (یہ) بڑے بخشش ہار، نہایت رحم کرنے والے کی

مِّنْ غَفْوٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

طرف سے مہمان نوازی ہوگی ﴿۳۲﴾

دُگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے،^① یعنی ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ وہ عذاب اور وہ سزا دے گا جس کا اپنے عمل اور اپنے فساد پر پا کرنے کے اعتبار سے وہ مستحق ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْذُوعُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾ (النحل 16: 88) ”جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا، ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے، اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 32-30

استقامت سے سرشار موحّدین کے لیے خوشخبری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اسی پر) قائم رہے، یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کو خالص کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے اسی طرح عمل کیا۔ ابن جریر

نے سعید بن عمران سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ

قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی بھی چیز کو اللہ کا شریک نہ

بنایا۔^② پھر ابن جریر نے بروایت اسود بن ہلال بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس آیت: ﴿إِنَّ الَّذِينَ

قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کہا کہ

ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ گناہوں سے رکے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس آیت کریمہ کو صحیح جگہ پر محمول

نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر انھوں نے اس

ذات پاک کے سوا کسی اور معبود کی طرف التفات نہ کیا۔^③ مجاہد، عکرمہ، سدی اور کئی ایک اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔^④

امام احمد نے سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک ایسی بات

① دیکھیے الأعراف، آیت: 38 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 143/24، ③ تفسیر الطبری: 143/24، ④ تفسیر

بیان فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِم] ”تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو میرے بارے میں زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان کے کنارے کو پکڑا اور فرمایا: [هَذَا] ”اس کا۔“ اسی طرح اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^(۱) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے بھی سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اسلام کے بارے میں مجھے آپ ایک ایسی بات ارشاد فرمادیں کہ آپ کے بعد میں کسی اور سے نہ پوچھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِم] ”تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔“ پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بھی بیان کی۔^(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَتَذَكَّرُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ”ان پر فرشتے اترتے ہیں۔“ مجاہد، سدی، زید بن اسلم اور ان کے بیٹے (عبدالرحمن) نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ موت کے وقت اتریں گے اور وہ کہیں گے: ﴿اَلَا تَتَخَفُوْا﴾ ”کہ تم خوف نہ کرو۔“^(۳) مجاہد، عکرمہ اور زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آخرت کے اس معاملے کا کچھ خوف نہ کرو جس سے تم دوچار ہونے والے ہو۔ ﴿وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ ”اور تم غم نہ کھاؤ۔“ اس اولاد، اہل و مال اور قرض کی وجہ سے جسے تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو کیونکہ اس میں تمہارے نائب ہم ہیں۔ ﴿وَابَشِّرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ﴾ ”اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ۔“ یعنی فرشتے انھیں شر کے ختم ہو جانے اور خیر کے حاصل ہو جانے کی خوش خبری سناتے ہیں جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: [الْمَلٰٓئِكَةُ..... قَالُوْا: اُخْرِجْنِيْ اَيُّهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتْ فِي الْحَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتَ تَعْمُرِنَهٗ)، اُخْرِجْنِيْ (اِلٰی رَوْحٍ) وَرَيْحَانٍ وَرَبِّ غَيْرِ غَضَبَانَ] ”فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی اور اسے آباد کیے ہوئے تھی، راحت و رحمت، رزق و خوشبو اور ایسے رب کی طرف نکل آ جو ناراض نہیں ہے۔“^(۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر فرشتے اس وقت نازل ہوں گے جب یہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ فرشتے اسے موت کے وقت اور قبر میں خوش خبری سناتے ہیں اور بعث کے وقت بھی خوش خبری

① مسند أحمد: 413/3، ② جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، حدیث: 2410 وسنن ابن ماجہ،

الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، حدیث: 3972، ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام،

حدیث: (62)-38 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب سورة الأحقاف، 458/6، حدیث: 11489، ④ تفسیر

الطبری: 145/24، ⑤ تفسیر الطبری: 145/24، ⑥ مسند أبی داود الطیالسی: 114-119، حدیث: 789

والمستدرک للحاکم: 38، 37/1، حدیث: 107 عن البراء رضی اللہ عنہ، وسنن ابن ماجہ، الزهد، باب ذکر الموت.....، حدیث:

4262 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَاٰخِرُ مِنْ شَکْلِہٗ اَزْوَاجٌ﴾ (ص: 38) 443/6، حدیث:

11442 و مسند أحمد: 364/2 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ، واللفظ له جبکہ پہلی توسین والے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة

نعیمها وأهلها، باب عرض مقعد المیت.....، حدیث: 2872 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ، اور دوسری توسین والے الفاظ المصنف

لعبد الرزاق، باب الصبر.....: 564/3-567، حدیث: 6702 عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، میں ہیں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾

اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جس نے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلا یا اور نیک عمل کیے اور کہا: بے شک میں تو فرماں برداروں

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ

میں سے ہوں ﴿٣٤﴾ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں، آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹال لے جو احسن ہو، تو (آپ دیکھیں گے) یکا یک وہ شخص کہ آپ

وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقُهَا

کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، (ایسا ہو جائے گا) جیسے گرم جوش جگری دوست ﴿٣٥﴾ اور یہ (خصلت) انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے

إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ

ہیں، اور یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو ﴿٣٦﴾ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ بھارے، تو اللہ کی پناہ مانگیے، یقیناً وہ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾

خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿٣٦﴾

سنائیں گے۔ اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔ یہ قول بہت اچھا اور تمام اقوال کا جامع قول ہے اور امر واقع بھی یہی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو ان تینوں مقامات پر بشارت دیتے ہیں۔ ﴿نَحْنُ أَوْلَىٰ لَّكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ”ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں۔)“، یعنی بوقت موت فرشتے مومنوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تمہارے دوست تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم تمہیں راہ راست پر رکھتے، اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور تمہاری حفاظت کرتے تھے، اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہوں گے، قبروں اور نزع صور کی وحشت کے وقت تمہیں مانوس رکھیں گے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت ہم تمہیں پر امن رکھیں گے، تمہیں پل صراط عبور کرا دیں گے اور نعمتوں سے بھری جنتوں میں پہنچا دیں گے۔ ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُیْ اَنْفُسُكُمْ﴾ ”اور وہاں تمہارے لیے وہی ہے جو تمہارا جی چاہے گا“، یعنی جنت میں تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کو تمہارے جی چاہیں گے اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ﴾ ﴿٣١﴾ ”اور اس میں تمہارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم طلب کرو گے“، یعنی جو چیز بھی طلب کرو گے وہ موجود ہوگی اور تمہاری طلب و خواہش کے مطابق تمہارے سامنے حاضر ہوگی۔ ﴿زُلْزَلًا مِّنْ عَفْوَ رَحِيْمٍ﴾ ﴿٣٢﴾ ”یہ نہایت بخشنے والے، خوب مہربان کی طرف سے مہمانی ہے“، یعنی یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے ضیافت، عطیہ اور انعام ہے جو تمہارے گناہوں کو بخشنے والا، تم پر رحم فرمانے والا اور بخشش، ستر پوشی، رحمت اور لطف و کرم کے ساتھ تم پر شفقت فرمانے والا ہے۔

تفسیر آیات: 33-36

دُعوت الی اللہ کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ﴾ ”اور اس شخص سے بات کے لحاظ سے زیادہ اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے“، یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کی طرف بلائے۔ ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

”وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں، یعنی وہ جو کہہ رہا ہو، اس کے مطابق خود بھی ہدایت یافتہ ہو، اس کا نفع اپنے لیے بھی ہو اور دوسروں کے لیے بھی، یعنی لازم اور متعدی دونوں ہو، اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود نیک کام نہیں کرتے اور دوسروں کو تو برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور خود ان کاموں سے باز نہیں رہتے بلکہ یہ ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نیکی کرتا اور برائی سے دور رہتا ہے اور مخلوق کو خالق تبارک و تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو نیکی کی طرف دعوت دیتا ہو اور خود بھی ہدایت یافتہ ہو لیکن اس کے سب سے بڑے مصداق خود رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ محمد بن سیرین، سدی اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔^① یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت سے مراد نیک مؤذن ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: [الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔“^② اور سنن میں مرفوع روایت ہے: [الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، فَأَرْشَدَ اللَّهُ الْأُئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِينَ] ”امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، اللہ تعالیٰ ائمہ کو رشد و بھلائی عطا فرمائے اور مؤذنوں کو بخش دے۔“^③

صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور مؤذن وغیرہ مؤذن سب کے لیے ہے کیونکہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت اذان بالکل مشروع نہ تھی کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور اذان ہجرت کے بعد مدینہ میں اس وقت شروع ہوئی تھی جب عبد اللہ بن عبد ربہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خواب آیا اور انھوں نے اپنا خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا، پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیں کیونکہ ان کی آواز بلند ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔^④ تو معلوم ہوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جیسا کہ عبد الرزاق نے معمر سے اور انھوں نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اور فرمایا کہ یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا منتخب شدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، روئے زمین کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اس نے اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کیا اور اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی جس بات کو خود قبول کیا تھا لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرتے ہوئے نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں، یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔^⑤

دعوت و تبلیغ میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ ”اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو

① تفسیر الطبری: 147/24. ② صحیح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، حديث:

387 عن معاوية بن أبي سفيان. ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يجب على المؤذن، حديث: 517

و جامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، حديث: 207 و مسند أحمد: 419/2

واللفظ له والسنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب كراهية الإمامة: 127/3 عن أبي هريرة ر. ④ دیکھیے سنن أبي داود،

الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 499 و سنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب بدء الأذان، حديث: 706 و

مسند أحمد: 43/4 عن عبد الله بن زيد ر. ⑤ تفسیر عبد الرزاق: 155/3، رقم: 2710.

سکتیں۔“ کیونکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ”آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو“ یعنی جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم اس کے جواب میں حسن سلوک کا معاملہ کرو جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔⁽¹⁾ ﴿فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ ”پس (ایسا کرنے سے تو دیکھ گاکہ) وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے (ایسا ہو گیا ہے) گویا کہ وہ گہرا دوست ہے۔“ یعنی وہ تمہارا دوست بن جائے گا کہ جب تم اس سے حسن سلوک کرو گے جو تم سے بدسلوکی کرتا ہے تو تمہارا یہ حسن سلوک اسے تمہاری دوستی، محبت اور شفقت کی طرف کھینچ لائے گا حتیٰ کہ وہ اس طرح ہو جائے گا گویا تمہارا گرم جوش دوست ہو اور وہ تمہارے قریب ہو کر تمہارے ساتھ شفقت اور احسان کا معاملہ کرنے لگے گا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ”اور یہ (بات) صرف انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں“ یعنی اس وصیت کو وہی قبول کرتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے جو اس پر صبر کرتا ہے کیونکہ یہ نفوس پر بہت شاق ہے۔ ﴿وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ﴾ ”اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں“ یعنی جنہیں دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی سے بہرہ وافر نصیب ہوا ہو۔ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر سے کام لیں، جہالت کے وقت حلم اور بردباری کا مظاہرہ کریں اور برے سلوک کے جواب میں عفو و درگزر کا ثبوت دیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں شیطان سے بچالے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے اس طرح ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست ہو۔⁽²⁾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمَّا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نُزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ”اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں“ یعنی انسانی شیطان تو احسان سے دھوکا کھا جاتا ہے مگر جتنی شیطان جب وسوسہ ڈالتا ہے تو سوائے اس کے اور کوئی حیلہ اس کے خلاف کارگر نہیں ہوتا کہ اس خالق کی پناہ مانگ لی جائے جس نے اسے تم پر مسلط کیا ہے، لہذا جب تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو گے اور اس کا سہارا لے لو گے تو وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اس کے مکر و فریب کو تم سے ہٹا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پڑھتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمَزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ] ”میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، مردود شیطان سے، یعنی اس کے وسوسوں، اس کے تکبر اور اس کے پیدا کردہ بے ہودہ خیالات سے۔“⁽³⁾ قبل ازیں ہم یہ بیان

(1) الدر المنثور: 471/5. (2) صحيح البخاري، التفسير، سورة خم السجدة، قبل الحديث: 4816 والسنن الكبرى للبيهقي، النكاح، باب ما أمره الله تعالى به.....: 45/7 واللفظ له. (3) سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح.....، حديث: 775 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ما يقول.....، حديث: 242 و مسند أحمد: 50/3 عن أبي سعيد الخدري.

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ

اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے

الَّذِي خَلَقَهُمْ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) کو پیدا کیا ہے ﴿٣٧﴾ پھر اگر وہ تکبر کریں، تو (پروا نہیں کیونکہ) جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْتَ تَرَى الْأَرْضَ

کی رات دن تسبیح کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں ﴿٣٨﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ زمین کو دبی ہوئی (شک اور غم) دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس

خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَحْيَاها لَمَجْحُومُونَ ط

پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرنے (بھلنے پھولنے) لگتی ہے، بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا، وہ مردوں کو ضرور زندہ

إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿٣٩﴾

کر چکے ہیں کہ اس مقام کی قرآن مجید میں ایک نظیر تو سورہ اعراف کی یہ آیت ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ

الْجَاهِلِينَ﴾ (اعراف: 7، 199، 200) (اے محمد ﷺ!) آپ عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کریں اور اگر شیطان کی طرف سے

آپ کے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگیں، بے شک وہ نہایت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ اور اس

کی دوسری نظیر سورہ مومنون کی یہ آیت ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ط نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ﴾ (مؤمنون: 23، 96-98) ”اور برائی کو اس (طریقے) کے ساتھ

منہمزلت الشیطانین﴾ (اعوذ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾ (مؤمنون: 23، 96-98) ”اور برائی کو اس (طریقے) کے ساتھ

ہٹا جو سب سے اچھا ہو، یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے

وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔“

تفسیر آیات: 37-39

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ

ایک بے نظیر ہستی ہے اور اسے ہر ایسے کام پر قدرت حاصل ہے جو وہ چاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ”اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔“ کہ اس نے رات کو اندھیرے

کے ساتھ اور دن کو اجالے کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں کبھی نہیں اکتاتے، اسی طرح سورج کی

روشنی اور اس کا طلوع ہونا، چاند کی چاندنی اور آسمان میں اس کی منزلوں کا اندازہ، پھر اپنے آسمان میں اس کی رفتار کا مختلف

ہونا، تا کہ اس کی اور سورج کی رفتار کے اختلاف و وقوع سے رات، دن، جمعوں، مہینوں اور برسوں کی مقدار معلوم ہو، پھر اسی

سے حقوق کے لازم ہونے اور عبادات و معاملات کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ شمس و قمر عالم علوی و سفلی میں نظر آنے والے تمام

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کج روی و کفر کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا پھر جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو روز قیامت

يَأْتِيْنَا أَمِنَّا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اس کے ساتھ آئے گا؟ تم جو چاہو عمل کرو، تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے ﴿٤٠﴾ بے شک جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کو نہ مانا جب

كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

وہ ان کے پاس آیا (تو وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے) حالانکہ بلاشبہ یہ تو ایک بہت بلند مرتبہ کتاب ہے ﴿٤١﴾ باطل اس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، اس کے آگے

وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَنِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يَقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ بڑی حکمت والے، تعریف کیے ہوئے کی طرف سے نازل کی گئی ہے ﴿٤٢﴾ آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو آپ سے

مِّنْ قَبْلِكَ ط إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

پہلے رسولوں سے کہا گیا، بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ﴿٤٣﴾

اجرام سے زیادہ خوب صورت ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ دونوں بھی مخلوق

اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے دو بندے ہیں جو اسی کی ذات پاک کے تسلط و تسخیر کے تحت ہیں، پس فرمایا: ﴿لَا تَسْجُدُوا

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾ ﴿١٧﴾ ”تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔“ یعنی تم اس کے ساتھ شرک نہ

کرو کیونکہ اگر تم اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر کی عبادت بھی کرو گے تو پھر اللہ کی عبادت بھی تمہارے کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ

وہ اس بات کو ہرگز معاف نہیں فرماتا کہ اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا﴾

”پھر اگر یہ لوگ سرکشی کریں۔“ اور صرف اور صرف اسی کی عبادت نہ کریں بلکہ اس کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کریں ﴿فَالَّذِينَ

عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ”تو جو آپ کے پروردگار کے پاس ہیں“ یعنی فرشتے ﴿يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئُونَ﴾ ﴿٣٨﴾

”وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ (کبھی) تھکتے ہی نہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ

وَكَلَّنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ﴾ ﴿٥٨﴾ (الأنعام 89:6) ”اگر یہ (کفار) انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے)

ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔“ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ ”اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے“

یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہونے کی نشانیوں میں سے ہے کہ ﴿أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً﴾ ”بلاشبہ تو زمین کو

دبی ہوئی (خشک) دیکھتا ہے۔“ یعنی زمین بے آب و گیاہ ہوتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ زمین مردہ ہے۔ ﴿فَإِذَا

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ط﴾ ”جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے۔“ اور

رنگ رنگ کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا کرنے لگتی ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُجِي الْمَوْتِ ط إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ﴿٣٩﴾

”بے شک جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَبِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ط قُلْ

اگر ہم اسے عجیبی (زبان کا) قرآن بنا کر بھیجتے تو وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں (عربی میں) کھول کر بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجیبی ہے اور (رسول)

هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ

عربی؟ کہہ دیجیے: وہ ان کے لیے، جو ایمان لائے، ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں

عَلَيْهِمْ عَمًى ط أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۖ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

اندھا ہیں، یہ لوگ (جو حق بات نہیں سنتے گویا) دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہوں (۴۴) اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پھر اس میں اختلاف کیا

فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكِّ

گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی، تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بلاشبہ وہ اس (قرآن) کے

مِنْهُ مَرِيبٌ ۚ

متعلق بے یقین کر دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں (۴۵)

تفسیر آیات: 40-43

کج روی کرنے والوں کی سزا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا﴾ ”بے شک جو لوگ

ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ الحاد یہ ہے کہ کلام کو اس کے اپنے مقام کے بجائے غیر

مقام پر رکھا جائے۔ (۱) امام قتادہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ الحاد سے مراد کفر اور عناد ہے۔ ﴿لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْهَا﴾ ”وہ ہم سے

پوشیدہ نہیں ہیں۔“ یہ شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی آیات، اسماء اور

صفات میں الحاد سے کام لیتا ہے اور وہ اسے اس کی زبردست سزا دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿أَفَمَنْ يُلْفِ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ

يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”بھلا وہ شخص جو دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے

آئے۔“ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا

ہے: ﴿اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ﴾ ”(تو خیر) جو چاہو سو کر لو۔“ مجاہد، ضحاک اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ یہ وعید ہے۔ (۲) یعنی اچھا

براجو عمل بھی کرو گے وہ تمہارے حالات سے آگاہ اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ

بَصِيرُونَ﴾ ”تم جو کچھ بھی کرتے ہو، یقیناً وہ اسے دیکھ رہا ہے۔“ پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَكِنَّا

جَاءَهُمْ﴾ ”بے شک جن لوگوں نے ذکر کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آیا۔“ ضحاک، سدی اور قتادہ نے کہا ہے کہ ذکر سے

مراد قرآن مجید ہے۔ (۴)

(۱) تفسیر الطبری: 154/24. (۲) تفسیر الطبری: 154/24 یہ ابن زید کا قول ہے جبکہ اس حوالے میں قتادہ سے الحاد کے معنی

تکذیب مقول ہیں، شاید تکذیب سے کفر مراد لیا گیا ہو۔ (۳) تفسیر الطبری: 155/24 عن مجاهد۔ (۴) تفسیر الطبری:

155/24 عن قتادة.

﴿وَأِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ﴾ ”اور بے شک یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔“ یہ ایسی محفوظ و محصون کتاب ہے کہ کوئی اس جیسی کتاب پیش کرنے کا قصد نہیں کر سکتا۔ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔“ یعنی باطل کو اس کی طرف کوئی رستہ نہیں ملتا کیونکہ یہ کتاب تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ ”خوب دانا، بڑی خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے“ یعنی اس ذات پاک کی طرف سے اتاری گئی ہے جو اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے اور اپنے تمام اوامر و نواہی میں قابل ستائش ہے اور اس کے تمام اوامر و نواہی کے اثرات و نتائج قابل تعریف ہیں، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا يَقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ”آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو یقیناً آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا۔“ قنادہ اور سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ کی تکذیب میں بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا تھا۔ جیسے آپ کی تکذیب کی جا رہی ہے ان کی بھی تکذیب کی گئی تھی، لہذا جس طرح انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے ایذا پر صبر کیا تھا آپ بھی اپنی قوم کی تکلیفوں پر صبر کریں۔ ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار یقیناً بخش دینے والا ہے“ اسے جو اس کے حضور توبہ کرے۔ ﴿وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔“ اسے جو اپنے کفر، سرکشی، عناد، اختلاف اور مخالفت پر ڈٹا رہے۔

تفسیر آیات: 44، 45

قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے لفظ و معنی کی مضبوطی و استحکام کو بیان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اس کے باوجود مشرکین اس پر ایمان نہیں لائے تو اس طرف بھی متنبہ فرمادیا کہ ان کا کفر عناد اور سرکشی پر مبنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۖ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء 26: 198، 199) ”اور اگر ہم اسے عجمیوں میں سے کسی پر اتارتے، پھر وہ اسے ان (لوگوں) پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔“ اسی طرح اگر سارے کا سارا قرآن کسی عجمی زبان میں نازل کر دیا جاتا تو یہ سرکشی اور عناد کے طور پر کہتے: ﴿لَوْ لَا فَصَّلَتْ آيَتُهُ ۖ أَعْجَبِي وَعَرَبِي﴾ ”اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجمی اور (رسول) عربی ہے۔“ یعنی کہتے کہ اسے کھول کھول کر عربیوں کی زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا اور اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے کہ عربی مخاطب پر ایسا عجمی کلام کیوں نازل کیا گیا ہے جسے وہ سمجھتا ہی نہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، سدی اور کئی دیگر مفسرین سے اس کے یہی معنی منقول ہیں۔^①

پھر اللہ عز و جل نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاءٌ﴾ ”کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے“ یعنی اے محمد! کہہ دیں کہ جو شخص ایمان لائے اس کے دل کے لیے یہ قرآن ہدایت اور اس کے سینے

① تفسیر الطبری: 157/24 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3273/10. ② تفسیر ابن ابی حاتم: 3273/10 و تفسیر الطبری:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے، اور جس نے برا کیا تو (اس کا) وبال اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ﴿٤٦﴾

کے شکوک و شبہات کے لیے شفا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ﴾ اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے، یعنی جو اس میں ہے اسے نہیں سمجھتے۔ ﴿وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔ اس میں جو بیان ہے، وہ اس کی طرف ہدایت نہیں پاتے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ (بنی اسرائیل 82: 17) اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے ہی میں زیادہ کرتا ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ يَنَادُونَ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ ”یہ لوگ (گویا) دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ سے جو ان کے دلوں سے دور ہے۔ ^① ابن جریر کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا وہ شخص جو ان سے مخاطب ہے وہ انھیں کسی دور جگہ سے آواز دے رہا ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ^② میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے، جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ط صُمُّ بكم عَمًى فَهُمْ لَا يَهْتَفُونَ﴾ (البقرہ 171: 2) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس کو پکارتا ہے جو پکارنے اور چلانے کے سوا کچھ نہیں سنتا وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ عقل نہیں رکھتے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے تسلی دینا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔“ یعنی ان کی تکذیب کی گئی اور انھیں ایذا دی گئی۔ ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزِّ مِنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف 35: 46) ”پس (اے محمد!) جس طرح عزم و ہمت والے پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔“ ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ﴾ ”اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی،“ ایک مقررہ وقت تک، حساب کو یوم معاد تک موخر کر کے ﴿لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ ”تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا“ یعنی انھیں جلد عذاب دے دیا جاتا بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ جب وہ آجائے گا تو اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔ ﴿وَاللَّهُمَّ لَقِيَ شَكَّ مِنْهُ مُرِيبٌ﴾ ”اور بے شک وہ البتہ اس (قرآن) کے متعلق اضطراب میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں،“ یعنی ان کا قرآن کی تکذیب کرنا کسی بصیرت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں بھی انھیں شک ہے اور اپنی حالت کے بارے میں بھی انھیں یقین نہیں۔ ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں۔ ^③

تفسیر آیت: 46

ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ﴾ ”جو نیک کام

اَلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ مِّنْ اَكْبَامِهَا وَمَا تَحْصِلُ مِنْ اُنْثٰى

قیامت (کے آنے) کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اور جو بھی پھل اپنے شگونوں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے (سب کچھ) اللہ

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ ط وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ اَيْنَ شُرَكَائِيَ لَا قَالُوْا اِذْ لَكَ مَا مِمَّا مِّنْ

کے علم میں ہے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں (کہ آج) ہم میں سے کوئی بھی (شرک

شَهِيدٌ ۚ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُدْعَوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾

کا) گواہ نہیں ۴۷ اور ان سے وہ گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے، اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ۴۸

کرے گا تو وہ اس کے اپنے ہی لیے ہے، یعنی اس کے نیک عمل کا نفع اسی کے لیے ہوگا۔ ﴿وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلِيَهَا ط﴾ ”اور جس نے برا (کام) کیا تو (اس کا ضرر) اسی پر ہے، یعنی برے اعمال کا وبال اسی پر لوٹے گا۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ۴۸ ”اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، یعنی وہ کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا اور جنت قائم کرنے اور رسول کو بھیجنے کے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیتا۔

تفسیر آیات: 47، 48

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط﴾ ”اسی (اللہ) کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے، یعنی اس کے سوا اسے اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سید البشر حضرت محمد ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے، جو فرشتوں کے سرداروں میں سے ہے، اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا کہ [مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ”اس کے بارے میں جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ ۴۸ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنتَهٰهَا ط﴾ (الزمر: 79) ”آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّيْ ط لَا يُجَلِّيْهَا لَوْفَتِهَا اِلَّا هُوَ ط﴾ (الأعراف: 187) ”اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ مِّنْ اَكْبَامِهَا وَمَا تَحْصِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ ط﴾ ”اور نہ تو پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اسی کے علم سے، یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، آسمان اور زمین میں ذرہ بھر کوئی شے بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرْدَةٍ اِلَّا بِعِلْمِهِ ط﴾ (الأنعام: 59) ”اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْصِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا يَخْصِيْصُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَرْدَادُ ط وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ۝﴾ (الرعد: 8) ”اللہ ہی اس سے واقف ہے جو ہر عورت (اپنے پیٹ میں) اٹھاتی ہے اور جو رحم کم کرتے ہیں اور جو اضافہ کرتے ہیں (اس سے بھی واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک

لَا يَسْمُرُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ز وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَعْوُسْ قَنُوطٌ ④٩ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ

انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے ④٩ اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے، اس کے بعد اگر

رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرْأٍ مَسْتَهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي ۖ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً لَا

ہم اسے اپنی رحمت (کامزہ) چکھائیں تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے ہی لیے ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر مجھے میرے رب کی

وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۖ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِسَاءِ عَمَلِهِمْ

طرف لوٹایا گیا تو بلاشبہ اس کے پاس میرے لیے بھلائی ہی ہوگی، چنانچہ ہم ان کافروں کو ضرور بتائیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے، اور ہم انہیں سخت

وَلَنَذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ⑤٠ وَإِذَا أُنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأٰ بِجَانِبِهِ ۖ

عذاب (کامزہ) ضرور چکھائیں گے ⑤٠ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے، اور کنارہ کش ہو جاتا ہے، اور جب اسے تکلیف

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ⑤١

پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے ⑤١

اندازہ مقرر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا يَعْصِرُ مِنْ مَّعْبَرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ ط إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ ①

(فاطر 11:35) ”اور نہ کسی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا)

ہے، بے شک یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔“ ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ﴾ ”اور جس دن وہ انہیں پکارے گا

(اور کہے گا) کہ میرے شریک کہاں ہیں؟“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے مشرکین سے کہے گا کہ کہاں

ہیں میرے وہ شریک جن کی میرے ساتھ تم پوجا کرتے تھے؟ ﴿قَالُوا أَذَلُّكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ﴾ ”تو وہ کہیں گے کہ

ہم تجھ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی (شرک کا) گواہ نہیں، یعنی ہم میں سے کوئی بھی آج اس بات کی گواہی نہیں

دے گا کہ تیرا کوئی شریک ہے۔“ ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور جنہیں پہلے وہ (اللہ کے سوا) پکارا کرتے

تھے سب ان سے گم ہو جائیں گے۔“ وہ چلے جائیں گے اور ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ ﴿وَكَلْبُوا مَا لَهُمْ مِنْ مُجِيبٍ﴾ ②

”اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں، یعنی مشرکین روز قیامت یہ گمان کریں گے اور یہاں گمان کا

لفظ یقین کے معنی میں ہے۔“ ﴿مَا لَهُمْ مِنْ مُجِيبٍ﴾ ”ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں،“ یعنی آج اللہ تعالیٰ کے

عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَأَى الْيُحُومُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُهَا وَلَمْ

يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝﴾ (الکھف 53:18) ”اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے

والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔“

تفسیر آیات: 49-51

تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے رب سے مالی، جسمانی صحت

اور خیر و بھلائی کے دیگر امور کے بارے میں دعا کرنے سے اکتا تا نہیں۔ اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے، خواہ وہ فقر کی

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثَمَرٌ كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَضَلِّ مِمَّنْ هُوَ فِي

آپ کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو (حق کی) مخالفت میں دور

شَقَاقٍ بَعِيدٍ ⑤۲ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ

چلا جائے ⑤۲ جلد ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق (دنیا) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے، حتیٰ کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ بے شک

الْحَقُّ أَوْ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ⑤۳ إِلَّا إِنَّهُمْ فِي مَرِيَّةٍ مِّنْ

یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ بے شک آپ کا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟ ⑤۳ خبردار! بے شک وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں

لِقَاءِ رَبِّهِمْ إِلَّا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ⑤۴

ہیں۔ خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے ⑤۴

صورت میں ہو یا کسی اور مصیبت کی شکل میں۔ ﴿فَيَقُولُ قَوْلًا ۝﴾ ”تو انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے۔“ اور اس کے ذہن میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ اس برائی کے بعد اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ ﴿وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِمَّنْ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّسْتَنَّةٍ لِّيَقُولَنَّ هَذَا لِي ۝﴾ ”اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے اس کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے ہی لیے ہے۔“ یعنی تکلیف کے بعد اگر اسے بھلائی اور رزق کی فراوانی حاصل ہو تو کہتا ہے کہ اپنے رب کے پاس میں اسی بات کا مستحق تھا۔ ﴿وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۝﴾ ”اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔“ یعنی وہ قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتا ہے، تکبر، فخر اور کفر کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَافٍ ۝﴾ (العلق 7:6:96) ”ہرگز نہیں! انسان تو یقیناً سرکش کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے۔“ ﴿وَلَكِنْ نُجْعِلْهُ إِلَىٰ رَبِّهِ إِنْ لَّا يُغْنِي عَنْهُ كُفْرُهُ ۝﴾ ”اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ہاں بھلائی ہی ہوگی۔“ یعنی اگر قیامت برپا بھی ہوئی تو وہاں بھی میرا رب میرے ساتھ اچھا سلوک کرے گا جس طرح اس نے اس دنیا میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، یعنی یہ شخص عمل برا کرتا ہے اور یقین نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ سے امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَلَنَذِقَنَّهِنَّ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝﴾ ”پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ضرور انہیں بتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“ عذاب اور سزا کے بارے میں جس کا یہ عمل اور عقیدہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے سرزنش فرمائی ہے، پھر فرمایا: ﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأْبَاهُ بِهِ ۝﴾ ”اور جب ہم انسان پر احسان فرماتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے“ یعنی اطاعت سے اعراض کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے سے تکبر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتَوَلَّىٰ بُكْرًا ۝﴾ (الذّٰر 39:51) ”تو اس نے اپنی قوت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا۔“ ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَوَدَّ عَاثِيَ عَرِيضٍ ۝﴾ ”اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔“ ایک چیز کے بارے میں لمبے لمبے سوال کرنے لگتا ہے۔ کلام عریض اس کلام کو کہتے ہیں

جس کے الفاظ لمبے مگر معنی کم ہوں اور اس کے برعکس کلام وجیز اس کلام کو کہتے ہیں جو کم ہو اور مطلب واضح کرنے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا هَمَّسَ الْإِنْسَانُ دُعَانًا لِّجَنَّتِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ صُورَهُ مَوَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ صُورٍ مَّسْهُطٍ﴾ (یونس 12:10) ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے یا کھڑے ہوئے (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور اس طرح) گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔“

تفسیر آیات: 52-54

قرآن مجید کی صداقت کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہیں (اے محمد ﷺ!)“ قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے: ﴿أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانُوا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرُوا بِهِ﴾ ”کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو۔“ تو پھر اس ذات پاک کے پاس تمہارا کیا حال ہوگا جس نے اپنے رسول پر اس قرآن کو نازل فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ﴾ ”تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو (حق کی) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو،“ یعنی اس نے کفر، عناد اور حق کی مخالفت کی روش کو اختیار کر کے ہدایت سے دور رستے کو اختیار کر لیا ہو، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ﴾ ”ہم عنقریب انھیں اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے“، یعنی ہم ان کے سامنے ایسے خارجی دلائل و براہین کو ظاہر کر دیں گے جن سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ ﴿فِي الْأَفَاقِ﴾ ”اطراف عالم میں۔“ فتوحات اور تمام علاقوں اور تمام ادیان پر اسلام کے غلبے کی صورت میں۔ مجاہد، حسن اور سدی نے کہا ہے کہ خود ان کی ذات میں نشانوں سے مراد واقعہ بدر، فتح مکہ اور اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جن کا انھیں سامنا کرنا پڑا اور جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اور باطل اور اہل باطل کو ہزیمت و شکست سے دوچار کیا۔^① اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انسان غور کرے کہ اسے کس قسم کے مواد اور اخلاط سے مرکب کر کے کس طرح عجیب و غریب شکل و صورت میں پیدا کیا گیا ہے! جیسا کہ علم تشریح الابدان میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہ چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح انسان میں اچھے اور برے مختلف قسم کے جو اخلاق رکھے گئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی دلیل ہیں، نیز یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی تقدیر متصرف ہے کہ اپنی طاقت و قوت اور حیلہ و تدبیر کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتا۔

① تفسیر الطبری: 8/7/25 میں یہ بات سدی کے حوالے سے آئی ہے جبکہ مجاہد اور حسن بصری سے منقول یہ بات ہمیں نہیں ملی بلکہ الدر المنثور: 691/5 میں امام مجاہد سے ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ﴾ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ لوگ اپنے اسفار میں عاودہ و عود کے آثار دیکھتے تو کہتے: صَدَّقَ مُحَمَّدٌ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔“ اور ﴿فِي أَنْفُسِهِمْ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد بیماریاں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَ لَهُمَ اللَّهُ الْحَقُّ ۖ أَوَلَمْ يَكُنْ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٥٣﴾ ”یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ بے شک یہ (قرآن) حق ہے، (تمہیں) یہ کافی نہیں کہ بے شک آپ کا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال و اقوال پر بطور گواہ کافی ہے اور وہ اس بات کا بھی گواہ ہے کہ محمد ﷺ ان تمام امور میں سچے ہیں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو بتائے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَٰكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ﴾ (النساء 4: 166) ”لیکن اللہ نے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے۔“ ﴿أَلَا أَنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۖ﴾ ”خبردار! یہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں، یعنی قیامت کے برپا ہونے کے بارے میں انھیں شک ہے، اسی لیے اس کے بارے میں غور نہیں کرتے، نہ اس کے لیے عمل کرتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں بلکہ یہ لوگ قیامت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ اسے کوئی اہمیت دیتے ہیں، حالانکہ وہ یقیناً برپا ہونے والی ہے۔ اور اس کے وقوع پذیر ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور قیامت کا برپا کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، کچھ دشوار نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝٥٤﴾ ”خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ تمام مخلوقات اس کے حکم کے تحت ہیں، سب پر اسی کا قبضہ ہے، سب کچھ اس کے علم میں ہے، تمام مخلوقات میں اس کا حکم اور تصرف کا رفرما ہے، جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

سورہ حم سجدہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سُورَةُ شُورَى

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① عَسَقَ ② كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اللَّهُ الْعَزِيزُ

حکم ① عَسَقَ ② اللہ زبردست غالب و حکمت والا آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف، جو آپ سے پہلے تھے، اسی طرح وحی کرتا

الْحَكِيمُ ③ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ④ تَكَادُ

ہے ③ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ بلند مرتبہ، بڑی عظمت والا ہے ④ قریب ہے کہ آسمان

السَّمَوَاتِ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْبَلَّيْكَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ

(اللہ کی عظمت و جلال کے باعث) اپنے اوپر سے بھٹ جائیں، اور تمام فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اہل زمین

لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ط إِلَّا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑤ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ

کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔ خبردار! بلاشبہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑤ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسرے)

أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِیْظٌ عَلَيْهِمْ ط وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ⑥

کارساز بنا لیے ہیں، اللہ ان پر نگران ہے، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ⑥

تفسیر آیات: 1-6

وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت: حروف مقطعات کے بارے میں بحث آغاز میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَذَلِكَ

يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ③ ”اللہ غالب و دانا اسی طرح آپ کی طرف

(مضامین اور براہین) وحی کرتا ہے اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے (وحی بھیجتا رہا ہے۔) ”یعنی جس طرح اس نے تمہاری

طرف قرآن مجید نازل کیا اسی طرح اس نے تم سے پہلے انبیاء کی طرف بھی کتابوں اور صحیفوں کو نازل کیا تھا۔ ”اللہ

الْعَزِيزُ“ ”اللہ غالب ہے“ اپنا انتقام لینے میں۔ ”الْحَكِيمُ“ ”دانا ہے“ اپنے اقوال و افعال میں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے

سوال کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی طرف وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَحْيَانًا يَأْتِينِي

مِثْلَ صَلَٰصَلَةِ الْحَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيَقْصِمُ عَلَيَّ، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَال، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ

رَجُلًا فَيَكَلِّمُنِي، فَأَعْبَى مَا يَقُولُ] ”کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے، پھر وہ (فرشتہ) مجھ سے اس حال میں جدا ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے میں نے اسے یاد کر لیا ہوتا ہے۔ اور کبھی فرشتہ میرے پاس ایک آدمی کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ پر سخت سردی والے دن وحی نازل ہوتے ہوئے آپ کو دیکھا کہ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔^(۱) اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔^(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔“ یعنی سب اسی کے بندے، مملوک اور اسی کے غلبہ و تصرف کے تحت ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾^(۳) ”وہ عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿الْكَيْدُ الْمُتَعَالِ﴾ (الرعد 9:13) ”سب سے بزرگ اور عالی رتبہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سبا 34:23) ”اور وہی عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔“ اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ”قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ، سدی اور کعب احبار نے کہا ہے کہ اس کی عظمت کے خوف کی وجہ سے۔^(۴) ﴿وَالْمَلِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے اور جو لوگ زمین میں ہیں، ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔“ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا﴾ (المؤمن 7:40) ”جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گردا گرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾^(۵) ”خبردار! بے شک اللہ ہی خوب بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے فرشتوں کی دعا کو قبول فرمالیا اور شرف پذیرائی سے نوازا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ ”اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا لیے ہیں۔“ یعنی مشرکین نے۔ ﴿اللَّهُ حَقِيقٌ عَلَيْهِمْ﴾ ”اللہ ان پر نگہبان ہے۔“ یعنی وہ ان کے اعمال کو جانتا ہے اور انھیں شمار

① الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ماجاء في القرآن: 69/1، حديث: 484. ② صحيح البخاری، بدء الوحی،

باب كيف كان بدء الوحی.....، حديث: 2 و صحيح مسلم، الفضائل، باب عرق النبي ﷺ في البرد حين يأتيه الوحی،

حديث: (87)-2333. ③ تفسير الطبري: 1211/25.

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف ایک عربی قرآن وحی کیا، تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و پیش والوں کو ڈرائیں، اور آپ

الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ طَفْرِقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ⑦ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا بھڑکنے والی آگ میں ⑦ اور اگر اللہ

لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ط وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ

چاہتا تو بھینٹا ان (سب) کو ایک ہی امت کر دیتا، لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لیے نہ کوئی

مِنْ وَلِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ⑧

دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ⑧

کر کے اور گن گن کر رکھتا ہے اور ان کا وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔ ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾ ⑥ ”اور آپ ان پر دار و نعم نہیں ہیں۔“ یعنی آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کارساز ہے۔

تفسیر آیات: 7، 8

قرآن ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کی

طرف وحی نازل کی تھی اسی طرح ﴿أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ ”ہم نے آپ کے پاس قرآن عربی بھیجا ہے۔“ جو واضح،

جلی اور روشن ہے۔ ﴿لِّتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ﴾ ”تاکہ آپ ڈرائیں ام القریٰ کے رہنے والوں کو۔“ اس سے مراد مکہ ہے،

﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ”اور جو لوگ اس کے ارد گرد رہتے ہیں (ان کو بھی ڈرائیں)۔“ یعنی مشرق و مغرب کے تمام علاقوں کے

لوگوں کو۔ مکہ کو ام القریٰ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ تمام شہروں سے افضل ہے اور اس کی افضلیت کے بہت سے

دلائل ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس کی ایک مختصر مگر جامع دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد نے عبد اللہ بن عدی بن حمراء

زہری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ مکہ کے بازار میں حضورہ کے مقام پر

کھڑے تھے: [وَاللَّهِ! إِنَّكَ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أَخْرَجْتُ مِنْكَ

مَا خَرَجْتُ] ”اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ

پسندیدہ ہے اور اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا گیا ہوتا تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔“ ① ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں بھی اسی

طرح ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ②

﴿وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ﴾ ”اور تاکہ آپ (انھیں) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں۔“ ”جمع ہونے کے دن“ سے مراد

قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ ﴿لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ”جس میں

① مسند أحمد: 305/4. ② جامع الترمذی، المناقب، باب فی فضل مکة، حدیث: 3925 والسنن الکبریٰ

للنسائی، الحج، باب فضل مکة: 479/2، حدیث: 4252 و سنن ابن ماجہ، المناسک، باب فضل مکة، حدیث: 3108.

کچھ شک نہیں۔“ یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں، وہ دن یقیناً برپا ہونے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿فَرِيقٌ فِي الْحَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ (اس روز) ایک فریق بہشت میں (ہوگا) اور ایک فریق دوزخ میں۔“ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ (التغابن 9:64) ”جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے کے دن اکٹھا کرے گا یہی ہار جیت کا دن ہے۔“ یعنی اہل جنت، دوزخ والوں پر غالب ہو جائیں گے۔ اور جیسا کہ اس کے مانند یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَن خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَٰلِكَ يَوْمُ مَبْجُوعٍ ۖ لَهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمُ مَشْهُودٍ ۖ وَمَا تُؤْخَرُوكَ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدٍّ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِآذَنِهِ ۖ فَمِنْهُمْ شَقِيقٌ وَسَعِيدٌ﴾ (ہود 103-105) ”ان (قصوں) میں یقیناً اس شخص کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرے، عبرت ہے، یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک ہی تاخیر کر رہے ہیں جس روز وہ آجائے گا تو کوئی تنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔“

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هَٰذَا الْكِتَابَانِ؟] ”کیا تم جانتے ہو، یہ دو کتابیں کیا ہیں؟“ ہم نے عرض کی: نہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں پتہ نہیں، الا یہ کہ آپ ہمیں ان کے بارے میں بتادیں۔ آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: [هَٰذَا كِتَابُ مَنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِأَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَىٰ آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَضُ مِنْهُمْ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي يَسَارِهِ: هَٰذَا كِتَابُ أَهْلِ النَّارِ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَىٰ آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَضُ مِنْهُمْ أَبَدًا] ”یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور اب ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی، پھر رسول اللہ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ اہل دوزخ کی کتاب ہے، اس میں ان کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی۔“ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی کہ اگر یہ ایسا معاملہ ہے جس سے فارغ ہوا گیا ہے تو ہم عمل کس لیے کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سَدُّوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُحْتَمُّ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ عَمِلَ أَتَى عَمَلِي، وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ لَيُحْتَمُّ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنْ عَمِلَ أَتَى عَمَلِي] ”درست رہو اور قریب ہو جاؤ، اہل جنت کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا، خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسے بند کر کے فرمایا: [فَرَّغَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْعِبَادِ] ”تمہارا رب عزوجل بندوں سے فارغ ہو چکا ہے۔“ پھر آپ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے

بہت سی احادیث ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔“ یعنی ان سب کو یہ ہدایت پر جمع کر دیتا مگر اہی پر لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف بنا دیا جس کو چاہا حق کی ہدایت سے نوازا اور جس کو چاہا اس سے محروم کر دیا اور اس میں اسی کی حکمت اور حجت بالغہ کا فرما ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَلَكِنْ يَذَّخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ ”لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔“

تفسیر آیات: 9-12

اللہ تعالیٰ ہی کا رساز، حاکم اور خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنائے اور فرمایا ہے کہ وہی کا رساز برحق ہے کہ عبادت صرف اسی کی ذات پاک کی ہونی چاہیے، وہ مردوں کے زندہ کرنے اور ہر چیز پر قادر ہے، پھر فرمایا: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ ”اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔“ یعنی جن امور میں بھی تم اختلاف کرو اور یہ حکم تمام اشیاء کے بارے میں عام ہے۔ ﴿فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ ”اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔“ یعنی اس کے بارے میں اپنی کتاب اور اپنے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ فیصلہ فرمانے والا وہی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء: 59) ”اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔“ ﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبِّي﴾ ”یہی اللہ میرا پروردگار ہے۔“ یعنی وہ ہر چیز کا حاکم ہے۔ ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ ”میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“ یعنی میں تمام امور میں صرف اسی کی ذات پاک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ﴿فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا“ یعنی آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ﴿جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ ”اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔“ یعنی اس نے لطف و کرم فرماتے ہوئے تمہاری جنس سے تمہاری شکلوں کے مرد و عورت کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا﴾ ”اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔“ یعنی اس نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿يَذَرُوكمُ فِيهِ﴾ ”وہ تم کو اس میں پھیلاتا ہے۔“ یعنی وہ تمہیں اسی انداز سے پیدا فرماتا اور زمین میں مردوں اور عورتوں کی شکل میں پھیلاتا ہے اور یہ سلسلہ انسانوں اور حیوانوں میں مخلوق در مخلوق اور نسل در نسل چلا آتا ہے۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ”اس جیسی کوئی چیز نہیں۔“ یعنی تمام جوڑوں کو پیدا کرنے والی ذات کی طرح اور کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ یکتا و بے نیاز ذات ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ”اور وہ خوب سننے والا، خوب

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ

اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے (اے نبی!) آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا (تاکیدی)

إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَىٰ

حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم اس دین کو قائم رکھو اور تم اس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔ یہی بات تو مشرکین پر گراں گزرتی ہے جس

الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ

کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اللہ جسے چاہے اپنے لیے چن لیتا ہے، اور ہدایت اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ⑬ اور وہ لوگ

مَنْ يُنِيبُ ⑭ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ ۚ

اپنے پاس علم آ جانے کے بعد صرف باہمی بغاوت و سرکشی کے باعث فرقہ بندی کا شکار ہوئے، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مقرر

وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّفُضِّیَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ

وقت تک پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان (فرقہ بازوں) کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ جو لوگ ان کے بعد اس کتاب کے وارث

أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَنَنْفُكَنَّ مِنْهُ مَرْيَبٌ ⑮

بنائے گئے، وہ اس کے متعلق گجھک میں ڈالنے والے شک میں ہیں ⑮

دیکھنے والا ہے۔“ ﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔“ اس کی تفسیر

سورہ زمر میں گزر چکی ہے۔ ① جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہی متصرف اور حاکم ہے۔ ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ ”وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ اور رزق

کا فراخ یا تنگ کر دینا اس کی حکمت اور اس کے عدل تام پر مبنی ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ”بے شک وہ ہر چیز

سے خوب واقف ہے۔“

تفسیر آیات: 13، 14

تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے فرمایا ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾ ”اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی

(اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے پہلے رسول حضرت

نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر ان دونوں کے درمیان اولوالعزم

پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم۔ اس آیت کریمہ میں پانچوں اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر ہے

جیسا کہ سورہ احزاب کی درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ان کا ذکر ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ

نُوحٍ وَإِبْرٰهِيْمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (الأحزاب 33: 7) ”اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح

① دیکھیے الزمر، آیت: 63 کے ذیل میں۔

سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔“ وہ دین جسے تمام پیغمبر لے کر آئے تھے، یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الأنبياء 25:21) ”اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہذا میری ہی عبادت کرو۔“

اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ”انبیاءِ عِلّاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ ہیں اور دین ان کا ایک ہے۔“^① یعنی تمام انبیائے کرام میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے، گوان کی شریعتیں اور ان کے طریقے مختلف ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ط﴾ (المائدة 48:5) ”ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿أَنْ أَقْسِمُوا بِالَّذِينَ لَا تَنْتَفِرُ قُورَانِيَهُ ط﴾ ”کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو اتفاق اور اتحاد کا حکم دیا اور انتشار و اختلاف سے انھیں منع فرمایا تھا، اس کے بعد فرمایا: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ط﴾ ”جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان پر دشوار گزرتی ہے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ انھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں وہ ان پر بہت گراں گزرتی ہے اور یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ط﴾ ”اللہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔“ یعنی وہی ہے جو ہدایت کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے جو اس کا مستحق ہو اور جو راہ ہدایت پر ضلالت و گمراہی کو ترجیح دیتا ہے تو اس کے لیے وہ گمراہی ہی لکھ دیتا ہے۔

اختلاف کا سبب: اور اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا تَفْقَهُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ط﴾ ”اور (یہ لوگ) الگ الگ نہیں ہوئے مگر علم (حق) آپکنے کے بعد۔“ یعنی انھوں نے حق کے ان کے پاس پہنچنے اور حجت کے ان پر تمام ہونے کے بعد حق کی مخالفت اختیار کی اور اس کا سبب بجز سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ط﴾ ”اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لیے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پہلے سے مقرر نہ فرمایا ہوتا کہ وہ قیامت کے دن کے حساب تک بندوں کو مہلت دے گا تو وہ دنیا ہی میں جلدی سے انھیں عذاب کی گرفت میں لے لیتا۔ اللہ جل شانہ نے آگے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ ط﴾ ”اور بے شک جو لوگ ان کے بعد (اللہ کی) کتاب کے وارث بنائے گئے۔“ یعنی حق کی تکذیب کرنے والی پہلی نسل کے بعد آنے والی نسل۔ ﴿لَقَدْ شَاقَّ مِنْهُ مَرْيَبٌ ط﴾ ”وہ اس سے

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله: ﴿وَأَذْكُرِي الْكِتَابَ مَرْيَبًا﴾ (مریم 19:16)، حدیث: 3443

فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنْتُ

لہذا آپ اسی (دین) کی طرف (سب کو) بلائیں اور ثابت قدم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور کہہ دیجئے: اللہ

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمُ ۖ

نے جو کتاب بھی نازل کی ہے، میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہی ہمارا رب ہے اور

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ

تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ (روز قیامت)

وَالْيَهُ الْمَصِيرُ ۖ

ہم سب کو جمع کرے گا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۱۵

اضطراب میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔“ یعنی انھوں نے بھی یقین و ایمان کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ دلیل و برہان کے بغیر اپنے آباء و اجداد اور اپنے اسلاف کے مقلد ہیں اور وہ حیرت، شک و شبہ اور پرلے درجے کی مخالفت میں مبتلا ہیں۔

تفسیر آیت: 15

دس (10) اور احکام پر مشتمل آیت مبارکہ: یہ آیت کریمہ دس مستقل کلمات پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک کلمہ مستقل حکم ہے اور پہلے سے جدا ہے۔ اہل تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت کی نظیر صرف آیت الکرسی ہے کہ اس میں بھی دس فصل و کلمات ہیں جو ایک دوسرے سے الگ اور جدا جدا حکم رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلِذَلِكَ فَادْعُ﴾ ”لہذا اے محمد! اسی (دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا۔“ یعنی یہ دین جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور جس کا آپ سے پہلے ان تمام انبیاء و مرسلین کو حکم دیا تھا جن کی ایسی بڑی بڑی شریعتیں تھیں جن کی اتباع کی جاتی تھی، مثلاً: اولوالعزم اور دیگر پیغمبر، پس آپ اس دین کی طرف لوگوں کو بلائیں ﴿وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ﴾ ”اور جیسے آپ کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا۔“ یعنی آپ بھی اور آپ کی اتباع کرنے والے بھی، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ ”اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔“ یعنی مشرکین کی خواہشوں کی جنھوں نے ازراہ کذب و افتراء بتوں کی عبادت شروع کر رکھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ﴾ ”اور کہہ دیں کہ جو کتاب بھی اللہ نے نازل فرمائی ہے، میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔“ یعنی انبیاء کرام پر آسمان سے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ہم انبیاء میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾ ”اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں عدل کروں۔“ یعنی فیصلہ کرنے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ ﴿اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ”اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔“ یعنی وہی معبود حقیقی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، ہم اپنے اختیار سے اس کا اقرار کرتے ہیں اور اگر تم اپنے اختیار سے اس کا اقرار نہ بھی کرو تو کائنات کی ہر چیز اطاعت بجالاتے ہوئے اور اپنے اختیار سے اس معبود حقیقی کے آگے سجدہ ریز ہے۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں، اس کو تسلیم کر لیے جانے کے بعد، جھگڑا کرتے ہیں، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے،

رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿١٦﴾ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے، اور ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے ﴿١٦﴾ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور تراویح نازل کی،

وَالْمِيزَانَ ط وَمَا يَذْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو ﴿١٧﴾ جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں، اور جو لوگ

بِهَا ط وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ط وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ط أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ

ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ آگاہ رہو! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے

فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

ہیں، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں (جلا) ہیں ﴿١٨﴾

﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ط﴾ ”ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا)۔“ یعنی ہم تم سے بری

ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنْ كَذَّبُوا فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيغُونَ وَمِمَّا أَعْمَلُ

وَأَنَا بَرِيغٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾ (یونس 41:10) ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیں کہ مجھ کو میرے اعمال (کا

بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) تم میرے عملوں کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے عملوں کا جواب دہ نہیں

ہوں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ط﴾ ”ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی

کوئی جھگڑا نہیں۔ ﴿١﴾ سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق حکم جہاد نازل ہونے سے پہلے کے دور کے ساتھ ہے۔ ﴿٢﴾ اور یہ بات

قرین صواب معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اور جہاد سے متعلق آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ ﴿اللَّهُ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا﴾ ”اللہ ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ

يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَاتِحُ الْعَلِيمُ﴾ (سبا 26:34) ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے

درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا (اور) صاحب علم ہے۔“ ﴿وَالْيَهُ الْمَصِيرُ﴾ ﴿١٩﴾

”اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن اسی کے پاس لوٹ کر جانا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

تفسیر آیات: 16-18

دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ: جو لوگ ایمان والوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں سرزنش کرتے

ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ﴾ ”اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس

کے کہ اسے مان لیا گیا ہو، جھگڑتے ہیں۔“ یعنی وہ ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر لیک کہنے

والوں سے جھگڑتے ہیں تاکہ وہ انھیں بھی ہدایت کے اس رستے سے دور لے جائیں جسے انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿حَبَّطْنَاهُمْ دَاخِصَةً عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا (حجت) کمزور ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ جھگڑا (حجت) باطل ہے۔ ﴿وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ”اور ان پر (اللہ کا) غضب اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔“ یعنی قیامت کے دن انھیں شدید عذاب ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا کہ مومنوں نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو مان لیا تو انھوں نے مومنوں سے جھگڑا کیا تاکہ وہ انھیں ہدایت سے روک دیں اور یہ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ اے کاش! مومن پھر جاہلیت کی طرف لوٹ آئیں۔ ⁽¹⁾ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے مومنوں سے کہا کہ ہمارا دین تمھارے دین سے بہتر ہے، ہمارا نبی تمھارے نبی سے بہتر ہے اور ہم تم سے بہتر اور تمھاری نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ ⁽²⁾ حالانکہ وہ ان سب باتوں میں جھوٹے تھے۔

پھر فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ ”اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی۔“ یعنی جو کتابیں اس نے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں وہ سب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی ہیں۔ ﴿وَالْمِيزَانَ ط﴾ ”اور (عدل و انصاف کی) ترازو۔“ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدل و انصاف ہے۔ ⁽³⁾ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط﴾ (الحديد: 25-27) ”البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (توابع عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ط أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ط وَاقِفُوا الْأَوْتَازِنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَخْسِرُوا الْمِيزَانَ ط﴾ (الرحمن: 9-10) ”اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو سے تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔“

پھر فرمایا: ﴿وَمَا يَذُرُّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ط﴾ ”اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔“ اس میں ترغیب بھی ہے، ترہیب بھی اور دنیا سے بے رغبتی بھی۔ ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ط﴾ ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔“ یعنی کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ قیامت کب آئے گی؟ اور وہ یہ بات قیامت کی تکذیب کرتے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے اور کفر و سرکشی کی روش اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ط﴾ ”اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے سے ڈرتے اور خوف محسوس کرتے ہیں۔ ﴿وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ط﴾ ”اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ برحق ہے۔“ اور یقیناً برپا ہونے والی ہے، لہذا وہ اس کی تیاری کرتے اور اس کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ درجہ تو اترا تک پہنچی ہوئی سندوں سے کتب صحاح، سنن اور مسانید میں یہ حدیث مروی ہے جس کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے بہت بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ (19) مَنْ كَانَ يَرْيِدُ حَرْثَ

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہ خوب طاقتور، نہایت غالب ہے (۱۹) جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس

الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ يَرْيِدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَا لَهُ فِي

کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں

الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝ (20) أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ط

کوئی حصہ نہیں (۲۰) کیا ان کے لیے (اللہ کے سوا) شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا؟ اور اگر (وعدے کے

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ الْفَصْلُ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (21) تَرَى

دن) فیصلہ کرنے کی بات نہ ہوتی، تو ان کے درمیان یقیناً (فوری) فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالم لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے (۲۱) آپ ظالموں

الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ط وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي

کو دیکھیں گے وہ ان (ظالموں کی سزا) سے ڈر رہے ہوں گے جو انہوں نے کمائے جبکہ وہ (سزا) ان پر آ کر رہے گی، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے

رَوَضَتِ الْجَنَّةِ لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ (22)

نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (بے کچھ) ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بہت بڑا فضل ہے (۲۲)

سے کہا جبکہ آپ اپنے ایک سفر میں تھے کہ اے محمد (ﷺ)! رسول اللہ ﷺ نے قریب اسی کی آواز میں جواب دیا: [ہاؤم] ”یہ لو!“ اس نے کہا کہ قیمت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيُحَاكُ] ”إِنَّهَا كَائِنَةٌ فَمَا أَعَدَدْتَ لَهَا؟“ ”تجھ پر افسوس کہ یہ تو ہر حال میں برپا ہونے والی ہے مگر (سوال یہ ہے کہ) تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے جواب میں عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّيْتَ] ”تمہیں اسی کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تمہیں محبت ہوگی۔“ (۱)

دوسری حدیث میں آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے: [الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ] ”آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔“ (۲) یہ حدیث بھی یقیناً متواتر ہے، غرضیکہ آپ نے مسائل کو قیامت کے وقت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے قیامت کے دن کی تیاری کا حکم دیا۔ ﴿الَّذِينَ يَبْتَغُونَ فِي السَّاعَةِ﴾ ”خبردار! بے شک جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی اس کے وجود کے بارے میں جھگڑتے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿كَفَىٰ ضَلَالٍ

(۱) [وَيُحَاكُ]..... سے پہلا حصہ جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة.....، حدیث: 3535 عن صفوان بن

عسال اور مذکورہ حصہ مسند احمد: 283/3 و مسند ابی یعلیٰ: 34/6، حدیث: 3277 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری،

الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل، ویلک، حدیث: 6167 میں [وَيُحَاكُ] آیا ہے اور [وَيُحَاكُ] ہمیں نہیں ملا اور بعد والا حصہ صحیح

مسلم، البر والصلة.....، باب المرء مع.....، حدیث: 2639 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ (۲) صحیح البخاری، الأدب، باب

علامة الحب.....، حدیث: 6168 و صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب المرء مع من أحب، حدیث: (165)-2640

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یَعْبُدُ ۱۸ ”وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔“ یعنی واضح طور پر جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ جس ذات پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ مردوں کے دوبارہ زندہ کردینے پر تو بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ (الروم 30: 27) ”اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔“

تفسیر آیات: 19-22

دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس لطف و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ان سب کو رزق عطا فرماتا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی فراموش نہیں کرتا، خواہ کوئی نیک ہو یا بد جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِمَّنْ دَاۤءَبَتْ فِي الْأَرْضِ عَلَىٰ اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كُلُّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (ہود 6: 11) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سوچنا چاہتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“ اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ پھر فرمایا ہے: ﴿يَزِدُّنِي مَن يَشَاءُ ط﴾ ”وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔“ یعنی جس کو چاہتا ہے، اس کے رزق میں وسعت فرمادیتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝﴾ ”اور وہ قوی (اور) نہایت زبردست ہے۔“ کہ کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الْآخِرَةِ ۝﴾ ”جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو۔“ یعنی آخرت کے لیے عمل کرتا ہو۔ ﴿يُزِدْكَ فِي حَرْثِهِ ۝﴾ ”ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔“ یعنی وہ جس چیز کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہے ہم اسے تقویت و اعانت عطا کریں گے، اس کے عمل کو پروان چڑھائیں گے اور اس کے عمل صالح کا دس سے لے کر سات سو گنا تک اجر و ثواب عطا کریں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الدُّنْيَا ۝﴾ ”وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِّنْ نَّصِيبٍ ۝﴾ ”اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔“ اور جس کی سعی و کوشش اسی لیے ہو کہ وہ دنیا حاصل کر لے اور آخرت کی طرف اس کی بالکل کوئی توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے تو محروم کر دیتا ہے اور دنیا اگر چاہے تو عطا کر دے اور اگر نہ چاہے تو نہ عطا فرمائے، گویا اسے نہ دنیا ملتی ہے اور نہ آخرت اور اس طرح کا انسان دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ سورہ سبحان (بنی اسرائیل) کی درج ذیل آیات کے ساتھ مقید ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ ۝﴾ عَجَلًا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مِنْ مَّوْمِنًا ۝ مَذْهُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ ۝ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝ كَلَّا بُدَّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط وَلَا خِرَةَ الْكِبَرِ دَجِيتٍ وَ الْكِبَرُ تَفْضِيلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل 17: 21-22) ”جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے، جس میں وہ نفرین سن کر (اور اللہ کی درگاہ سے) راندہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

یہی (فصل) ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: میں تم سے

اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی ط وَمَنْ يَّقْتِرِفْ حَسَنَةً نّٰزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا ط اِنَّ اللّٰهَ

اس (مبلغ رسالت) پر کسی صلے کا سوال نہیں کرتا، مگر قربت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں)۔ اور جو شخص کوئی نیکی کماتا ہے تو ہم اس کے لیے اس میں

عَفْوٌ شَكُوْرٌ ۝۲۳ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَا اللّٰهُ يَخْتَمْ عَلَى قَلْبِكَ ط

بھلائی بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت قہر دان ہے ۲۳ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ سوا اگر اللہ چاہے تو

وَيَمْنَحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ط اِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴

آپ کے دل پر بھرا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سے ثابت کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ سینوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے ۲۴

ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو اور ان کو سب کو تمھارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمھارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔“

امام ثوری نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [بَشِّرْ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالرَّفْعَةِ وَالذِّينِ وَالنَّصْرِ وَالتَّمَكِّيْنَ فِي الْأَرْضِ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلٌ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا، لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ] ”اس امت کو عظمت، رفعت، مذہب (اسلام)، نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو، پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔“ ①

بندوں کی دین سازی شرک ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ

بِہِ اللّٰهُ ۙ ﴾ ”کیا ان کے وہ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔“ یعنی اللہ

تعالیٰ نے آپ کے لیے جس دین مستحکم کو مقرر کیا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حلال و حرام میں وہ ان ضابطوں کی پیروی

کرتے ہیں جنھیں ان کے شیاطین جن و انس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، مثلاً: بحیرہ، سائبہ، و صیلہ اور حام کو حرام قرار دیتے

اور مردار، خون اور جوئے کو حلال سمجھتے تھے، وہ اس طرح کی بہت سی ایسی ضلالتوں اور باطل جہالتوں میں مبتلا تھے جن کی وجہ

سے انھوں نے اپنے دور جاہلیت میں حلال و حرام کے ضابطے، عبادت کے باطل طریقے اور کئی طرح کی فاسد باتیں ایجاد

کر رکھی تھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ بَنَ قَمْعَةً..... يَجُرُّ قُضْبَهُ فِي النَّارِ] ”میں نے عمرو بن لُحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو آتش (دوزخ) میں کھینچ رہا تھا۔“ ② یہ شخص تھا جس نے سب

سے پہلے سائبہ کی رسم کو ایجاد کیا، یہ خزانہ کے بادشاہوں میں سے ایک تھا، اس نے ان اشیاء کو پہلی دفعہ ایجاد کیا اور اسی نے

① مسند أحمد: 134/5. مزید دیکھیے صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذکر وصف إشراك المرأة.....: 132/2،

حدیث: 405. ② صحیح البخاری، المناقب، باب قصة خزاعة، حدیث: 3521.

قریش کو بتوں کی عبادت پر لگا دیا تھا۔ لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَبَّحَهُ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ اور اگر فیصل شدہ بات نہ ہوتی تو یقیناً ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ ”یعنی اگر روز قیامت تک مہلت دینا لکھ نہ دیا گیا ہوتا تو انھیں جلد سزا دے دی جاتی۔ ﴿وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔“ جو جہنم میں ان کے لیے شدید ترین درد کا باعث ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

میدان حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا﴾ ”آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے۔“ یعنی میدان حشر میں۔ ﴿وَهُوَ وَاَقِيعٌ بِهِمْ﴾ ”اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا۔“ یعنی جس عذاب سے یہ ڈرتے تھے وہ لامحالہ ان پر آن پڑے گا اور روز قیامت ان کا یہی حال ہوگا کہ یہ شدید ڈر اور خوف میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ أَلْبَنَةٍ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے، ان کے رب کے پاس ان کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے۔“ تو مشرکین کو ان سے کیا نسبت؟ یعنی جو میدان حشر میں ذلت و رسوائی اور اپنے ظلم کے باعث خوف میں مبتلا ہوں گے، ان میں اور ان میں کیا نسبت جو بہشت کے باغوں میں ہوں گے، جہاں ان کے لیے ان کی پسند کے مطابق کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں میسر ہوں گی، عالی شان محلات، خوشنما مناظر، حسین و جمیل حوریں اور لذت و عیش کے ایسے سامان ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ ”یہی بڑا فضل ہے۔“ یعنی یہ ہے عظیم کامیابی اور کامل و اکمل و مکمل بے پایاں نعمت!

تفسیر آیات: 23، 24

اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور اعمال صالحہ بجالانے والے بندوں کے لیے بہشت کے باغات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”یہی وہ (انعام) ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔“ اور یہ انعام انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اس لیے کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے انھیں بشارت دی ہے۔

﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ کا مفہوم: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ ”کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قربت کی وجہ سے محبت (تو چاہیے)۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! کفار قریش کے ان مشرکین سے یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام پہنچانے اور تم سے ہمدردی و خیر خواہی کرنے پر میں تم سے یہ سوال نہیں کرتا کہ مجھے مال دو بلکہ میں تو تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے شر کو تم مجھ سے روک لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دوں، اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو مجھے ایذا بھی نہ دو کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان آخر قربت تو ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کی) برائیوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے جانتا ہے ②۵ اور وہ ان لوگوں

تَفْعَلُونَ ②۵ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ط

کی (دعا) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور وہ انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے، اور کافروں کے لیے بہت سخت عذاب

وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ②۶ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ

ہے ②۶ اور اگر اللہ اپنے (تمام) بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں ضرور سرکشی کرتے، لیکن وہ اس انداز سے (رزق) نازل کرتا ہے

وَلَكِنْ يَنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ط إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ②۷ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ

جتنا چاہتا ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ②۷ اور وہی ہے جو لوگوں کے نامید ہو جانے کے بعد بارش

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ط وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ②۸

نازل کرتا ہے، اور وہ اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، اور وہی کارساز، تعریف کیا ہوا ہے ②۸

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿إِلَّا الْمَدَّةُ فِي الْغُرُبِ ط﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد آل محمد ﷺ کی قربات ہے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: تم نے جواب دینے میں جلدی کی، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی قریش کی ہر شاخ کے ساتھ قربات تھی، اس لیے حکم ہوا کہ آپ ان سے یہ فرمادیں کہ ﴿إِلَّا أَنْ تَصَلُّوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ﴾ اور انہیں تو تم میرے اور اپنے درمیان رشتے داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا ثبوت دو۔“ اسے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں)۔ ① امام احمد نے اسے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَفْكَرْ فِي حَسَنَةٍ نَّوْدَلْهُ فِيهَا حَسَنًا ط﴾ ”اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں حسن بڑھائیں گے۔“ یعنی جو نیک عمل کرے گا ہم اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يَّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾ (النساء 40: 40) ”بے شک اللہ (کسی پر) ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوچند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔“ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ شَكُورٌ ۝﴾ ”بے شک اللہ بخشنے والا، قدر دان ہے۔“ یعنی وہ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا اور تھوڑی سی نیکیوں کو بہت زیادہ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا، انھیں معاف کرتا، نیکیوں کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا اور اپنے بندوں کے اعمال صالحہ کی قدر دانی فرماتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید: اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ ۖ ﴿٤٢﴾ ”کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اگر اللہ چاہے تو (اے محمد!) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔“ یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں جیسا کہ یہ جاہل گمان کرتے ہیں، ﴿يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ ۖ﴾ ”(تو اللہ) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔“ یعنی آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اس نے آپ کو جو قرآن دیا ہے وہ آپ سے سلب کر لے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝﴾ (الحاقة 44-47) ”اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالالتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے تو تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“ یعنی ہم ان سے شدید انتقام لیتے اور کوئی انسان بھی اس بات پر قادر نہ ہوتا کہ ان سے انتقام کو روک دیتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُحِثُّ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ ۖ﴾ ”اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔“ یعنی وہ اپنے دلائل و براہین کے ساتھ حق کو ثابت اور واضح کر دیتا ہے۔ ﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝﴾ ”بے شک وہ سینوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔“ یعنی وہ سینوں کے بھیدوں اور ان میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 25-28

اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب وہ اس کی طرف توبہ اور رجوع کریں تو وہ ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا اور اپنے کرم اور حلم سے انھیں معاف فرماتا، ان سے درگزر فرماتا، ان کی پردہ پوشی فرماتا اور انھیں بخش دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝﴾ (النساء 4: 110) ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو خوب بخشنے والا (اور) نہایت مہربان پائے گا۔“ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَللَّهِ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ، حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ، مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَأَنْفَلَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيْسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاصْطَبَحَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيْسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اللَّهُمَّ! أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأْتُ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ] ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔ اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری جنگل میں تھی اور وہ اس سے گم ہو گئی اور اسی پر اس کا کھانا پینا تھا، وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آکر اس کے سائے میں لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا تھا، اسی حالت میں تھا کہ اچانک سواری اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی، اس نے اس کی مہار پکڑی اور فرط مسرت سے کہنے لگا: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، فرط مسرت کے باعث اس نے غلطی سے یہ کہہ دیا۔“ صحیح مسلم میں یہ

حدیث بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہے۔^①

امام زہری رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ ”اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔“ کے بارے میں روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَلَّهِ أَشَدُّ فَرْحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يَخَافُ أَنْ يَقْتُلَهُ مِنَ الْعَطَشِ] ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گم شدہ سواری کو اس جگہ پالے، جہاں اسے یہ خدشہ ہو کہ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔“^② اور ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرتا اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر انھوں نے یہی آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ ”اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور قصور معاف فرما دیتا ہے۔“^③ یعنی مستقبل میں وہ توبہ قبول فرماتا اور ماضی میں کیے ہوئے قصور معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾^④ ”اور جو تم کرتے ہو وہ (سب) جانتا ہے۔“ یعنی تم جو کچھ کرتے ہو، کہتے ہو وہ سب جانتا ہے اور اس کے باوجود جو توبہ کرے اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔“ سدی کہتے ہیں کہ ”يَسْتَجِيبُ لَهُمْ“ ان کی دعا قبول کرتا ہے، کے معنی میں ہے۔^⑤ اور ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جواب دے لیے، اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ اسے قبول فرما لیتا ہے۔^⑥ ﴿وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔“ یعنی وہ نہ صرف ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا بلکہ انھیں اپنے پاس سے اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔ قتادہ نے ابراہیم نخعی سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ ان کے بھائیوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے اور ﴿وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے بھائیوں کے بھائیوں کے بارے میں بھی شفاعت قبول کرے گا۔^⑦ ﴿وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ”اور جو کافر ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔“ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے مومنوں اور انھیں حاصل ہونے والے بے پایاں اجر و ثواب کا ذکر کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کا اور روز قیامت انھیں پہنچنے

① صحیح مسلم، التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها، حدیث: (3)-2744. ② تفسیر عبدالرزاق: 162/3،

رقم: 2738، مزید دیکھیے السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ :

453/6، حدیث: 11475. ③ تفسیر الطبری: 38/25. ④ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ﴿يَسْتَجِيبُ﴾ فعل کے فاعل کے بارے

میں اختلاف ہے، بعض نے اس کا فاعل ﴿الَّذِينَ آمَنُوا﴾ بتایا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں نے اللہ کی بات قبول

کر لی۔ اور بعض نے ﴿يَسْتَجِيبُ﴾ کا فاعل ضمیر جو اللہ کی طرف راجع ہے، بتایا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں

کی دعا قبول کرتا ہے۔ سدی کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں، اس لیے وہ اس فعل کے بعد صلا لام لائے ہیں

جس سے ترتیب کلام اسی طرح بنتی ہے: ﴿يَسْتَجِيبُ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اللہ ایمان والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔“ (ع-و). ⑤ تفسیر

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَى جَعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو بھی چلنے پھرنے والے اس نے ان دونوں میں پھیلارکھے ہیں، اور وہ جب بھی

قَدِيرٌ ۚ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝۳۰

چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے ۳۰ اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے)، اور بہت سی باتوں

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۳۱

سے تو وہ درگزر ہی فرماتا ہے ۳۱ اور تم (اے) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور تمہارے لیے اللہ کے سوانہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار ۳۱

والے شدید اور دردناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

رزق کی عدم فراخی میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور اگر اللہ

اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔“، یعنی اگر انہیں ان کی ضرورت سے زیادہ رزق دیتا،

تو تکبر اور فخر و غرور کے باعث وہ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی اور سرکشی کرنے لگتے۔ ﴿وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ

يَعْبَادُهُ حَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝۲۷﴾ ”اور لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے

خوب خبردار ہے، خوب دیکھنے والا ہے۔“، یعنی وہ انہیں اس قدر رزق عطا فرماتا ہے جس میں ان کی بہتری دیکھتا ہے اور وہ اس

بات کو خوب جانتا ہے تو جو دولت کا مستحق ہوتا ہے اسے دولت عطا فرمادیتا اور جو فقر کا مستحق ہوتا ہے، اسے فقیر کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا﴾ ”اور وہی تو ہے جو ان لوگوں کے ناامید ہو جانے

کے بعد مینہ برساتا ہے۔“، یعنی جب لوگ بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت بارش نازل فرماتا ہے

جبکہ انہیں اس کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَأَن كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَكِبْلِيسِينَ ۝۴۰﴾

(الروم 49:30) ”اور یقیناً وہ (لوگ) ان پر بارش کیے جانے سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔“، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَنْشُرُ

رَحْمَتَهُ ۚ﴾ ”اور اپنی رحمت (بارش کی برکت) پھیلا دیتا ہے۔“، یعنی اس ملک اور اس علاقے کو اپنی رحمت عام سے ڈھانپ لیتا

ہے۔ امام قتادہ نے کہا کہ ہمارے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! بارش

نازل نہیں ہوئی اور لوگ مایوس ہو چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بارش ضرور نازل ہوگی اور پھر انہوں نے اس آیت کریمہ

کی تلاوت فرمائی: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ﴾ ”اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید

ہو جانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔“، یعنی وہ اپنی مخلوق کے لیے وہ تصرف کرتا ہے جو دنیا و آخرت میں

ان کے لیے نافع ہو۔ اور وہ جو بھی اندازہ مقرر فرماتا اور جو کام بھی کرتا ہے اس کے انجام کے اعتبار سے وہ قابل ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 29-31

آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ ”اور اسی کی

وَمَنْ آيَتْهُ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۚ (32) إِنَّ يَشَأْ يُسْكِنَ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ رَوَاكِدَ عَلَى

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں (چلنے والے) پہاڑوں جیسے جہاز (اور کشتیاں) ۳۲ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے، پھر وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر

ظہرہ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۚ (33) أَوْ يُوقِفَهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ

کھڑے رہ جائیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً ہر صابر و شاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں ۳۳ یا وہ (چاہے) انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے، اور (چاہے)

كَثِيرٍ ۚ (34) وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ۚ (35)

(تو) بہت سوں سے درگزر کرے ۳۴ اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ۳۵

نشانوں میں سے ہے۔“ جو اس کی عظمت و عظیم قدرت اور زبردست سلطنت پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾

”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں۔“ یعنی جو آسمانوں اور زمین میں

پیدا فرما رکھے ہیں۔ ﴿مِنْ دَابَّةٍ﴾ ”چلنے والے۔“ اور یہ لفظ فرشتوں کو بھی شامل ہے اور یہ مختلف شکلوں، رنگوں، بولیوں،

طبیعتوں، جنسوں اور قسموں کے تمام انسانوں، جنوں اور باقی تمام حیوانات کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین

کے مختلف گوشوں میں پھیلا رکھا ہے۔ ﴿وَمَوْ﴾ ”اور وہ۔“ اس سب کچھ کے باوجود ﴿عَلَىٰ جَنُوحِهِمْ إِذْ أَتَاهُمْ قَدِيرٌ﴾

”جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر خوب قادر ہے۔“ یعنی قیامت کے دن وہ اگلوں، پچھلوں اور تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان

میں جمع فرمائے گا جنہیں پکارنے والا آواز سنائے گا اور وہ سب نظر کے سامنے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مبنی

برعدل وحق فیصلہ فرمائے گا۔

مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ آيَاتُنَا﴾ ”اور جو

مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے (ہوتی ہے)۔“ یعنی لوگو تمہیں جو مصیبتیں بھی پہنچیں یہ

تمہارے ہی گزشتہ گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ ﴿وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ ”اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔“ یعنی وہ

تمہارے بہت سے گناہوں کی تمہیں سزا نہیں دیتا بلکہ تمہیں معاف کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ يَؤُودُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا

كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظُهُرِهِمْ دَابَّةٌ﴾ (فاطر 35:45) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو روئے زمین

پر کسی بھی چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔“ اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا

يُصِيبُ (الْمُؤْمِنَ) مِّنْ نَّصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ..... حَتَّى الشُّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کو جو تکلیف، دکھ، غم اور حزن پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس

کے گناہ معاف فرما دیتا ہے..... حتیٰ کہ چھیننے والے کانٹے کو بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“ ① اور امام احمد رحمہ اللہ نے

① صحیح البخاری، المرضی، باب ماجاء فی کفارة المرض، حدیث: 5641، 5642۔ پہلی تفسیر والے الفاظ اس حدیث

کے سیاق میں نہیں ملے جبکہ دوسری تفسیر والے لفظ صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض

أو حزن.....، حدیث: 2573 عن أبی سعید الخدری وأبی هریرة ؓ میں ہے، اور دیکھیے مسند أحمد: 303/2۔

فَمَا أُوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّعُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقَىٰ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

چنانچہ تمہیں جو بھی شے دی گئی ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا (حقیر سا) سامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر اور بہت پائیدار

وَعَلٰی رَبِّهٖمۡ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ

ہے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، اور جب غصہ آئے

يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهٖمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا

تو وہ معاف کر دیتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب (کے حکم) کو مانا اور نماز قائم کی، اور ان کا (ہر) کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے، اور ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ يَنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

انہیں جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ بس بدلہ لیتے ہیں ﴿۳۹﴾

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [مَآ مِّنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ فِي جَسَدِهِ يُؤْذِيهِ، اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ] ”مومن کو اس کے جسم میں ایذا دینے والی جو چیز بھی پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“ ﴿۱﴾ اور امام احمد ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ، اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِالْحَزَنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ] ”جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور اس کے پاس ان کا کفارہ بننے والی کوئی چیز نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے غم و حزن میں مبتلا فرما دیتا ہے تاکہ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔“ ﴿۲﴾

تفسیر آیات: 32-35

سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس میں اس کے حکم سے جہاز چلیں، وہ جہاز جو گویا پہاڑوں کے مانند ہیں۔ یہ مجاہد، حسن، سدی اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ جہاز سمندر میں ایسے ہیں جیسے خشکی میں پہاڑ ہیں۔ ﴿۱﴾ اِنْ يَشَاءُ يُسْكِنِ الرِّيحَ ﴿۲﴾ ”اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔“ یعنی اس ہوا کو جو سمندروں میں کشتیوں کو چلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اسے ساکن کر دے اور کشتیاں حرکت بھی نہ کر سکیں بلکہ ساکن ہو کر کھڑی رہ جائیں اور کہیں بھی آجانہ سکیں بلکہ سطح آب پر کھڑی رہ جائیں۔ ﴿۳﴾ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۴﴾ ”بے شک تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لیے ان (باتوں) میں اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔“ یعنی ان کے لیے جو مشکلات میں صبر کرتے اور اس بات پر اس کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے سمندر کو مسخر کر دیا اور اس میں ان کی ضرورت کے مطابق ہوا چلا دی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی نعمتوں کی نشانیاں ہیں جو مشکلات میں صبر کرتے اور خوش حالی میں اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ﴿۵﴾ اَوْ يُؤَيِّتُھُنَّ

① مسند أحمد: 98/4، ② مسند أحمد: 157/6، یہ حدیث لیث بن ابوسلمہ کی وجہ سے سداضعیف ہے۔ ③ تفسیر

”يَا اِنَّ كَے اَعْمَالِ كَے سَبَبِ اَنْ كُوتَبَاهُ كَرُدَے۔“ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کشتیوں اور جہاز والوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دے، یعنی ان لوگوں کو جو اس پر سوار ہوتے ہیں ﴿وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ﴾ ”اور بہت سے قصور معاف کر دے۔“ یعنی ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اگر وہ ان کے تمام گناہوں کی پاداش میں انھیں پکڑے تو سمندر میں سوار ہر شخص کو ہلاک کر دے۔

بعض علمائے تفسیر نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اَوْ يُوقِفَهُنَّ بِمَا كَسَبْنَ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو نہایت تند و تیز ہوا بھیج دے جو کشتیوں کو پکڑے اور انھیں سیدھا چلنے کے بجائے دائیں یا بائیں طرف اس طرح ڈگمگا دے کہ وہ کسی مطلوب رستے اور مقصود جہت کی طرف نہ چل سکیں۔ یہ قول کشتیوں کی ہلاکت کو متضمن ہے اور پہلے جملے کے ساتھ یہ معنی مناسبت رکھتے ہیں اور وہ جملہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا ساکن کر دے اور کشتیاں کھڑی رہ جائیں یا ہوا کو اس قدر تیز کر دے کہ کشتیاں بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگیں اور تباہ ہو جائیں لیکن یہ اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ ہوا کو بقدر ضرورت بھیجتا ہے جیسا کہ وہ بارش کو بھی بقدر کفایت نازل فرماتا ہے کیونکہ اگر وہ بہت زیادہ بارش نازل فرما دے تو عمارتیں تباہ و برباد ہو جائیں اور اگر وہ بہت کم نازل فرمائے تو فصلیں اور پھل پیدا نہ ہوں۔ حتیٰ کہ وہ بلاد مصر جیسے علاقوں میں دوسرے علاقوں سے مہر اور دریا کا پانی لاتا ہے کیونکہ انھیں بارش کی حاجت نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ یہاں بارش نازل فرمائے تو اس سے عمارتیں تباہ ہو جائیں اور دیواریں گر جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ قٰمِعٍ﴾ ”اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔“ اور وہ ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے کیونکہ وہ ہماری قدرت کے تحت مقہور و مغلوب ہیں۔

تفسیر آیات: 36-39

اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے مستحق لوگوں کی صفات: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی اس کی زیب و زینت اور اس کی فانی نعمتوں کے حقیر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّعْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ”(لوگو) تو جو مال و متاع تم کو دیا گیا ہے، وہ دنیوی زندگی کا (نپا سیدار) فائدہ ہے۔“ لہذا تم دنیا جس قدر بھی حاصل کر کے جمع کر لو تو اس پر غور نہ کرو کیونکہ وہ دنیا کی زندگی کا مال و متاع ہے اور دنیا حقیر، فانی اور بقیعاً بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ ﴿وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ ”اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا ثواب دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہ ابدی اور سرمدی ہے، لہذا تم فنا ہو جانے والی چیز کو باقی رہنے والی پر ترجیح نہ دو، اسی لیے فرمایا: ﴿لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔“ یعنی جنھوں نے صبر کیا اور دنیا کی لذتوں کو ترک کر دیا۔ ﴿وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ”اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔“ تاکہ ادائے واجبات اور ترک محرمات پر صبر کے لیے ان کی مدد کرے۔

پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ﴾ ”اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلاشبہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ﴿٤٠﴾ اور البتہ

وَلَكِنْ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ

جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے، تو ایسے لوگوں پر کوئی (لامت کی) راہ نہیں ﴿٤١﴾ (لامت کی) راہ تو بس ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم

يُظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَكِنْ

کرتے اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿٤٢﴾ اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو بلاشبہ

صَابِرٌ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿٤٣﴾

یہ صبر کے کاموں میں سے ہیں ﴿٤٣﴾

4
14
5

پرہیز کرتے ہیں۔“ گناہ اور بے حیائی کے کاموں کے بارے میں بحث قبل ازیں سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔ ﴿١﴾ **وَأُولَٰئِكَ مَاعَصِبُوا لَهُمْ يَغْفِرُونَ ﴿١٧﴾**” اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔“ یعنی ان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، ان سے انتقام نہیں لیتے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حرمت کی بے حرمتی کی جا رہی ہو تو پھر آپ ضرور انتقام لیتے تھے۔ ﴿٢﴾

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ ﴿١﴾” اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔“ یعنی اس کے رسولوں کی اتباع، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرتے ہیں۔ **﴿٢﴾ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ﴿٢﴾**” اور نماز قائم کرتے ہیں۔“ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کی جانے والی عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ **﴿٣﴾ وَأَمَرَهُمْ شُرَىٰ بَيْنَهُمْ ﴿٣﴾**” اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔“ یعنی وہ کسی کام کا اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتے یہاں تک کہ آپس میں مشورہ کر لیں اور جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں ایک دوسرے کی آراء سے مدد لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم دیتے ہوئے فرمایا: **﴿٤﴾ وَشَاوْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴿٤﴾** (ال عمران 159:3) ”اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کیا کریں۔“ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں تسکین قلوب کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے وار کے بعد جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم پر مشتمل چھ افراد کی ایک مشاورتی کمیٹی کو معالطہ کا اختیار سونپ دیا تاکہ آپ کے بعد وہ مسلمانوں کے لیے خلیفہ کا فیصلہ کرے۔ مشاورت کے بعد اس کمیٹی اور تمام صحابہ کرام کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿٥﴾ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥﴾**” اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے

﴿١﴾ دیکھیے الأعراف، آیت: 33 کے ذیل میں۔ ﴿٢﴾ صحیح البخاری، الأدب، باب قول النبی ﷺ: ﴿يَسْرُوا وَلَا تَعْسُرُوا﴾،

حدیث: 6126 عن عائشة ؓ

خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی اللہ کی مخلوق میں سے جو درجہ بدرجہ ان کے زیادہ قریب ترین ہوتے ہیں، ان پر وہ خرچ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾ (19) ”اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (و تعدی) ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔“ یعنی جو ان پر ظلم و زیادتی کرے، اس سے بدلہ لینے کی بھی ان میں قوت و طاقت ہے اور وہ عاجز و درماندہ نہیں ہیں بلکہ ظالموں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہیں، اس قدرت و قوت کے باوجود وہ معاف بھی کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يُعْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ﴾ (یوسف 92:12) ”آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب و ملامت نہیں ہے، اللہ تم کو معاف کرے۔“ حالانکہ یوسف علیہ السلام کو قدرت تھی کہ آپ ان کا مواخذہ کرتے اور ان سے اسی طرح کا سلوک کرتے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ان اسی 80 آدمیوں کو معاف فرمادیا تھا جنھوں نے حدیبیہ کے سال جبلِ تنعیم سے اتر کر آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا مگر آپ کو جب ان پر دسترس حاصل ہوئی تو قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہ لیا بلکہ انھیں معاف فرمادیا۔⁽¹⁾ اسی طرح آپ نے غوث بن حارث کو بھی اس وقت معاف فرمادیا جب آپ سو رہے تھے اور اس نے آپ کی تلوار سونت کر آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، آپ بیدار ہو گئے اور آپ نے اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار دیکھی تو اسے ڈانٹا، اس نے تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی تو آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا، صحابہ کرام کو بلایا، انھیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور اس کا فرغورث بن حارث کو معاف فرمادیا۔⁽²⁾ اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث و آثار موجود ہیں۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 40-43

ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ ”اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔“ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿فَمِنْ أَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِمْ مِثْلَ مَا أَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ (البقرة 194:2) ”پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔“ نیز اس فرمان باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ (النحل 126:16) ”اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دہشتی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔“ پس اللہ تعالیٰ نے عدل کا حکم دیا ہے جو کہ قصاص ہے اور فضل کی ترغیب و دعوت دی ہے جو کہ معافی ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ ۖ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ﴾ (المائدة 45:5) ”اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے، وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔“ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ ”مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔“

(1) دیکھیے صحیح مسلم، الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ (الفتح 24:48)، حدیث: 1808 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ (2) دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث: 4135، 4136 و صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، حدیث: 843 عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَرِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۖ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اللہ کے بعد اس کے لیے کوئی کارساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا واپسی

يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ۚ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعَتِنَ مِنَ الدَّلِّ

کا کوئی راستہ ہے؟ (44) اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ جہنم پر پیش کیے جائیں گے تو مارے ذلت کے جھکے جا رہے ہوں گے وہ نظریں چرا کر دیکھتے ہوں

يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۖ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخُسْرَيْنَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

گے اور جو لوگ ایمان لائے تھے وہ کہیں گے: بے شک خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۚ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءَ

خسارے میں ذیالاء، آگاہ رہو! بلاشبہ ظالم لوگ ہی دائمی عذاب میں ہوں گے (45) اور اُن کے لیے اللہ کے سوا، کوئی ایسے دوست نہیں ہوں گے جو ان کی

يَنْصُرُوهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۚ (46)

مدد رکھیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی راستہ ہی نہیں (46)

یعنی اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہیں ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللَّهُ

عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا] ”اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے سے بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔“ (1) ﴿إِنَّهُ لَا يَجِبُ

الظَّالِمِينَ﴾ ”اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ ظلم کرنے والوں سے مراد ظلم و تعدی کرنے والے، یعنی

وہ لوگ ہیں جو برائی کی ابتداء کرنے والے ہوں، پھر فرمایا: ﴿وَلَكِنَّ النَّصْرَ بَعْدَ ظُلْمِهِمْ فَإِنَّ لَكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ﴾ (2)

”اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی سبیل نہیں۔“ یعنی ظلم کرنے والوں سے بدلہ لینے میں کوئی

گناہ نہیں۔ ﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ﴾ ”بے شک سبیل تو۔“ یعنی حرج اور تنگی تو ﴿عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ

بَغْيًا ظَنًّا﴾ ”ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔“ یعنی لوگوں پر ظلم میں پہل

کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْمُسْتَبَانَ مَا قَالَا، فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَتَعَدَّ

الْمَظْلُومُ] ”دو گالیاں دینے والے جو کہیں اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔“ (3)

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔“ یعنی ایسا عذاب جو بہت شدید

درد دینے والا ہوگا۔ محمد بن واسع سے روایت ہے کہ میں مکہ میں آیا تو خندق کے پاس نگرانی کرنے والے لوگ تھے، پس میں

پکڑا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھ سے کہا: ابو عبد اللہ! اپنی حاجت بتاؤ؟ میں نے کہا

کہ میری حاجت یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو تم بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ بنو عدی کا بھائی کون؟ میں نے

جواب دیا: علاء بن زیاد، انھوں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو عامل مقرر کیا اور انھیں خط لکھا: اما بعد، اگر ممکن ہو کہ تم شب اس طرح

① صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث: 2588 عن أبي هريرة ؓ. ② صحیح

مسلم، البر والصلة.....، باب النهی عن السباب، حدیث: 2587 عن أبي هريرة ؓ.

بسر کرو تمہاری پشت ہلکی ہو، تمہارا پیٹ خالی ہو اور تمہارا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور اموال سے پاک ہو تو ایسا ضرور کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر کوئی سبیل نہیں ہوگی: ﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”بے شک سبیل تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔“ تو اس نے یہ سن کر کہا کہ واللہ! اس نے سچ کہا اور خوب نصیحت کی، اس نے پھر کہا: ابو عبد اللہ! تمہاری کوئی حاجت؟ میں نے جواب دیا کہ میری حاجت یہ ہے کہ مجھے میرے اہل خانہ کے پاس پہنچا دو، اس نے جواب دیا ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دیتا ہوں۔^(۱) اسے ابن ابوجاتم نے بیان کیا ہے۔^(۲)

اللہ تعالیٰ نے جب ظلم اور ظالموں کی مذمت بیان کی اور قصاص کا حکم دیا تو اب اس نے غفور و رزق کی دعوت و ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكُنْ صَبِرًا وَغَفُورًا﴾ ”اور جو صبر کرے اور معاف کر دے۔“ یعنی ایذا پر صبر کرے اور گناہ پر پردہ پوشی کرے۔ ﴿إِنَّ ذَٰلِكَ لِمَنْ عَزَمَ الْأُمُورَ﴾ ”بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔“ سعید بن جبیر کہتے ہیں، یعنی یہ ان حق امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گویا یہ ان قابلِ قدر اور قابلِ ستائش اعمال میں سے ہے جن پر بے پایاں اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور جن کی وجہ سے اچھی تعریف بھی ہوتی ہے۔

تفسیر آیات: 44-46

قیامت کے دن ظالموں کا حال: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا، اسے کوئی کسی طرح بھی کر نہیں سکتا۔ جسے وہ ہدایت عطا فرمائے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْسِدًا﴾ (الکہف 17:18) ”اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پائیں گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ظالموں، یعنی مشرکین کے بارے میں فرمایا: ﴿لَنَادَاُ الْعَذَابَ﴾ ”جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن تو دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کریں گے۔ ﴿يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ﴾ ”تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا لَئِنَّا نَسْتَدْرِكُ وَلَا نَمْلِكُ بِحَالَتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الأنعام 28:6) ”کاش آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آگ (کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔ ہاں، یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں اور کچھ شک نہیں یہ جھوٹے ہیں۔“ ﴿وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا﴾ ”اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے۔“ یعنی آتش دوزخ کے

اَسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَہٗ مِنْ اللّٰہِ ط مَا لَکُمْ مِّنْ مَّجْلٍ

تم اپنے رب کا فرمان قبول کر لو اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جو (کسی طرح بھی) ٹالا نہیں جاسکتا، اس دن تمہارے لیے کوئی پناہ

یَوْمِیْذٍ وَمَا لَکُمْ مِّنْ تَکْوِیْنٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْہُمْ حَفِیْظًا ط

نہیں ہوگی اور نہ تم سے (گناہوں کا) انکار ہی بن پڑے گا ﴿47﴾ پھر اگر وہ اعراض کریں تو (اے نبی!) ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگران (بنا کر) نہیں بھیجا، آپ

اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ ط وَاِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِمَّا رَحْمَۃِ فِرْحٰنٍ ۖ وَاِنْ تُصِیْبُہُمْ

کے ذمے تو پہنچا دینا ہی ہے، اور بلاشبہ جب ہم انسان کو اپنی رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر انھیں ان کے کرتوتوں کی

سَیِّئَۃً ۙ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْہُمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ کَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾

وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو بلاشبہ انسان بہت ہی ناشکرا ہے ﴿48﴾

ہم نے ﴿حٰشِعِیْنَ مِّنَ الدَّلٰلِ﴾ ”ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے۔“ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باعث ان پر ذلت چھائی ہوگی۔
﴿یَنْظُرُوْنَ مِّنْ طَرَفٍ خَفِیٍّ ط﴾ ”وہ چھپی (اور نیچی) نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ جھکی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ ﴿1﴾ یعنی خوف کی وجہ سے چوری چھپے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے لیکن جس سے وہ ڈرتے ہوں گے وہ تو ہر صورت میں واقع ہو کر رہے گا اور وہ بھی ان پر واقع ہوگا جو ان کے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”اور مومن لوگ کہیں گے۔“ اور وہ یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ ﴿اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ”بے شک خسارہ اٹھانے والے۔“ یعنی بہت بڑا خسارہ ﴿الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ وَاٰہِلِیْہُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط﴾ ”وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔“ یعنی جنہیں روز قیامت جہنم رسید کر دیا گیا، وہ ابدی و سرمدی گھر کی لذتوں سے محروم ہو گئے، انھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان میں اور ان کے احباب، اصحاب، اہل و عیال اور رشتہ داروں میں جدائی ڈال دی گئی اور انھوں نے انھیں بھی خسارے میں ڈال دیا۔ ﴿اِلَّا اِنَّ الظَّالِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ﴾ ﴿2﴾ ”خبردار! بے شک بے انصاف لوگ ہمیشہ کے عذاب میں (پڑے) رہیں گے۔“ وہ دائمی، سرمدی اور ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس سے کبھی نکل سکیں گے اور نہ خلاصی پاسکیں گے۔ ﴿وَمَا کَانَ لَہُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءٍ یُّنصِّرُوْهُمْ لَہُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط﴾ ”اور (اللہ کے) سوا ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کو مدد دے سکیں۔“ اور انھیں عذاب سے بچا سکیں۔ ﴿وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ سَبِیْلِ﴾ ﴿3﴾ ”اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی رستہ نہیں۔“ یعنی خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔

تفسیر آیات: 47، 48

قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن کے بڑے بڑے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہے (صرف) بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے

لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط

چاہے (صرف) بیٹے عطا کرتا ہے ﴿٤٩﴾ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ خوب

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ﴿٥٠﴾

خونفک امور کو بیان کرنے کے بعد اس سے ڈراتے اور اس کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَسْتَجِیْبُوْا لِلرَّیْکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَا مَرَدَ لَہٗ مِنَ اللّٰهِ ط﴾ ”اپنے رب کی بات قبول کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واپسی نہیں ہے۔“ اور جب وہ اس کے برپا ہونے کا حکم دے گا تو وہ چشم زدن میں آ موجود ہوگا اور اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ ﴿مَا لَکُمْ مِّنْ مُّلْجَا یَوْمَیْنِ وَّمَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ﴿٥٠﴾﴾ ”اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔“ تمہارے لیے کوئی قلعہ نہیں ہوگا جس میں تم قلعہ بند ہو جاؤ اور نہ کوئی جگہ ہوگی جو تم کو چھپائے اور تم اس میں ناقابل پہچان ہو جاؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نگاہ پاک سے غائب ہو سکو بلکہ وہ تو اپنے علم، نظر اور قدرت کے ساتھ تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ ﴿یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَیْنِ اَیْنُ الْمَقْدَرِ کَلَّا لَا وَزَرَ ﴿٥١﴾ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَیْنِ الْمُسْتَقْرَرِ ﴿٥٢﴾﴾ (القیمة 10: 75-12) ”اس دن انسان کہے گا: (اب) کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں، اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔“ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ ”پھر اگر وہ اعراض کر لیں، یعنی مشرکین۔“ ﴿فَمَا اَرْسَلْنَا عَلَیْہُمْ حَفِیْظًا ﴿٥٣﴾﴾ ”تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“ یعنی تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَیْسَ عَلَیْکَ ہٰذِہٖمۡ وَلٰکِن اللّٰہُ یَهْدِیۡ مَنْ یَّشَآءُ ط﴾ (البقرہ 2: 272) ”(اے محمد ﷺ!) آپ ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاَنۡہَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلٰیْنَا الْحِسَابُ ﴿٥٤﴾﴾ (الرعد 13: 40) ”پس بے شک آپ کا کام ہمارے احکام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ اور یہاں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ ط﴾ ”بے شک آپ کا کام تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے۔“ یعنی ہم نے تم پر صرف یہ فرض عائد کیا ہے کہ ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنَّا اِذَا ذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنۡ مَّا حَصَلَتْہٗ فَرِحَ بِہِہَا ﴿٥٥﴾﴾ ”اور بے شک جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کامزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔“ یعنی جب اسے آسودگی اور نعمت حاصل ہوتی ہے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ ﴿وَاِنْ تُصِیۡہُمْ ﴿٥٦﴾﴾ ”اور اگر ان کو پہنچتی ہے، یعنی لوگوں کو ﴿سِیۡئَۃٌ ﴿٥٧﴾﴾ ”کوئی سختی۔“ یعنی خط سالی، عذاب، مصیبت اور شدت کی صورت میں ﴿فَاِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ ﴿٥٨﴾﴾ ”تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔“ کہ سابقہ نعمتوں کا انکار کر دیتا ہے اور صرف موجودہ صورت حال ہی کو پہچانتا ہے۔ اگر اسے نعمت حاصل ہو تو فخر و غرور اور تکبر کا

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ

اور یہ کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر الہام (دل میں القا) کر کے، یا پردے کے پیچھے سے، یا فرشتہ بھیج کر اور وہ (فرشتہ) اللہ کے حکم

بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ⑤۱ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِي

سے، جو اللہ چاہے، وہی کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ بلند مرتبہ، خوب حکمت والا ہے ⑤۱ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) کی

مَا الْكِتَابَ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ط وَإِلَّاكَ

وحی کی۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنادیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کے ذریعے سے

لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ⑤۲ صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

ہدایت دیتے ہیں، اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ⑤۲ اس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک

الَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ⑤۳

ہے۔ آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں ⑤۳

اظہار کرتا ہے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو مایوس و ناامید ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا

تھا: [يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ] ”اے گروہ نسواں! صدقہ کیا کرو، میں نے جہنم میں

تمہیں اکثریت میں دیکھا ہے۔“ ایک عورت نے عرض کی: وہ کیوں اے اللہ کے رسول؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[لَأَتُكُنَّ تَكْثِيرَ الشَّكَاةِ وَتَكْفُرَ الْعَشِيرِ]، [لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَىٰ إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ:

مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ] ”اس لیے کہ تم شکوے شکایت زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ اگر تو زندگی بھر

عورت سے احسان کرتا رہے، پھر کسی دن وہ تجھ میں کوئی کوتاہی دیکھ لے تو کہہ دیتی ہے کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی خیر و

بھلائی نہیں دیکھی۔“ ① اکثر عورتوں کا حال اسی طرح ہے، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت سے سرفراز فرمادے اور

وہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں میں سے ہوں۔ مومن کی شان تو یہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهِ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ، فَكَانَ

خَيْرًا لَّهِ] ”اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے کوئی خوش نصیب ہو تو وہ شکر کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے

بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی غم لاحق ہو تو وہ صبر کرتا ہے، پھر یہ (بھی) اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“ ②

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الزکاة، باب الزکاة علی الأقارب، حدیث: 1462 عن أبي سعيد الخدري ؓ و

صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات.....، حدیث: 79 عن عبد اللہ بن عمر ؓ، دوسرا حصہ

صحیح مسلم، کتاب و باب صلاة العیدین، حدیث: (4)-885 عن جابر بن عبد اللہ ؓ جبکہ تیسرا حصہ صحیح البخاری،

النکاح، باب کفران العشیر.....، حدیث: 5197 و صحیح مسلم، الکسوف، باب ماعرض علی النبی ﷺ.....، حدیث:

907 عن عبد اللہ بن عباس ؓ میں ہے۔ ② صحیح مسلم، الزہد.....، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، حدیث: 2999

عن صہیب ؓ.

بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق، مالک اور ان میں تصرف فرمانے والا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جو وہ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک دے، اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور وہ جو چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے۔ ﴿يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ اِنَاثًا﴾ ”جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹیاں ہی دیتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں میں لوط علیہ السلام بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیوں ہی سے نوازا تھا۔ ﴿وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذَّكَوْرَ﴾ ”اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹوں ہی سے نوازتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹوں ہی سے نوازا اور ان کے گھر کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذَكَرًا وَاِنَاثًا﴾ ”یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔“ یعنی جن لوگوں کو چاہیے وہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بیٹے بھی عطا فرمائے اور بیٹیاں بھی۔ ﴿وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيْبًا﴾ ”اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔“ بقول امام بغوی جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ ﴿گو یا اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو چار قسموں میں تقسیم فرمایا ہے: (1) جن کو وہ صرف بیٹیاں عطا فرماتا ہے (2) جن کو وہ صرف بیٹے عطا فرماتا ہے (3) جن کو بیٹوں اور بیٹیوں دونوں سے نوازتا ہے اور (4) جسے نہ بیٹا دیتا ہے اور نہ بیٹی بلکہ اسے بے اولاد رکھتا ہے۔﴾ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ﴾ ”بے شک وہ خوب جاننے والا ہے“ کہ ان چاروں اقسام میں سے کون کس قسم کا مستحق ہے؟ ﴿قَدِيْرٌ﴾ ”قدرت والا ہے۔“ لوگوں کو جو اس نے مختلف اقسام میں تقسیم فرما رکھا ہے، اس پر اسے پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ مقام اس آیت کریمہ سے مشابہت رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَلَنَجْعَلَنَّ اٰیَةً لِّلنَّاسِ﴾ (مریم: 21) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کہ اس نے انسانیت کو چار اقسام میں پیدا فرمایا ہے: (1) آدم علیہ السلام کو مرد و عورت کے بغیر مٹی سے بنایا۔ (2) حوا علیہا السلام کو عورت کے بغیر مرد سے پیدا فرمایا۔ (3) عیسیٰ علیہ السلام کے سوا دیگر تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا فرمایا۔ (4) عیسیٰ علیہ السلام کو اس نے مرد کے بغیر عورت سے پیدا فرمایا اور اسی طرح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تخلیق سے دلیل مکمل ہوگئی، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَنَجْعَلَنَّ اٰیَةً لِّلنَّاسِ﴾ (مریم: 21) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ اس مقام کا تعلق آباء سے ہے جبکہ پہلے مقام کا تعلق ابناء سے تھا اور ان میں سے ہر ایک کی چار چار اقسام ہیں، پس پاک ہے وہ ذات جو علیم و قدریر ہے۔

وحی کی کیفیت: یہ اللہ عز و جل کی نسبت سے وحی کی مختلف کیفیات کا بیان ہے اور یہ کبھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نبی ﷺ کے دل

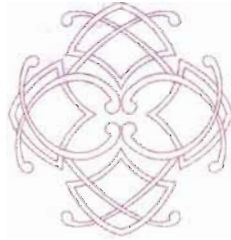
میں کوئی ایسی چیز ڈال دیتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح ابن حبان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمَلَ رِزْقَهَا (وَأَجْلَهَا)، أَلَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ] ”روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے رزق اور عمر کو پورا نہیں کر لیتا، خبردار! پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق تلاش کرو۔“ ① ﴿أَوْ مِنْ ذُرِّيِّ حَبَابٍ﴾ ”یا پردے کے پیچھے سے۔“ جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں اور پھر ہم کلامی کے شرف کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کے لیے بھی سوال کیا مگر انھیں دنیا میں دیدار الہی کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [مَا كَلَّمَ اللَّهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَ (أَنَّهُ) كَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا] ”اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے پس پردہ کلام فرمایا ہے مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے کلام فرمایا ہے۔“ ② یاد رہے حضرت عبد اللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے لیکن اس کا تعلق عالم برزخ سے ہے اور اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے۔ ﴿أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ ط﴾ ”یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے القا کرے۔“ جیسا کہ جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے رہے ہیں۔ ﴿إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝۳۱﴾ ”بے شک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ہے۔“ پس وہ بہت بلند و بالا، علم والا، خبر والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ط﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح کی وحی کی ہے، یعنی قرآن۔“ ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ ”نہ تو آپ کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔“ یعنی اس تفصیل کے مطابق جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ ﴿وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ﴾ ”لیکن ہم نے اس کو بنایا ہے۔“ یعنی قرآن مجید کو ﴿نُورًا هَدًى يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ط﴾ ”نور، اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءً ط وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط﴾ (حکم السجدة: 41: 44) ”کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) ناپیدائی ہے۔“ ﴿وَإِنَّكَ﴾ ”اور بے شک آپ۔“ اے محمد (ﷺ): ﴿لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۳۲﴾

① صحیح ابن حبان میں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ اس میں: 32/8، حدیث: 3239 میں اس مفہوم کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ الفاظ شرح السنة للبغوی: 304/14، حدیث: 4112 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الأصول لابن الأثير، الفصل الثالث: في القدر عند الخلقة: 520/10، حدیث: 7564 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہیں، مزید برآں المعجم الكبير للطبراني: 166/8، حدیث: 7694 عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، التجارات، باب الاقتصاد.....، حدیث: 2144 عن جابر رضی اللہ عنہ و مسند البزار: 315، 314/7، حدیث: 2914 عن حذيفة رضی اللہ عنہ میں دیکھیے۔ ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حدیث: 3010 و سنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حدیث: 190 واللفظ له جبکہ قوسین والالفاظ المستدرک للحاکم: 204، 203/3، حدیث: 4914 میں ہے۔

”سیدھا رستہ دکھاتے ہیں۔“ صراطِ مستقیم سے مراد سیدھا رستہ ہے، پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿صِرَاطُ اللَّهِ﴾ ”اللہ کا رستہ“ یعنی اس کی وہ شریعت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط﴾ ”جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔“ یعنی وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار، مالک، متصرف اور ان کا وہ حاکم ہے کہ جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾ ”خبردار! سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔“ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا، پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظالموں اور منکروں کی باتوں سے پاک، بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

سورہ شوریٰ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.



تفسیر سُورَةُ زُحُوفٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ② إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ③ وَإِنَّهُ فِي

حَم ① قسم ہے (اس) واضح کتاب کی ② بے شک ہم نے اسے عربی (زبان کا) قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو ③ اور بلاشبہ وہ ہمارے پاس اصل کتاب

أَمْرُ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّ حَكِيمٌ ④ أَفَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ⑤

(لوح محفوظ) میں، بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے ④ کیا پھر ہم تم سے اس بنا پر من موز کر دو نصیحت روک لیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ ⑥ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑦

لوگ ہو ⑤ اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ⑥ اور ان کے پاس جو بھی نبی آتا، وہ اس سے مذاق ہی کرتے تھے ⑦ پھر ہم نے ان سے کہیں

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَ مَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ⑧

زیادہ زور آور لوگ ہلاک کر دیے، اور اگلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے ⑧

تفسیر آیات: 8-1

قرآن مجید نصیحت و موعظت کی عمدہ ترین کتاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَمَّ ① وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ②﴾ ”حَم۔

کتاب روشن کی قسم!“، یعنی ایسی کتاب کی قسم جو روشن، واضح اور جس کے الفاظ و معانی جلی ہیں کیونکہ یہ اس لغت عرب میں نازل

ہوئی ہے جو لوگوں کے درمیان بولی جانے والی تمام لغات سے زیادہ فصیح ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ﴾ ”بے شک ہم

نے اسے بنایا“، یعنی اسے نازل کیا ہے۔ ﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا﴾ ”قرآن عربی“، یعنی فصیح و واضح عربی زبان میں۔ ﴿لَّعَلَّكُمْ

تَعْقِلُونَ ③﴾ ”تاکہ تم سمجھو“ اور فہم و تدبر سے کام لو جیسا کہ فرمایا: ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ④﴾ (الشعراء 26: 195)

”فصیح عربی زبان میں۔“

﴿وَإِنَّهُ فِي أَمْرِ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّ حَكِيمٌ ④﴾ ”اور یقیناً یہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) میں بہت

بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے۔“ ملاء اعلیٰ میں اس کے شرف کو اسی لیے بیان کیا تاکہ اہل زمین اس کے شرف کو پہچانیں، اس

کی تعظیم بجالائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ ﴿وَإِنَّهُ﴾ ”اور بے شک یہ“ قرآن مجید ﴿فِي أَمْرِ الْكِتَابِ﴾ ”اصل کتاب

میں۔“ یعنی لوح محفوظ میں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے۔ ﴿لَكِنَّا﴾^① بمعنی [عِنْدَنَا] ہے، یعنی ہمارے پاس۔ جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ نے کہا ہے۔ ﴿تَعْلَى﴾^② ”البتہ نہایت بلند“ یعنی بلند مقام و مرتبہ اور شرف و فضل والی ہے جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ﴿حَكِيمٌ﴾^③ ”نہایت حکمت والی ہے“ یعنی محکم اور ہر طرح کے التباس اور کجی سے پاک ہے اور یہ سب کچھ اس کتاب کے شرف اور اس کی فضیلت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَدْرَانٌ كَرِيمٌ ۚ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الواقعة 80-77:56) ”بے شک یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ فِيْ صُحُفٍ مُّكْرَمَةٍ ۚ مَّرْقُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۚ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۚ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝﴾ (عبس 16-11:80) ”خبردار! یہ قرآن نصیحت ہے، پس جو چاہے اسے یاد رکھے، قابلِ ادب و تقویٰ میں (لکھا ہوا) جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں (ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو سوسردار (اور) نیکوکار ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَنَضِرُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝﴾ ”کیا پھر ہم روک لیں گے تم سے ذکر (قرآن) کو اعراض کرتے ہوئے، اس لیے کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو؟“ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم تم سے درگزر کریں گے اور تمہیں عذاب نہیں دیں گے، حالانکہ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر تم نے عمل کیا ہی نہیں ہے (مگر تمہارا یہ خیال خام ہے۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوصالح، مجاہد اور سدی کا اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ﴿۴﴾ اور قتادہ کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ کی قسم! اگر یہ قرآن اس وقت اٹھالیا جاتا جب اس امت کے ابتدائی لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا تھا تو وہ سب ہلاک ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و بھلائی کے ساتھ ان پر رجوع فرمایا اور تکرار کے ساتھ بیس سال یا جتنا عرصہ اس کی مرضی تھی، انھیں اس کی طرف دعوت دی۔ ﴿۵﴾ امام قتادہ کا یہ قول بہت ہی لطیف المعنی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ انھیں خیر و بھلائی اور قرآن مجید کی طرف دعوت دینے کو ترک نہیں فرماتا، خواہ لوگ کیسے ہی حد سے گزرنے اور اس سے اعراض کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ اس نے بار بار اپنے بندوں کو قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تا کہ وہ شخص ہدایت پا جائے جس کے مقدر میں اس نے ہدایت لکھ دی ہے اور اس پر جنت تمام ہو جائے جس کے بارے میں اس نے شقاوت و بدبختی کو لکھ رکھا ہے۔

قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی: قریش کی تکذیب پر اللہ جل جلالہ نے اپنی نبی ﷺ کو تسلی دی اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ ”اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی پیغمبر بھیجے

① تفسیر الماوردی: 215/5 و تفسیر الرازی: 194/27. ② تفسیر البغوی: 154/4. ③ تفسیر الطبری: 63/25.

④ تفسیر الطبری: 65، 64/25. ⑤ تفسیر الطبری: 65/25.

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝۹ الَّذِي جَعَلَ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں: کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب جاننے والے نے پیدا

لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۱۰ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ

کیا ۱۰ وہ (اللہ) جس نے تمھارے لیے زمین کو کچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ ۱۰ اور وہ (اللہ) جس نے آسمان سے پانی

مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا ۝۱۱ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا

ایک انداز سے نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (دوبارہ قبروں سے) نکالے جاؤ گے ۱۱ اور وہ جس نے

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝۱۲ لَتَسْتَأْذِنُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ

سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو ۱۲ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو، پھر جب ان پر متوازن

رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ

ہو کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے رب کی نعمت یاد کرو، اور تم کہو: وہ (اللہ) پاک ہے جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں کر لینے والے نہیں

مُقَرَّنِينَ ۝۱۳ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝۱۴

تھے ۱۳ اور یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۱۴

تھے!، یعنی پہلی قوموں میں۔ ﴿وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۷﴾ ”اور کوئی بھی پیغمبران کے پاس نہیں

آتا مگر وہ اس سے تمسخر کرتے تھے، یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿فَاهْلِكُنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾

”پھر جو ان میں سخت زور والے تھے انھیں ہم نے ہلاک کر دیا، یعنی پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور

اے محمد (ﷺ)! وہ لوگ آپ کی تکذیب کرنے والے لوگوں سے زیادہ زور آور تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً﴾ (المؤمن 82:40) ”کیا پھر وہ لوگ زمین

میں چلے پھرے نہیں تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا (حالانکہ) وہ ان سے کہیں زیادہ اور طاقتور

تھے؟“ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ﴿وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۱﴾ ”اور اگلے لوگوں کی مثال گزر گئی۔“ مجاہد

کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا طریقہ گزر گیا۔ ۱۱ قدامہ کا قول ہے کہ ان کی سزا گزر گئی۔ ۱۲ دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ

ان کا باعث عبرت ہونا گزر گیا۔ یعنی بعد میں تکذیب کرنے والوں کے لیے ہم نے انھیں باعث عبرت بنا دیا کہ وہ بھی اسی

طرح کے عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں جس طرح کے عذاب سے انھیں ہلاک کیا گیا تھا جیسا کہ اس سورت کے آخری حصہ

میں فرمایا: ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَفَافًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ ۝﴾ (الزحرف 43:56) ”تو ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے

عبرت کی مثال بنا دیا۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سَنَتَ اللَّهُ النَّبِيَّ قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۝۴﴾ (المؤمن 85:40)

”یہ اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝﴾

(الفتح 23:48) ”اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔“

تفسیر آیات: 14-9

توحید خلق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے والے لوگوں سے یہ پوچھیں کہ ﴿مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ ”آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب علم والے (اللہ) نے پیدا کیا ہے“ یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کا خالق تو اللہ وحدہ لا شریک ہے، اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا﴾ ”وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا“ یعنی ایسا بچھونا جو ثابت اور ٹھہرنے کی جگہ ہے، تم اس پر آسانی سے چلتے، کھڑے ہوتے، سوتے اور آتے جاتے ہو، حالانکہ اسے پانی کی سطح پر پیدا کیا گیا ہے، پھر اسے پہاڑوں کے ساتھ مستحکم کر دیا ہے تاکہ یہ ادھر ادھر ڈگمگانے نہ لگے۔ ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ فِيهَا سُبُلًا﴾ ”اور اس میں تمہارے لیے رستے بنائے“ یعنی پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان رستے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ”تاکہ تم راہ پاؤ“ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک کے رستے معلوم کرو۔ ﴿وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ ”اور وہ ذات جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔“ جو تمہاری فصلوں، پھلوں اور تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے پینے کے لیے کافی ہو۔ ﴿فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا﴾ ”پھر ہم نے اس سے شہر مردہ کو زندہ کیا۔“ شہر مردہ سے مراد زمین مردہ ہے اور جب اس پر پانی برستا ہے تو وہ شاداب ہو جاتی، ابھرنے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح روز قیامت مردہ جسموں کو بھی زندہ کرے گا، ارشاد فرمایا ہے: ﴿كَذَلِكَ نُخْرِجُونَ﴾ ”اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔“

پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ”اور وہ ذات جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے“ یعنی اس نے زمین کے تمام انواع و اقسام کی نباتات، فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو پیدا کیا، نیز مختلف اجناس و اقسام کے حیوانات کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ مِنَ الْفُلْكِ﴾ ”اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں“ فُلْک سے مراد کشتیاں ہیں۔ ﴿وَالْأَنْعَامَ مَا تَرْكَبُونَ﴾ ”اور چوپائے (بنائے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔“ انھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابع، تمہارے لیے مسخر اور آسان کر دیا ہے تاکہ تم ان کے گوشت کھاؤ، ان کے دودھ پیو اور ان کی پشتوں پر سواری کرو، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿لَسْتُمْ عَلَى ظُهُورِهِ﴾ ”تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جرم کر بیٹھو۔“ اور ان کی پیٹھوں پر چڑھ کر ان پر قابو پا لو اور آسانی کے ساتھ ان پر بیٹھ جاؤ۔ ﴿عَلَى ظُهُورِهِ﴾ ”ان کی پیٹھوں پر“ یعنی اس جنس کے جانوروں کی پیٹھوں پر۔ ﴿ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ﴾ ”پھر اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو۔“ جس نے ان جانوروں کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔ ﴿إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ﴾ ”جب اس پر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اسے ہمارے زیر فرمان کر دیا

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ ⑮ أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا

اور انھوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان تو کھلم کھلا ناشکرا ہے ⑮ کیا اس نے ان میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے (اپنے

يَخْلُقُ بِنْتٍ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ ⑯ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا

لیے تو) بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا دیا؟ ⑯ اور جب ان میں سے کسی کو اس (بٹی پیدا ہونے) کی بشارت دی جاتی ہے جس کی اس نے رحمن کے

ظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ⑰ أَوْ مَنْ يُنشِئُوا فِي الْحَلِيِّ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ

لے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، جبکہ وہ غم سے بھرا ہوتا ہے ⑰ کیا (وہ اللہ کی اولاد ہے؟) جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ

مُبِينٌ ⑱ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمَنِ إِنِثًا ط أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ ط

جھگڑے میں اپنی بات واضح نہیں کر پاتی ⑱ اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، (رحمن کی) بیٹیاں ٹھہرایا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے

سَتَكُتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيُسْأَلُونَ ⑲ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ط مَا لَهُمْ

وقت حاضر تھے؟ ان کی شہادت ضرور لکھی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) پوچھ گچھ ہوگی ⑲ اور انھوں نے کہا: اگر رحمن چاہتا تو ہم ان (جھوٹے

بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ⑳ ط

مجبوروں) کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وہ تو صرف تیر کے چلاتے ہیں ⑳

اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اسے قابو کر لیتے۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اسے ہمارے تابع نہ کرتا تو ہم اس پر قابو نہ پاسکتے تھے۔ ابن

عباس رضی اللہ عنہما، قنادہ، سُدّی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿مُفْرِدِينَ ⑮﴾ کے معنی ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہ تھی۔ ① ﴿وَإِنَّا إِلَىٰ

رَبِّنَا الْمُنْقَلِبُونَ ⑭﴾ ”اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں“ یعنی فوت ہونے کے بعد اس کے

پاس جانے والے ہیں اور سب سے بڑی واپسی تو اسی کی طرف ہے۔ اور یہ سفر دنیا کے ذریعے سے سفر آخرت پر تنبیہ ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے دنیوی زاد راہ کے ذریعے سے آخرت کے زاد راہ پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَكُذِّبُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ

التَّقْوَىٰ﴾ (البقرة: 197) ”اور زاد راہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ، بے شک بہترین زاد راہ پر ہیز گاری ہے۔“ اور دنیا کے

لباس سے آخرت کے لباس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَرِيْشًا ط وَلِبَاسٍ التَّقْوَىٰ ذٰلِكَ خَيْرٌ ط﴾ (الأعراف: 26) ”اور (تمہارے بدن کے لیے) زینت اور جو پر ہیز گاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔“

تفسیر آیات: 20-15

اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں خبر دی ہے کہ انھوں نے ازارہ

کذب وافتراء بعض چوپایوں کو اپنے بتوں کے نام پر وقف کر دیا اور بعض کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے

میں سورۃ النعام میں بھی فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزْعِهِمْ وَهٰذَا

لِشُرَكَائِنَا ؕ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ ؕ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ٥

(الأنعام 6: 136) ”اور انھوں نے اس میں سے اللہ کے لیے حصہ ٹھہرایا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا، پھر اپنے خیال کے مطابق کہنے لگے: یہ (حصہ) اللہ کے لیے ہے، اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا جو حصہ ہے وہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، کس قدر برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔“ اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں میں سے جو کم تر، یعنی بیٹیاں ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْكُفْرَ وَالْاِثْمَ ۝ تِلْكَ اِذَا قَسَمْتَ ضَيْزٰی ۝﴾ (النجم 53: 21، 22) ”(مشرکوں!) کیا تمہارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تقسیم تو پھر بڑی نا انصافی کی ہے۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ ”اور انھوں نے اس کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) مقرر کیا۔ بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿وَرَاٰخَذَ مِنْهَا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّاَصْفَكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝﴾ ”کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں سے نواز دیا؟“ مشرکین کے طرزِ عمل پر یہ انتہائی انکار ہے۔

پھر انکار کا متمہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وََاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝﴾ ”اور جب ان میں سے کسی کو اس کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی انھوں نے رَحْمٰن کے لیے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ نہایت سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دی ہیں اور ان میں کسی کو جب بیٹی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو وہ اس سے حد درجہ نفرت کرتا ہے اور اس خوش خبری کی وجہ سے اس کے چہرے پر افسردگی پھیل جاتی ہے اور وہ شرمندگی و ندامت کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ جس چیز سے تم خود نفرت کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَوْ مَنْ يَنْتَسُوْنَ فِي الْحِلْيَةِ وَّهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝﴾ ”کیا وہ (اللہ کی اولاد ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور بحث و حجت میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟“ یعنی عورت ناقص ہے، جب وہ لڑکی تھی تو اس وقت اس کے اس نقص کو زیور پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور اگر بحث و حجت کی ضرورت پیش آئے تو وہ بات صاف نہیں کر سکتی بلکہ وہ عاجز و ناتواں ہوتی ہے۔ اور جو اس طرح کی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف، جو صاحبِ عظمت و شان ہے، منسوب کیا جاسکتا ہے؟ عورت تو ظاہر و باطن، یعنی صورت و معنی کے اعتبار سے ناقص ہے، لہذا اس کے ظاہری اور صوری نقص کو زیور وغیرہ پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور معنوی نقص یہ ہے کہ بدلہ لینے کے وقت وہ ضعیف و عاجز ثابت ہوتی ہے اور بدلہ لینے کے وقت نہ تو وہ صحیح طور پر اپنے موقف کا اظہار کر سکتی ہے اور نہ جسمانی طور پر اس میں اس کی ہمت و قوت ہوتی ہے جیسا کہ کسی عرب کو جب بیٹی کی خوشخبری سنائی گئی تو اس نے کہا کہ یہ اچھی اولاد نہیں ہے، یہ کسی کی مدد و روپیٹ کر اور کسی کے ساتھ نیکی چوری چھپے ہی کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلُوا لِلْبَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۝﴾ ”اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رَحْمٰن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا ہے،“ یعنی فرشتوں کے بارے میں انھوں نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَشْهَدُوْا خَلَقَهُمْ ط﴾ ”کیا وہ ان کی تخلیق کے وقت حاضر تھے،“ یعنی کیا

انھوں نے اس وقت مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عورتیں بنایا ہے؟ ﴿سَتَلَبَّ شَهَادَتُهُمْ وَيَسْلُونَ﴾ (ان کی شہادت ضرور لکھی جائے گی اور ان سے (اس کی) باز پرس کی جائے گی۔“ یعنی قیامت کے دن اور یہ شدید سرزنش اور بہت سخت وعید ہے۔

﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ اور انھوں نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم ان (جھوٹے معبودوں) کو نہ پوجتے۔“ یعنی وہ کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں ان بتوں کو پوجنے نہ دیتا جو فرشتوں کی صورت پر بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اسے اس بات کا علم ہے اور اس نے ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اور اس طرح انھوں نے بیک وقت کئی طرح کی غلطیوں کا ارتکاب کیا، مثلاً: انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ڈھرائی، حالانکہ اس کی ذات پاک اس سے مقدس، منزہ اور بلند و بالا ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر ترجیحاً اپنے لیے بیٹیوں کو چن لیا ہے تو انھوں نے فرشتوں کو، جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہے۔ انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی، حالانکہ اس کی ان کے پاس نہ کوئی دلیل و برہان تھی اور نہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی اجازت ہی دی تھی بلکہ انھوں نے محض اپنی آراء، خواہشات، اپنے آباء و اجداد کی تقلید اور اندھی جاہلیت میں ٹانگ ٹوئیاں مارنے کی وجہ سے اسے اختیار کیا۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں اپنی تقدیر کو بطور دلیل پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس شرک پر قائم و برقرار رکھا ہے، حالانکہ یہ دلیل پیش کر کے بھی انھوں نے انتہائی جہالت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اس طرز عمل کی زبردست تردید فرمائی ہے، اس نے جس قدر بھی انبیائے کرام مبعوث فرمائے اور جس قدر کتابیں نازل فرمائیں، سب کی زبانی اپنی ذات پاک وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کا حکم دیا اور اپنے سوا ہر چیز کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ﴾ (النحل 16:36) ”اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو تو ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی، سوز میں چل پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!“ اور فرمایا: ﴿وَسَأَلْنَا مَن رَّسَلْنَا مَن قَبْلِكَ مَن رَّسَلْنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ﴾ (الزخرف 43:45) ”اور (اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، آپ ان سے دریافت کر لیں کہ کیا ہم نے (اللہ) رحمن کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔“

اور اس آیت کریمہ میں ان کی دلیل ذکر کرنے کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿مَّا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ ”انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں،“ یعنی اپنے قول کی صحت اور اپنی دلیل کے بارے میں انھیں کچھ علم نہیں ہے۔ ﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ”یہ تو صرف انگلیں دوڑا رہے ہیں،“ یعنی یہ لوگ جھوٹ بولتے اور جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ امام مجاہد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ مذکورہ امور کے بارے میں قدرت الہی نہیں جانتے۔^①

أَمْ اتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

یہاں نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، سو وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟ ﴿٢١﴾ (نہیں) بلکہ انہوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے

عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَرِهِمْ مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ

باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں ﴿٢٢﴾ اور اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی

مِّن تَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَرِهِمْ

کوئی ڈرانے والا بھیجا، تو ان کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انہی کے نقش قدم کی

مُتَّقِدُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا

پیروی کرنے والے ہیں ﴿٢٣﴾ نبی نے کہا: اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ راسخی کا طریقہ لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا؟ وہ کہنے لگے:

بِئْسَ أُرْسِلْتُمْ بِهِ كُفْرُونَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ﴿٢٥﴾

یقیناً تمہیں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں ﴿٢٤﴾ چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر دیکھیے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿٢٥﴾

تفسیر آیات: 25-21

مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں: مشرکین نے بغیر کسی برہان، دلیل اور حجت کے غیر اللہ کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَمْ اتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ﴾ ”یا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی“، یعنی ان کے شرک کرنے سے پہلے ﴿فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ﴾ ”تو وہ اسی کو تھامنے والے ہیں؟“، یعنی ان اعمال کے لیے جن میں یہ واقع ہیں، حالانکہ بات اس طرح بالکل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ﴾ (الروم 30: 35) ”کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ انہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے“، یعنی ہم نے اس طرح کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، پھر فرمایا: ﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَرِهِمْ مُّهْتَدُونَ﴾ ”بلکہ وہ کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں“، یعنی آباء و اجداد کی تقلید کے سوا اپنے شرک کی ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿أُمَّةٍ﴾ کا لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ (الانبیاء 21: 92) ”بلاشبہ یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے۔“ میں بھی یہ لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ﴿وَإِنَّا عَلَى آثَرِهِمْ﴾ ”اور بے شک ہم ان ہی کے قدم بقدم“، یعنی ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ ﴿مُّهْتَدُونَ﴾ ”ہدایت یافتہ ہیں۔“ اور ان کا یہ دعویٰ قطعی طور پر بلا دلیل ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انبیاء کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں میں سے ان جیسے لوگ بھی یہی بات کہتے تھے، گویا ان کے دل ایک جیسے ہیں جس کی وجہ سے یہ بھی اسی طرح کی بات کہتے ہیں جس طرح کی باتیں انہوں نے کہی تھیں۔ ﴿كَذٰلِكَ مَا آتٰی الْكَافِرِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ (التکوٰۃ ۱) ”بلکہ انہوں نے ہم کوئی بھیجے گا تو اس کا انکار کرتے ہیں ﴿٢٤﴾ چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر دیکھیے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿٢٥﴾“ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر بھی آتا وہ اسے جادوگر

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بلاشبہ میں ان (بتوں) سے بری الذمہ ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ﴿٢٦﴾ سوائے اس (اللہ) کے

فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ

جس نے مجھے پیدا کیا، تو بے شک وہی جلد میری رہنمائی فرمائے گا ﴿٢٧﴾ اور ابراہیم اسی (کلمہ توحید) کو (اپنی اولاد میں) اپنے پیچھے ایک پائندہ و تابندہ بات

مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَأَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ

بنا گئے، تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں ﴿٢٩﴾ بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدہ پہنچایا، حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے

قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا لَوْلَا هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ

والا رسول آگیا ﴿٣٠﴾ اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اس کے منکر ہیں ﴿٣٠﴾ اور انھوں نے کہا: یہ قرآن ان دونوں

الْقَرْنَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهْمُ يَقْسُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴿٣٢﴾ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي

شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟ ﴿٣١﴾ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ یہی نے دنیاوی زندگی میں ان کے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سَخِرِيًّا ط

درمیان ان کی روزی تقسیم کی ہے، اور ہم نے درجات میں انھیں ایک دوسرے پر برتری دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے کو خدمت گار بنالیں، اور آپ

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا

کے رب کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں ﴿٣٢﴾ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ (کافر) ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں

لَمَن يَكْفُرْ بِالرَّحْمَنِ لِيُوقِعَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾

کے لیے جو رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ﴿٣٣﴾ اور ان کے گھروں کے

وَلِيُوقِعَهُمْ أ_Bَابًا وَسُرًّا عَلَيْهَا يَتَّكُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ط وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعٌ

دروازے اور تخت بھی (چاندی کے بنادیتے) جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ﴿٣٤﴾ اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ تو بس دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے۔

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾

اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک متقین کے لیے ہے ﴿٣٥﴾

3
ع
9

یاد دیا نہ کہتے، کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آتے ہیں بلکہ یہ تو سرکش لوگ ہیں۔“ اسی طرح یہاں بھی

فرمایا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا

عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿٣٥﴾﴾ ”اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش

حال لوگوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم یقیناً انھیں کی قدم بقدم اقتدا کرنے والے ہیں۔“

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوْ أَوْجَعْتُمْ كُلَّ نَذِيرٍ إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ لَكَاثِرُونَ ﴿٣٦﴾﴾

”اس نے کہا: اگرچہ میں تمہارے پاس جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے کہیں سیدھا راستہ لایا ہوں، وہ

کہنے لگے کہ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں، یعنی جو دین آپ لے کر آئے ہیں اس کے صحیح ہونے کا اگر انھیں علم اور یقین بھی ہو جائے، پھر بھی یہ اسے تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ان کا ارادہ برا ہے اور یہ حق اور اہل حق کی مخالفت ہی پر جتے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَانْتَقَبْنَا مِنْهُمْ﴾ ”چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا“، یعنی تکذیب کرنے والی امتوں کو مختلف اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر کے ہم نے ان سے انتقام لیا جیسا کہ ان کے واقعات میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ﴾ ”سو آپ دیکھ لیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!“، یعنی وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح نجات عطا فرمائی۔

تفسیر آیات: 26-35

خلیل اللہ کا اعلانِ توحید: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عبد و رسول اور خلیل کے بارے میں بیان فرمایا ہے، جو تمام موحدین کے امام اور اپنے بعد مبعوث ہونے والے تمام انبیائے کرام کے والد ہیں اور نسب و مذہب کے اعتبار سے قریش بھی اپنے آپ کو انھی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انھوں نے بتوں کی عبادت کے بارے میں اپنے باپ اور اپنی قوم سے اظہارِ براءت کر دیا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنِّیْ بَرَّاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۚ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اِنَّہٗ سَیْہِدُبِیْ ۚ وَجَعَلَهَا کَلِمَةً ۙ بَاقِیَةً فِیْ عَاقِبِہٖ﴾ ”جن چیزوں کو تم پوجتے ہو بے شک میں ان سے بیزار ہوں، ہاں! جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا“، یعنی اس بات کو کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے اور بتوں کو ترک کر دیا جائے اور وہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے جسے انھوں نے اپنی اولاد میں چھوڑا تاکہ آپ کی اولاد میں سے اس کلمے کے بارے میں وہ لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ ﴿لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ ”تاکہ وہ رجوع کریں“، یعنی اس کلمہ کی طرف۔ عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی وغیرہ نے اس آیت کریمہ: ﴿وَجَعَلَهَا کَلِمَةً ۙ بَاقِیَةً فِیْ عَاقِبِہٖ﴾ ”اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا۔“ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی اولاد میں کلمہ لا الہ الا اللہ باقی رہے گا۔^(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔^(۲) ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلمہ اسلام ہے۔^(۳) اس کا حاصل بھی وہی ہے جو مذکورہ جماعت مفسرین نے بیان کیا ہے۔

اہل مکہ کا رسول اللہ ﷺ پر اعتراض: اللہ جل و علانے فرمایا ہے: ﴿بَلْ مَنَّتُ لَہٗٓ اَیَّامَہُمْ﴾ ”بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا۔“ تو ضلالت میں ان کی اپنی عمر طویل ہو گئی۔ ﴿حَتّٰی جَآءَہُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِیْنٌ﴾ ”یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا۔“ جو رسالت اور ڈراوے کے لحاظ سے نہایت واضح ہے۔ ﴿وَلَمَّا جَآءَہُمُ الْحَقُّ قَالُوْا ہٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِہٖ لَکٰفِرُوْنَ﴾ ”اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آیا تو کہنے لگے

کہ یہ تو جادو ہے اور بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔“ یعنی انھوں نے انکار اور عناد کی روش کو اختیار کیا اور ازراہ کفر و حسد و سرکشی اس کی مخالفت کی۔ ﴿وَقَالُوا﴾ ”اور (یہ بھی) کہنے لگے“ اس قرآن پر اعتراض کرتے ہوئے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ﴿لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ جَبَلٍ مِّنَ الْقَرِينَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟“ یعنی یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی ایسے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا جو ان کی آنکھوں میں عظیم اور کبیر ہوتا؟ دو بستیوں سے ان کی مراد مکہ اور طائف تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔^①

اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ ان کا اشارہ ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کی طرف تھا۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان بستیوں میں سے کسی بھی بڑے آدمی پر یہ قرآن نازل کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿أَهْمُ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ ”کیا وہ لوگ آپ کے پروردگار کی رحمت بانٹتے ہیں؟“ یعنی اس معاملے کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ نبوت و رسالت کے مقام پر کسے فائز کرے۔ اور وہ اس مقام پر صرف اسی کو فائز کرتا ہے جو اس کی مخلوق میں سے قلب اور نفس کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ، خاندان کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف اور اصل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاک ہو، پھر اللہ عز و جل نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس نے اپنی مخلوق میں مال، رزق، عقل، فہم اور دیگر ظاہری و باطنی قوتوں کے اعتبار سے فرق رکھا ہے، فرمایا ہے: ﴿لَنَحْنُ قَسَمًا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ ”ہم ہی نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ہم نے ان کے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَنَجْزِيَنَّهُمْ بَعْضًا سَخِرَ لَّيَا﴾ ”تا کہ ان کا بعض بعض کو خدمت گار بنائے۔“ کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ کاموں میں ایک دوسرے سے خدمت لیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے جیسا کہ سدی وغیرہ کا قول ہے۔^② پھر اللہ عز و جل نے فرمایا ہے: ﴿وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ ”اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں“ یعنی اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، ان کے لیے اس مال و دولت اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں بہتر ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔

مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں: پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ بن جائیں گے۔“ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بہت سے جاہل لوگ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ ہمارا کسی کو مال دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں اس سے محبت ہے اور پھر وہ لوگ مال کی وجہ سے کفر پر جمع ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ اور سدی کے قول کا یہی مفہوم ہے۔^③ ﴿لَجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُر بِالرَّحْمٰنِ لِيُؤْتِيَهُمْ سُقًّا مِّنْ فَضْلِهِ﴾

﴿وَمَعَارِجَ﴾ ”تو جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں، ہم ضرور ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی“، یعنی ان کی سیڑھیاں اور زینے بھی چاندی کے بنا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا یہی قول ہے۔ ﴿عَلَيْهَا يَطْعَمُونَ﴾ ”جن پر وہ چڑھتے۔“ یعنی ان کے گھروں کی سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿وَلْيَبْوتَهُمُ ابْوَابُ﴾ ”اور ان کے گھروں کے دروازے بھی“ چاندی کے بنا دیتے۔ ﴿وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَكَثَّبُونَ﴾ ”اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں“، یعنی یہ تمام اشیاء چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿وَزُخْرُقًا﴾ ”اور (انھیں) سونے کا (بھی بنا دیتے)۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ زخرف کے معنی سونے کے ہیں۔ ﴿پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَنْ كُلَّ ذَلِكِ لَنَبْتَاعَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ”اور یہ سب دنیاوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہی تو ہے“، یعنی یہ ساز و سامان تو اس دنیا کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں فانی، زوال پذیر اور حقیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں کھانے پینے کی اشیاء کی صورت میں جلدی دے دیتا ہے اور آخرت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا وہ انھیں بدلہ دے۔ ﴿اور دوسری حدیث میں ہے: [لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا (تَرَبُّنًا) عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بُعُوضَةٍ، مَا سَفَىٰ كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً مَّاءٍ] ”اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزنی ہوتی تو وہ اس سے کبھی کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔“ ﴿امام بغوی نے اس حدیث کو مسنداً بیان کیا ہے۔﴾

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ ”اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“ یعنی وہ خاص پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے، ان کے علاوہ کوئی اور اس میں ان کا شریک نہ ہو سکے گا، اسی لیے جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: جب وہ آپ کے پاس اس بالا خانے میں آئے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، جن دنوں آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس جانے سے قسم کھالی تھی تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر محو استراحت ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر نشان پڑ گئے، یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اے اللہ کے رسول! یہ قیصر و کسری بے حد خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوْفَىٰ شَيْءٌ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَابِ؟ أَوَّلَيْكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ طَبِيبَاتُهُمْ (فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا)] ”اے ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے کی اچھی چیزیں انھیں ان کی اسی دنیاوی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔“ ﴿اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے

① تفسیر الطبری: 88/25 و 90، ② تفسیر الطبری: 91/25 و تفسیر ابن ابی حاتم: 3282/10، ③ دیکھیے صحیح

مسلم، صفات المنافقین وأحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته، حدیث: 2808 عن أنس بن مالك ؓ، ④ جامع

الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی هوان الدنيا.....، حدیث: 2320 جبکہ ترمذی واللفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل

الدنيا، حدیث: 4110 عن سهل بن سعد ؓ میں ہے۔ ⑤ تفسیر البغوی: 160، 159/4، ⑥ صحیح البخاری، المظالم،

باب الغرفة والعلية المشرفة.....، حدیث: 2468 و صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء.....، ⑦

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصَدُّونَهُمْ عَنِ

السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ لِيَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدُ

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿٣٨﴾ وَلَكِنْ يَنْفَعُكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْتُمْ فِي الْعَذَابِ

مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٩﴾ أَفَأَنْتَ تُسَبِّحُ الضُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا

نَذَاهِبَنَّ بِكَ فَاتَّأَمُّهُمْ مُنْتَقِبُونَ ﴿٤١﴾ أَوْ نُرِيكَ الْآزَى وَعَذُّهُمْ فَاتَّا عَلَيْهِمْ

مُقْتَدِرُونَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالْأَيْمِ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَإِنَّهُ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾ وَسَأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا

سَأَلَهُمْ سِوَاكَ بِالْأَيْمِ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٥﴾

سیدھے راستے پر ہیں ﴿٤٥﴾ اور بھئیایہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے، اور جلد تم لوگوں سے پوچھ چکے ہوں گے ﴿٤٤﴾ اور ہم نے

جو اپنے رسول آپ سے پہلے بھیجے تھے ان سے پوچھے کیا ہم نے رحمن کے سوا کوئی اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے ﴿٣٦﴾

فرمایا: [أَمَّا تَرْضَىٰ أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟] ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور

ہمارے لیے آخرت؟“ ﴿٣٧﴾ اور صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَلَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ] ”اور تم سونے اور چاندی

کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلٹیوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔“ ﴿٣٨﴾ دنیا کے

حقیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ چیزیں دنیا ہی میں دے دی ہیں جیسا کہ امام ترمذی وابن ماجہ نے بطریق

ابو حازم، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا (تَرَنُّ) عِنْدَ

حدیث: (30) و (34) 1479 جبکہ ترمذی والہ جملہ السنن الکبریٰ للنسائی، عشرة النساء، باب هجرة المرأة زوجها:

368-366/5، حدیث: 9157 عن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ① صحیح البخاری، التفسیر، باب: تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ.....

(التحریم 1:66)، حدیث: 4913 و صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء.....، حدیث: (31) 1479

عن عمر رضی اللہ عنہ. ② صحیح البخاری، الأطعمة، باب الأكل فی إثناء مفضض، حدیث: 5426 و صحیح مسلم، اللباس

والزينة، باب تحريم استعمال إثناء الذهب والفضة.....، حدیث: (5) 2067 عن حذيفة رضی اللہ عنہ.

اللَّهُ جَنَاحَ بُعُوضَةٍ مَّا سَفَىٰ كَافِرًا مِّنْهَا شَرِبَ مَاءٍ (أَبْدًا) [”اگر دنیا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر جتنا بھی وزن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے کسی کافر کو بھی پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔“ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔^①]

تفسیر آیات: 36-45

شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُعِشْ﴾ ”اور جو کوئی اندھا بن جائے“، یعنی اپنے آپ کو اندھا ظاہر کرے، غافل بنائے اور منہ موڑے۔ ﴿عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ﴾ ”اللہ کی یاد سے۔“ العشا آنکھ سے متعلق ہو تو ضعف بصارت کو کہتے ہیں مگر یہاں ضعف بصیرت مراد ہے۔ ﴿نَقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ ”ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَصَلَّىٰ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء: 115) ”اور جو شخص، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت واضح ہو گئی، پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے علاوہ رستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے اور ہم اسے (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ (الصف: 5:61) ”تو جب انھوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَضَيْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ (ختم السجدة: 41:25) ”اور ہم نے ان کے لیے کچھ ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (برے) اعمال انھیں مزین کر دکھائے۔“ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُمَّ لِيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾ (حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا) ”اور یقیناً وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا، یعنی یہ شخص جس نے ہدایت سے تغافل کیا تو ہم ان کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیں گے جو اسے گمراہ کر کے جہنم کی طرف لے جائے گا، پھر جب وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا تو وہ شیطان سے بیزار ہو جائے گا۔“ قَالَ لَيْكَتْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْبَشَرَيْنِ فَبُئْسَ الْقَرِينُ ﴿٣٨﴾ ”کہے گا کہ اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، پس وہ برا ساتھی ہے۔“ بعض نے اسے [حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا] ”یہاں تک کہ جب ہمارے پاس یہ دونوں آئیں گے۔“ پڑھا ہے، یعنی قرین اور مُقَارَن جو ہم نشین بنا ہے اور جس کا بنا ہے، پھر فرمایا: ﴿وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْتُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ﴾ ﴿٣٩﴾ ”اور جب تم ظلم کر چکے ہو تو آج یہ بات تمہیں ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔“ یعنی تم سب کا دوزخ میں اکٹھا ہونا اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونا، تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿أَفَأَنْتَ تُسَبِّحُ الضُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ﴿٤٠﴾ ”کیا آپ بہروں

① جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی ہوان الدنيا.....، حدیث: 2320 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجہ،

الزهد، باب مثل الدنيا، حدیث: 4110 میں ہیں، نیز امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔

کوسنا سکتے ہیں یا اندھوں کو رستہ دکھا سکتے ہیں اور جو صریح گمراہی میں ہو (اسے راہ پر لاسکتے ہیں۔)“ یعنی یہ آپ کے اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام کا پہنچا دینا ہے، ہدایت عطا کرنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ حاکم عادل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ أَنتُم مِّنْهُمْ فَتَقْتُلُوهُمْ مِثْلَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ٤١﴾ ”پھر اگر ہم آپ کو (فوت کر کے) لے جائیں تو بے شک ہم ان لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں“ یعنی اگر آپ دنیا سے چلے بھی جائیں تو ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے اور انھیں سزا دیں گے۔ ﴿أَوَلَيْسَ لَكَ الَّذِينَ وَعَدْتُكَ أَن يَأْتِيَكُمُ الْيَوْمُ فِي بِلَدِكُم مِّنْهُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٤٢﴾ ”یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، پس بے شک ہم ان پر (پوری) قدرت رکھنے والے ہیں۔“ یعنی ہم ان میں سے ہر بات پر قادر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے رسول ﷺ کو اپنے پاس نہیں بلایا جب تک آپ کے دشمنوں سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کر دیا، اور ان کی پیشانیوں کا آپ کو فیصلے کا مالک نہیں بنادیا اور ان کے قلعوں کا آپ کو مالک نہیں بنادیا۔ سدی کا اس آیت کریمہ کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔^①

وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ٤٣﴾ ”پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں، بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں“ یعنی اس قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں جسے آپ کے دل پر نازل کیا گیا ہے کیونکہ یہی حق ہے جس کی طرف یہ راہ دکھاتا ہے، وہ بھی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جنت اور دائمی وابدی خیر و بھلائی کی طرف لے جاتا ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ لَعْنٌ وَبُزْغٌ مِّنْ عَيْنِهِمْ ٤٤﴾ ”اور بلاشبہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔“ کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔^② معنی یہ ہوئے کہ یہ ان کے لیے باعث شرف ہے کہ ان کی زبان میں اتارا گیا اور وہ دیگر لوگوں کی نسبت اسے سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں، لہذا انھیں چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ اسے تھامنے والے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والے بھی ہوں جیسا کہ ان میں سے بہترین، پسندیدہ، مخلص ترین، مہاجرین، سابقین اولین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں کا طرز عمل تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے تذکر و نصیحت ہے، اور ان کی تخصیص سے دوسروں کے لیے اس کے نصیحت ہونے کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہوتی: ﴿لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٤٥﴾ (الانبیاء 10:21) ”البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٦﴾

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں کے ساتھ فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف بھیجا، چنانچہ موسیٰ نے کہا: بے شک میں رب العالمین کا

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ

رسول ہوں ﴿٤٦﴾ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو وہ ان کی ہنسی اڑانے لگے ﴿٤٧﴾ اور ہم انہیں جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اس جیسی

مِنْ أَخْتِهَآ وَآخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ الشَّجَرِ ادْعُ لَنَا

(پہلی نشانی) سے زیادہ ہی بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ (کفر سے) باز آئیں ﴿٤٨﴾ اور انھوں نے کہا: اے ساحر! تیرے رب نے

رَبِّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ ۚ إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ

جو تجھ سے (دعا قبول کرنے کا) عہد کر رکھا ہے، اس کے مطابق تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، بے شک (اب) ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں ﴿٤٩﴾

إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾

پھر جب ہم ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہیں وہ عہد توڑ دیتے ﴿٥٠﴾

سمجھتے؟“ اور جیسا کہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہے: ﴿وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾

(الشعراء 26: 214) ”اور آپ اپنے نہایت قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔“ ﴿وَسَوْفَ يَسْأَلُونَ﴾ ﴿٤٤﴾ ”اور (لوگو!) عنقریب تم

سوال کیے جاؤ گے۔“ یعنی اس قرآن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہاں تک اس کے مطابق عمل کیا اور کہاں تک اس پر لیک کہا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَلِّ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ﴾ ﴿٤٥﴾ ”اور

(اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، ان سے دریافت کر لیں: کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے

سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟“ یعنی تمام پیغمبروں نے بھی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی دعوت

دی تھی جیسا کہ تم اس کی دعوت دے رہے ہو اور ان سب نے بھی شریکوں اور بتوں کی پوجا سے منع کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل 36: 16) ”اور البتہ تحقیق

ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔“ مجاہد نے کہا ہے کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس آیت کی قراءت اس طرح کیا کرتے تھے: ﴿وَاسْأَلِ الَّذِينَ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ رُسُلَنَا﴾ ﴿١﴾

قنادہ، ضحاک، سدی نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسی طرح بیان کیا ہے، گویا کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف سے

اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے، تلاوت و قراءت نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

تفسیر آیات: 46-50

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول موسیٰ علیہ السلام کے بارے

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يُقَوْمُ اَلَيْسَ لِي مُلْكٌ مِّصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی، اس نے کہا: اے میری قوم! کیا میرے لیے مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں نہیں جو میرے (علمات کے) نیچے بہتی

تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ ۙ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يَبِيْنُ ۙ ﴿٥٢﴾ فَلَوْ لَا

ہیں؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ ﴿٥٢﴾ بلکہ میں تو اس (موسیٰ) سے کہیں بہتر ہوں جو حقیر ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا ﴿٥٣﴾ پھر اس پرسونے کے نگن کیوں نہیں

اُلْقٰی عَلَيْهِ اَسْوَرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْهٰلِكَةُ ۙ مُّقْتَرِنَيْنِ ۙ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ

اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے صفیں باندھے آتے؟ ﴿٥٤﴾ تب اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا (اور اس کی عقل مادی) تو انھوں نے اس کی اطاعت کی۔

فَاطَاعُوْهُ ۙ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۙ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّا اَسْفَوْنَا اَنْتَقَبْنَا مِنْهُمْ ۙ فَاعْرِفْنَهُمْ

بلشبہ وہی لوگ فاسق تھے ﴿٥٤﴾ پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا ﴿٥٥﴾ تو یوں ہم نے انھیں گئے

اَجْعِلِيْنَ ۙ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنَهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۙ ﴿٥٦﴾

گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنادیا) ﴿٥٦﴾

میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں فرعون اور اس کی قوم کے امراء، وزراء، قائدین، پیروکاروں اور قبلی و اسرائیلی رعایا کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی پوجا سے منع کریں۔ اور انھیں بڑے بڑے معجزات بھی عطا کیے: مثلاً: ید بیضا، عصا، پھر طوفان، ٹنڈی دل، جوؤں، مینڈکوں اور خون کے عذاب اور پھر فصلوں، جانوں اور پھلوں کی کمی کی صورت میں عذاب مگر اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے تکبر کیا اور اتباع و اطاعت سے انکار کیا اور ان معجزات کے لانے والے کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ ﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِيَ الْاَكْبَرُ مِنْ اٰتِهَآءِ﴾ ”اور جو بھی نشانی ہم انھیں دکھاتے تھے وہ اس جیسی (پہلی نشانی) سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔“ اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی، گمراہی، جہالت اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، ان کے پاس ان میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی تو فوراً موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور منت سماجت کرتے ہوئے کہتے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الشَّجَرُ﴾ ”اے ساحرا!“ یعنی اے عالم جیسا کہ ابن جریر نے کہا ہے۔ ﴿١﴾

اور اس زمانے کے علماء جادوگر ہی تھے اور اس زمانے میں ان کے نزدیک جادو مذموم نہ تھا، لہذا انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر توہین و تنقیص کے طور پر نہیں کہا تھا کیونکہ اس حالت میں تو وہ ضرورت مند تھے، اس لیے توہین و تنقیص اس حال کے مناسب نہ تھی، ان کے خیال میں یہ لفظ تعظیم کا تھا۔ بہر حال جب بھی ان میں سے کوئی نشانی آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر یہ مصیبت ان سے دور ہو جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے مگر ہر مرتبہ وہ عہد شکنی کرتے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۚ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوسٰى اِذْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ ۚ لَیْنُ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنٰیۤاۤاۙ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ اِلٰی

اَجَلٌ لَهُمْ لِبَلْعُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ (الأعراف: 133-135) ”تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹنڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا، کتنی کھلی نشانیاں تھیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گناہ گار۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کرو اس ذریعے سے جو اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ایک مدت کے لیے، جس تک انھیں پہنچنا تھا، ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہ عہد توڑ ڈالتے۔“

تفسیر آیات: 51-56

فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے تمرؤدوسر کشی اور کفر و عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور مصر پر اپنی حکومت پر فخر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿اَلَيْسَ لِيْ مُلْكٌ مِّصْرُ وَهٰذَا الْاَنْهَارُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ﴾ ”کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (مخلو) کے نیچے بہہ رہی ہیں۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ان کے باغات بھی تھے اور ان میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ ① ﴿اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ﴾ ”کیا تم دیکھتے نہیں؟“ یعنی کیا تم میری عظمت اور بادشاہت کو دیکھتے نہیں جبکہ میرے مقابلے میں موسیٰ اور اس کے ساتھی کمزور ہیں۔ یہ قول اس قول کی طرح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى﴾ اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰى ۝ فَاخَذَهُ اللّٰهُ لَكَالِ الْخِرْقَةِ الْاُولٰٓئِ ۝ (النزعت: 23-25) ”پس اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا، پکارا، چنانچہ کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں تو اللہ نے اسے دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔“ فرعون نے مزید کہا: ﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَہِیْنٌ﴾ ”بلکہ میں اس (شخص) سے جو کم تر ہے، بہتر ہوں۔“ سُدٰی کہتے ہیں کہ فرعون نے کہا کہ بلکہ میں اس شخص سے زیادہ بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔ ② بصرہ کے بعض نحویوں نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ یہاں ﴿اَمْ﴾ بَل کے معنی میں ہے۔ ③ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فراء نحوی نے بعض قراء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کی قراءت اس طرح کی ہے: [اَمَّا اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَہِیْنٌ] ”آگاہ ہو جاؤ! میں اس کم تر سے بہتر ہوں۔“ ④ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قراءت اگر صحیح ہوتی تو اس کے معنی صحیح اور واضح ہوتے مگر یہ امصار (بڑے شہروں) کے قراء کی قراءت کے خلاف ہے۔ ⑤ ان سب کی قراءت اس طرح ہے: ﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَہِیْنٌ﴾ ”کیا میں اس کم تر سے بہتر نہیں ہوں؟“ یعنی یہ جملہ استفہامیہ ہے۔ ⑥

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ بہر حال فرعون ملعون کا مقصد یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہے، حالانکہ یہ کہہ کر اس نے واضح اور سفید جھوٹ بولا۔ قیامت کے دن تک اس پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل لعنتیں برسیں۔ ﴿مَہِیْنٌ﴾ کے معنی بقول سفیان حقیر اور

① تفسیر الطبری: 103/25. ② تفسیر الطبری: 105/25. ③ تفسیر القرطبی: 100/99، 16. ④ تفسیر الطبری: 104/25.

⑤ ابن جریر کے کلام کا تتمہ یہ ہے: ”پس میں اس کے مطابق پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتا۔۔۔۔۔ اور اس میں درست قراءت وہی ہے جس پر قرائے امصار ہیں۔“ ⑥ تفسیر الطبری: 105/25.

بقول قتادہ وسدی ضعیف کے ہیں۔^① ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ کے پاس نہ تو بادشاہت ہے، نہ سلطنت اور نہ مال و دولت۔^② ﴿وَلَا يَكَادُ بَيْنُ﴾ اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا، یعنی وہ صاف اور واضح گفتگو بھی نہیں کر سکتا اور عاجز و در ماندہ ہے۔ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو ﴿مَهِينٌ﴾ کہنا بہت بڑا جھوٹ تھا کیونکہ تخلیق و اخلاق و دین کے اعتبار سے مہین اور حقیر تو خود فرعون تھا جبکہ موسیٰ شریف، صادق، نیکو کار اور راشد تھے، اسی طرح اس کا ﴿وَلَا يَكَادُ بَيْنُ﴾ کہنا بھی افتر و پردازی تھا، گویا بین میں زبان کو آگ کا انگار لگنے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی مگر انھوں نے اللہ عز و جل سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَمُوسَىٰ﴾ (طہ: 36) ”موسیٰ! جو تو نے مانگا تجھے عطا کیا جاتا ہے۔“ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ان کی زبان میں کچھ لکنت باقی رہ گئی تھی جس کے ازالے کے لیے انھوں نے دعا نہیں کی تھی جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ لکنت اتنی زائل ہو جائے کہ جس سے ابلاغ اور افہام آسان ہو جائے۔ تو تخلیقی اشیاء جو آدمی کا اپنا فعل نہیں، ان کی بنیاد پر کوئی الزام دیا جاسکتا اور نہ کوئی مذمت کی جاسکتی ہے اور فرعون ان باتوں کو سمجھتا تھا کیونکہ اسے کچھ عقل تو تھی، وہ ساری بات جانتا تھا لیکن وہ اپنی رعایا کو بے وقوف بنانا چاہتا تھا، اس لیے کہ وہ سب غبی اور جاہل تھے۔

﴿فَلَوْلَا أَلْقَىٰ عَلَيْهِ آسُورَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ”تو اس پر سونے کے لنگن کیوں نہ اتارے گئے؟“ ﴿آسُورَةٌ﴾ سے مراد وہ زیور ہے جو ہاتھ میں پہنا جاتا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے۔^③ ﴿أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكَةُ مَقْتَرِينَ﴾ ”یابہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔“ جو خدام کی حیثیت سے اسے گھیرے ہوتے اور اس کی تصدیق کے شاہد ہوتے۔ فرعون نے ظاہری شکل کی طرف دیکھا لیکن وہ اس معنوی راز کو نہ سمجھ سکا جو اس ظاہری شکل سے بدرجہا نمایاں تھا، بشرطیکہ وہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَاطَاعُوهُ﴾ ”غرض اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کر دیا، تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ اس نے ان کی عقلوں کو ماؤف کر دیا، انھیں گمراہی کی طرف بلایا اور انھوں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا۔ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾ ”بے شک وہ بدکار لوگ تھے۔“ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا أَسْقَنَا اتَّقَيْنَا مِنْهُمْ فَارَقْنَاهُمْ أَجْعِينَ﴾ ”چنانچہ انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔“ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿أَسْقَنَا﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے ہمیں ناراض کیا۔^④

ضحاک نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے: انھوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور دیگر کئی مفسرین نے بھی اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔^⑤ ابن ابی حاتم نے

① تفسیر الطبری: 105/25. ② تفسیر الطبری: 105/25. ③ تفسیر الطبری: 106/25. ④ تفسیر القرطبی:

101/16 و تفسیر الطبری: 107/25. ⑤ تفسیر الطبری: 108, 107/25.

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا

اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم اس (غشی) سے چلا گئی ﴿٥٧﴾ اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انھوں

ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ

نے آپ سے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ نہ بھگڑا لو ہیں ﴿٥٨﴾ وہ (عیسیٰ) تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور

وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾

اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنادیا ﴿٥٩﴾ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنادیتے جو زمین میں (تمہارے) جانشین ہوتے ﴿٦٠﴾

وَإِنَّهُ لَعَلَّمٌ لِلْسَّاعَةِ فَلَا تَمُوتُنَّ فِيهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصِدُّكُمْ

اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی ہے، لہذا تم اس (قیامت کے آنے) میں شک نہ کرو، اور تم میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿٦١﴾ اور

الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

شیطان تمہیں (راہ حق سے) ہرگز نہ روک دے، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿٦٢﴾ اور جب عیسیٰ کھلی کھلی (نشانیوں) لے کر آیا تو اس نے کہا: تحقیق میں

وَلَا بَيْنَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي

تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور تاکہ میں تم پر بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿٦٣﴾

وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ

بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے، لہذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿٦٤﴾ پھر انہی (بنی اسرائیل) میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا، تو

ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْكَيْمِ ﴿٦٥﴾

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے المناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے ﴿٦٥﴾

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتَ اللَّهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مَا شَاءَ وَهُوَ مُقِيمٌ عَلَى

مَعَاصِيهِ، فَإِنَّمَا ذَلِكَ اسْتِدْرَاجٌ مِنْهُ لَهُ، ثُمَّ تَلَا: ﴿فَلَمَّا أَسْفُونَا اتَّقَيْنَا مِنْهُمْ فَأَعْرَفْنَاهُمْ أَجْعِينَ﴾ ﴿٦٥﴾] ”جب تم یہ

دیکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کسی بندے کو وہ کچھ دے رہا ہے جو وہ چاہتا ہے، حالانکہ وہ بندہ گناہوں کا مرتکب ہے اور اس پر

مُصْر ہے، تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ڈھیل ہوتی ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت

فرمائی: ﴿فَلَمَّا أَسْفُونَا اتَّقَيْنَا مِنْهُمْ فَأَعْرَفْنَاهُمْ أَجْعِينَ﴾ ﴿٦٥﴾ ”چنانچہ جب انھوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام

لیا، پھر ان سب کو ڈبودیا۔“ ﴿٦٥﴾ طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ان کے پاس اچانک موت کا

ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اچانک موت مومن کے لیے باعث تخفیف اور کافر کے لیے موجب حسرت ہوتی ہے، پھر انھوں

نے بھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ ﴿٦٥﴾ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے انتقام کو غفلت کے ساتھ پایا ہے، ان کا

اشارہ بھی اسی آیت کریمہ کی طرف تھا۔ ﴿فَجَعَلْنَاهُمْ سَفَافًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ﴾ اور ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال بنادیا۔“ ابو مجلز کہتے ہیں کہ ﴿سَفَافًا﴾ ان لوگوں کے لیے جو ان جیسے عمل کریں۔⁽¹⁾ اور انھوں نے اور مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿مَثَلًا﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنادیا۔⁽²⁾ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی الْمُؤَفَّقُ لِلصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَأْبُت۔

تفسیر آیات: 57-65

قریش کا حضرت عیسیٰ کی توہین و تحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ: اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشی، عناد، جھگڑے اور کفر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَنَّاْضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾ اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ کا حال بیان کیا گیا تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سدّی، ضحاک اور دیگر مفسرین ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کا ذکر سن کر ہنسے اور اس پر خوش ہونے لگے۔⁽³⁾ قتادہ کا قول ہے کہ وہ بے صبر ہو کر ہنسے لگے۔⁽⁴⁾ ابراہیم خنی کہتے ہیں کہ وہ اعراض کرنے لگے۔⁽⁵⁾

اس آیت کی شان نزول محمد بن اسحاق نے سیرت میں یہ ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ نصر بن حارث آیا اور وہ بھی وہاں بیٹھ گیا، اس مجلس میں قریش کے اور بھی کئی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں جب گفتگو فرمائی تو نصر بن حارث نے اعتراض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے لا جواب کر دیا، پھر آپ نے نصر کو اور دیگر کفار قریش کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی: ﴿إِنكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبٌ جَهَنَّمَ أَتَنْتُمْ لَهَا وَرِدُّوْنَ﴾ (الانبیاء: 98:21) ”(کافرو! اس روز) بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تم اس میں وارد ہونے والے ہو۔“ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر چل دیے اور عبد اللہ بن زبیری تمیمی آیا اور بیٹھ گیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! نصر بن حارث، ابن عبد المطلب کے سامنے نہ کھڑا ہوا نہ بیٹھا، یعنی یہ اس کے سامنے لا جواب ہو گیا۔ محمد ﷺ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اور جن معبودوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ عبد اللہ بن زبیری کہنے لگا کہ واللہ! اگر میری ان سے ملاقات ہو جائے تو میں ضرور ان سے جھگڑا کروں گا، اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) سے ذرا یہ تو پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے کیا وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، یہودی عزیر کی پوجا کرتے ہیں اور عیسائی ابن مریم کی پرستش کرتے ہیں تو کیا فرشتے، عزیر اور عیسیٰ ابن مریم بھی جہنم میں جائیں گے؟ ولید اور اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے سب لوگ عبد اللہ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ اس طرح کی

① تفسیر القرطبی: 102/16، ② تفسیر الطبری: 109/25 و تفسیر القرطبی: 102/16، ③ تفسیر ابن کثیر میں ابن

عباس، مجاہد، عکرمہ وغیرہ سے ﴿يَصِدُّونَ﴾ کی تفسیر میں منقول لفظ يَضْحَكُونَ ہے لیکن تفسیر الطبری: 112/111، 112/25 میں ان تمام

حضرات سے منقول لفظ يَضْحَكُونَ ہے جس کا معنی چلانا، شور مچانا ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 112/25، ⑤ تفسیر القرطبی: 103/16.

بات کے ذریعے سے تو محمد ﷺ پر عبد اللہ بن زہری حجت میں غالب آ گیا کیونکہ اس کی یہ دلیل بہت مضبوط ہے، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس عبد اللہ کی اس بات اور دلیل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهُ، إِنَّهُمْ إِنَّمَا الشَّيَاطِينُ، وَمَنْ أَمَرْتَهُمْ بِعِبَادَتِهِ] ”ہر وہ معبود جو یہ پسند کرے کہ اللہ کے سوا اس کی پوجا کی جائے تو وہ اپنے پوجا کرنے والوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہ لوگ شیطانوں کی پوجا کرتے ہیں اور اس کی جس کی پوجا کا شیطانوں نے انھیں حکم دیا ہوتا ہے۔“ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۚ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۚ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَلِيدُونَ ۚ﴾ (الانبیاء 102, 101: 21) ”جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے، اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی عیسیٰ، عزیر اور ان کے ساتھ ساتھ جن علماء و مشائخ کی پوجا کی گئی جو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کرتے تھے اور ان کے بعد گمراہ لوگوں نے از خود انھیں معبود بنالیا تو انھیں جہنم سے دور رکھا جائے گا اور انھوں نے جو یہ دعویٰ کیا کہ وہ تو فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۚ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ حَشِيتِهِ مُشْفِقُونَ ۖ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۚ﴾ (الانبیاء 29-26: 21) ”اور کہتے ہیں کہ رحمن نے اولاد بنائی ہے، وہ پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے تو اس کے) معزز بندے ہیں۔ وہ بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے، وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے، اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا، اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں، اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک اللہ کے سوا میں بھی معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔“

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو ان کی بھی پوجا ہوتی ہے اور ولید اور دیگر حاضرین اس کی اس دلیل اور کٹ جتنی سے بہت خوش ہوئے تھے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾ (57) ”اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے (خوش) چلا اٹھے“، یعنی اپنی اس بات کے ذریعے سے وہ آپ سے لوگوں کو روکنے کے لیے شور و شغب برپا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عِبَادٌ أُنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ﴾ (58) وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ (59) وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمُتْرُنَّ بِهِمَا وَاتَّبِعُونَّ ط هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (60) ”وہ تو ایسا بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اسے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنادیا، اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے، جو زمین میں (تمہارے) جانشین ہوتے۔ اور وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں تو

آپ کہہ دیں کہ اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، یعنی ہم نے اس کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کرنے اور بیمار یوں کے ختم ہونے کے جو معجزات انھیں عطا کیے، وہ قیامت کے علم کی کافی دلیل ہیں۔ ﴿فَلَا تَبْتَئِرْ بِهَا وَالْيَعُونُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾^① ”تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔“^②

ابن جریر نے روایت عن ابی بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ﴾^③ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں قوم سے مراد قریش ہے کہ جب قریش سے یہ کہا گیا: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَرَدُونَ﴾^④ (الانبیاء 98:21) ”بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو“ تو قریش کے لوگ حضرت محمد ﷺ سے کہنے لگے کہ ابن مریم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ (محمد ﷺ) بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم بھی انھیں اسی طرح رب مان لیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنالیا تھا، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا صِرْبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾^⑤ ”انھوں نے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑا لو۔“^⑥ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ﴾^⑦ ”اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟“ قتادہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود محمد ﷺ سے اچھے ہیں۔^⑧ قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اس طرح ہے کہ وہ کہنے لگے: [ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هَذَا؟] ”بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ؟“ یعنی محمد ﷺ۔^⑨

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا صِرْبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا﴾^⑩ ”انھوں نے یہ (مثال) آپ سے صرف جھگڑے کے لیے بیان کی ہے۔“ یعنی انھوں نے یہ مثال محض جھگڑنے کے لیے پیش کی ہے ورنہ یہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ اس آیت پر وارد ہی نہیں ہے کیونکہ یہ آیت: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾^⑪ (الانبیاء 98:21) غیر ذوی العقول کے بارے میں ہے اور پھر یہ خطاب قریش سے ہے جو بتوں اور شریکوں کی پوجا کرتے تھے، وہ تو عیسیٰ کی پوجا ہی نہیں کرتے تھے کہ اس آیت پر اعتراض کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بات محض جھگڑے کی خاطر تھی جسے وہ خود بھی صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هَذِهِ كَانُوا عَلَيْهِ، إِلَّا أَوْتُوا الْجَدَلَ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿مَا صِرْبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾^⑫] ”جو بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی تو انھیں جھگڑے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ”انھوں نے آپ کے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے کے لیے بیان کی ہے بلکہ وہ جھگڑا لوگ ہیں۔“^⑬ اسے امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ

① السيرة النبوية لابن هشام، ماکان يؤذی به النضر رسول الله ﷺ 360-358/1:..... ② تفسیر الطبری :

③ 111، 110/25. ④ تفسیر القرطبی: 104/16. ⑤ تفسیر القرطبی: 104/16. قتادہ کی یہ روایت تفسیر الطبری:

113. 112/25 میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی آئی ہے۔ ⑥ مسند أحمد: 252/5.

صرف ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ”وہ تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا“، یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ﴾ ”اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنادیا۔“، یعنی انھیں اپنی اس قدرت کی دلیل، جنت اور برہان بنادیا کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے بنادیتے“، یعنی تمھارے بدلے بنادیتے ﴿مَلَكًا فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾ ”فرشتے جو (تمھاری جگہ) زمین میں جانشین ہوتے۔“، سدی کہتے ہیں جو زمین میں تمھارے قائم مقام ہوتے۔^② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک دوسرے کے جانشین ہوتے جیسے تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو۔^③ یہ قول پہلے کو مستلزم ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ تمھارے بدلے وہ زمین میں آباد ہوتے۔^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ﴾ ”اور بے شک البتہ وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے۔“، صحیح بات اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا كَیْوُمُنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ (النساء: 159) ”اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا۔“، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے۔ ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِدًا﴾ (النساء: 159:4) ”اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔“ اور اس معنی کی تائید اس دوسری قراءت سے بھی ہوتی ہے: [وَإِنَّهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ] ”اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے،“^⑤ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی نشانی اور دلیل ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمُ لِلسَّاعَةِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قیامت سے قبل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔^⑥ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو العالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^⑦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے قیامت کے دن سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے امام عادل اور حاکم منصف کے طور پر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔^⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ ”تو (آپ کہہ دیں کہ لوگو!) اس میں ہرگز شک نہ کرو۔“، یعنی اس میں شک نہ کرو کیونکہ یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿وَأَتَّبِعُونَا﴾ ”اور میری پیروی کرو۔“ ان باتوں میں جن کی میں تمھیں خبر دے رہا ہوں۔ ﴿هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ (۴۴) ﴿وَلَا يَصْدَلُكُمْ الشَّيْطَانُ﴾ ”یہی سیدھا راستہ ہے اور کہیں شیطان تمھیں (اس سے)

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزخرف، حدیث: 3253 و سنن ابن ماجہ، السنۃ، باب اجتناب

البدع والجدل، حدیث: 48 و تفسیر الطبری: 113/25. ② تفسیر الطبری: 115/25. ③ تفسیر الطبری:

115/25. ④ تفسیر الطبری: 115/25. ⑤ تفسیر القرطبی: 105/16. ⑥ تفسیر الطبری: 116/25. ⑦ تفسیر

القرطبی: 105/16. ⑧ دیکھیے مسند أحمد: 483، 482/2 عن ابی ہریرۃ ؓ.

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْإِخْلَاءَ يَوْمَئِذٍ

وہ قیامت ہی کا انتظار تو کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آپڑے جبکہ انھیں خبر تک نہ ہو ﴿٦٦﴾ اس دن متقین کے سوا تمام جگری دوست بھی ایک

بعضہم لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يُعْبَادُ لَخَوْفٍ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾

دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ﴿٦٧﴾ (انھیں کہا جائے گا:) اے میرے بندو! تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم تمکین ہو گے ﴿٦٨﴾ (یعنی) جو لوگ ہماری

الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ

آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے ﴿٦٩﴾ تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں خوش حال ہو گے ﴿٧٠﴾ ان پر سونے کی رکابیوں اور

عَلَيْهِمْ بِصَاحِفٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَكْدُّ الْأَعْيُنُ ۖ

ساغرلوں کے دور چل رہے ہوں گے، اور اس (جنت) میں جس شے کو ان کے دل چاہیں گے اور (ان کی) آنکھیں متعلذ ہوں گی (وہ موجود ہوگی)، اور تم

وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا

اس میں ہمیشہ رہو گے ﴿٧١﴾ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے ﴿٧٢﴾ اس میں تمھارے لیے بہت

فَاكِهِةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُونَ ﴿٧٣﴾

سے پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاؤ گے ﴿٧٣﴾

روک نہ دے، یعنی اتباع حق سے۔ ﴿إِنَّكُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ ﴿٦٦﴾ وَلَكِنَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

”بے شک وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا

ہوں، یعنی نبوت۔ ﴿وَلَا يَبْنِيَنَّ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾ ﴿٦٧﴾ اور اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے

ہو تمھیں سمجھا دوں۔“ ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان باتوں سے مراد دینی باتیں ہیں، دنیاوی نہیں۔ اور ان کی یہ بات بہت ہی

خوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ ”لہذا تم اللہ سے ڈرو۔“ ان باتوں میں جن کا اس نے تمھیں حکم دیا ہے۔

﴿وَأَطِيعُوا﴾ ﴿٦٨﴾ ”اور میری اطاعت کرو۔“ ان باتوں میں جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ﴿٦٩﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے، لہذا تم (سب) اسی کی عبادت

کرو، یہی سیدھا رستہ ہے، یعنی میں اور تم سب اللہ کے بندے اس کے محتاج اور اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے میں

مشترک ہیں اور یہی وہ سیدھا رستہ ہے جو میں تمھارے پاس لایا ہوں کہ رب جل و علا کی عبادت ہے۔ ﴿فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ

مِنْ بَيْنِهِمْ﴾ ﴿٧٠﴾ ”پھر انھی میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا۔“ یعنی ان کے فرقوں نے اختلاف کیا اور وہ متفرق جماعتوں

میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حق

بات بھی یہی ہے۔ بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ خود اللہ ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات

اس سے پاک اور بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿قَوْلِ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْبُيُوتِ﴾ ﴿٧١﴾ ”سو

ظالم لوگوں کے لیے دردناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے۔“

قیامت اچانک آئے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کیا یہ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے اس بات کے منتظر ہیں کہ: **إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ** ﴿66﴾۔ ”قیامت ان پر ناگہاں آ موجود ہو اور انھیں خبر تک نہ ہو۔“ یعنی قیامت یقیناً وقوع پذیر ہونے والی ہے، یہ لوگ اس سے غافل ہیں، اس کی تیاری نہیں کر رہے اور پھر جب اچانک آئے گی تو انھیں خبر تک نہ ہوگی اور اس وقت وہ حد درجہ نادام اور پشیمان ہوں گے لیکن اس وقت ندامت و پشیمانی ان کے کچھ کام نہ آئے گی۔

اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کی گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ** ﴿67﴾۔ ”(سب) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار“، یعنی ہر وہ دوستی اور رفاقت جو غیر اللہ کے لیے ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ دوستی جو اللہ کے لیے ہوگی وہ ہمیشہ کے لیے قائم و دائم رہے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: **إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَلَيَعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا ز وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنفُسُكُمْ فَتَبْتَ** ﴿29﴾ (العنکبوت 25:29) ”بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے، پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔“

پرہیزگاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يُعْبَادُونَكَ لَخَوْفِكَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ** ﴿68﴾۔ ”اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہو گے۔“ پھر انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: **الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ** ﴿69﴾۔ ”جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے،“ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے۔ معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو ان میں سے ہر ایک پر گھبراہٹ طاری ہوگی، اس وقت ایک منادی یہ اعلان کرے گا: **يُعْبَادُونَكَ لَخَوْفِكَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ** ﴿68﴾۔ ”اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہو گے۔“ تو اس سے سب لوگوں میں امید پیدا ہو جائے گی لیکن پھر اس کے بعد یہ بھی کہا جائے گا: **الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ** ﴿69﴾۔ ”جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے،“ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے، تو اس اعلان کی وجہ سے مومنوں کے سوا دیگر سب لوگ مایوس ہو جائیں گے۔^①

إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَفْتَرُّ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ

بے شک مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ﴿٧٤﴾ ان سے وہ (عذاب) ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں ناامید پڑے رہیں گے ﴿٧٤﴾ اور ہم نے ان پر

مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادُوا يٰلَيْلِكَ

ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے ﴿٧٥﴾ اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ کہے گا: بے شک تم تو ہمیشہ (اسی

لِيَقْضَ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ إِنَّكُمْ مُّكِبُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنْ

عذاب میں) رہو گے ﴿٧٧﴾ بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے تھے، اور لیکن تمہارے اکثر لوگ حق کو ناپسند ہی کرنے والے تھے ﴿٧٧﴾ کیا انھوں (مشرکین کہ)

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ

نے (کسی اقدام کا) پختہ فیصلہ کر لیا ہے، تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں ﴿٧٩﴾ کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرکشی نہیں

أَنَّا لَا نَسْمِعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ط بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُمُونَ ﴿٨٠﴾

سننے۔ کیوں نہیں! اور ہمارے پیغمبر (بھیجے ہوئے فرشتے) ان کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں ﴿٨٠﴾

﴿أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ﴾ ”تم اور تمہارے جیسے لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ یعنی تم اور تمہارے جیسے

لوگوں سے کہا جائے گا: ﴿أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ”تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ ﴿أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ﴾ ”تم اور تمہارے جیسے

لوگ۔“ ﴿تُحِبُّونَ﴾ ﴿٧٥﴾ ”تم خوش کیے جاؤ گے۔“ کہ تم اس جنت میں نعمتوں بھری سعادت و کامرانی کی زندگی بسر کرو گے،

اس کی تفسیر قبل ازیں سورہ روم میں بیان کی جا چکی ہے۔ ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصَاحِبٍ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ”ان پر سونے کی

رکابیوں کا دور چلے گا۔“ جو کھانے کے خاص برتن ہیں۔ ﴿وَأَكْوَابٍ﴾ ”اور آنخوروں کا۔“ یہ سونے کے بنے ہوئے پینے کے

برتن ہوں گے، جن کی ٹوٹیاں نہیں ہوں گی اور نہ حلقے۔ [وَفِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ] ”اور ان میں وہ کچھ ہوگا جسے ان کے جی

چاہیں گے۔“ اور بعض نے اسے ﴿تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ﴾ ”جس کو دل پسند کریں گے۔“ پڑھا ہے۔ ﴿وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ ﴿٧٦﴾

”اور (جسے دیکھ کر) آنکھیں لطف اندوز ہوں گی“، یعنی ایسا کھانا جس کی خوشبو اور ذائقہ بہت اچھا ہوگا، نیز وہ بہت خوش منظر

ہوگا۔ ﴿وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ﴿٧٧﴾ ”اور تم اسی (جنت) میں ہمیشہ رہو گے۔“ نہ اس سے نکالے جاؤ گے اور نہ اسے چھوڑ کر اس

کے بجائے کسی اور جگہ جانا چاہو گے، پھر بطور احسان بتایا گیا کہ ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿٧٨﴾

”اور یہ جنت جس کے تم مالک بنا دیے گئے تمہارے اعمال کا صلہ ہے“، یعنی تمہارے اعمال صالحہ اس کے سبب بنے کہ اللہ تعالیٰ

کی رحمت تمہارے شامل حال ہوئی، پھر تم جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوئے، ورنہ محض اپنے نیک عمل کی بنیاد پر کوئی شخص

جنت میں داخل نہیں ہو سکتے گا، ہاں! جنت میں داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی سے ممکن ہوگا۔ جنت کے مختلف

درجات حقیقت میں اعمال صالحہ ہی کی بنیاد پر ہوں گے۔ ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ﴾ ”وہاں تمہارے لیے بہت سے پھل

ہوں گے۔“ تمام انواع و اقسام کے مختلف پھل ہوں گے۔ ﴿وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ﴿٧٩﴾ ”جن میں سے تم کھاؤ گے۔“ یعنی جنہیں پسند

کرو گے اور جن کے کھانے کا ارادہ کرو گے۔ کھانے پینے کے بعد پھلوں کا ذکر اس لیے کیا گیا تاکہ نعمتیں پوری ہو جائیں اور اہل جنت پر رشک بھی پورا پورا کیا جائے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 80-74

بدبختوں کا برا انجام: سعادت مند لوگوں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الْجَهَنَّمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ ۖ لَا يَفْقَرُوْنَ عَنْهُمْ﴾ ”اور بے شک مجرمین (کفار) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا“، یعنی ایک لمحے کے لیے بھی۔ ﴿وَهُمْ فِيْهِ مُبْسُوْنَ ۙ﴾ ”اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے“، یعنی وہ ہر خیر و بھلائی سے ناامید ہوں گے۔ ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْهُمْ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴾ ”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والے تھے“، یعنی اپنے بڑے اعمال کے سبب، ان پر قیام جنت اور رسولوں کے آنے کے بعد انھوں نے تکذیب اور نافرمانی کی تو انھیں اس کی پوری پوری سزا دی گئی۔ ﴿وَمَا رَّبُّكَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِيْنَ ۙ﴾ (حَم السجدة 41:46) ”اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ ﴿وَنَادٰٓوْا يٰلَيْلٰك﴾ ”اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک!“ مالک جہنم کے داروغے کا نام ہے۔

امام بخاری نے حجاج بن منہال از سفیان بن عیینہ از عمر و از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از یعلیٰ بن ابی ریحہ روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَنَادٰٓوْا يٰلَيْلٰك لِيَقْضٰ عَلَيْنَا رُبُّكَ ۙ﴾ ”اور پکاریں گے کہ اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے۔“ ﴿۱﴾ یعنی وہ ہماری رخصت قبض کرے اور اس عذاب سے نجات دے جس میں ہم مبتلا ہیں مگر ان کا حال یہ ہوگا کہ ﴿لَا يُقْضٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوْٓتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذٰبِهَا ۙ﴾ (فاطر 35:36) ”ان کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَجَنَّبُهَا الْاَشْقٰۗی ۙ الَّذِیْ یَصْلٰی النَّارَ الْکُبْرٰۗی ۙ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ۙ﴾ (الاعلیٰ 87:11-13) ”اور (بے خوف) بد بخت پہلو تہی کرے گا، جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا، پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ جب وہ یہ سوال کریں گے تو مالک انھیں جواب دے گا: ﴿قَالَ اِنَّكُمْ مُّكِنُّوْنَ ۙ﴾ ”وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ یعنی تم اس سے نکل نہیں سکو گے اور نہ نجات پاسکو گے، پھر ان کی بدبختی کا سبب بھی ذکر کیا کہ وہ حق کی مخالفت کرتے اور اس سے دشمنی رکھتے تھے۔

فرمایا: ﴿لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”یقیناً ہم تمہارے پاس حق لائے تھے۔“ یعنی ہم نے تمہارے سامنے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا تھا اور اس کی پوری پوری تفصیل بیان کر دی تھی۔ ﴿وَلٰكِنْ اَنتُمْ لَبَحٰی كُھُوْنَ ۙ﴾ ”اور لیکن تم میں سے اکثر

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَادٰٓوْا يٰلَيْلٰك لِيَقْضٰ عَلَيْنَا رُبُّكَ ۙ قَالَ اِنَّكُمْ مُّكِنُّوْنَ ۙ﴾ (الزخرف 43:77)،

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ ۝۸۱ سُبْحَنَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اگر رحمن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں ہی (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا ۝۸۱ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝۸۲ فَذَرَهُمْ يَخْضِبُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي

عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ۝۸۲ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیجیے، وہ (اپنے باطل خیالات میں) الجھے رہیں اور کھیل تماشے میں لگے

يُوعِدُونَ ۝۸۳ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝۸۴

رہیں، حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ۝۸۳ (اللہ) آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اور وہ

وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط

بہت حکمت والا، خوب جاننے والا ہے ۝۸۴ اور وہ بہت بابرکت ذات ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس (سب)

وَالِيهِ تُرْجَعُونَ ۝۸۵ وَلَا يَسْأَلُكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا

کی بادشاہی ہے، اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۝۸۵ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۸۶ وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ

نہیں رکھتے، سوائے ان کے جنہوں نے حق کی گواہی دی، اور وہ علم بھی رکھتے ہیں ۝۸۶ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا۔ تو وہ ضرور

اللَّهُ فَإِنِّي يُوقِلُونَ ۝۸۷ وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۸۸ قَاصِفٌ

کہیں گے: اللہ نے! پھر وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں؟ ۝۸۷ اس (رسول) کے اس قول کی قسم ہے کہ اے میرے رب! بے شک یہ لوگ ایمان نہیں لائیں

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلِّمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۸۹

گے ۝۸۹ لہذا (اے نبی!) ان سے غفوروں کے ساتھ کہہ دیجیے: سلام ہے، پھر عنقریب وہ جان لیں گے ۝۸۹

حق کو ناپسند کرنے والے تھے، تمہاری طبیعتیں حق قبول کرتی تھیں نہ اسے قبول کرنے پر آمادہ تھیں بلکہ وہ باطل کو مانتی اور اس کی

تعلیم کرتی تھیں اور حق کی مخالفت کرتی، انکار کرتی اور اہل حق سے بغض رکھتی تھیں، لہذا اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور ندامت کا

اظہار کرو لیکن اب اظہار ندامت بھی تمہارے کچھ کام نہ آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ﴾ ۝۸۹

”بلکہ انھوں نے ایک کام کا پختہ فیصلہ کیا تو یقیناً ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

انھوں نے بری تدبیر کا ارادہ کیا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا۔ ۱ مجاہد کا یہ قول اسی طرح ہے جیسا کہ فرمان

باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (النمل: 27: 50) ”اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی

ایک چال چلے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔“ اس لیے کہ مشرکین باطل کے ساتھ حق کو رد کرنے کے لیے کئی حیلے بہانے اختیار

کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف تدبیر کی اور ان کے حیلوں، بہانوں، چالوں اور سازشوں کا وبال انھی پر ڈال

دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمِعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ﴾ ”کیا وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ

باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟“ یعنی ان کی خفیہ اور علانیہ سب باتوں کو سنتے ہیں۔ ﴿بَلْ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُمُونَ﴾ ”کیوں نہیں! (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں“ یعنی ہم ان کے حالات خوب جانتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے چھوٹے بڑے سب اعمال لکھ رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 81-89

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں (اے محمد!)“ ﴿إِنْ كَانَ لِلزَّحِينِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ﴾ ”اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں“ یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو میں اس بات پر بھی اس کی عبادت کروں گا کیونکہ میں اس کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، وہ مجھے جو بھی حکم دے میں اس کے تمام احکام کی اطاعت بجالانے والا ہوں، میں اس کی عبادت سے تکبر اور اعراض نہیں کرتا، لہذا اگر بالفرض ایسا ہو تو میری طرف سے بھی ایسا ہوگا، یعنی میں اس کی عبادت و بندگی بجالاتا رہوں گا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو اور یاد رہے شرط سے اس کا وقوع پذیر ہونا یا اس کا جواز لازم نہیں آتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُوِّرَ آدَامُ إِلَهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُطْفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (الزمر 39: 4) ”اگر اللہ کسی کو اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے، وہ تو اللہ یکتا (اور) انتہائی غالب ہے۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿سُبْحَنَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَنَّا يَعْصُونَ﴾ ”یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے“ یعنی تمام اشیاء کا خالق اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ وہ تو یگانہ و یکتا اور احد و صمد ہے کوئی اس کی نظیر نہیں، کوئی اس کا ہمسر نہیں، لہذا اس کی کوئی اولاد نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَذَرَهُمْ يَخْضَوْنَ﴾ ”آپ انھیں چھوڑ دیں (کہ وہ بے ہودہ گوئی میں) الجھے رہیں۔“ اپنی جہالت و ضلالت میں۔ ﴿وَيَلْعَبُونَ﴾ ”اور کھیلنے دیں“ دنیا میں۔ ﴿حَتَّىٰ يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ﴾ ”یہاں تک کہ جس دن کا وعدہ دیے جاتے ہیں اس سے ملیں۔“ اور وعدے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے تو یہ غنقریب جان لیں گے کہ اس دن ان کا کیا حال ہوگا اور کس قسم کے انجام سے دو چار ہوں گے۔

رب تعالیٰ کی توحید کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌُ﴾ ”اور وہ (اکیلا) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے“ یعنی آسمان والوں کا بھی وہی معبود ہے اور زمین والوں کا بھی وہی، آسمان و زمین دونوں کے باشندے اسی کی عبادت کرتے ہیں، سب اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اسی کے آگے عاجز و در ماندہ ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ط يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ﴾ (الأنعام 3: 6) ”اور آسمان اور زمین میں وہ (ایک) اللہ ہے، تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو، اس سے بھی واقف ہے“ یعنی آسمانوں اور زمینوں میں اسی کو اللہ کہا جاتا ہے۔ ﴿وَتَكْبَرُكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾

”اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے“ یعنی وہی آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اور بلا روک ٹوک تصرف فرمانے والا ہے، وہ اولاد سے پاک، بلند و بابرکت ہے، یعنی وہ ذات گرامی تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے کیونکہ وہ رب تعالیٰ عظیم ہے، تمام اشیاء کا مالک، تمام امور کو کم کرنا یا پورا کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ”اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے“ یعنی: ﴿لَا يُجِئُهَا لَوْفَتَهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الأعراف 7: 187) ”وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔“ ﴿وَالَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

بتوں کی شفاعت کی نفی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ﴾ ”اور جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے“ یعنی اصنام اور بت وغیرہ۔ ﴿الشَّفَاعَةُ﴾ ”سفارش کا“ یعنی یہ ان کے لیے سفارش کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ”مگر وہ جو حق کی گواہی دیں جبکہ وہ علم بھی رکھتے ہوں۔“ یہ استثناء منقطع ہے، یعنی جو بصیرت اور علم کے ساتھ حق کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان کی سفارش اس کے ہاں نفع دے سکتی ہے۔

مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَلَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ ”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں؟“ یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں سے پوچھیں کہ ﴿مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ ”انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے“ یعنی وہ اس بات کا تو اعتراف کرتے ہیں کہ تمام اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا کرتے ہیں جو کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ کسی چیز کی قدرت رکھتے ہیں گویا وہ حد درجہ کی جہالت اور بے وقوفی میں مبتلا ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَأَلَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ ”تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔“

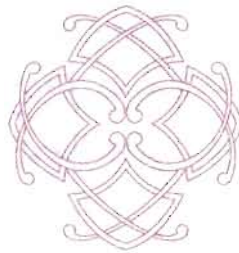
نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقِيلَ لِرَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُمْنُونَ﴾ ”قسم اس (رسول) کے یہ کہنے کی کہ اے میرے پروردگار! بے شک یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے“ یعنی محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اپنی قوم کے ان لوگوں کا شکوہ کیا جنہوں نے آپ کی تکذیب کی تھی اور کہا کہ پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں کہ یہ ایمان نہیں لاتے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ لِرَبِّ إِنْ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ (الفرقان 30: 25) ”اور پیغمبر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔^① نیز امام ابن جریر طبری نے بھی اس کی تفسیر

① تفسیر الطبری: 136/25 و صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَادُوا رَبَّهُمْ لِيُنْقِضَ عَلَيْهِمْ﴾ (الزحرف 43: 77)، بعد

میں اس طرح فرمایا ہے۔⁽¹⁾ امام بخاری نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت [وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ] فرمائی ہے۔⁽²⁾ اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقِيلَ لِرَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُمْنُونَ﴾⁽⁸⁸⁾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری فرمائی۔⁽³⁾ اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جس میں آپ نے رب تعالیٰ کے پاس اپنی قوم کا شکوہ کیا ہے۔⁽⁴⁾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ ”پس آپ ان سے منہ پھیر لیں۔“ یعنی مشرکین سے۔ ﴿وَقُلْ سَلَامٌ﴾ ”اور سلام کہہ دیں“ یعنی جس طرح مخاطب ہوتے ہوئے وہ لوگ بری زبان استعمال کرتے ہیں آپ اس طرح کی زبان استعمال نہ کریں بلکہ ان سے اچھے انداز میں گفتگو فرمائیں اور ان سے فعلی اور قولی ہر طرح سے درگزر فرمائیں۔ ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾⁽⁸⁹⁾ ”پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سرزنش ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ایسی گرفت میں لیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اور اس نے اپنے دین اور اپنے کلمے کو سر بلند کیا اور پھر اس کے بعد اس نے جہاد اور کفار کے ساتھ سختی کی بھی اجازت دے دی حتیٰ کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے اور اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

سورہ زخرف کی تفسیر مکمل ہو گئی۔



(1) تفسیر الطبری: 135/25. (2) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَادَا إِلَهُكَ لِيَقْضِ﴾ (الزخرف 43: 77)، بعد

الحديث: 4819. (3) تفسیر الطبری: 136/25. (4) تفسیر الطبری: 136/25.

تفسیر سُورَةُ دُحَّانٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ② إِنْكَ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَهٖ ③ إِنْكَ مُنْذِرِينَ ④ فِيهَا

حَمَّ ① قسم ہے واضح کتاب کی ② بلاشبہ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں ③ اسی (رات) میں ہر حکم

يُفَرِّقُ كُلَّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ④ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ⑤ إِنْكَ مُرْسِلِينَ ⑥ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ ط

معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے ④ خاص ہمارے حکم سے، بے شک ہم ہی (رسول) بھیجنے والے ہیں ⑤ آپ کے رب کی خاص رحمت سے، بلاشبہ وہی خوب

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ⑦ إِنْ كُنْتُمْ

سننے والا، خوب جاننے والا ہے ⑥ جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اور (ان کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو ⑦

مُوقِنِينَ ⑦ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ط رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ⑧

اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے، اور وہی مارتا ہے، وہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے ⑧

سورہ دخان کی فضیلت: مسند بزار میں بروایت ابو طفیل عامر بن واثلہ از زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن

صیاد سے فرمایا: [إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبَأً فَأَخْبِرْنِي مَا هُوَ؟] ”میں نے تمہارے لیے کچھ چھپایا ہے تو مجھے بتاؤ وہ کیا

ہے؟“ اور اس وقت رسول اللہ ﷺ نے سورہ دخان کو اس کے لیے مخفی رکھا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ وہ دُخ ہے، آپ نے فرمایا:

[أُخْسَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ] ”تیرا برا ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ ①

تفسیر آیات: 1-8

قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے اسے

مبارک رات میں نازل فرمایا اور مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْكَ أَنْزَلْنَاهُ فِي

لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر: 197) ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔“ اور یہ لیلۃ القدر

رمضان کی رات تھی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرہ: 185:2)

”رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“ اس بارے میں احادیث مبارکہ ہم نے سورہ بقرہ میں ذکر کی

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ⑨ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ⑩ يَغْشَى

(مگر کفار کو یقین نہیں) بلکہ وہ شک و شبہ میں پڑے کھیل رہے ہیں ⑨ تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جب آسمان صاف دھواں لائے گا ⑩ جو لوگوں کو

النَّاسُ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑪ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑫ اِنِّیْ لَهُمْ

ڈھانپ لے گا (کہا جائے گا): یہ ہے دردناک عذاب ⑪ (کافر کہیں گے): اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب ہٹا دے بلاشبہ ہم ایمان لانے والے

الذِّكْرٰی وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ⑭

ہیں ⑬ ان کے لیے نصیحت کیونکر ہوگی جبکہ ان کے پاس ایک ظاہر و باہر رسول آگیا ⑭ پھر وہ اس سے پھر گئے اور (بعض نے) کہا: یہ تو سکھایا پڑھایا ہے

اِنَّا كَاشَفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا اِنْكُمْ عَادُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی ⑯

(اور بعض نے کہا): دیوانہ ہے ⑮ بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم لوٹنے والے ہو ⑯ جس دن ہم بہت بڑی پکڑ

اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ⑰

پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں ⑰

ہیں۔ ⑰ لہذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ ﴾ ”بے شک ہم تو ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتے ہیں کہ شرعاً ان کے لیے نفع بخش چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کون سی تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ ﴾ ”اسی (رات) میں تمام حکمت کے کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“ یعنی

لیلیۃ القدر میں لوح محفوظ سے لے کر ایک سال کے معاملات کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں جن میں لوگوں کی

موت، رزق اور اس نوع کے دیگر فیصلے ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابو مالک، ضحاک اور کئی ایک ائمہ سلف رحمہم سے اسی

طرح مروی ہے۔ ② ﴿ حَكِيْمٍ ④ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ فیصلے ایسے محکم ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتا، اسی

لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ⑤ ﴾ ”ہمارے ہاں سے حکم ہو کر۔“ یعنی جو کچھ بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو

بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے حکم، اس کی اجازت اور اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑥ ﴾ ”بے شک ہم

ہی (پیغمبروں کو) بھیجتے ہیں۔“ یعنی لوگوں کی طرف ہم نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی

روشن آیات پڑھ کر سناتے ہیں کیونکہ اس وقت پیغمبر کے بھیجنے کی شدید ضرورت تھی، ﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ⑦ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ

الْعَلِیْمُ ⑧ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ⑨ ﴾ ”یہ آپ کے پروردگار کی رحمت ہے، وہ تو بڑا سننے والا، نہایت

جاننے والا ہے، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔“ یعنی جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہے، وہ

آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا رب، خالق اور مالک ہے۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ ﴾ ”بشرطیکہ تم (لوگ)

یقین کرنے والے ہو۔“ یعنی تم اس بات کا یقین کرو کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کا صرف وہی خالق و مالک ہے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ ① ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے (وہی) تمہارا پروردگار اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا پروردگار ہے۔“ یہ آیت اس طرح ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَبِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ (الأعراف: 158:7) ”(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔“

تفسیر آیات: 9-16

مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرکین ﴿فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ﴾ ② ”شک میں کھیل رہے ہیں۔“ ان کے پاس حق یقیناً آگیا ہے لیکن یہ لوگ اس میں شک کر رہے ہیں اور اس کی تصدیق نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ﴾ ③ ”تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ (جس دن) آسمان صریح دھوئیں کے ساتھ آئے گا۔“ مسروق سے روایت ہے کہ ابواب کندہ کے پاس سے ہم مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص اس آیت کریمہ کے حوالے سے بیان کر رہا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس دھوئیں سے کیا مراد ہے۔ یہ دھواں قیامت کے دن آئے گا اور منافقوں کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مومنوں کو اس سے زکام کی سی شکایت ہوگی۔ مسروق کہتے ہیں کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے اور گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (ص: 86:38) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔“ یہ بھی علم کی بات ہے کہ آدمی جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، بات یہ ہے کہ قریش نے جب اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے لیے یوسف علیہ السلام کے دور جیسی قحط سالی کی بددعا فرمائی تو وہ بدترین قسم کی قحط سالی میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ بھوک سے ناچار ہو کر انھوں نے ہڈیوں اور مردار تک کو کھایا، پریشانی کے اس دور میں جب وہ آنکھیں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے تو انھیں دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ ④ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اسے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں سا نظر آتا۔ ⑤

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ﴾ (الدخان: 44: 12)،

حدیث: 4822 و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب الدخان، حدیث: 2798 واللفظ له وسند أحمد:

431/1. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿أَلَيْسَ لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ﴾ (الدخان: 44: 13)،

حدیث: 4823 و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب الدخان، حدیث: (40-2798).

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ ”تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے کہ آسمان صریح دھوئیں کے ساتھ آئے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ درد دینے والا عذاب ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! خاندان مضر کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ یہ لوگ تباہی کے قریب پہنچ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو بارش نازل ہو گئی تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝﴾ ”بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ان سے روز قیامت عذاب کو دور کر دے گا؟ جب قریش کو خوش حالی نصیب ہو گئی تو پھر اپنی پہلی حالت ہی کی طرف پلٹ آئے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝﴾ ”جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بے شک ہم انتقام لے کر چھوڑیں گے۔“ یعنی بدر کے دن۔^① ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پانچ علما میں گزر چکی ہیں: (1) دھواں (2) رومیوں کی فتح (3) شق قمر (4) سخت پکڑ اور (5) بدر کا دن۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، ترمذی و نسائی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے، نیز ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی اسے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔^③ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی جو یہ تفسیر بیان کی ہے کہ دھواں گزر چکا ہے، اس سے ائمہ سلف کی ایک جماعت، مثلاً: مجاہد، ابو العالیہ، ابراہیم نخعی، ضحاک اور عطیہ عوفی رحمہم اللہ نے بھی اتفاق کیا ہے۔^④ اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔^⑤

ابو سمریہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالا خانے سے ہمیں جھانک کر دیکھا جبکہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ (تَرَوْا) عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالْدُّخَانُ، وَالذَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالْدَّجَالِ، وَثَلَاثَةٌ] خُسُوفٌ: خُسُوفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخُسُوفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخُسُوفٌ بِحَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ (تَسُوفُ النَّاسَ) أَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ، تَبَيَّتْ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا] ”قیامت اس وقت تک

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (الدخان 44: 11)، حدیث: 4821 و

صحیح مسلم، صفات المنافقین.....، باب الدخان، حدیث: (40)-2798. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب:

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝﴾ (الدخان 44: 16)، حدیث: 4825 و صحیح مسلم، صفات

المنافقین.....، باب الدخان، حدیث: 2798. ③ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الدخان، حدیث:

3254 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝﴾ 456/6، حدیث:

11481 و تفسیر الطبری: 145، 144/25. ملاحظہ: یہ روایت ہمیں مسند احمد میں نہیں ملی۔ ④ تفسیر الطبری: 146/25.

⑤ تفسیر الطبری: 148/25.

قائم نہ ہوگی، جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2) دھواں (3) جانور (4) یا جوج ماجوج کا نکلنا (5) عیسیٰ ابن مریم کا آنا (6) دجال (7) زمین میں زندہ دھنس جانے کے تین واقعات، ایک مشرق میں دھسنے (8) ایک مغرب میں دھسنے اور (9) جزیرۃ العرب میں دھسنے (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے کی طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک لے جائے گی یا لوگوں کو اکھٹا کر دے گی وہاں رات گزارے گی جہاں وہ شب بسر کریں گے اور وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے (دوپہر کو سوئے) گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔“ اس حدیث کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے ⁽¹⁾ (امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں۔)

اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا تھا: [إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْنًا] ”یقیناً میں نے تیرے لیے ایک چیز کو چھپایا ہے۔“ اس نے جواب دیا کہ وہ دُخ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِحْسَاءُ، فَلَنْ تَعْدَوْ قَدْرَكَ] ”تیرا براہوتو اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے گا۔“ ⁽²⁾ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جی میں اس وقت اس آیت کا تصور کیا تھا: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ ⁽³⁾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دھواں بھی ان باتوں میں سے ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے، ابن صیاد کا ہنوں کے طریقے پر جنوں کی زبان سے بات کرتا تھا اور یہ لوگ عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس نے دُخ کہا اور اس سے اس کی مراد دخان تھا، اس سے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اس کا مادہ شیطانی ہے، اسی لیے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا: [إِحْسَاءُ فَلَنْ تَعْدَوْ قَدْرَكَ] ”تیرا براہوتو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔“ ⁽⁴⁾

بہت سی مرفوع، موقوف، صحیح، حسن اور دیگر درجوں کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ دھواں بھی قیامت کی ان نشانیوں میں سے ہے جن کا انتظار کیا جا رہا ہے اور پھر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ ”تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان صریح دھوئیں کے ساتھ آئے گا۔“ یعنی ایسا صاف اور واضح دھواں ہوگا جسے ہر کوئی دیکھ لے گا جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خیالی دھواں ہے جو کفار قریش کو شدید بھوک اور تکلیف کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا لیکن یہ بات درست معلوم نہیں

⁽¹⁾ صحیح مسلم، الفتن،، باب فی الآيات التي تكون قبل الساعة، حدیث: 2901 جبکہ توسلین والے الفاظ جامع

الترمذی، الفتن، باب ماجاء فی الخسف، حدیث: 2183 میں ہیں اور باقی حدیث مسند أحمد: 7/4 کے مطابق ہے۔

⁽²⁾ صحیح البخاری، الجہاد والسير، باب کیف يعرض الإسلام على الصبي؟ حدیث: 3055 و صحیح مسلم، الفتن،

باب ذکر ابن صياد، حدیث: 2930 عن ابن عمر ⁽³⁾۔ راوی کے یہ الفاظ کہ رسول اللہ نے اس وقت آیت: ﴿فَارْتَقِبْ

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ کا تصور کیا تھا، صحیحین میں نہیں ملے، البتہ مسند البزار: 169، 168/4، حدیث: 1334 میں

ہے کہ آپ ﷺ نے سورہ دخان کا تصور کیا تھا، اسی طرح بیہمی نے بھی کشف الاستار: 144/4، باب فی ابن صياد، حدیث:

3399 میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ⁽⁴⁾ دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 3055 و صحیح مسلم، حدیث: 2930 عن

ہوتی کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿يَغْشَى النَّاسَ ط﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“ یعنی سب لوگوں کو ڈھانپ کر اپنی پلیٹ میں لے لے گا، اگر اس سے مراد محض خیالی بات ہوتی جو مشرکین مکہ ہی کے ساتھ خاص تھی تو پھر اس کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا: ﴿يَغْشَى النَّاسَ ط﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ ”یہ درد دینے والا عذاب ہے۔“ یعنی انھیں ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ یہ درد دینے والا عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكَ إِلَىٰ تَارِكِهِم مَّ دَعَا ط هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تَكْفُرُونَ ۝﴾ (الطور 52: 13، 14) ”جس دن ان کو آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا، (اور کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“ یا وہ خود ایک دوسرے سے یہ الفاظ کہیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے یقیناً ہم ایمان لاتے ہیں۔“ یعنی کافر جب عذاب الہی کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ! اس عذاب کو ہم سے دور کر دے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُقُّوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نَرُدُّ وَلَا نُنْكَدُ بِأَلَيْتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (الأنعام 27: 6) ”اور کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔“ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرِنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرَّسُولَ ۝﴾ ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں کہ جب ان پر عذاب آجائے گا، تو تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر (تاکہ) ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿أَلَيْ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝﴾ ”(اس وقت) ان کو نصیحت کہاں (مفید) ہوگی جبکہ ان کے پاس پیغمبر آچکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے، پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت انھیں نصیحت کہاں حاصل ہوگی جبکہ ہم نے ان کی طرف اپنے رسول کو بھیجا تھا جس نے ان تک ہمارے پیغام کو پہنچایا اور انھیں واضح طور پر ڈر سنایا تھا لیکن انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اس کی تصدیق نہ کی بلکہ تکذیب کی اور کہا کہ اس کو کسی نے پڑھایا ہے اور یہ تو دیوانہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَنْذِرُ الْإِنسَانَ ۝﴾ ”تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں مل سکے گا۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُعُوا فَلَا قُوَّةَ وَأُخْذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝﴾ ”وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ؕ وَإِنَّا لَكُنَّا وَشٌ مِنْ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝۱۷ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ

اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کو آزمایا، اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا تھا ۝۱۷ (اس نے کہا: کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل)

اللَّهُ ط إِيَّيْكُمْ رَسُولٌ آمِينٌ ۝۱۸ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۚ إِيَّايَ أَتَيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ

کو میرے حوالے کر دو، بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں ۝۱۸ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکش نہ کرو، بلاشبہ میں

مُبِينٌ ۝۱۹ وَإِنِّي عَذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُون ۝۲۰ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا بِي

تمہارے سامنے واضح دلیل پیش کرتا ہوں ۝۱۹ اور بلاشبہ میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار

فَاعْتَرِلُون ۝۲۱ فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۝۲۲ فَاسْرِ بِعِبَادِي كَيْلًا إِنَّكُمْ

کر دو ۝۲۱ اور اگر تم میری بات پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ ۝۲۲ پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ۝۲۲

مُتَّبِعُونَ ۝۲۳ وَاتْرِكِ الْبَحْرَ رَهَوًا ۙ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝۲۴ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّتٍ

(حکم ہوا کہ) اب میرے بندوں کو راتوں رات لے چل، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا ۝۲۴ اور تو سمندر کو ساکن و خشک چھوڑ جا، بلاشبہ یہ لوگ

وَعَيُونَ ۝۲۵ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝۲۶ وَنَعْنَعٍ كَانُوا فِيهَا فِكْهِينَ ۝۲۷ كَذٰلِكَ تَف

(آل فرعون) غرق شدہ لشکر ہیں ۝۲۵ وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے ۝۲۶ اور کھیتیاں اور شاندار محل ۝۲۷ اور سامان عیش جن میں وہ مزے

وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝۲۸ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا

کر رہے تھے ۝۲۸ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان (سب) کا وارث بنا دیا ۝۲۸ پھر ان پر آسمان اور زمین نہ روئے، اور نہ

مُنْظَرِينَ ۝۲۹ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْهُيِّنِ ۝۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ ط إِنَّهُ

انھیں مہلت دی گئی ۝۲۹ اور البتہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی ۝۳۰ (یعنی) فرعون سے، بلاشبہ وہ بڑا ہی سرکش (اور)

كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۝۳۱ وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۳۲ وَآتَيْنَاهُمْ

حد سے گزرنے والوں میں سے تھا ۝۳۱ اور البتہ بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو جانتے بوجھتے ہوئے جہانوں پر ترجیح دی ۝۳۲ اور ہم نے انھیں

مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝۳۳

نشانیاں دی تھیں جن میں کھلی آزمائش تھی ۝۳۳

مَنَّانٌ يُعِيدُ ۝۳۴ (سبا: 52, 51: 34) ”اور کاش! آپ دیکھیں جب یہ گھبرا جائیں گے تو (عذاب سے) بچ نہیں سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہے!“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا كَاشَفْنَا الْعَذَابَ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝۳۵﴾ ”بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں (مگر پھر) بلاشبہ دوبارہ تم وہی (کچھ) کرنے والے ہو۔“ معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تم سے عذاب ٹال دیں اور تمہیں دنیا میں ایک بار پھر لوٹا دیں تو تم پھر کفر اور تکذیب کی روش کو اختیار کر لو گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ رَحَّمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

قٰنْ ضَرَّ لَکْجُوْا فِیْ طٰغِیَآئِہُمْ یَعْبَہُوْنَ ۝ (المؤمنون 75:23) ”اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے پھریں۔“ نیز فرمایا: ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْہُ وَاِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 28:6) ”اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا، وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“

﴿البَطْشَةُ الْکُبْرٰی﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یَوْمَ کَبَشَ الْبَطْشَةُ الْکُبْرٰی ۝ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝﴾ ”جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر غزوہ بدر سے کی ہے۔^① اور اس جماعت کا بھی یہی قول ہے جنہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دخان کے بارے میں تفسیر سے اتفاق کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بروایت عون بنی مروی ہے۔^② نیز ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔^③ گو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہو لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سخت پکڑ سے قیامت کے دن کی پکڑ مراد ہے۔ غزوہ بدر بھی اگرچہ کفار کے لیے ایک پکڑ تھی لیکن ابن جریر رضی اللہ عنہ نے بروایت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سخت پکڑ سے مراد بدر کا دن ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔^④ اس روایت کی سند صحیح ہے اور امام حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔^⑤ اور زیادہ صحیح روایت کے مطابق عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 33-17

بنی اسرائیل کی نجات: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین سے پہلے ہم نے قوم فرعون، یعنی مصر کے قبطیوں کی بھی آزمائش کی تھی ﴿وَجَآءَہُمْ رَّسُوْلٌ کَرِیْمٌ ۝﴾ ”اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے۔“ یعنی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ﴿اَنْ اَدُوْا اِلٰی عِبَادِ اللّٰہِ ۝﴾ ”(جنہوں نے) یہ (کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ ہے: ﴿فَاَرْسَلْنَا مَعَنَا بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ ۚ وَلَا تَعْبُدُوْہُمْ قَدْ جَعَلْتُ بَآئِیۡہٗ مِنْ رَّبِّکَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہٰدِی ۝﴾ (طہ 47:20) ”تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ (جانے کے لیے) چھوڑ دے اور انہیں تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔“ ﴿اِنِّیْ لَکُمْ رَّسُوْلٌ اٰمِیْنٌ ۝﴾ ”بے شک میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔“ یعنی میں تمہیں جو بات پہنچاتا ہوں اس میں امین ہوں ﴿وَ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلٰی اللّٰہِ ۝﴾ ”اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو۔“ یعنی اس کی آیات کی اتباع، اس کے دلائل کو تسلیم کرنے اور اس کی براہین پر ایمان لانے کے بجائے تکبر نہ کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝﴾ (المؤمن 60:40) ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنارہ کشی کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“

① تفسیر الطبری: 146/25، ② تفسیر القرطبی: 134/16، ③ تفسیر القرطبی: 134/16، ④ تفسیر الطبری:

152/25، ⑤ تفسیر الطبری: 152/25

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنِّي أَنْتَكُمْ سُلَاطِينَ مُبِينٌ﴾ ”میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔“ یعنی واضح اور ظاہر دلیل اور اس سے مراد وہ روشن آیات اور قطعی دلائل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔

﴿وَإِنِّي عُدْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُونِ﴾ ”اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو بے شک میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوصالح کا قول ہے کہ اس سے زبان کی سنگ زنی، یعنی گالی گلوچ مراد ہے۔^(۱)

اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پتھروں سے مارنا ہے،^(۲) یعنی میں اس اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس نے مجھے اور تمہیں پیدا فرمایا ہے کہ تم قول یا فعل سے میرے ساتھ کوئی برا سلوک کرو۔ ﴿وَأَنْ لَّمْ تُوْمِنُوا لِي فَأَعْتَزَلُونِ﴾ ”اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔“ میرے منہ نہ لگو، میرے اور اپنے معاملے کو چھوڑ دو حتیٰ کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا، جب موسیٰ علیہ السلام کا قیام ان میں طول اختیار کر گیا اور انھوں نے ان پر اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل کو ثابت کر دیا مگر اس سے ان کے کفر اور دشمنی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو انھوں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے ان کے بارے میں بددعا کی جو ان کے بارے میں پوری طرح نافذ ہو گئی تھی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِكَ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ ”اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زردے رکھا ہے، اے ہمارے پروردگار! اس لیے کہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں، جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، لہذا تم ثابت قدم رہنا۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ﴾ ”تب اس (موسیٰ) نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ وہ فرعون کی اجازت، مشورے اور اذن کے بغیر بنی اسرائیل کو ان کے ہاں سے نکال کر لے جائیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ﴾ ”پس میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ بے شک (فرعونوں کی طرف سے) تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَن أَسْرِ بِعِبَادِي فَاصْرِبْ لَهُمْ حَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ﴾ (طہ 77:20) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ، پھر ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بناؤ، نہ تو تم کو پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔“ اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَأَتْرَكُ الْبَحْرَ دَرَكًا لَهُمْ جُنْدًا مُّغْرَقُونَ﴾ ”اور دریا کو خشک ہی چھوڑ دو (تمہارے بعد) بلاشبہ ان کا تمام لشکر ڈوب دیا جائے گا۔“

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے جب دریامعبر کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ دریاپر عصا ماریں تاکہ وہ پہلی حالت کی طرح ہو جائے تاکہ ان کے اور فرعون کے درمیان حائل ہو جائے اور وہ ان کے پاس نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ دریاکو اسی طرح ساکن رہنے دیں اور ساتھ انھیں خوش خبری بھی سنادی کہ اس تمام لشکر کو ڈبو دیا جائے گا اور تمہیں نہ تو فرعون کے آپکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ دریا میں غرق ہونے کا ڈر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَآتَيْنَا الْبَحْرَ رَهَوًا﴾ کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ دریا کو اسی شکل و صورت میں چھوڑ کر چل دو۔^(۱) مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿رَهَوًا﴾ کے معنی ہیں کہ اسے اسی طرح خشک رستہ رہنے دو اور اسے اپنی اصلی حالت کی طرف پلٹ جانے کا حکم نہ دو بلکہ اسے اسی طرح رہنے دو حتیٰ کہ ان کا آخری شخص تک اس میں داخل ہو جائے۔^(۲) عکرمہ، ربیع بن انس، ضحاک، قتادہ، ابن زید، کعب احبار، سماک بن حرب اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔^(۳)

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَبْثٍ وَعَيْبُونَ﴾^(۴) ﴿وَذُرُوعٌ﴾ ”وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں۔“ یعنی نہریں اور کنویں ﴿وَمَقَامٌ كَرِيمٌ﴾^(۵) ”اور نفیس مکان۔“ یعنی نفیس مکانات اور عالی شان محلات۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿مَقَامٌ كَرِيمٌ﴾^(۶) سے مراد منبر ہیں۔^(۷) ﴿وَعَصَا كَانُوا فِيهَا يَفْكِهِنَ﴾^(۸) ”اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔“ یعنی وہ بہت عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے جو چاہتے کھاتے اور پسندیدہ لباس پہنتے تھے، علاوہ ازیں انھیں مال و دولت کی فراوانی اور علاقے کی حکمرانی حاصل تھی مگر اس ساری عیش و عشرت، مال و دولت اور منصب و اقتدار سے وہ بیک وقت محروم کر دیے گئے، انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور جہنم رسید ہو گئے جو کہ بدترین ٹھکانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذَلِكَ تَوَّارَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ﴾^(۹) ”اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا۔“ اور وہ بنی اسرائیل تھے۔ ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ﴾ ”تو پھر ان پر نہ تو آسمان اور زمین روئے۔“ یعنی ان کے اعمال اچھے نہیں تھے کہ آسمان کے دروازوں سے اوپر چڑھتے ہوں اور اب وہ ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے روتے ہوں اور نہ زمین ہی کے مختلف علاقوں میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ اب وہ ان کی عدم موجودگی کو محسوس کرتی ہو، اس لیے وہ اسی بات کے مستحق تھے کہ انھیں ذرہ بھر مہلت نہ دی جاتی، اس لیے کہ وہ کفر، جرم، سرکشی اور دشمنی کی تمام حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی: اے ابوالعباس! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ﴾^(۱۰) تو کیا آسمان و زمین بھی کسی پر روتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، مخلوقات میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق نازل ہوتا اور عمل اوپر جاتا ہے، جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو اس کا وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے جس سے اس کا عمل اوپر جاتا اور رزق نازل ہوتا تھا اور جب وہ اس کے عمل کو اوپر آتے ہوئے نہیں دیکھتا تو رونے لگتا ہے،

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 3288/10. (۲) تفسیر الطبری: 158/25 مختصراً. (۳) تفسیر الطبری: 158/25. (۴) تفسیر

الطبری: 159/25.

اسی طرح جب وہ زمین اسے نہیں دیکھتی جس پر وہ نماز ادا کیا کرتا تھا اور اللہ کا ذکر کیا کرتا تھا تو وہ زمین بھی اس پر روتی ہے، قوم فرعون کے نہ تو زمین میں نیک آثار تھے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل ہی اوپر جاتا تھا، اس لیے ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین عونی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^②

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْبَهِيمِ ۖ مِنْ فِرْعَوْنَ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۝﴾ "اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون سے، بے شک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔" اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے انھیں فرعون کی ذلت و رسوائی سے نجات بخشی اور مشقت کے ان سخت کاموں سے بچالیا جس میں فرعون نے انھیں لگا رکھا تھا ﴿مِنْ فِرْعَوْنَ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا﴾ "فرعون سے، بے شک وہ سرکش تھا۔" ﴿عَالِيًّا﴾ کے معنی ہیں: متکبر، سرکش اور دشمن جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ (القصص 4:28) "بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔" اور فرمایا: ﴿فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ۝﴾ (المؤمنون 46:23) "تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔" ﴿عَالِينَ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے تو معنی یہ ہوئے کہ فرعون اپنے معاملے میں حد سے بڑھا ہوا تھا اور فی نفسہ بہت گھٹیارائے کا مالک تھا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمِ عَلِيٍّ الْعَلَمِينَ ۝﴾ "اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو اہل عالم سے دانستہ منتخب کیا۔" مجاہد کہتے ہیں: ﴿اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمِ عَلِيٍّ الْعَلَمِينَ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ ان لوگوں میں سے ان کا انتخاب کیا جو ان کے دور میں تھے۔^③ قتادہ کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں فائق کر دیا تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر زمانے کا ایک عالم ہوتا ہے۔^④ بہر حال یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ يَوْمَئِذٍ إِنَّي أَصْطَفَيْتُكَ عَلَىٰ النَّاسِ﴾ (الأعراف 7:144) "اس (اللہ) نے فرمایا: موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔" یعنی اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں ممتاز کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام سے بھی فرمایا تھا: ﴿وَاصْطَفَيْتُكَ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (ال عمران 42:3) "اور اس نے تجھے جہاں کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔" یعنی اپنے زمانے کی عورتوں میں سے وہ منتخب تھیں جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے افضل یا شرف و فضل میں ان کے مساوی ہیں، اسی طرح فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی، نیز آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَىٰ النَّسَاءِ كَفَضْلِ النَّبِيِّ عَلَىٰ سَائِرِ الطَّعَامِ﴾ "بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح شریک و دیگر تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔" اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْنُهُمْ مِنَ الْآيَةِ﴾ "اور ہم نے انھیں نشانیاں دی تھیں۔" یعنی دلائل و براہین

① تفسیر الطبری: 161/25. ② تفسیر الطبری: 162/25. ③ تفسیر الطبری: 164/25. ④ تفسیر الطبری:

163/25. ⑤ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَصَوَّبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ﴾ (التحریم

12، 11، 66)، حدیث: 3411 و حیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة أم المؤمنين، حدیث: 2431

عن أبي موسى رضي الله عنه.

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۖ (34) إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۖ (35) فَأْتُوا

بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ (36) أَهْمُ خَيْرٌ أَمْ قَوْمٌ تُبْعِجُ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ

اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ (36) کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم بُجّ اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہم نے

قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۖ (37)

انہیں ہلاک کر دیا، بلاشبہ وہ مجرم تھے (37)

اور خرق عادت امور، ﴿مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ﴾ (33) ”جن میں صریح آزمائش تھی۔“ یعنی اس میں واضح اور ظاہر آزمائش تھی، ان لوگوں کے لیے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔

تفسیر آیات: 34-37

مکرین قیامت کی تردید: مشرکین نے بعث بعد الموت اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صرف یہی دنیا ہی کی زندگی ہے موت کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور نہ ہی موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے اور اس سلسلے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمارے سابقہ آباء و اجداد جب ایک بار دنیا سے چلے گئے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آئے اور اگر بعث بعد الموت حق ہے ﴿فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (36) ”تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ اگر تم سچے ہو۔“ جبکہ ان کی یہ دلیل باطل اور ان کا یہ شبہ فاسد تھا، اس لیے کہ دوبارہ جی اٹھنا تو قیامت کے دن ہو گا نہ کہ دنیا کی زندگی میں، دنیا کی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور ظالموں کو آتش جہنم کا ایندھن بنادے گا اور اس دن تم لوگوں پر گواہ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اپنے اس عذاب سے ڈرایا ہے کہ جو آجائے تو اسے ٹالا نہیں جاسکتا جیسا کہ ماضی میں بھی وہ ان جیسے مشرکین اور مکرین بعث بعد الموت، مثلاً: قوم تبع، یعنی اہل سبا پر آیا تو وہ اسے ٹال نہ سکے بلکہ اللہ عز و جل نے اپنا عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر ڈالا، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور انہیں مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیا جیسا کہ سورہ سبا میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ (1) اور اس سورت کا آغاز ہی مشرکین کے انکار آخرت کے ذکر سے ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی مشرکین کو ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وہ لوگ بھی عرب تھے اور قحطان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ یہ عرب عدنان سے تعلق رکھتے ہیں۔

شیع کون تھا؟ حَیْمَر یعنی اہل سبا اپنے ہر بادشاہ کو تبع کے لقب سے موسوم کرتے تھے جیسے ایران کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے کافر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اسی طرح مختلف علاقوں کے لوگوں نے اپنے بادشاہوں کے لیے مختلف نام تجویز کر رکھے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ایک تبع یمن سے نکلا اور مختلف ملکوں کو فتح

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنِنَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا ﴿۳۸﴾ ہم نے یہ دونوں تو حق (ایک مقصد)

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي

ہی کے ساتھ پیدا کیے ہیں اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔³⁹ بلاشبہ فیصلے کا دن ان سب کے لیے طے شدہ ہے۔⁴⁰ اس دن کوئی دوست

مَوْلَىٰ عَنْ مَّوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللَّهُ ط إِنَّهُ هُوَ

کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا، اور نہ ان کی مدد بھی کی جائے گی^(۹۱) سوائے اس کے جس پر اللہ نے رحم کیا۔ بلاشبہ وہی نہایت غالب،

ع
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (42)

④۲ خوب رحم کرنے والا ہے

2
13
15

کرتا ہوا سفر قند تک پہنچ گیا، اس کی سلطنت بہت وسیع و عظیم اور اس کی فوج بہت طاقتور ہو گئی، اس کی مملکت کی حدود بہت وسیع اور رعایا کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اسی بادشاہ نے حیرہ کا شہر آباد کیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اس کا مدینہ منورہ سے گزر ہوا اور یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے تو اس نے یہاں کے لوگوں سے بھی جنگ کا ارادہ کیا تو مدینہ کے لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا، دن کو وہ اس سے لڑائی کرتے اور رات کو مہمان نوازی، اس سے اس بادشاہ نے شرم و حیا محسوس کرتے ہوئے لڑائی کو ترک کر دیا، البتہ وہ یہاں سے دو یہودی علماء کو اپنے ساتھ لے گیا، انھوں نے ازراہ ہمدردی و خیر خواہی بادشاہ کو بتایا کہ وہ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں نبی آخر الزمان ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، وہ بادشاہ مدینہ سے واپس چلا گیا اور ان دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا، جب مکہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے کعبہ کو منہدم کرنا چاہا تو ان یہودی عالموں نے اسے اس سے بھی منع کیا اور اس گھر کی عظمت کے بارے میں اسے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور آخر زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کے ہاتھوں اس کی عظمت کو چار چاند لگ جائیں گے، یہ سن کر اس نے بھی کعبہ کی تعظیم کی، دھاری دار ریشمی کپڑوں کا غلاف پہنایا اور یمن واپس چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس نے دعوت دی کہ وہ بھی اس کے ساتھ یہودیت اختیار کر لیں۔ یمن میں ان دنوں موسیٰ علیہ السلام کا دین رائج تھا، یعنی ان لوگوں کا دین جو مسیح علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہدایت پر تھے، یمن کے عام لوگوں نے اس کے کہنے سے یہودیت کو اختیار کر لیا۔

امام عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَذْرِي تَبْعَ نَبِيٍّ كَانَ أُمَّ غَيْرِ نَبِيٍّ] ”مجھے نہیں معلوم کہ تبع نبی تھا یا نہیں۔“ تمیم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ عطاء بن ابورباح نے کہا کہ تبع کو گالی نہ دو

① تفسیر البغوی: 4/181، 180 و تفسیر ابن ابی حاتم: 10/3289، البتہ کتب احادیث میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول

ہے: مَا أَذْرِي أَتَّبِعُ لَعْنٍ هُوَ أَمَّا [دیکھیے سنن أبی داود، السنۃ، باب فی التخییر بین الأنبیاء ﷺ، حدیث: 4674، علامہ

الہامی رحمۃ اللہ علیہ نے السلسلۃ الصحیحہ: 253/5، حدیث: 2217 کے تحت لکھا ہے کہ مستدرک حاکم کی روایت میں [لَعْنًا] کے بجائے

نَبِیًّا] ہے اور یہ کتاب یا نثر کی غلطی ہے۔ اور یہاں درست [لَعِینًا] ہی ہے، جیسا کہ دیگر روایات میں بھی اسی طرح ہے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۚ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۖ كَالْهَيْهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۚ كَغَلِيِّ

بے شک تھوہر کا درخت (۴۳) گناہ گار کا کھانا ہے (۴۴) گھلے تانبے (یا تھمت) کے مانند، وہ پیٹوں میں کھولے گا (۴۵) تیز گرم پانی کے کھولنے

الْحَمِيمِ ۖ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ

کی طرح (۴۶) (عم ہوگا:) اسے پکڑو اور گھینٹے ہوئے جہنم کے درمیان لے جاؤ (۴۷) پھر اس کے سر پر تیز گرم پانی کا عذاب انڈیلو (۴۸)

الْحَمِيمِ ۖ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۖ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۖ

(مزہ) چکھ! بے شک تو براعت والا، بڑا مکرم والا (بنا پھرتا) تھا (۴۹) بلاشبہ یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے (۵۰)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔ ① وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 42-38

دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل اور اپنی ذات گرامی کے لہو و لعب اور باطل سے پاک ہونے کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا طَلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ﴾ (ص 27:38) ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے اس کو خالی از مصلحت پیدا نہیں کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۖ فَتَعَالَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ (المؤمنون 23:115، 116) ”تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ حقیقی بادشاہ اللہ کی ذات بڑی ہی برتر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرش بزرگ کا مالک ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْعَلِينَ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات میں فیصلہ فرمائے گا، کافروں کو عذاب دے گا اور مومنوں کو ثواب۔ ﴿مِيقَاتُهُمْ أَجْعَلِينَ﴾ ”ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔“ یعنی اس دن وہ اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع فرمائے گا: ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ قَوْلِ شَيْئًا﴾ ”جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔“ یعنی کوئی قریبی کسی قریبی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ (المؤمنون 101:23) ”پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو اس دن ان میں قراتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَسْأَلُ حَبِيبٌ حَبِيبًا ۖ يُبْصَرُونَ﴾ (المعارج 11، 10:70) ”اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا پرسان نہ ہوگا، حالانکہ وہ انھیں دکھائے جائیں گے۔“ یعنی کوئی اپنے بھائی سے اس کا حال بھی نہیں پوچھے گا، حالانکہ وہ اسے بالکل اپنے سامنے دیکھ رہا ہوگا ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ ”اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“ یعنی نہ تو کوئی قریبی کسی قریبی کی مدد کرے گا اور نہ انھیں باہر سے کوئی مدد ملے گی ﴿إِلَّا مَن رَّحِمَ

اللہ ﷻ ”مگر جس پر اللہ مہربانی کرے۔“ یعنی اس دن مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا اور کوئی چیز کام نہ آئے گی، ﴿اِنَّكَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ”بے شک وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔“ یعنی وہ غالب بھی ہے اور اس کی وسیع رحمت بے پایاں بھی ہے۔

تفسیر آیات: 43-50

قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب: اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جس میں وہ کافروں اور منکروں کو مبتلا کرے گا کہ ﴿اِنَّ شَجَرَةَ الزُّقُومِ طَعَامُ الْاٰثِمِيْنَ﴾ ”بلاشبہ تھوہر کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔“ یعنی اس کا جو اپنے قول و فعل میں گناہ گار ہے اور اس سے مراد کافر ہے اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابو جہل کی طرف اشارہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو جہل بھی اس آیت میں داخل ہے لیکن یہ صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ پڑھا رہے تھے: ﴿اِنَّ شَجَرَةَ الزُّقُومِ طَعَامُ الْاٰثِمِيْنَ﴾ تو اس نے کہا: طَعَامُ الْاٰثِمِيْنَ تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کہو کہ تھوہر کا درخت فاجر کا کھانا ہے۔⁽¹⁾ یعنی اس کے لیے اس کے سوا اور کوئی کھانا نہ ہوگا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو اہل زمین کی زندگی خراب ہو جائے۔⁽²⁾ قبل ازیں اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے۔⁽³⁾

﴿كَالْمُهْلِ﴾ یعنی زیتون کی تچھٹ کی طرح ﴿يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾ ﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ”پیٹوں میں (اسی طرح) کھولے گا، جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔“ یعنی حرارت و تمازت کے باعث گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ ﴿حُدُوهُ﴾ ”دیا جائے گا کہ“ اس کو پکڑ لو۔“ یعنی کافر کو اور (منہال بن عمرو سے) منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں سے یہ فرمائیں گے کہ اس کافر کو پکڑو تو ستر ہزار فرشتے اسے جلدی سے اپنی گرفت میں لے لیں گے۔ ﴿فَاعْتَلَوْهُ﴾ ”پھر اسے کھینچو۔“ یعنی اسے پشت کے بل خوب زور سے گھسیٹو، مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿حُدُوهُ فَاعْتَلَوْهُ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پکڑو اور دھکا دے دو، ﴿اِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ”دوزخ کے درمیان میں۔“ یعنی جہنم کے درمیان میں لے جاؤ، ﴿ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ﴾ ”پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿يُصْبَبُ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۖ يُصْهِرُ بِهِمَا فِى بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودِ﴾ (الحج: 22، 19، 20) ”ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔“ فرشتہ اسے لوہے کے تھوڑے کے

(1) تفسیر الطبری: 168/25. (2) تفسیر الطبری: 169/25 مزید دیکھیے جامع الترمذی، صفة جہنم، باب ماجاء فی

صفة شراب اهل النار، حدیث: 2585 وسنن ابن ماجہ، الزہد، باب صفة النار، حدیث: 4325 عن ابن عباس ؓ.

(3) دیکھیے الصّٰفّٰت، آیات: 62-66 کے ذیل میں مفصل تفسیر ابن کثیر جبکہ المصباح المنیر میں یہ روایت ذکر نہیں کی گئی، اسی طرح

دیکھیے المصباح المنیر، ال عمرن، آیت: 102 کے تحت۔ (4) التّٰخوِیْف من النّٰار لابن رجب الحنبلی، ص: 162 (C.D).

(5) تفسیر الطبری: 173/25.

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ

بے شک متقین سکھ چین کی جگہ ہوں گے ﴿٥١﴾ باغات اور چشموں میں ﴿٥٢﴾ وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے، آنے سے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿٥٣﴾

وَاسْتَبْرَقٍ مُّتَقِيلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَلِكَ نَقُودُهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ

اسی طرح ہوگا۔ اور ہم غزال چشم ﴿٥٣﴾ بڑی بڑی آنکھوں والی ﴿٥٤﴾ حوروں کو ان کی بیویاں بنا دیں گے ﴿٥٥﴾ وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کا پھل طلب

فَاكِهَةً أَمِينٍ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَهُمُ

کریں گے ﴿٥٥﴾ وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے اور وہ (اللہ) انھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا ﴿٥٦﴾ (پہ)

عَذَابِ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ط ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا

آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے ﴿٥٧﴾ پس (اے نبی!) ہم نے تو اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے،

يَسِّرُنَا بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

تاکہ وہ نصیحت کھڑیں ﴿٥٨﴾ لہذا (اب) آپ انتظار کیجیے۔ بلاشبہ وہ بھی منتظر ہیں ﴿٥٩﴾

ساتھ مارے گا جس سے اس کا دماغ پھٹ جائے گا، پھر اس کے سر پر گرم کھولتا ہوا پانی انڈیل دیا جائے گا جو اس کے بدن میں
اتر جائے گا جو اس کے پیٹ کی استریوں وغیرہ کو چل دے گا اور اس کے ٹخنوں میں سے نکل جائیں گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے
اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ (اب مزہ) چکھ بے شک تو بڑی عزت والا (اور) سردار ہے۔“ یعنی فرشتوں کو
حکم ہوگا کہ تم اس سے ڈانٹ ڈپٹ اور ذلت و رسوائی کے طور پر یہ بھی کہو، ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس
کا مفہوم یہ ہے کہ تو نہ عزت والا ہے اور نہ سردار۔ ﴿إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ مُتَمَرِّضُونَ﴾ (بے شک یہ وہی (دوزخ)
ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَىٰ تَارَاجِهِمْ دَعَا طَٰغُوتٍ هٰذِهِ
النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾ اَفِصْحَ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿١٥﴾ (الطور 52: 13-15) ”جس دن وہ آتش جہنم
کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا۔“
اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ مُتَمَرِّضُونَ﴾ (بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا
کرتے تھے۔“

تفسیر آیات: 51-59

پرہیزگاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: بد بختوں اور بدنصیبوں کے حال کے بعد اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خوش بختوں اور
سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید کا نام ”مثنائی“ رکھا گیا ہے جس میں مضامین کو دوہرا کر بیان کیا جاتا
ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ﴾ ”بے شک پرہیزگار لوگ۔“ یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے

﴿فِي مَقَامٍ أَمِينٍ﴾ ”پر امن مقام میں ہوں گے۔“ یعنی آخرت میں جنت میں ہوں گے اور اس میں موت یا نکالے جانے کے خوف سے امن میں ہوں گے، نیز وہ ہر غم و فکر، گھبراہٹ اور پریشانی، تکلیف و تھکاوٹ، شیطان اور اس کے مکر و فریب اور تمام آفات و مصائب سے محفوظ ہوں گے۔ ﴿فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ﴾ ”باغوں اور چشموں میں۔“ یعنی ان لوگوں کے مقابلے میں جن کو تھوہر کا درخت کھانے اور گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا، یہ لوگ جنت کے باغات اور چشموں سے شاد کام ہوں گے۔ ﴿يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ﴾ ”وہ ریشم کا باریک لباس پہنیں گے۔“ اعلیٰ قسم کا ریشم جسے وہ قمیصوں کے لیے استعمال کریں گے۔ ﴿وَاسْتَبْرَقٍ﴾ ”اور بیز ریشم۔“ جس میں بہت چمک دمک اور سج دھج ہوگی جسے وہ زیب و زینت کے طور پر استعمال کریں گے، ان چیزوں کی طرح جنھیں لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ ﴿مُتَقَابِلِينَ﴾ ”ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔“ یعنی وہ تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی طرف کسی کی پشت نہ ہوگی۔

﴿كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾ ”(وہاں) اس طرح (کا حال ہوگا) اور ہم انھیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے۔“ یعنی ان مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت حوریں بھی عنایت کریں گے جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی بالکل واضح ہوگی اور آنکھیں بھی موٹی ہوں گی جن کی یہ خوبی ہوگی ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ (الرحمن 56:55) ”انھیں اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔“ اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ (الرحمن 58:55) ”گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔“ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن 60:55) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُنٍّ فَأُكْهِمَ أَمْنِينَ﴾ ”وہاں مطمئن ہو کر ہر قسم کے پھل منگوائیں گے (اور کھائیں گے)۔“ یعنی جس انواع و اقسام کے بھی پھل وہ طلب کریں گے ان کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں گے اور انھیں پھلوں کے ختم ہو جانے یا ان سے روک دیے جانے کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہوگا بلکہ جب بھی وہ ارادہ کریں گے اسی وقت ان کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں گے، ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾ ”وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے۔“

یہ استثنائی کی تاکید کرتا ہے، یعنی استثناء منقطع ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ جنت میں کبھی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتَى بِالْمَوْتِ (فِي صُورَةٍ) كَبَشٍ أَمْلَحَ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ..... فَيَذْبُحُ..... ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ] ”موت کو چستکبرے مینڈھے کی صورت میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا..... پھر اسے بچ کر دیا جائے گا..... پھر کہا جائے گا اے جنت والو! تم اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی

موت نہیں آئے گی۔“^(۱) یہ حدیث قبل ازیں سورہ مریم میں بھی بیان کی جا چکی ہے۔^(۲)

امام عبدالرزاق نے ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصْحُوا فَلَا تَسْقُمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيُوا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشْبُوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنَعُمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا] ”ایک پکارنے والا صدا لگائے گا: بے شک اب تم تندرست رہو گے، سو کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے یقیناً تم زندہ رہو گے، پس کبھی بھی نہیں مرو گے، بلاشبہ تم سدا جوان رہو گے، بعد ازاں کبھی بھی بوڑھے نہ ہو گے، کوئی شک نہیں کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، پھر کبھی بھی پریشانی نہیں دیکھو گے۔“^(۳) اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ اتَّقَى اللَّهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، يَنْعَمُ فِيهَا لَا يَبُؤُسُ، وَيَحْيَى فَلَا يَمُوتُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے، وہ جنت میں داخل ہوگا، اس میں ہمیشہ خوش و خرم رہے گا اور کبھی پریشان حال نہ ہوگا، زندہ رہے گا اور کبھی فوت نہیں ہوگا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کا شباب کبھی ختم ہوگا۔“^(۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفَهُمْ عَذَابُ الْجَحِيمِ﴾^(۶) ”اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔“ یعنی ان عظیم الشان ابدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ وہ انھیں دوزخ کے دردناک عذاب سے بھی بچائے گا اور محفوظ رکھے گا جس سے انھیں مطلوب حاصل ہو جائے گا اور جس عذاب سے انھیں ڈرایا گیا تھا اس سے نجات مل جائے گی، اسی لیے اللہ عز و جل نے فرمایا ہے: ﴿فَضَلًّا مِّنْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾^(۷) ”یہ آپ کے پروردگار کا فضل ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔“ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(اعْمَلُوا) قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْمَلُوا (فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ)، قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ! وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَّعَمِدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ] ”عمل کرو، میانہ روی اختیار کرو اور صحیح صحیح عمل کرو، جان لو کہ کسی کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اور آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں، الا

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله عز وجل: ﴿وَأَنذَرُهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم: 39)، حدیث: 4730 عن أبي

سعيد الخدری رحمہ اللہ جبکہ پہلی قوسین والا جملہ السنن الکبریٰ للتسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَأَنذَرُهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾:

394، 393/6، حدیث: 11317 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها،

باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، حدیث: 2849 عن أبي سعيد الخدری رضی اللہ عنہ ② دیکھیے مریم،

آیت: 39 کے ذیل میں عنوان: ”موت کا خاتمہ“ ③ تفسیر عبدالرزاق: 137/3، رقم: 2648. ④ صحیح مسلم، الجنة

وصفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة، حدیث: 2837 واللفظ له. ⑤ المعجم الأوسط للطبرانی:

22، 21/9، حدیث: 8041 مزید دیکھیے صحیح مسلم، الجنة و وصفة نعيمها، باب فی دوام نعيم أهل الجنة،

یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔“⁽¹⁾

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاتَّخَذَ سِرِّهٖ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾⁽⁵⁸⁾ ”پس بے شک ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔“ یعنی اس قرآن کو جسے ہم نے نازل کیا ہے، آسان، واضح، روشن اور نمایاں کر دیا ہے ﴿بِلِسَانِكَ﴾ ”آپ کی زبان میں۔“ جو تمام زبانوں سے زیادہ فصیح، روشن، شیریں اور بلند پایہ زبان ہے تاکہ وہ اس قرآن کو سمجھ اور سیکھ سکیں۔ قرآن مجید کے اس قدر واضح اور بین ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے کفر، مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے، فتح و نصرت کا وعدہ فرماتے ہوئے اور تکذیب کرنے والوں کو تباہی و بربادی کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ﴾⁽⁵⁹⁾ ”پس آپ بھی انتظار کریں یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔“ اور یہ عنقریب جان لیں گے کہ دنیا و آخرت میں کس کو فتح و نصرت اور سر بلندی و سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔ اے محمد (ﷺ)! دنیا و آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں تو آپ کے لیے آپ کے بھائیوں انبیاء و مرسلین کے لیے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے مومنوں ہی کے لیے ہیں جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَآغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (المجادلہ 21:58) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور، بڑا زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾⁽⁶⁰⁾ ”یوم لا ینفع الظالمین معذرتھم و لھم اللعنة و لھم سوء الدار“ (المؤمن 52، 51:40) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی)، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔“

سورۃ دخان کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِیْقُ وَالْعِصْمَةُ.



⁽¹⁾ صحیح البخاری، الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حدیث: 6463، 6464 و صحیح مسلم، صفات المنافقین وأحكامهم، باب لن یدخل أحد.....، حدیث: (76) - 2816 عن أبی ہریرۃ ؓ واللفظ لہ جبکہ پہلی قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، صفات المنافقین وأحكامهم، باب لن یدخل أحد.....، حدیث: 2818 عن عائشۃ ؓ کے مطابق ہیں۔

تفسیر سُورَةُ جَاثِيَةٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمْدٌ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ② إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ

حکم ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست، نہایت حکمت والا ہے ② بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لیے واقعی نشانیاں

لِّلْمُؤْمِنِينَ ③ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبْتُئْنَ مِنْ ذَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ④ وَاخْتِلَافِ

ہیں ③ اور تمہاری پیدائش میں، اور ان چلنے پھرنے والوں میں جو وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں ④ اور رات اور دن

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

کے آنے جانے میں، اور اس رزق (پانی) میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو، اس کے مردہ ہو جانے کے بعد، زندہ کیا،

بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑤

اور ہواؤں کے (رخ) بدلنے میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ⑤

تفسیر آیات: 5-1

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کی طرف راہنمائی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں، اس کی عظیم الشان قدرت جس کے ساتھ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان انواع و اقسام کی مخلوقات، مثلاً: فرشتے، جن، انسان، حیوان، پرندے، درندے، کیڑے کھڑے اور انواع و اقسام کی دریائی اور سمندری مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، نیز رات دن کی گردش اور ایک دوسرے کے پیچھے آنے پر غور کرے کہ وہ کبھی کیجا نہیں ہو سکتے کہ ان میں سے ایک اپنے اندھیرے اور دوسرا اجالے میں ممتاز ہے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بوقت ضرورت بادلوں سے بارش نازل فرمائی اور اسے رزق کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ اس سے رزق حاصل ہوتا ہے۔ ﴿فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ پھر اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کیا۔ ”یعنی اس کے بعد کہ وہ بخر تھی، اس میں نباتات تھیں اور نہ کوئی اور چیز۔ ﴿وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ﴾ ”اور ہواؤں کے بدلنے (میں)“ کہ وہ کبھی جنوب کی طرف چلتی ہیں کبھی شمال کی طرف، کبھی باد صرصر چلتی ہے اور کبھی باد صبا، کبھی بڑی ہوائیں چلتی ہیں اور کبھی بحری، کبھی رات کو چلتی ہیں اور کبھی دن کو، کچھ ہوائیں بارش کے لیے چلتی ہیں اور کچھ پودوں کو بار آور کرنے کے لیے، کچھ روحوں کی غذا کے لیے اور کچھ بانجھ ہوتی ہیں کہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتیں۔

تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعَدَ اللَّهُ وَآيَتِهِ

یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم آپ پر حق کے ساتھ ان کی تلاوت کرتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں

يُؤْمِنُونَ ⑥ وَيُلْ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ⑦ يَسْمَعُ آيَةَ اللَّهِ تَتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ

گے؟ ⑥ ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے ⑦ جو اللہ کی آیات سنتا ہے جبکہ وہ اس پر تلاوت کی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے

مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑧ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا

ہوئے (اپنی بات پر) اڑ جاتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، تو (اے نبی!) آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے ⑧ اور جب اس

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑨ مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي

نے ہماری کچھ آیات جان لیں تو انھیں مذاق بنالیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے ⑨ ان کے آگے جہنم ہے، اور جو کچھ انھوں

عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑩

نے کمایا ہے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ وہ (دینا کام آئیں گے) جنھیں انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنالیا، اور ان کے لیے بہت بڑا

هَذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رَجْزِ أَلِيمٍ ⑪

عذاب ہے ⑩ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے، اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا، ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے ⑪

11
17

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا ہے: ﴿لَا يَلِيكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ”البتہ ایمان والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔“

پھر فرمایا: ﴿يُوقِنُونَ﴾ ”یقین کرنے والوں (کے لیے نشانیاں ہیں۔)“ اور پھر فرمایا: ﴿يَعْقِلُونَ﴾ ”عقل والوں

(کے لیے نشانیاں ہیں۔)“ تو یہ حالت شریف سے اشرف اور اعلیٰ کی طرف ترقی ہے اور یہ آیات سورہ بقرہ کی اس آیت کے مشابہ

ہیں: ﴿إِن فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (البقرہ: 164) ”بے شک آسمانوں اور زمین

کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں

لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ

(خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیا اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور

زمین کے درمیان مسخر ہیں، یقیناً عقل مندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 6-11

جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ﴾ ”یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔“ یعنی قرآن مجید

اور اس میں بیان کردہ دلائل و براہین، ﴿نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ”جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔“ یعنی

یہ ذات برحق کی طرف سے حق و سچ پر مبنی ہیں، لہذا اگر وہ ان کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور ان کو تسلیم نہیں کریں گے تو پھر

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ

اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو ⑫

فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ⑬ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمہارے تابع کر دیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں

مِنْهُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ⑭ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ

ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ⑬ (اے نبی!) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ وہ ان لوگوں سے عفو و درگزر کریں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں

لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑮ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

رکھتے، تاکہ اللہ کچھ لوگوں کو ان (اعمال) کی سزا دے جو وہ کماتے رہے ⑭ جس نے نیک عمل کیا تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی کیا، اور جس نے برا

فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ⑯

کیا تو (اس کا وبال) اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑮

اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے، پھر فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ ”ہر نہایت

جھوٹے گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی جو بات کرنے میں سخت جھوٹا، بہت قسمیں کھانے والا اور ذلیل و رسوا ہے اور

اپنے فعل کے اعتبار سے سخت گناہ گار اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا منکر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُشْلٰى

عَلَيْهِ ثُمَّ يُصْرَقُ مُسْتَكْبِرًا﴾ ”اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن تو لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد کرتا

ہے۔“ یعنی ازراہ تکبر و غرور کفر اور انکار کا اظہار کرتا ہے، ﴿كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا﴾ یعنی گویا ان کو سننا ہی نہیں ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

أَلِيمٍ﴾ ”سو اسے دکھ دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔“ یعنی اسے بتا دیں کہ قیامت کے دن اس شخص کے لیے

اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت دردناک عذاب ہوگا۔ ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا﴾ ”اور جب ہماری کچھ

آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔“ یعنی جب وہ قرآن کے کسی حصے کو یاد کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ کفر کرتا

اور اسے ہنسی مذاق بنا لیتا ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ”ان لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے“ اس لیے کہ

انھوں نے قرآن مجید کے ساتھ ہنسی مذاق کیا تو اس کے مقابلے میں انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ صحیح مسلم

میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا

تاکہ دشمن قرآن مجید کی توہین نہ کر سکے۔ ①

پھر روز قیامت اسے حاصل ہونے والے عذاب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ جَهَنَّمَ﴾ ”ان کے

سامنے دوزخ ہے۔“ یعنی جو لوگ بھی اسی طرح کی حرکت کریں گے روز قیامت جہنم رسید ہوں گے، ﴿وَلَا يَغْنِي عَنْهُمْ مَّا

كَسَبُوا شَيْئًا﴾ ”اور جو کام وہ کرتے ہیں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔“ یعنی ان کے اموال اور اولاد ان کے کچھ کام نہ

آئیں گے، ﴿وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ﴾ ”اور نہ وہ (کام آئیں گے) جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔“ یعنی ان کے وہ معبودانِ باطلہ بھی ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی وہ پوجا کرتے تھے، ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ”اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هَذَا هُدًى﴾ ”یہ (سراسر) ہدایت (کی کتاب) ہے۔“ یعنی قرآن مجید۔ ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رَّجْزٍ أَلِيمٌ﴾ ”اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے (اللہ کی) سخت سزا سے دردناک عذاب ہے۔“ یعنی انتہائی المناک اور بے حد دردناک عذاب۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 12-15

تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے دریا کو بھی مسخر کر دیا ہے ﴿لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ﴾ ”تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے دریا کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کشتیوں کو اٹھالے۔ ﴿وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ ”اور تا کہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو“ تجارتوں اور کاروبار کی صورت میں، ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ”اور تا کہ تم شکر کرو“ ان منافع پر جو دور دراز کے علاقوں اور بعید شہروں سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے کام میں لگا دیا۔“ یعنی کواکب، پہاڑ، دریا، نہریں اور دیگر وہ تمام چیزیں جن سے تم مستفید ہوتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و احسان کی وجہ سے تمہارے لیے مسخر کر دی گئی ہیں، ﴿جَبِيعًا مِّنْهُ﴾ ”سب کو اپنی طرف سے۔“ یعنی ان سب چیزوں کو اس وحدہ لا شریک نے اپنے حکم سے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَكُم مِّنْ نَّعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ تَعَدُّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَلْيَكِلْهُ تَجْعَلُونِ﴾ (النحل 53: 16) ”اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں (سب) اللہ کی طرف سے ہیں، پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گرو گداتے ہو۔“

ابن جریر نے بروایت عوفی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَبِيعًا مِّنْهُ﴾ ”اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمہارے تابع کر دیا۔“ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ نام اسی کے اسماء میں سے ایک ہے اور یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے، اس میں اس سے جھگڑا کرنے والے کوئی جھگڑا نہیں کر سکتے اور یقین کر لو کہ یہ سب کچھ اسی طرح ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾ ”یقیناً جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے اس میں البتہ (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔“

مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ﴾

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنْ

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے انھیں جہانوں پر

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا

فصیلت دی ﴿١٦﴾ اور ہم نے انھیں دین کی بابت واضح واضح (نشانیوں) دیں، پھر انھوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی مجھ آپس کی

إِلَّا مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ

بغاوت و عداوت سے، اختلاف کیا۔ بے شک آپ کا رب روز قیامت ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف

الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعُهَا

کرتے رہے ہیں ﴿١٧﴾ پھر ہم نے (اے نبی!) آپ کو دین کے (واضح) راستے پر لگا دیا، لہذا آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَنُ يُعْطُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط وَإِنَّ

کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے ﴿١٨﴾ بلاشبہ وہ اللہ (کے عذاب) سے آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔ اور بے شک ظالم لوگ ایک

الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هَذَا بَصَإُ لِلنَّاسِ

دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اللہ متقین کا دوست ہے ﴿١٩﴾ یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور ان لوگوں کے

وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں ﴿٢٠﴾

” (اے نبی!) مومنوں سے کہہ دیں کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے، ان سے غفود درگزر کریں۔“ یعنی ان سے درگزر

کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کو برداشت کریں۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ مسلمان مشرکین اور اہل کتاب کی

ایذا رسانی پر صبر کریں تاکہ اس سے ایک طرح ان کی تالیفِ قلب ہو لیکن جب وہ دشمنی میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ تعالیٰ نے

مومنوں کے لیے ان سے اپنا دفاع اور جہاد کرنا مشروع قرار دے دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ﴿١﴾

مجاہد فرماتے ہیں: ﴿لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پروا نہیں کرتے۔ ﴿٢﴾

﴿لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ﴿١٤﴾ ”تاکہ وہ ان لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے رہے۔“ یعنی جب وہ ان

سے دنیا میں درگزر کر کریں گے تو ان کے برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کرے گا، اسی لیے فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ ﴿١٥﴾ ”جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے

لیے اور جو کوئی برے عمل کرے گا تو (اس کا وبال) اسی پر ہوگا، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے

دن تم لوٹ کر اسی کے پاس جاؤ گے اور اپنے اعمال کے ساتھ اسی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اچھے

برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 20-16

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن کے ساتھ اس نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا کہ اس نے ان پر کتابیں نازل فرمائیں، انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور انھیں بادشاہت سے سرفراز کیا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور انھیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں۔“ یعنی کھانے اور پینے کی چیزیں، ﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”اور ہم نے ان کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔“ یعنی ان کے زمانے کے لوگوں پر، ﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ”اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں عطا کیں۔“ یعنی قطعی دلائل و براہین دیے جن کی وجہ سے ان پر حجت تمام ہو گئی مگر حجت تمام ہونے کے بعد انھوں نے اختلاف کیا اور یہ ان کی ایک دوسرے پر بغاوت کے سبب تھا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار“ اے محمد ﷺ! ﴿اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ”بلاشبہ آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔“ یعنی اپنے مبنی بر عدل و انصاف حکم کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے رستے پر نہ چلے اور نہ ان کے اسلوب و انداز کو اختیار کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا﴾ ”پھر ہم نے آپ کو (دین کے) معاملے میں ایک کھلے رستے پر قائم کر دیا، لہذا آپ اسی رستے کی پیروی کریں۔“ یعنی: ﴿مَّا اَوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ (الانعام: 106) ”جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کر لیں۔“

اور یہاں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”اور آپ ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں۔“ کیونکہ ﴿اِنَّهُمْ لَنُغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّاِنَّ الظَّالِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾ ”بے شک وہ اللہ (کے عذاب) سے ہرگز آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے اور کوئی شک نہیں کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔“ اور ان کی ایک دوسرے سے دوستی بھی ان کے کچھ کام نہ آئے گی بلکہ اس سے بھی ان کے نقصان اور تباہی و بربادی میں اضافہ ہی ہوگا، ﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ”اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔“ اور وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے جبکہ کافروں کے دوست شیطان ہیں اور وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ عز و جل نے فرمایا ہے: ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوقِنُوْنَ﴾ ”یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے کھلی نشانیاں ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور

2
10
18

الطَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۖ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ

انھوں نے نیک عمل کیے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿٢١﴾ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق و عدل کے

وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ

ساتھ پیدا کیا، تاکہ ہر شخص کو اس کے بدلے میں ٹھیک ٹھیک جزا دی جائے جو اس نے کمایا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿٢٢﴾ کیا پھر آپ

مَنْ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ

نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے گمراہ کر دیا جبکہ اسے (حق کا) علم تھا اور اس کے کانوں اور اس

وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پھر کون ہے جو اللہ کے بعد اسے ہدایت دے؟ کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿٢٣﴾

تفسیر آیات: 23-21

مومن اور کافر کی موت و حیات برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (الحشر: 20:59) ”اہل دوزخ

اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْ

حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ﴾ ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں؟“، یعنی جنھوں نے برے اعمال

کمائے ہیں کیا ان کا یہ گمان ہے: ﴿أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ﴾

”یہ کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں

ہوگی؟“، یعنی ہم دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے؟ ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ ”یہ جو فیصلہ کرتے ہیں

برا ہے۔“، یعنی انھوں نے ہمارے اور ہمارے عدل کے بارے میں جو یہ گمان کیا ہے وہ برا ہے کہ ہم ابرار اور فجار کے ساتھ دنیا و

آخرت میں یکساں سلوک کریں گے۔ امام طبرانی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک رات قیام کیا تو

ساری رات صبح تک صرف اسی ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ

نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ﴾ ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان

لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔“ اسی لیے فرمایا: ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ ”یہ جو

فیصلہ کرتے ہیں برا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ

لَا يُظْلَمُونَ﴾ ”اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا

اور انھوں نے کہا: بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں، اور ہمیں بس زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ ؕ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۚ (24) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

اور انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کرتے ہیں (24) اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو واضح ہوتی

مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبِعُوا آبَاءَنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (25) قُلِ اللَّهُ

ہیں تو ان کی دلیل بس یہی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ (25) (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے:

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے، پھر وہی تمہیں مارتا ہے، پھر وہی تمہیں روز قیامت جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ (26)

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (26)

ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

خواہشات کے چجاری: پھر اللہ جل وعلا نے فرمایا: ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ ”تو بھلا آپ نے اس شخص کو

دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟“، یعنی وہ اپنی خواہش نفس ہی کی پیروی کرتا ہے، جس چیز کو اس کا نفس اچھا

سمجھے وہ کرتا ہے اور جس کو اس کا نفس برا سمجھے اسے چھوڑ دیتا ہے، ﴿وَأَصْلَهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ”اور اللہ نے اسے علم کے

باوجود گمراہ کر دیا۔“، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ اسی بات کا مستحق ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ

اس کے پاس علم کے پہنچ جانے اور اس پر جہت تمام ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، یہ دوسرے معنی پہلے کو

بھی مستزم ہیں جبکہ پہلے معنی دوسرے کو مستزم نہیں ہیں، ﴿وَوَحَّيْنَا عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً﴾

”اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔“ جس کی وجہ سے یہ وہ بات نہیں سن سکتا جو اس

کے لیے نفع بخش ہو اور نہ ایسی کوئی چیز یاد رکھ سکتا ہے جس سے یہ ہدایت حاصل کرے اور نہ کسی دلیل کو دیکھ سکتا ہے جس سے یہ

روشنی حاصل کرے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (26) ”پھر اللہ کے سوا اس کو کون راہ

پر لا سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

يَعْمَهُونَ﴾ (الأعراف 186:7) ”جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو

چھوڑے رکھتا ہے وہ اپنی سرکشی میں سرگردان پھرتے ہیں۔“

تفسیر آیات: 24-26

کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے دہریہ کافر اور انکار آخرت میں ان کی ہم نوائی کرنے والے مشرکین

عرب کا قول ذکر فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف

دنیا ہی کی ہے، ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں۔“ یعنی صرف یہی ایک جہان ہے جس میں کچھ لوگ مرجاتے ہیں اور کچھ زندہ ہو جاتے ہیں، آخرت اور قیامت کوئی چیز نہیں ہے آخرت کے منکر مشرکین عرب بھی یہی بات کہتے تھے اور فلاسفۃ الہیہ بھی یہی کہتے ہیں جو بدعات اور رجعت (اللہ کے پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے) کے منکر ہیں، فلاسفۃ دہریہ (دوریہ) کا بھی یہی قول ہے اور وہ اس کائنات کے بنانے والے ہی کے منکر ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر چھتیس ہزار سال بعد ہر چیز دوبارہ اپنی پہلی شکل و صورت میں لوٹ آتی ہے اور ان کا گمان ہے کہ ایسا بے شمار مرتبہ ہو چکا ہے، ان لوگوں نے معقول کی بھی مخالفت کی ہے اور منقول کی بھی تکذیب کی ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿وَمَا يَهْدِيكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔“ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، وہ تو صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔“ یعنی وہ وہم اور خام خیالی میں مبتلا ہیں۔

رہی وہ حدیث جسے شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: يُؤْذِنُنِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ (أَقْلَبُ لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ)] ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، میرے ہاتھ میں سب معاملہ ہے اور میں ہی اس کے لیل و نہار کو بدلتا ہوں۔“^① اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ] ”زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔“^② امام شافعی، ابو عبید اور دیگر کئی ائمہ نے اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عربوں کو زمانہ جاہلیت میں جب کوئی سختی یا بلا یا مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: ہائے زمانے کی خرابی! وہ ان افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیتے، حالانکہ ان تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو گویا وہ اللہ عز و جل کو گالی دیتے کیونکہ ان کا فاعل درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی لیے اس اعتبار سے زمانے کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ زمانہ ہے جو وہ مراد لیتے تھے اور جس کی طرف افعال کو منسوب کرتے تھے اس حدیث کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے اس میں سب سے اچھا قول یہی ہے اور یہی مراد ہے۔ وَاللَّهِ أَعْلَمُ۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ظاہریہ کی یہ غلطی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے ظاہر الفاظ کے پیش نظر [دھر] کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے شمار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِمْ أَيْتُنَا بَيِّنَاتٍ﴾ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَا يَهْدِيكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثیہ: 45: 24)، حدیث: 4826 و صحیح مسلم

الألفاظ من الأدب، باب النهی عن سب الدهر، حدیث: (2) 2246 جبکہ توسین والے الفاظ بھی صحیح مسلم

الألفاظ من الأدب، باب النهی عن سب الدهر، حدیث: (3) 2246 میں ہیں، و سنن أبی داؤد، الأدب، باب فی

الرجل یسب الدهر، حدیث: 5274 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

الدُّنْيَا﴾: 457/6، حدیث: 11487. ② صحیح مسلم، الألفاظ من الأدب، باب النهی عن سب الدهر، حدیث:

(5) 2246 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ.

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَُوْمَئِذٍ يَخْسِرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں رہیں گے ﴿٢٧﴾ اور

وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰی اِلٰی كِتٰبِهَا ط الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

آپ ہر امت گھٹنوں کے بل (گری) دیکھیں گے، ہر امت اپنے نامہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی (انہیں کہا جائے گا): آج تمہیں ان (اعمال)

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطٰقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ

کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے ﴿٢٨﴾ (کہا جائے گا): یہ ہماری کتاب ہے، یہ تمہارے متعلق سچ سچ بولتی ہے۔ بلاشبہ ہم لکھواتے تھے

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

جو تم عمل کرتے رہے تھے ﴿٢٩﴾

پڑھی جاتی ہیں۔“ یعنی جب ان کے سامنے استدلال کیا جاتا اور حق کو واضح کر دیا جاتا ہے کہ فنا ہو جانے اور اجزاء کے منتشر ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جسموں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ﴿مَا كَانَ حُجَّتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا اِنَّا بِآبَائِنَا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ﴿٢٨﴾ ”ان کی صرف یہی جہت ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔“ یعنی اگر

تمہاری یہ بات سچی ہے تو پھر انہیں زندہ کر دکھاؤ، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ يَحْيِيْكُمْ ثُمَّ

يُمِيْتُكُمْ﴾ ”کہہ دیں کہ اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے۔“ یعنی جیسا کہ تم مشاہدہ کرتے ہو

اللہ تعالیٰ ہی تمہیں عدم سے وجود بخشتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ (البقرہ: 28) ”(کافرو!) تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر

(وہی) تم کو مارے گا، پھر (وہی) تم کو زندہ کرے گا۔“ یعنی جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ

قادر ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ (الروم: 27-30) ”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی

دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔“ اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ اِلٰی

يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ”پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔“ یعنی وہ تم کو قیامت

کے دن میں جمع کرے گا، دنیا میں تمہیں دوبارہ نہیں بھیجے گا کہ تم یہ کہہ سکو: ﴿اِنَّا بِآبَائِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ﴿٢٩﴾ ”اگر

تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔“ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَجْعَلُكُمْ لِيَوْمِ الْجَنَّةِ﴾ (التغابن: 9:64) ”جس

دن وہ تم کو جمع ہونے (قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا۔“ اور فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِي يَوْمَئِذٍ الَّذِي اجْتَلٰ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴾ (المرسلات

13، 12:77) ”بھلا (ان امور میں) تاخیر کس دن کے لیے کی گئی؟ فیصلے کے دن کے لیے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا تُؤَخِّرُوْهُ اِلَّا

لِاجْلِ مَعْدُوْدٍ ۚ﴾ (ہود: 104:11) ”اور ہم اس (کے لانے) میں ایک وقت معین کے لیے تاخیر کر رہے ہیں۔“ اور یہاں

فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ”پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں

کچھ شک نہیں۔“ یعنی اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿٢٩﴾ ”اور لیکن بہت

سے لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لیے وہ آخرت کا انکار کرتے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کو محال سمجھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۖ وَكَذَلِكَ هُوَ قَرِيبًا ۖ﴾ (المعارج 76:70) ”یقیناً وہ (لوگ تو) اس کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔“ یعنی کفار اس دن کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہیں جبکہ مومن اس دن کو بہت قریب اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے برپا کرنے کو بہت آسان سمجھتے ہیں۔

تفسیر آیات: 27-29

قیامت کے دن کے ہولناک مناظر: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور دنیا و آخرت میں ان کا حاکم ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۚ يُومِئِذٍ يَخْسِرُ الْمَبْطُلُونَ ۝﴾ ”اور جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز اہل باطل خسارے میں پڑ جائیں گے۔“ اور اہل باطل سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے اور ان روشن نشانیوں اور واضح دلائل کا انکار کرنے والے ہیں جنہیں اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۖ﴾ ”اور آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) دیکھیں گے۔“ یعنی شدت و عظمت کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صورت حال اس وقت ہوگی جب جہنم کو لایا جائے گا اور وہ سانس لے گی جس کی وجہ سے ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا حتیٰ کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی، اور وہ پکاراٹھیں گے: نفسی، نفسی، اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی نفس کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ ① حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی بارے میں سوال کرتا ہوں، اپنی والدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں بھی سوال نہیں کرتا جس نے مجھے جنم دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا ۖ﴾ ”ہر جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَتْ بِآلِ النَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءُ﴾ (الزمر 69:39) ”اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے۔“ اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾ ”جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی تمہارے اچھے یا برے اعمال کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَ قَدَمِهِ ۖ يَخُرُّ ۖ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۖ﴾ (القيامة 15-13:75) ”اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے (سب) بتا دیے جائیں گے، بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب گواہ ہے اور اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔“ اسی لیے اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿هَذَا كِتَابُنَا يُنطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۖ﴾ ”یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ بیان کر دے گی۔“ یعنی کمی بیشی کے بغیر تمہارے تمام اعمال پیش کر دے گی، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَىٰ الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُؤْتِنَا مَا لَ هَذَا الْكِتَابُ لَا يَغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۖ﴾ (الكهف 49:18) ”اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر)

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَلِكَ

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کا رب انھیں اپنی رحمت (جنت) میں داخل کرے گا۔ یہی واضح کامیابی

هُوَ الْفَوْزُ الْبَیِّنُ ۝۳۰ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا تَعَذَّبْنَا أَفْكَمَ تَكُنْ آيَتِي تُشَلِّ عَلَيْكُمْ

ہے ۝۳۰ اور ہاں! جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا): کیا پھر تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ تو تم نے تکبر

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝۳۱ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ

کیا، اور تم مجرم لوگ تھے ۝۳۱ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت (کے آنے) میں کوئی شک نہیں تو

لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۚ إِنَّ نَظْنَ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ

تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہمیں (قیامت کا) یونہی خیال سا آتا ہے، اور ہم (اس پر) یقین نہیں کر سکتے ۝۳۲ اور

بُاسْتِقْنِينَ ۝۳۲ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

ان کے سامنے ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ۝۳۳ اور

يَسْتَهْزِءُونَ ۝۳۳ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسُكُمُ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَأْوُكُمُ

(ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمھیں بھول جائیں گے جیسے تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے،

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝۳۴ ذَلِكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا

اور تمھارا مددگار کوئی نہیں ۝۳۴ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا، اور تمھیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال

وَعَزَّيْتُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝۳۵

دیا تھا، لہذا آج وہ اس (آگ) سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ ان سے اللہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہی کیا جائے گا ۝۳۵ چنانچہ تمام

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝۳۶ وَلَهُ الْكِبَرِيَّاءُ

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمین کا رب ہے، جہانوں کا رب ہے ۝۳۶ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۳۷

لیے بڑائی ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ۝۳۷

رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہمارے

ہماری شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ کسی چھوٹی (بات) کو چھوٹی ہی ہے اور نہ کسی بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں چھوٹی) مگر اسے اس

نے لکھ رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے، (سب کو) حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۳۹﴾ ”جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔“

یعنی ہم کراما کاتبین کو حکم دیتے تھے کہ وہ تمھارے اعمال لکھتے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے

اعمال کو لکھتے ہیں اور پھر انھیں لے کر آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں تو دیوان اعمال کے فرشتے کراما کاتبین کے ہاتھوں کے لکھے

ہوئے ان اعمال کا، ان کے ان اعمال کے ساتھ تقابل کرتے ہیں جو ہرلیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ظاہر کر دیے گئے تھے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے پیدا فرمانے سے قبل ازل ہی سے ان کے بارے میں لکھ دیا تھا تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (30) ”جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔“

تفسیر آیات: 30-37

روز قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں اپنے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”پھر لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔“ یعنی ان کے دل ایمان لائے اور ان کے اعضا نے صالح اعمال کیے، یعنی ایسے اعمال جو خالص اور شریعت کے مطابق ہوں ﴿فَيَدْخُلُهُم رَّبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ﴾ ”تو ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت (کے باغ) میں داخل کرے گا۔“ اس سے مراد جنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا ہے: [أَنْتَ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكَ مَنْ أَشَاءُ] ”تو میری رحمت ہے تیرے ساتھ میں جس پر چاہوں رحم کروں۔“ ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ﴾ (30) ”یہی صریح کامیابی ہے۔“ یعنی روشن اور واضح کامیابی۔

پھر فرمایا: ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَفَرُوا وَاسْتَغْرَبُوا آلَهُمْ فَمَا لَهُمْ شَيْءٌ يَنْصُرُوهُمْ كَمَا نَصَرُوهُمْ﴾ ”اور لیکن جنھوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا کہ) بھلا میری آیتیں تم پر پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے تکبر کیا۔“ یہ انھیں زجر و توبخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا کہ کیا تمھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے ان کی اتباع کے بجائے تکبر کیا اور انھیں سننے سے اعراض کیا، ﴿وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ﴾ (31) ”اور تم نافرمان لوگ تھے۔“ اپنے افعال کے اعتبار سے تم مجرم تھے اور تمھارے دل تکذیب سے بھرے ہوئے تھے۔ ﴿وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا﴾ ”اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں۔“ یعنی جب مومن تم سے یہ بات کہتے تھے ﴿قُلْتُمْ مَا نَنْذَرُ مَا نَنْذَرُ مَا السَّاعَةُ﴾ ”تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔“ یعنی ہم اسے نہیں پہچانتے، ﴿إِنْ نَطَّلُنْ إِلَّا لَهْيًا﴾ ”ہم (اس کو) محض ظن ہی خیال کرتے ہیں۔“ یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے کو ہم ایک مروج توہم سمجھتے ہیں۔ ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِينَ﴾ (32) ”اور ہم (اس کا) ہرگز یقین کرنے والے نہیں“ کہ واقعی قیامت برپا ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَدَّ لَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا عَمِلُوا﴾ ”اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔“ یعنی ان کے برے اعمال کی سزا ان پر واضح ہو جائے گی، ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ (33) ”اور جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔“ یعنی عذاب اور سزا، ﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسِفُكُمْ كَمَا نَسِفْنَا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا﴾ ”اور

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَقُولُوا هَلْ مِنْ قَوْلِي﴾ (ق 50:30)، حدیث: 4850 و صحیح مسلم،

الجنة وصفة نعيمها..... باب النار يدخلها الجبارون.....، حدیث: 2846 عن أبي هريرة ؓ.

کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اپنی اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم (بھی) تمہیں بھلا دیں گے۔“ یعنی آتش دوزخ میں تمہارے ساتھ اس طرح معاملہ کریں گے جیسے کوئی بھول گیا ہو، اس لیے کہ تم نے اس دن کے لیے کوئی عمل نہیں کیا تھا کیونکہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کو سچ نہیں سمجھتے تھے، ﴿وَمَا لَكُمْ النَّارَ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ﴾ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔“

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندے سے فرمائے گا: [اَلَمْ اُكْرِمَكَ؟ (اَلَمْ اَسُوِّدْكَ؟ اَلَمْ اُزَوِّجْكَ؟ وَاَسَحَّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ، وَاَذْرَكَ تَرَاسًا وَتَرْبُعًا؟ فَيَقُولُ: بَلَى، يَا رَبِّ! فَيَقُولُ: اَفْطَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيٌّ؟ قَالَ: فَيَقُولُ: لَا، فَيَقُولُ: (فَالْيَوْمَ) اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي] ”کیا میں نے تیری عزت نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ اور (کیا) میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر (نہیں) کر دیا تھا؟ اور (کیا) میں نے تجھے (ایسے نہیں) چھوڑ دیا تھا کہ تو سرداری کرتا تھا اور حکم روائی کرتا تھا؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں! اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ بے شک تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ آپ نے فرمایا: بندہ جواب دے گا: نہیں، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھلاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔“^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكُمْ بِاَنكُمُ اتَّخَذْتُمُ اللّٰهَ هُذُوًا﴾ ”یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا۔“ یعنی ہم نے تمہیں یہ سزا اس لیے دی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل و براہین کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ﴿وَعَزَّيْتُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ”اور دنیاوی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔“ اور تم دنیا ہی پر مطمئن ہو کر خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا﴾ ”سو آج یہ (لوگ) نہ اس سے نکالے جائیں گے۔“ یعنی دوزخ کی آگ سے، ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ ”اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔“ یعنی ان سے راضی کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ بغیر حساب و شمار کے ان کو عذاب دیا جائے گا جس طرح کہ مومنوں کی ایک جماعت کو عذاب اور حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ مومنوں اور کافروں کے بارے میں اپنے فیصلے کے ذکر کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿فِيْلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف سزاوار ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک (اور) تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“ یعنی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔ ﴿وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔“ یعنی آسمان و زمین میں اس کی سلطنت ہے اور وہ عظمت و شان کا مالک ہے، ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی محتاج ہے۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: الْکِبْرِیَآءُ رِدَآئِی وَالْعُظْمَةُ اِزَارِی، فَمَنْ

① صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن.....]، حدیث: 2968 جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح ابن

حبان، السیر، ذکر منافسة خزنة الجنان.....: 499/10، حدیث: 4642 عن ابی ہریرة ؓ میں ہیں۔

نَّازَعْنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ [اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے، جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اسے (جہنم کی) آگ میں پھینک دوں گا۔] ① امام مسلم نے بھی اسے (مختلف الفاظ میں) بیان کیا ہے۔ ② ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ ”اور وہ نہایت غالب ہے“ کہ اسے مغلوب نہیں کیا جاسکتا اور نہ روکا جاسکتا ہے، ﴿الْحَكِيمُ﴾ ③ ”خوب حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ اپنے اقوال، افعال اور شریعت میں حکمت والا ہے، عالی رتبہ اور پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سورۃ جاثیہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



① سنن أبی داود، اللباس، باب ماجاء فی الکبر، حدیث: 4090 وستن ابن ماجه، الزهد، باب البراءة من الکبر.....، حدیث: 4174 عن أبی هريرة ؓ. ② صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تحریم الکبر، حدیث: 2620.

تفسیر سُورَةُ أَحْقَافٍ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرود) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حَمَّ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا

حَمَّ ① (اس) کتاب کا نزول اللہ غالب و حکمت والے کی طرف سے ہے ② ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور (اس کو) جو کچھ ان

بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ط وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُّعْرِضُونَ ③

دونوں کے درمیان ہے، صحیح صحیح (غرض و نغایت) اور مقررہ مدت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان چیزوں سے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

اعراض کر رہے ہیں جن سے انھیں ڈرایا گیا ہے ③ آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ

فِي السَّمَوَاتِ ط إِيْتُونِي بِكِتَابٍ مِّمَّنْ قَبْلَ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ④

انھوں نے زمین میں سے کیا چیز پیدا کی ہے۔ یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصہ ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی (نازل شدہ) کوئی کتاب

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

یا علمی اثاثہ میرے پاس لاؤ، اگر تم سچے ہو ④ اور اس سے زیادہ گمراہ کون شخص ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو اسے قیامت تک

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ⑤ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا

جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں ⑤ اور جب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ (جھوٹے معبود) ان کے دشمن

بِعِبَادَتِهِمْ كُفَرِينَ ⑥

ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کے منکر ہوں گے ⑥

تفسیر آیات: 1-6

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے عبد و رسول محمد ﷺ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس عزت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے جس کی طلب نہیں ہو سکتی اور اپنے آپ کو اقوال و افعال میں حکمت کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے اور پھر ذکر فرمایا ہے: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے

نبی برحمت پیدا کیا ہے۔“ عبث اور باطل طریقے سے پیدا نہیں کیا، ﴿وَاجِلٌ مُّسْتَقِطٌ﴾ ”اور ایک وقت مقرر تک کے لیے۔“ جو طے شدہ مدت متعین ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ﴾ ③ ”اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اس سے منہ پھیرنے والے ہیں۔“ یعنی غفلت و بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کتاب کو نازل کیا اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے مگر یہ لوگ ان سب سے منہ پھیر رہے ہیں اور انھیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مشرکین کی تردید: پھر فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیں“ ان مشرکین اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے: ﴿أَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ﴾ ”بھلا تم بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے تو دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟“ یعنی زمین کی اس جگہ کی نشاندہی کرو جو انھوں نے پیدا کی ہو، ﴿أَمْرَهُمْ شُرَکَآءُ فِي السَّمَوَاتِ﴾ ”یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔“ یعنی آسمانوں اور زمین میں ان کی ذرہ بھر شرکت نہیں ہے بلکہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ملکیت بھی ساری اللہ عزوجل کی ہے اور تصرف بھی صرف اسی کا کارفرما ہے تو پھر تم اس کے ساتھ غیر کی پوجا کیوں کرتے اور اس کے ساتھ شرک کیوں کرتے ہو؟ تمہاری اس طرف کس نے رہنمائی کی ہے؟ تمہیں اس کی کس نے دعوت دی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے؟ یا اسے تم نے از خود گھڑ لیا ہے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿إِنِّي تُوفِّي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا﴾ ”تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔“ یعنی ان کتابوں میں سے کوئی کتاب لاؤ جو انبیاء سے پہلے کی گئی تھیں، جس میں تمہیں ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا گیا ہو، ﴿أَوْ آثَرَهُمْ مِنْ عِلْمِهِ﴾ ”یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو)۔“ جو اس مسلک کی دلیل ہو جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے، ﴿إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ④ ”اگر تم سچے ہو۔“ یعنی تمہارے پاس اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہیں ہے، اسی لیے کئی قراء نے اسے [أَوْ آثَرَهُ مِنْ عِلْمِهِ] پڑھا ہے، ① یعنی یا کوئی ایسا علم صحیح جسے تم اپنے سے پہلے کسی سے نقل کرو جیسا کہ امام مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: یا کسی سے دلیل پیش کرو جو علم کو نقل کرتا ہو۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ ⑤ ”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہ دے سکے اور وہ ان کی پکار ہی سے (بے خبر) غافل ہیں۔“ یعنی اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو پکارے اور ان سے وہ مانگے جس کی قیامت تک انھیں استطاعت نہ ہو بلکہ وہ جو کہہ رہے ہوں یہ تو اس سے ہی غافل ہوں، نہ سنتے ہوں، نہ دیکھتے ہوں اور نہ پکڑتے ہوں کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، پتھر ہیں، سننے سمجھنے سے محروم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ لَافِرِينَ﴾ ⑥ ”اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ هَذَا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ، اس حق (قرآن) کے بارے میں جبکہ وہ ان کے پاس آچکا، کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو

سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ

ہے ۛ بلکہ وہ کہتے ہیں: اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے: اگر میں نے یہ خود گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کا) کوئی اختیار نہیں

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۸

رکھتے۔ جو گفتگو تم اس (قرآن) کے بارے میں کرتے ہو وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان (بطور) گواہ کافی ہے۔ اور وہ نہایت

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۚ إِنِ اتَّبِعِ إِلَّا

بخشنے والا، خوب رحم کرنے والا ہے ۛ کہہ دیجیے: میں رسولوں سے انوکھا نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں

مَا يُؤْتَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۹

تو بس اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اور میں تو فقط صاف صاف ڈرانے والا ہوں ۛ

لَهُمْ عَذَابٌ ۙ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝۱۰ (مریم 82: 19)

”اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں، ہرگز نہیں! وہ (معبودانِ باطل) عنقریب ان کی پرستش

سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف (دشمن) ہوں گے۔“ یعنی وہ اس وقت انھیں دھوکا دیں گے جب انھیں ان کی مدد کی بہت

ضرورت ہوگی، حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا: **إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ**

الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۚ وَلَيَعْنُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّن نَّاصِرِينَ ۝۱۱ (العنکبوت

25: 29) ”بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے (مگر) پھر قیامت کے دن ایک

دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔“

تفسیر آیات: 7-9

قرآن و صاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اور ان کی تردید: اللہ عزوجل نے مشرکین کے کفر و عناد

کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو لفظ و معنی کے اعتبار سے بے حد واضح

اور روشن ہیں تو کہتے ہیں کہ **هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ** ”یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی واضح طور پر جادو ہے، حالانکہ انھوں نے

کذب و افتراء سے کام لیا اور ضلالت و کفر کو اختیار کیا ہے۔ **أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ** ”بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو

از خود بنا لیا ہے۔“ یعنی اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي**

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ ”کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ سے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں

رکھتے۔“ یعنی اگر میں جھوٹ بولوں اور یوں دعویٰ کروں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ مجھے

سخت سزا دے گا اور اہل زمین سے کوئی بھی، تم یا کوئی اور، مجھے اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکے گا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَكِنْ أَجِدُ مَنْ دُونِهِ مُلتَحِدًا﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ط (الجن 23، 22: 72) ”(یہ بھی) کہہ دیں کہ بے شک اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی ہرگز پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کبھی کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا، ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا) اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی میرے ذمے ہے۔)“

اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ (الحاقة 47-44: 69) ”اور اگر یہ (پیغمبر) ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“ اور یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ط كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط﴾ ”کہہ دیں کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہو تو تم اللہ کے سامنے میرے (بچاؤ کے) لیے کچھ اختیار نہیں رکھتے، وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو جو تم اس (قرآن) کے بارے میں کہتے ہو، میرے اور تمہارے درمیان وہ (اللہ) بطور گواہ کافی ہے۔“ یہ سخت سرزنش، شدید تنویف اور زبردست ڈرانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الْعَفْوَ الرَّحِيمُ﴾ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ”یہ ان لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم اللہ کی طرف رجوع کر لو اور توبہ کر لو تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا، تمہیں عفو و بخشش سے نوازے گا اور تم پر رحم فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَفُوًّا ذَّحِيمًا ط (الفرقان 25: 6، 5) ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے جمع کر رکھا ہے، پس وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں، کہہ دیں کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا قَوْمِ الْوَسْلِ﴾ ”کہہ دیں کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔“ یعنی میں دنیا میں آنے والا کوئی پہلا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی کئی رسول آئے ہیں، میں کوئی ایسی نئی بات تو نہیں لایا جس کی کوئی نظیر نہ ہو کہ تم اپنی طرف سے میری بعثت کو عجیب و غریب سمجھو، مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کی امتوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ط﴾ ”اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (سلوک) کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح 24: 2) ”تا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔“ عکرمہ، حسن اور قتادہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت سورہ فتح کی مذکورہ بالا آیت کے ساتھ منسوخ ہے، نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب سورہ احقاف کی یہ آیت نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو کرنے والا ہے وہ تو اس نے بیان کر دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا

کرے گا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿لَيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (الفتح 5:48) ”اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، داخل کرے۔“^① انھوں نے اسی طرح کہا ہے لیکن جو بات صحیح حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ مومنوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو یہ مبارک ہو مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔^②

امام احمد نے خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت کیا ہے، انھوں نے ام علاء سے، یہ ان کے خاندان کی ایک خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، انھوں نے کہا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو قرعہ اندازی میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ان کے حصے میں آئے، پھر ہمارے پاس عثمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی بیمار پرسی کی، حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے انھیں کفن پہنایا، رسول اللہ ﷺ جب ہمارے گھر میں تشریف لائے تو میں نے کہا: ابوسائب! (حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں آپ کے بارے میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَهُ؟] ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کرم کا معاملہ فرمایا ہے؟“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں مجھے نہیں معلوم تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا هُوَ، فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ مِنْ رَبِّهِ وَإِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللَّهِ! مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِي] ”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے (اچھی حالت میں) موت آئی ہے اور میں ان کے لیے خیر کی امید کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“ حضرت ام علاء نے عرض کی: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا تزکیہ نہیں کروں گی، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے مجھے غزدہ کر دیا تو میں نے عثمان کا خواب میں ایک رواں دواں چشمہ دیکھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا یہ خواب سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذَاكَ عَمَلُهُ] ”یہ ان کا عمل ہے۔“^③ اسے صرف امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں)۔^④ صحیح بخاری، ہی کی ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِهِ] ”میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس کے باوجود مجھے نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔“^⑤ یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ کسی معین انسان کے لیے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ جن لوگوں کا نص سے جنتی ہونا ثابت ہو تو انھیں جنتی قرار دیا جائے گا، جیسے عشرہ مبشرہ، ابن سلام، غمضاء، بلال، سراقہ، جابر کے والد گرامی عبداللہ بن عمرو بن حرام، وہ ستر قرآن کرام جنھیں بر معونہ میں شہید کر دیا گیا تھا، زید بن حارثہ، جعفر، ابن رواحہ اور اس طرح کے وہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھیں رسول اللہ ﷺ نے جنتی قرار دیا ہے۔ ﴿إِنَّ أَكْبَرُ مَا

① تفسیر الطبری: 10/26 . ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4172 ومسند أحمد:

122/3 عن أنس رضی اللہ عنہ . ③ مسند أحمد: 436/6 . ④ صحیح البخاری، الجنائز، باب الدخول على الميت.....

حدیث: 1243 . ⑤ صحیح البخاری، الشهادات، باب القرعة فی المشكلات، حدیث: 2687 .

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَٰهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ

کہہ دیجیے: بھلا تم بتاؤ! اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا (تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی

۱۰

عَلٰی مِثْلِهِ فَاَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۰ وَقَالَ الَّذِیْنَ

(کتاب اترنے) کی گواہی دے چکا، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۱۰ اور کفر کرنے والوں نے ایمان

کَفَرُوا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُونَا اِلَیْهِ ط وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوا بِهٖ

لانے والوں سے کہا: اگر وہ (دین) بہتر ہوتا تو وہ (عام لوگ) اس (کو قبول کرنے) میں ہم سے پہلے نہ کرتے، اور جب انھوں نے اس (قرآن) کے ذریعے

فَسَیَقُولُوْنَ هٰذَا اِفْکٌ قَدِیْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ کَتَبَ مُوسٰی اِمَامًا وَرَحْمَةً ط وَهٰذَا کِتٰبٌ

سے ہدایت نہ پائی تو اب وہ ضرور کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے ۱۱ اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، اور یہ (قرآن) عربی

مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ط وَبُشْرٰی لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۲ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا

زبان میں تصدیق کرنے والی کتاب ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے ظلم کیا، اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے ۱۲ بے شک جن

رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۱۳ یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط جَزَآءٌۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

رہیں گے۔ (یہ) ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے ۱۴

یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴿۱۰﴾ ”میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام مجھ پر بذریعہ وحی نازل

فرمائے ہیں میں ان کی اتباع کرتا ہوں، ﴿۱۱﴾ ”وَمَا اَنَاۡ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۹﴾“ ”اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی میرا کام تو کھلم کھلا ڈرانا ہے اور میرا معاملہ ہر صاحب عقل و دانش کے لیے واضح ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 10-14

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ﴾ کہہ دیں ”اے محمد (ﷺ)! ان مشرکین اور قرآن مجید

کے ساتھ کفر کرنے والوں سے: ﴿اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ﴾ ”بھلا تم بتاؤ! اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو

اور تم نے اس سے انکار کیا (تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟)“ یعنی یہ کتاب جسے میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اگر اسے اللہ تعالیٰ نے

مجھ پر نازل فرمایا ہے تاکہ میں تمہیں یہ پہنچا دوں اور تم کفر اور تکذیب سے کام لے رہے ہو تو اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ

تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ﴿وَشَهِدَ شَٰهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ﴾ ”اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ

اسی طرح (کی ایک کتاب) کی گواہی دے چکا ہے۔“ یعنی اس کتاب کی صداقت و صحت کی تو وہ سابقہ کتب بھی گواہی دے چکی

ہیں جنہیں مجھ سے پہلے انبیائے کرام پر نازل کیا گیا تھا، ان کتابوں نے بھی اسی طرح کی بشارتیں اور خبریں دی تھیں جس طرح

اس قرآن مجید نے دی ہیں۔ ﴿فَاَمَنْ﴾ ”پھر وہ ایمان لے آیا۔“ یعنی بنی اسرائیل میں سے وہ شخص جس نے اس کی حقیقت کو

جاننے کی وجہ سے اس کی صداقت کی شہادت دی تھی، ﴿وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ ”اور تم نے سرکشی کی“ اس کی اتباع سے۔ مسروق کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شاہد اپنے نبی اور اپنی کتاب پر ایمان لایا مگر تم اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کر رہے ہو۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ”بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ لفظ ﴿شَاهِدٌ﴾ یہاں اسم جنس ہے جو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر سب لوگوں کو شامل ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے جو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی تھی اور یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَإِذَا يُنْفِثُ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ﴾ (الفصص 53:28) ”اور جب وہ (قرآن) ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔“

اور فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ أَوْثُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُنْفِثُ عَلَيْهِمْ يَخْرُؤْنَ لَلَّذِذَا قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا﴾ (بنی اسرائیل 17:108) ”بلاشبہ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین میں چلنے والے کسی شخص کو، عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا، اہل جنت میں سے قرار دیا ہو، انھوں نے کہا کہ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ﴾ ”اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس کی مثل کی گواہی دے چکا ہے۔“ اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔^(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف بن عبد اللہ بن سلام، ہلال بن یساف، سدیی، ثوری، مالک بن انس اور ابن زید نے اسی طرح کہا ہے کہ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔^(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ﴾ ”اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔“ یعنی قرآن مجید کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بارے میں انھوں نے کہا کہ اگر یہ قرآن بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ لے جاتے، ان کی مراد حضرت بلال، عمار، صہیب اور ان جیسے کمزوروں، غلاموں اور لونڈیوں سے تھی، اس لیے کہ وہ اپنے بارے میں گمان رکھتے تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت حاصل ہے، حالانکہ ان کا یہ خیال غلط اور باطل تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا﴾ (الأنعام 53:6) ”اور اسی طرح ہم نے بعض کی بعض سے آزمائش کی تاکہ وہ (جو دولت مند، غریبوں کی نسبت) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ

① صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب مناقب عبد اللہ بن سلام، حدیث: 3812 و صحیح مسلم، فضائل

الصحابہ، باب من فضائل عبد اللہ بن سلام، حدیث: 2483 والسنن الکبریٰ للسنائی، المناقب، باب عبد اللہ بن

سلام، حدیث: 70/5، حدیث: 8252. ② تفسیر الطبری 15، 14/26 و تفسیر القرطبی 188/16.

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَلَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے (بیٹ میں) اٹھائے رکھا، اور تکلیف سے جنا،

وَفِضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ قَالَ رَبِّ

اور اس کا حمل اور دودھ پھڑانا تیس ماہ (کی مدت) ہے، حتیٰ کہ جب وہ اپنی قوت و طاقت (کمال جوانی) کو پہنچا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا

أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا

کی: اے میرے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی، اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو

تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۚ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾

تو پسند کرے، اور تو میرے لیے میری اولاد میں اصلاح کر، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی، اور بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ﴿١٥﴾ یہ وہ لوگ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ

ہیں جن سے ہم اچھے عمل قبول کرتے ہیں، جو انھوں نے کیے، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں، (تو یہ) جنتیوں میں ہوں گے۔ (یہ) سچا

الْجَنَّةِ ۖ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾

وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا رہا ہے ﴿١٦﴾

نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔“ یعنی یہ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہمارے بجائے یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے، اسی لیے تو انھوں نے

کہا: ﴿لَوْ كُنَّا خَيْرًا أَمَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۖ﴾ ”اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔“

جبکہ اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ قول و فعل جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، چنانچہ اگر وہ قول یا فعل

خیر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف سبقت فرماتے کیونکہ انھوں نے نیکی کے کسی بھی کام کو چھوڑا نہیں بلکہ اس کی طرف مبادرت و

سبقت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَسَبَقْتُمْ هَٰذَا الْإِفْكَ قَدِيمٌ ﴿١١﴾﴾ ”اور جب وہ اس (قرآن)

سے ہدایت یافتہ نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔“ یعنی یہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو پہلے لوگوں سے منقول ہوتا

چلا آ رہا ہے، اس طرح وہ قرآن اور قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی تنقیص کرتے ہیں اور یہی وہ تکبر ہے جس کے بارے

میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] ”تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔“ ﴿١١﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ﴾ ”اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی۔“ یعنی تورات۔ ﴿إِمَامًا

وَرَحْمَةً ۖ وَهَٰذَا كِتَابٌ﴾ ”لوگوں کے لیے رہنما اور رحمت اور یہ کتاب۔“ یعنی قرآن مجید ﴿مُصَدِّقٌ﴾ ”تصدیق کرنے

والی ہے۔“ سابقہ آسمانی کتابوں کی، ﴿لِسَانًا عَرَبِيًّا﴾ ”عربی زبان میں۔“ جو فصیح، روشن اور واضح ہے، ﴿لِنُنْذِرَ الَّذِينَ

ظَلَمُوا ۖ وَبَشْرًا لِّلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢﴾﴾ ”تا کہ وہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے خوش خبری ہے۔“ یعنی یہ کافروں کے لیے

ڈر اور مومنوں کے لیے خوش خبری پر مشتمل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ اس پر قائم رہے۔“ اس کی تفسیر قبل ازیں سورہ اہم سجدہ میں گزر چکی ہے۔ ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ① ”تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا۔“ مستقبل کی زندگی میں، ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ② ”اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ چھوڑی ہوئی دنیا پر۔ ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ③ ”یہی اہل جنت ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ یعنی اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے انہیں رحمت حاصل ہوئی اور وہ پوری طرح اس کے مستحق ہوئے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

تفسیر آیات: 15، 16

اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید، اخلاص، عبادت اور استقامت کا ذکر فرمایا تھا اور اب اس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، مثلاً: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٗ وَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل 23: 17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔“ اور فرمایا: ﴿إِن اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَىٰ الْبَصِيرَةِ﴾ (لقمن 14: 31) ”یہ کہ مجھے میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ علاوہ ازیں اس موضوع کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ ”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔“ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آئے۔ امام ابو داؤد طیالسی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ام سعد نے سعد سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ ② میں تو اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہ کرو، پھر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس کے گھر والے لٹھی کے ساتھ اس کے منہ کو کھولتے تھے تا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ڈال دیں، اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ ”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔“ ③ ابن ماجہ کے سوا اسے امام مسلم اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

﴿حَلَّتْهُمُ امَّةٌ كَرَّهَا﴾ ”اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا۔“ یعنی اس نے اس کی وجہ سے دوران حمل

① دیکھیے حَمَّ السَّجْدَةِ، آیت: 30 کے ذیل میں۔ ② سعد رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے، چونکہ ان کی والدہ مشرک تھی، اس نے اپنے بیٹے کو اسلام چھوڑنے کا کہا اور دلیل کے طور پر یہ بات بھی کہی کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ③ مسند ابی داؤد الطیالسی، أحادیث سعد بن أبی وقاصؓ: 170-168/1، حدیث: 205۔ ④ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاصؓ، حدیث: 1748، بعد الحدیث: 2412 وسنن أبی داؤد، الجهاد، باب فی النفل، حدیث: 2740 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنکبوت، حدیث: 3189 والسنن الکبریٰ للنسائی، باب التفسیر، سورة الأنفال: 349، 348/6، حدیث: 11196۔

بہت مشقت، تھکاوٹ، مختلف چیزوں کے کھانے کی خواہش (کی مشقت)، مٹی، بوجھ اور تکلیف کو اٹھایا، نیز دیگر عوارض جو حاملہ خواتین کو پیش آتے ہیں۔ ﴿وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط﴾ ”اور اسے تکلیف ہی سے جنا۔“ یعنی وضع حمل کی تکلیفوں اور سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ ﴿وَحَمَلُهُ وَفَضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط﴾ ”اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ، سورہ لقمان کی آیت جس میں یہ الفاظ ہیں: ﴿وَفَضْلُهُ فِي عَامَيْنِ ط﴾ (لقمان: 14، 31) ”اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔“ اور سورہ بقرہ کی آیت: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْمِغَ الرِّضَاعَةَ ط﴾ (البقرہ: 233) ”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (یعلم) اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔“ سے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور یہ ایک قوی اور صحیح استنباط ہے، حضرت عثمان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بھی اس استدلال میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے بچہ بن عبد اللہ جہنی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے ایک شخص نے جہینہ قبیلے کی ایک عورت سے شادی کی تو اس نے پورے چھ ماہ بعد اس کے بیٹے کو جنم دے دیا، اس عورت کا شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اس نے آپ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس عورت کو بلا بھیجا تو وہ اپنے کپڑے پہنے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کی بہن رونے لگی؟ اس نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے اس شوہر کے سوا اور کسی نے میرے ساتھ کبھی اختلاف نہیں کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا، جب اس عورت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے رحم کرنے کا حکم دے دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس عورت نے پورے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا ہے تو کیا چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَحَمَلُهُ وَفَضْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط﴾ ”اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔“ اور یہ فرمان کہ ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ط﴾ (البقرہ: 233) ”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔“ اس طرح حمل کے لیے چھ ماہ بچتے ہیں، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا تھا، عورت کو میرے پاس واپس لاؤ مگر لوگ اسے رجم کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ بچہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس بچے کو اپنے باپ کے ساتھ اس قدر مشابہت تھی کہ کوئے کو کوئے کے ساتھ اور انڈے کو انڈے کے ساتھ بھی اس طرح مشابہت نہیں ہوتی، جب اس کے باپ نے اسے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اللہ کی قسم! مجھے اس کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس آزمائش میں مبتلا کر دیا کہ اس کے چہرے پر گوشت کھانے والا ایک پھوڑا نکل آیا جو اسے مسلسل کھاتا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ اسے ابن ابوقحام اور ابن منذر نے بیان کیا ہے۔^①

ابن ابوقحام نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عورت نو ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اس کے لیے

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعَدَنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ

اور جس نے اپنے والدین سے کہا: تم دونوں پر اُف (افسوس) ہے! کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ مجھے (قبر سے) نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے

قَبْلِي ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا

پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جبکہ وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے (اور کہتے) ہیں: تو ہلاک ہو جائے! ایمان لے آ، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تب وہ

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ ۱۷ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أَمْرٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ

کہتا ہے: یہ تو بس اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ۱۷ یہ وہ لوگ ہیں جن پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو گئی، جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۚ ۱۸ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا ۚ وَلِيُوفيَهُمُ

ساتھ جو ان سے پہلے گزرے ہیں، بے شک وہ خسارہ پانے والے تھے ۱۸ اور ہر ایک کے لیے اس کے اعمال کے مطابق درجے ہیں، اور تاکہ وہ (اللہ)

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۚ ۱۹ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلْهَبْتُمْ طِبِّيتَكُمْ

انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ۱۹ اور جس دن اہل کفر کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا، (تو کہا جائے گا): تم نے

فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَبْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ

دنیاوی زندگی ہی میں اپنی لذتوں کا (پورا) حصہ لے لیا، اور تم نے ان سے فائدہ اٹھالیا، چنانچہ آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس

تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۚ ۲۰

لیے تم زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے، اور اس لیے تم فسق و فجور کرتے رہے ۲۰

اکیس ماہ تک دودھ پلانا بھی کافی ہے اور اگر وہ سات ماہ بعد جنم دے تو پھر اس کے لیے تینیس ماہ تک دودھ پلانا کافی ہے اور اگر وہ

چھ ماہ بعد بچے کو جنم دے تو پھر اسے پورے دو سال دودھ پلانا چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَلَلَهُ وَطُفْلُهُ ثَلَاثُونَ

شَهْرًا ۚ﴾ ”اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔“ ۲۱ ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ﴾ ”یہاں تک کہ جب خوب

جوان ہوتا ہے۔“ کزیل اور عنما جوان بن جاتا ہے۔ ﴿وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ ”اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔“ اور اس

کی عقل پختہ اور فہم اور حلم کامل ہو جاتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ چالیس برس کی عمر میں آدمی کے جو عادات و اطوار ہوتے ہیں

وہ عموماً تبدیل نہیں ہوتے۔ ﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

تَرْضَاهُ﴾ ”تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے (الہام کر دے) کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ

پر کیے ہیں ان کا شکر گزار بنوں اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جسے تو پسند کرے۔“ یعنی مستقبل میں نیک عمل کروں، ﴿وَاَصْلِحْ

لِي فِي دُرِّيَّتِي﴾ ”اے رب! تُو بہ (ایک) نیک نسل پیدا کر۔“ اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (و تقویٰ پیدا) کر

دے، بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی

ہے کہ جو شخص چالیس برس کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ توبہ اور انابت الی اللہ کی تجدید کرے بلکہ کئی سچی توبہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَنْتَقِبُ عَنْهُمْ مَا عَمِلُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ط﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے (اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔“ یعنی یہ لوگ جوان اوصاف سے متصف ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے اور جو اپنی کمی و کوتاہی کو توبہ و استغفار کر کے پورا کرنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی بہت سی لغزشوں کو معاف فرمادیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل کو بھی شرف قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ ﴿فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ط﴾ ”(اور یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔“ یہ لوگ اصحاب جنت میں سے ہوں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے میں یہ حکم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو اس کی طرف توبہ اور رجوع کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَعَدَ الصَّادِقُ الذِّي كَانُوا يُوْعَدُونَ﴾ (یہ) سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔“

تفسیر آیات: 17-20

نافرمان اولاد کا انجام: والدین کے لیے دعا کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کے ذکر اور انھیں حاصل ہونے والی کامیابی و نجات کے بیان کے بعد رب تعالیٰ نے بد نصیبوں اور والدین کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ ”اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس)۔“ اور یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص سے متعلق ہے جو اپنے والدین سے یہ کہے اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ یہ عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا قول ضعیف اور مردود ہے کیونکہ عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور وہ ایک اچھے مسلمان بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یوسف بن ماہک سے روایت کیا ہے کہ مروان حجاز کا گورنر تھا اور اسے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے گورنر مقرر کیا تھا، اس نے خطبہ دیا اور خطبے میں یزید بن معاویہ کا ذکر شروع کر دیا تا کہ ان کے باپ کے بعد ان کی بیعت کی جائے تو عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اس سے کوئی بات کی تو اس نے کہا کہ انھیں پکڑ لو تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے، لہذا وہ انھیں نہ پکڑ سکے تو مروان نے کہا کہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ ”اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں پر اُف (افسوس)!“ کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا (دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟) اور تحقیق مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔“ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن مجید میں میری براءت کے سوا اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے۔ ①

اسی طرح امام نسائی نے محمد بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے لیے بیعت لی تو مروان نے کہا کہ یہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہے تو عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ تو ہر قل اور قیصر کی سنت ہے، مروان نے کہا کہ

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ مروان نے جھوٹ بولا ہے، اللہ کی قسم! یہ آیت عبدالرحمن کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ میں اگر چاہوں تو اس کا نام بتا سکتی ہوں اور یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مروان ابھی تک اس کی پشت میں تھا، پس مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے جدا شدہ ٹکڑا ہے۔^①

﴿اتَّعِدْنِي أَنْ أَخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي﴾ ”کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا (دوبارہ زندہ کیا) جاؤں گا، حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔“ یعنی بہت سے لوگ پہلے گزر چکے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی خبر دینے کے لیے واپس نہیں آیا، ﴿وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ﴾ ”اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے۔“ یعنی وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ وہ اسے ہدایت عطا فرمائے اور وہ اپنے بیٹے سے بھی یہ کہتے تھے: ﴿وَيْلَكَ أَمِنْ لَّانَ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا﴾ ”تیرا ناس ہو ایمان لے آئیں اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو کہنے لگا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ طَائِفَتٌ مِّنْهُمْ كَانُوا فٰحِشِينَ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جن پر (عذاب کی) بات ثابت ہوگئی ان امتوں سمیت جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں جنوں اور انسانوں میں سے، بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔“ یعنی یہ لوگ بھی اپنے ہی جیسے ان کافروں کے زمرے میں داخل ہو چکے ہیں جو روز قیامت اپنے اور اپنے اہل و عیال کو نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔ ﴿وَالَّذِي قَالَ﴾ کے بعد ﴿أُولَئِكَ﴾ کے ساتھ اس بات کو ذکر کرنا اس کی دلیل ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کی جنس ہے اور یہ بات عام اور ان سب لوگوں پر مشتمل ہے جو اس طرح کے ہوں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق ہر وہ کافر و فاجر ہے جو اپنے ماں باپ کا نافرمان اور بعث بعد الموت کی تکذیب کرتا ہو۔^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَتٌ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ ”اور لوگوں نے جیسے کام کیے ہوں گے، ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔“ یعنی ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق عذاب ہوگا۔ ﴿وَلِيُوقِيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ”اور تاکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی وہ کسی پر بھی ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کمتر ظلم نہیں کرے گا۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ جہنم کے درجے نیچے کی طرف اور جنت کے درجے اوپر کی طرف جاتے ہیں۔^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلْهَبْتُمْ طَيِّبَتَكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَتَعْتُمُوهَا﴾ ”اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے۔“ یعنی یہ بات انھیں زجر و توبیخ کے طور پر کہی جائے گی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھانے

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾: 459، 458/6، حدیث: 11491.

② تفسیر الطبری: 26/26. ③ تفسیر الطبری: 27/26.

وَاذْكُرْ اٰخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتْ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ

اور عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کیجیے جب اس نے احقاف (بین) میں اپنی قوم کو ڈرایا۔ اور یقیناً اس سے پہلے بھی کئی ڈرانے والے گزر چکے اور اس کے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ اِلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهُ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

بعد بھی، یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بلاشبہ میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ②۱ انھوں نے کہا: کیا تو ہمارے پاس

عَظِيْمٍ ②۱ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكُنَا عَنْ الْهَيْثَنَآ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ

اس لیے آیا ہے کہ تو ہمیں ہمارے معبودوں (کی پرستش) سے پھیر دے۔ چنانچہ اگر تو چوں میں سے ہے تو ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آ جس کا تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ②۲ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِۤ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ

ہمیں وعدہ دیتا ہے ②۲ (ہود نے) کہا: بس (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تمہیں وہ چیز پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا اور لیکن میں

وَلَكِنِّيْۤ اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ②۳ فَلَمَّا رَاُوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَّتِهِمْۤ لَا قَالُوْۤا

تمہیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت کرتے ہو ②۳ پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ ان کی وادیوں کے سامنے ایک بادل چلا آرہا ہے

هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَاۤ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖۤ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ②۴

تو وہ کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے (ہود نے کہا: نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جسے تم جلدی طلب کرتے تھے۔ (یہ) آندھی ہے، اس

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَاۤ فَاصْبَحُوْۤا لَا يٰرٰىۤ اِلَّا مَسْكِنُهُمْۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ

میں نہایت دردناک عذاب ہے ②۴ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گی، پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا (دہاں) کچھ بھی دکھائی

الْقَوْمَ الْمَجْرُمِيْنَ ②۵

نہ دیتا تھا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ②۵

پینے کی کئی اچھی اچھی چیزوں کو از خود ترک کر دیا تھا اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ڈر ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے نہ

ہو جاؤں جن سے زجر و توبخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿اَذْهَبْنٰمُ طٰیْبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَبْتَعْنٰمُ بِهَآ﴾ ”تم اپنی دنیا

کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور ان سے متمتع ہو چکے ہو۔“ ① ابو جبر و اللہ نے کہا ہے کہ کئی لوگ اپنی دنیا کی زندگی میں

کی گئی کئی نیکیوں کو کم پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ﴿اَذْهَبْنٰمُ طٰیْبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا﴾ ”تم اپنی دنیا کی زندگی

میں لذتیں حاصل کر چکے ہو۔“ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قَالِیَوْمَ تَجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

فِی الْاَرْضِ یَغْیْرِ الْعِیْقَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ②﴾ ”سو آج تم کو ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، یہ اس کی سزا ہے کہ تم زمین

میں ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس کی کہ بدکرداری کرتے تھے۔“ تو انھیں ان کے عمل کی جس کے مطابق سزا دی جائے گی

جیسا کہ انھوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت سے رکھا، اتباع حق سے منہ موڑا اور فسق و فجور کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں ذلت کا

عذاب دیں گے اور وہ یہ کہ انھیں ذلیل و رسوا کیا جائے گا، دکھ دینے والے آلام اور مسلسل حسرت و ندامت میں مبتلا کیا جائے گا

اور جہنم کے انتہائی خوفناک مقامات میں انھیں رکھا جائے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ان سب عذابوں سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 21-25

قوم عاد کا قصہ: نبی ﷺ کی قوم کے لوگوں نے جب آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَأَذْكُرُ أَخَا عَادٍ﴾ ”اور (قوم) عاد کے بھائی کو یاد کریں۔“ اور وہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا جو سرزمین اتحاف میں رہتے تھے۔ أحقاف، حقف کی جمع ہے اور حقف ریت کے پہاڑ کو کہتے ہیں، یہ ابن زید کا قول ہے۔⁽¹⁾ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اتحاف کے معنی پہاڑ اور غار کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ عاد یمن کا ایک قبیلہ تھا جو ریت والے علاقے میں رہتا تھا اور شمر نامی جگہ میں ساحل سمندر پر تھا۔⁽²⁾ امام ابن ماجہ نے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: بَابُ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ ”دعا کرتے وقت اپنے آپ سے شروع کرنے کا باب۔“ اور پھر انھوں نے اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَرْحَمُنَا اللَّهُ وَأَخَا عَادٍ] ”اللہ تعالیٰ ہم پر اور قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) پر رحم فرمائے۔“⁽³⁾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ﴾ ”اور بلاشبہ ان سے پہلے اور پیچھے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے شہروں کے گرد و پیش کے علاقوں میں بھی انبیائے کرام کو بھیجا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّبَايِنٍ يَدِّيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ (البقرة: 66) ”پھر ہم نے اس (قصے) کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے، عبرت بنادیا۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ ضِعْفَهُ قُلْ ضِعْفُهُ عَادٌ وَنُودٌ إِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط﴾ (حکم السجدة: 14، 13: 41) ”پھر اگر یہ منہ پھیریں تو کہہ دیں کہ میں تم کو (ایسی) چیخ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور نود پر چیخ (کا عذاب) آیا تھا جب ان کے پاس پیغمبران کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو۔“ ﴿إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ”مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔“ یہ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا تھا تو ان کی قوم نے جواب دیا: ﴿إِحْتَنَانًا لِّمَا فَكَّنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَإِنَّا بِمَا نَعْبُدُ نَآءَنَّا إِن كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ”کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔“ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا جلد مطالبہ اس لیے کیا کہ وہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ط﴾ (الشورى: 18: 42) ”جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔“

(1) تفسیر الطبری: 32/26. (2) تفسیر الطبری: 31/26. (3) سنن ابن ماجہ، الدعاء، باب إذا دعا أحدكم.....

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَالَ إِنَّمَا أَعْلِمُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”اس نے کہا کہ یقیناً (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ تمہیں بھی جانتا ہے اگر تم جلد عذاب کے مستحق ہوئے تو وہ تمہیں عنقریب عذاب میں مبتلا کر دے گا جبکہ میرا کام یہ ہے کہ میں تم تک اس پیغام کو پہنچا دوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، ﴿وَلَكِنِّي أَرْسَلْتُكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ﴾ ”لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت (کی باتیں) کرتے ہو۔“ اور عقل و شعور سے کام نہیں لے رہے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ﴾ ”پھر جب انھوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے۔“ یعنی اپنی طرف عذاب کو آتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ وہ بادل ہے جو بارش برسائے گا اور وہ اس پرشاداں و فرحان ہونے لگے کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے انھیں بارش کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ هُمْ مِمَّا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”(نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے (یعنی) آندھی جس میں دردناک عذاب ہے۔“ یعنی یہ وہی عذاب ہے جس کا مطالبہ کرتے ہوئے تم نے کہا تھا: ﴿فَاتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ”پس اگر تم سچوں میں سے ہو تو جس چیز کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اسے ہم پر لے آؤ۔“ ﴿تَذَمَّرُ كُلُّ شَيْءٍ﴾ ”وہ ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے۔“ یعنی ان کے علاقے کی ہر چیز کو تباہ و برباد کر رہی ہے، ﴿بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾ ”اپنے پروردگار کے حکم سے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا حکم دے دیا تھا جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتَهُ كَالْزَمِيمِ﴾ (الذّٰرِیَّت 42:51) ”وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔“ یعنی اسے بوسیدہ کر دیتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاصْبِرُوا لَا يُبْرَأُ إِلَّا مَسْكَنُهُمْ﴾ ”تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔“ یعنی ان سب کو اول سے آخر تک تباہ و برباد کر دیا گیا اور ان کی کوئی چیز باقی نہ بچی۔ ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْجَوْرِیْنَ﴾ ”مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔“ یعنی جو ہمارے رسولوں کی تکذیب کریں اور ہمارے حکم کی مخالفت کریں تو ان کے بارے میں ہمارا یہی فیصلہ ہوتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اس طرح کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ جس سے حلق کا گوشت نظر آنے لگے بلکہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھٹایا آندھی کو دیکھتے تو اس کی وجہ سے چہرہ اقدس پر (پریشانی کی وجہ سے) آثار نمایاں نظر آنے لگتے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگ جب گھٹا کو دیکھتے ہیں تو اس امید سے خوش ہوتے ہیں کہ اس سے بارش ہوگی مگر میں یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کے چہرہ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ، قَدْ عَذَّبَ قَوْمٌ بِالرَّيْحِ وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا: ﴿هٰذَا عَارِضٌ مُّبْطِرٌ﴾] ”عائشہ! مجھے اس وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو کیونکہ ایک قوم کو آندھی کے عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا تھا اور ایک قوم نے جب عذاب کو دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔“^① اسے امام بخاری و

وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيْمَا إِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَبْعًا وَابْصَارًا وَآفِئْدَةً ۖ فَمَا أَغْنَىٰ

اور یقیناً ہم نے قوم عاد کو اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمہیں قدرت نہیں دی، اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے

عَنْهُمْ سَبْعُهُمْ وَلَا ابْصَارَهُمْ وَلَا أَفِئْدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ ۚ بِآيَاتِ اللَّهِ

کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انہیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ ۞ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا هَوَّلَكُمْ مِنْ الْفُرْأَىٰ وَصَرَفْنَا

وہ مذاق اڑاتے تھے ۞ اور البتہ تحقیق ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں ہلاک کر دیں، اور ہم نے آیات پھیر پھیر کر بیان کیں تاکہ وہ (ہماری

الْأَيِّتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ ۞ فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۚ ط

طرف) رجوع کریں ۞ پھر ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنہیں انھوں نے قرب (الہی) حاصل کرنے کے لیے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنا رکھا تھا، بلکہ

بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ ۞

(معبود) ان سے گم ہو گئے، اور یہ تھا ان کا جھوٹ، اور ان کا افتراء ۞

مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^①

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان کے کسی کنارے پر گھٹا

دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کرتے: [اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ]

”اے اللہ! اس میں جو برائی ہے، میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ اگر اللہ تعالیٰ اسے کھول دیتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

لاتے اور اگر بارش برسنے لگتی تو یہ دعا فرماتے: [اللَّهُمَّ! صَيِّبًا نَافِعًا] ”اے اللہ! یہ بارش موسلا دھار اور نفع بخش ہو۔“^②

امام مسلم نے صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا

کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا

فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ] ”اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی اور جس کے ساتھ

اسے بھیجا گیا ہے، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے اس کی برائی، جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی اور جس کے

ساتھ اسے بھیجا گیا ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر گھٹا چھا جاتی تو

رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی گھر کے اندر آتے اور کبھی باہر تشریف لے جاتے، کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے

آ جاتے اور جب بارش شروع ہو جاتی تو آپ پرسکون ہو جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پریشانی کی اس کیفیت کو

بھانپ لیا تو اس بارے میں آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَعَلَّهُ، يَاعَائِشَةُ! كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ: ﴿فَلَمَّا رَاوُهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ﴾ قَالَ هَٰذَا عَارِضٌ مُّطَرٌ نَّاهُ] ”عائشہ! شاید بات وہ نہ ہو جیسا کہ قوم عاد نے کہا تھا: ”پھر

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿فَلَمَّا رَاوُهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ﴾ (الأنفکاف 46: 24)، حدیث: 4829، 4828

وصحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح، حدیث: (16)-899. ② مسند أحمد: 190/6.

انھوں نے جب اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے تو کہنے لگے: یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔“ ⁽¹⁾ ہم نے قوم عاد کی تباہی و ہلاکت کا قصہ تفصیل کے ساتھ دو سورتوں اعراف اور ہود میں ذکر کیا ہے۔ لہذا اس کے اعادے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ تَعَالٰی الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر آیات: 28-26

ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے سابقہ امتوں کو دنیا میں ایسے اموال و اولاد اور ایسی چیزیں دی تھیں کہ ان جیسی یا ان کے قریب تمھیں نہیں دیں، ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَعَادًا أَبْصَارًا وَأَفْنَدَٰهُمُ أَغْنٰی عَنْهُمْ سَعَهُمْ وَلَا أَبْصَارَهُمْ وَلَا أَفْنَدْتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ⁽²⁾ ”اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، جب وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آ سکے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزا کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا،“ یعنی اس عذاب الہی نے انھیں آکر گھیر لیا جس کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے تو اے لوگو! ڈر جاؤ کہیں تم بھی ان جیسے نہ ہو جانا کہ تم بھی دنیا و آخرت میں اسی طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس طرح کے عذاب میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَٰوٰكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے تمھارے ارد گرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔“ یعنی اہل مکہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد و پیش کی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا، مثلاً: قوم عاد جو سرزمین احقاف، یعنی یمن میں حضرموت میں رہتے تھے اور قوم ثمود جن کے مقامات ان کے اور شام کے درمیان تھے، اسی طرح سبا، یعنی اہل یمن اور اہل مدین جو غزہ کی طرف ان کے رستے اور گزرگاہ میں رہتے تھے، اسی طرح بحیرہ قوم لوط جس کے پاس سے وہ گزرتے تھے۔ ﴿وَصَرَفْنَا الْآيٰتِ﴾ ”اور ہم نے پھیر پھیر کر آیتیں بیان کیں۔“ یعنی انھیں بیان کر دیا اور واضح کر دیا، ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ⁽³⁾ ﴿فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِیْنَ اٰتٰنَا اللّٰهُ قُرْبٰنًا لِّهٖتَ ؕ﴾ ”تا کہ وہ رجوع کریں، تو جن کو ان لوگوں نے تقرب (الہی) کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا انھوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟“ یعنی انھوں نے ان کی ضرورت کے وقت ان کی کیوں مدد نہ کی؟ ﴿بَلْ صَلُّوْا عَنْهُمْ﴾ ”بلکہ وہ ان (کے سامنے) سے گم ہو گئے۔“ یعنی جب انھیں ان کی شدید حاجت و ضرورت تھی اس وقت بھی وہ ان کے کچھ کام نہ آ سکے۔ ﴿وَذٰلِكَ اٰفَکُهُمْ﴾ ”اور یہ ان کا جھوٹ تھا۔“ افک کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ ﴿وَمَا كَانُوا یَفْقَرُوْنَ﴾ ⁽⁴⁾ ”اور جو وہ افترا کیا کرتے تھے۔“ یعنی انھیں معبود بنا لینے میں افترا کیا کرتے تھے اور ان کی عبادت کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کی وجہ سے وہ خائب و خاسر ہو گئے۔

① صحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الريح،.....، حدیث: (15)-899. ② دیکھیے الأعراف،

آیات: 65-72 و ہود، آیات: 50-60 کے تحت۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۚ

اور (یاد کیجئے) جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پھر جب وہ اس (کی تلاوت سننے) کو حاضر ہوئے، تو

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يٰقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ

(ایک دوسرے سے) کہا: خاموش رہو، چنانچہ جب (تلاوت) ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر پھرے ﴿٢٩﴾ انھوں نے کہا: اے ہماری

مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾

قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، وہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں، وہ حق کی طرف

يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِزَّكُمْ مِّنْ عَذَابِ

اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے ﴿٣٠﴾ اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی بات کو قبول کرو، اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمہارے لیے تمہارے

أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ

گناہ بخش دے گا، اور وہ تمہیں نہایت دردناک عذاب سے پناہ دے گا ﴿٣١﴾ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو)

أُولِيَاءُ ۖ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾

عاجز نہیں کر سکے گا اور اللہ کے سوا اس کے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ﴿٣٢﴾

تفسیر آیات: 29-32

جنوں کے قرآن سننے کا قصہ: امام احمد رحمہ اللہ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ﴾ ”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“ یعنی مقام

نخلہ میں جب رسول اللہ ﷺ نماز عشاء ادا فرما رہے تھے۔ ﴿كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ (الجن: 72) ”تو قریب

تھے کہ وہ اس پر بھیڑ کر کے پل پڑنے والے ہوں۔“ سفیان کہتے ہیں کہ اَللَّبْدُ کے معنی ایک دوسرے پر پڑنے والے کے ہیں،

جیسے مندرہ، اون یا بال ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ ﴿١﴾

امام احمد رحمہ اللہ اور امام شہیر حافظ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوة میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو نہ قرآن پڑھ کر سنایا اور نہ انھیں دیکھا، رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ

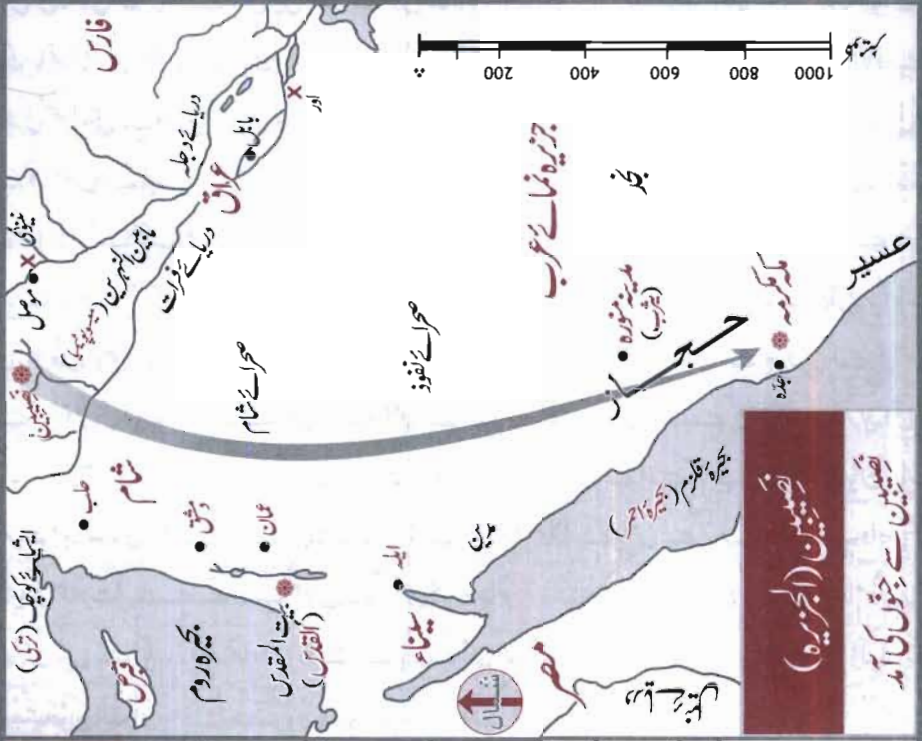
بازار عکاظ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، جبکہ شیاطین کے لیے آسمانی خبریں سننے سے رکاوٹ پیدا کر دی گئی اور ان پر

شہاب ثاقب کو مسلط کر دیا گیا تو شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے تو قوم نے پوچھا: کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے

لیے آسمان کی خبریں سننے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب مسلط کر دیے گئے ہیں۔ قوم نے کہا کہ

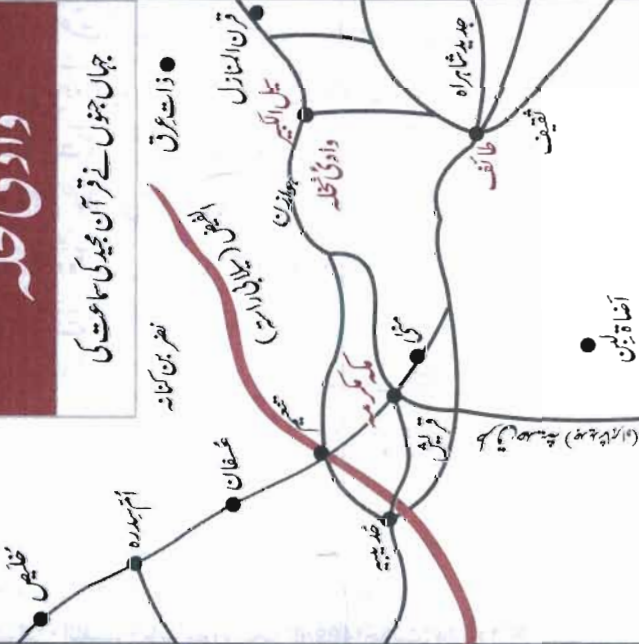
تمہارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ اسی لیے پیدا کر دی گئی ہے کہ کوئی خاص واقعہ رونما ہوا ہے، لہذا مشرق و مغرب

میں جا کر اس واقعے کا سراغ لگاؤ اور دیکھو کہ اس کا سبب کیا ہے، جنات مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس واقعے کا سراغ



وادی نخل

جہاں جنوں نے قرآن مجید کی سماعت کی



﴿وَإِذْ صَوَّرْنَا إِلَيْكَ فِرْعَوْنَ الْقُرْآنَ﴾

”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے۔“

(الأحقاف: 46)

لگائیں جس کی وجہ سے ان کے لیے آسمان کی خبریں سننے سے رکاوٹ کھڑی کر دی گئی ہے، ان کی ایک جماعت جو تہامہ کی طرف آئی تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی جبکہ آپ سوق عکاظ کی طرف جانے کے لیے مقام نخلہ میں تشریف فرما تھے اور اپنے صحابہ کے ساتھ نماز فجر ادا فرما رہے تھے، جب انھوں نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کان لگا دیے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہی ہے وہ چیز جس کی وجہ سے تمہیں آسمان کی خبریں سننے سے منع کر دیا گیا ہے اور پھر جب وہ اپنی قوم کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: ﴿إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا لَا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ طَوْكُنْ تُشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحْدًا﴾ (الجن: 2، 1:72)

”بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔“ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الجن: 1:72) ”اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیں کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) غور سے سنا۔“ اور جنوں کی اس بات سے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی الہی مطلع کیا گیا۔^① اسی طرح اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، نیز ترمذی و نسائی نے اسے کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔^②

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے جب آپ وادی نخلہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، جب انھوں نے قرآن مجید کو سنا تو ﴿قَالُوا أَانصُتُوا﴾ ”وہ کہنے لگے کہ خاموش رہو۔“ اور وہ نو تھے جن میں سے ایک زبوعہ تھا، اسی واقعے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ

الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَصَرُوهُ قَالُوا أَانصُتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ﴾ ”اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، جبکہ وہ قرآن سنتے تھے، پس جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے: خاموش رہو، جب پڑھنا تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔“ سے ﴿مُذَمِّينَ﴾ تک آیات نازل فرمائیں۔^③ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت کے ساتھ اگر اسے ملا لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا، انھوں نے آپ کی قراءت کو سنا، پھر اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے اور پھر وہ آپ کی خدمت میں موج در موج اور فوج در فوج حاضر ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ﴾ ”اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) ڈرائیں۔“ یعنی وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو قرآن سنا تھا اس کے مطابق اپنی قوم کو نصیحت کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّينِ وَلَيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (التوبة

① مسند أحمد: 252/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر إسلام الجن وما ظهر: 226، 225/2. ② صحيح

البخاري، الأذان، باب الجهر بقراءة صلاة الصبح، حديث: 773 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الجهر بالقراءة في

الصبح، حديث: (149)-449 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الجن، حديث: 3323 والسنن

الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الجن: 499/6، حديث: 11624. ③ المستدرک للحاکم، التفسیر، باب تفسیر

سورة الاحقاف: 456/2، حديث: 3701.

(122:9) ”تا کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ (پیچھے والے بھی) ڈریں۔“

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنوں میں نصیحت کرنے والے تو ہیں لیکن ان میں پیغمبر نہیں ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُفِخَ إِلَيْهِمْ مِنَ أَهْلِ الْغُرَىٰ﴾ (یوسف 109:12) ”اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَاكُونُوا لَكُمْ لَعْنًا وَنُبَيِّنَ لَكُمْ وَجِيَاحَ الْوَعْدِ وَالْنَذْرِ﴾ (الفرقان 20:25) ”اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (العنکبوت 27:29) ”اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی۔“ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی انبیاء مبعوث فرمائے وہ آپ ہی کی اولاد اور نسل میں سے مبعوث فرمائے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ انعام میں جو یہ فرمایا ہے: ﴿يَبْعَثُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ الْكَاذِبِينَ رُسُلًا مِنْكُمْ﴾ (الأنعام 130:6) ”اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے۔“ تو اس سے یہاں دونوں جنسوں کا مجموعہ مراد ہے اور اس کا مصداق ان میں سے ایک جنس، یعنی انسان مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّهُ نُفُورًا وَالْمَرْجَانُ﴾ (الرحمن 22:55) ”اُن دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔“ یعنی ان میں سے ایک سے نکلتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کا ذکر فرمایا ہے جو جنوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا يَنْفُخُونَ مَنَاكَا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ﴾ ”کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔“ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی اور اس میں مواعظ اور نصائح تھے اور حلال و حرام سے متعلق احکام بہت کم تھے۔ انجیل درحقیقت تورات ہی کی شریعت کا تکملہ تھی، لہذا اصل گویا تورات ہی ہے۔ اسی لیے جنوں نے کہا: ﴿أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ﴾ ”جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔“ اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو جبریل علیہ السلام کے پہلی بار آنے کا قصہ سنایا تو ورقہ نے بھی کہا تھا: واہ واہ! یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا، اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔^① ﴿مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ”جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔“ اور جنوں نے جو یہ کہا: ﴿يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ﴾ ”وہ صحیح (دین) کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔“ یعنی صحیح عقیدہ اور صحیح واقعات بیان کرتی ہے، ﴿وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ﴾^② ”اور سیدھے رستے کی طرف

① صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی.....، حدیث: 3 وصحیح مسلم، الإيمان، باب بدء

الوحی إلى رسول الله ﷺ، حدیث: 160 عن عائشة ؓ.

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلَى أَنْ

کیا انھوں نے دیکھا (جانتا) نہیں کہ بے شک اللہ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں، اس پر قادر ہے کہ

يُخْرِجَ الْمَوْتَىٰ ط بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَىٰ

مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿٣٣﴾ اور جس دن اہل کفر آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا):

النَّارِ ط أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

کیا یہ (دوزخ) حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! (یعنی ہے) اللہ فرمائے گا: اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب (کے مزے)

تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعِزِّ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ط كَالَّذِينَ

چکھو ﴿٣٤﴾ تو (اے نبی!) آپ صبر کریں جس طرح عزم و ہمت والے رسولوں نے صبر کیا، اور ان کے لیے جلدی (عذاب) طلب نہ کریں، گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَا كُمْ يَلْبَثُونَ إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلَّغْ فَهَلْ يَهْلِكُ

جس دن اس (عذاب) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (تو سمجھیں گے کہ) وہ تو (دنیا میں) دن کی بس ایک گھڑی ہی ٹھہرے۔ یہ (تو بیگام) پہنچا

إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

دینا ہے، چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا ﴿٣٥﴾

بَلَّغْ

(رہنمائی کرتی ہے۔) یعنی یہ بتاتی ہے کہ اعمال کے بجالانے کے لیے سیدھا راستہ کون سا ہے، قرآن مجید و چیزوں، یعنی خبر اور طلب پر مشتمل ہے، اس کی خبر صدق پر مبنی ہے اور طلب عدل پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ط﴾ (الأنعام 115:6) ”اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔“

اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (التوبة 33:9) ”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔“ دین حق سے مراد عمل صالح ہے، اسی طرح جنوں نے بھی کہا: ﴿يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ﴾ ”یہ (کتاب) صحیح دین کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔“ یعنی سچے اعتقادات کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ﴿وَالِیٰ طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ”اور سیدھے رستے کی طرف (رہنمائی کرتی ہے۔)“ جو عمل کے لیے سیدھا راستہ ہے۔ ﴿يَقُولُ مَنَّا أَجِئُوا دَاعِيَ اللَّهِ﴾ ”اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو جنوں اور انسانوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿أَجِئُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ﴾ ”اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اسی پر ایمان لاؤ۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ﴾ ”وہ (اللہ) تمھارے گناہ بخش دے گا۔“ کہا گیا ہے کہ ﴿مِنْ﴾ یہاں زائد ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ مقام اثبات میں مِّن کا زائد ہونا بہت قلیل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿مِنْ﴾ یہاں اپنے اصل پر تبعیض کے لیے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بعض گناہ بخش دے گا، ﴿وَيَجْزِيَكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔“ اور پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بات کو قبول نہ کرنے والوں کے بارے

میں فرمایا: ﴿وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعِجِدٍ فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا۔“ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو بھی شامل ہوگی اور اسے اپنے گھیرے میں لے لے گی۔ ﴿وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ﴾ ”اور نہ اس (اللہ) کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔“ یعنی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ ﴿أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ”یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“ یہ تہدید و ترہیب کا مقام ہے۔ الغرض! انھوں نے اپنی قوم کو ترغیب اور ترہیب دونوں طرح سے دعوت دی، یہی وجہ ہے کہ یہ اسلوب دعوت بہت سے جنوں کے لیے مؤثر ثابت ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فوج در فوج اور موج در موج حاضر ہوئے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 33-35

حیات بعد الممات کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والوں اور روز آخرت جسموں کے اٹھ کھڑے ہونے کو بعید سمجھنے والوں نے کیا یہ نہیں دیکھا ہے کہ ﴿أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَغَيَّرْ بِخَلْقِهِنَّ﴾ ”بے شک جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔“ یعنی ان کے پیدا کرنے سے اسے کوئی تھکاؤ نہیں ہوئی۔ اس نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ تو وہ کسی ممانعت و مخالفت کے بغیر وجود میں آ گئے اور انھوں نے بلاروک ٹوک اور محض ڈر اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اختیار کر لیا تو کیا وہ ذات گرامی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المؤمن 57:40) ”البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”ہاں ہاں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ پھر اللہ جل جلالہ نے اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيَوْمَ يُعَرِّضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ﴾ ”اور جس روز انکار کرنے والے آگ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا!) کیا یہ حق نہیں ہے؟“ یعنی ان سے پوچھا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ ہی نہیں رہے ہو؟ ﴿قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا﴾ ”وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے پروردگار کی قسم! (یہ حق ہے۔)“ یعنی اس وقت اعتراف کے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ﴿قَالَ قَدْ وَقَّوْا الْعَذَابَ﴾

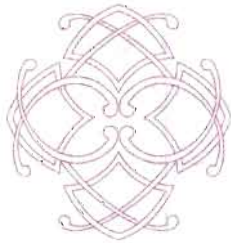
﴿بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾ ”حکم ہوگا کہ تم جو (دنیا میں) انکار کیا کرتے تھے (اب) اس کے سبب عذاب (کے مزے) چکھو۔“ نبی اکرم ﷺ کو صبر کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ ”پس (اے محمد!) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔“ یعنی جس طرح ان عالی ہمت پیغمبروں نے اپنی قوم کی طرف سے تکذیب پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ یاد رہے اولو العزم پیغمبروں سے مراد ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے دوسرے احزاب اور شوریٰ میں ان کے اسمائے گرامی کی نشان دہی فرمائی ہے۔^①

﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ط﴾ ”اور ان کے لیے (عذاب) جلد نہ مانگیں۔“ یعنی اس بات کا مطالبہ نہ کریں کہ انھیں جلد سزا ملے اور ان پر جلدی سے عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْتَةِ وَمَهْلُهُمْ قَلِيلًا ۝﴾ (المزمل 11:73) ”اور مجھے اور ان خوشحال جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَمَهْلُ الْكَافِرِينَ أَمَهُمْ رُؤُودًا ۝﴾ (الطارق 17:86) ”تو آپ کافروں کو مہلت دیں بس چند روز ہی انھیں مہلت دیں۔“ ﴿كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط﴾ ”جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے مگر دن کی ایک گھڑی۔“ جیسا کہ اللہ جلّ وعلا نے فرمایا ہے: ﴿كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝﴾ (النزعت 46:79) ”جس دن وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) دن کا آخری حصہ یا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ط.....﴾ (الآیۃ یونس 45:10) ”اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا (تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (وہاں) گھڑی بھر دن سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے، وہ باہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے.....“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْعَءٌ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ۝﴾ ”یہ (تو) پیغام) پہنچا دینا ہے، پس (اب) وہی ہلاک ہوں گے جو بدکار تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ہلاک ہوگا جس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل و انصاف ہی ہے کہ وہ مستحق عذاب ہی کو عذاب میں مبتلا کرے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

سورۃ اخفاف کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ۔



تفسیر سورہ محمد

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے عمل ضائع کر دیے ① اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور

الصَّالِحِينَ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے، جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا، اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور

وَأَصْلَحَ بِأَلْفِهِمْ ② ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

ان کے حال کی اصلاح کر دی ② یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی، اور بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے انھوں نے

رَبِّهِمْ ۖ كَذَٰلِكَ يُضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ③

اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اللہ اسی طرح لوگوں کے لیے ان کی مثالیں بیان کرتا ہے ③

تفسیر آیات: 3-1

کافروں اور مومنوں کی جزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”جن لوگوں نے کفر کیا۔“ اللہ تعالیٰ کی آیات کے

ساتھ۔ ﴿وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ①﴾ ”اور (اوروں کو) اللہ کے رستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال

برباد کر دیے۔“ ان کے اعمال کو باطل اور رائیگاں کر دیا اور انھیں ان کا ثواب اور کوئی بدلہ نہ دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَدْ مَنَّآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّثُوْرًا ۝﴾ (الفرقان 23:25) ”اور جو انھوں نے عمل کیے تھے ہم ان

کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑائے ہوئے ذرات بنا دیں گے۔“ پھر اللہ جل وعلا نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ﴾ ”اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے، ان کے اعضاء، ان کا

باطن اور ظاہر اللہ تعالیٰ کی شریعت کا مطیع ہو گیا۔ ﴿وَأَمْنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ﴾ ”اور جو (کتاب) محمد پر نازل کی گئی اس پر

ایمان لائے۔“ یہ خاص کا عام پر عطف ہے اور اس بات کی دلیل بھی کہ صحت ایمان کے لیے یہ شرط ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی

بعثت کے بعد اس کتاب پر بھی ایمان لایا جائے جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ ﴿وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ﴾ ”اور وہ ان کے

پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔“ یہ ایک اچھا جملہ معترضہ ہے، اسی لیے اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿كَفَرَ عَنْهُمْ﴾

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَتَخْتَنَتُوهُمْ فَشُدُّوا

چنانچہ جب تم (جہاد میں) ان لوگوں سے ملو جنہوں نے کفر کیا تو (ان کی) گردنیں مارو، حتیٰ کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو (قیدیوں کو) بیڑیوں میں مضبوط

الْوُثَاقِ ۚ فَإِمَّا مِّنَّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوَّارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ط

سے باندھ دو، پھر یا تو اس کے بعد (ان پر) احسان کرنا ہے یا فدیہ (تادان) لینا ہے، حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے، (حکم) یہی ہے، اور اگر اللہ چاہتا

وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ ۚ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ط وَالَّذِينَ قُتِلُوا

تو ضرور (خود ہی) ان سے بدلہ لے لیتا، لیکن (اس نے تمہیں حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمہیں ایک دوسرے سے آزمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل (شہید)

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَانَ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۚ ④ سَيَهْدِيَهُمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَيُدْخِلَهُمْ

کیے گئے، تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا ④ وہ جلد ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کے حال کی اصلاح کرے گا ⑤ اور وہ انہیں (اس) جنت

الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ⑥ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ

میں داخل کرے گا جس کی ان کو خوب پہچان کروا چکا ہے ⑥ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم

أَقْدَامَكُمْ ⑦ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ⑧ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

ثابت رکھے ⑦ اور جن لوگوں نے کفر کیا، تو ان کے لیے ہلاکت ہے، اور وہ (اللہ) ان کے اعمال ضائع کر دے گا ⑧ یہ اس لیے کہ بے شک انہوں نے

كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ⑨

اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، پھر اس نے بھی ان کے (نیک) اعمال ضائع کر دیے ⑨

سَيَاتِرُهُمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ”ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنواری۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو درست فرما دیا۔ ① اور مجاہد کہتے ہیں کہ ان کی حالت کو درست کر دیا۔ ②

قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کے حال کی اصلاح فرمادی۔ ③ اور ان سب اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ چھینک کا جواب دینے والے سے یہ کہا جائے: [يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ] ”اللہ تعالیٰ تمہیں

ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست فرما دے۔“ ④

پھر فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ﴾ ”یہ (کفار کا حبط اعمال اور مومنین کی اصلاح احوال) اس لیے ہے کہ جن

لوگوں نے کفر کیا انہوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی۔“ یعنی ہم نے کافر کے اعمال کو اس لیے باطل قرار دیا اور نیکو کاروں کی

برائیوں سے درگزر کر کے ان کے احوال کی اس لیے اصلاح کر دی کہ کفار نے باطل کی پیروی کی تھی اور انہوں نے حق پر باطل کو

ترجیح دی تھی۔ ﴿وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ط كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ③﴾ ”اور بلاشبہ جو ایمان

لائے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے (دین) حق کے پیچھے چلے۔ اسی طرح اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے اعمال کا انجام کیا ہوگا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 4-9

کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب جنگوں میں مشرکین سے مقابلہ ہو تو تمہارا طرز عمل یہ ہونا چاہیے۔ ﴿فَاِذَا لَقِيتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط﴾ ”پھر جب تم کافروں سے ملو تو (ان کی) گردنیں مارو۔“ یعنی جب میدان جنگ میں تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو تو تلواروں کے ساتھ انہیں تہ تیغ کر دو۔ ﴿حَتّٰی اِذَا اَخَذْتُمُوْهُمْ فَشَدُّواْ لَوَاكِبَ لَا﴾ ”یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جوزندہ پڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو۔“ یعنی ان کافروں کو جن کو تم قیدی بنا لو، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد تمہیں ان کے بارے میں اختیار ہے کہ اگر چاہو تو ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں بلا معاوضہ چھوڑ دو اور اگر چاہو تو حسب شرائط ان سے بطور فدیہ مال بھی لے سکتے ہو۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ واقعہ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے اور ان میں سے کم لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے مومنوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثَخِّرَ فِی الْاَرْضِ ط تَرْیَدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ؕ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ؕ لَوْ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْہَا اَخَذْتُمْ عَذَابَ عَظِیْمٍ ؕ﴾ (الأنفال 68, 67: 8) ”پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے میں تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْدَارَهَا ؕ﴾ ”یہاں تک کہ (فریق مقابل) لڑائی (کے) اپنے ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حتیٰ کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ ① گویا کہ انہوں نے یہ مفہوم رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظٰہِرِیْنَ عَلٰی الْحَقِّ (حَتّٰی یُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِیْحُ الدَّجَالُ)] ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا حتیٰ کہ ان میں سے آخری انسان دجال مسیح سے لڑائی کرے گا۔“ ②

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ سلمہ بن نفیل رحمہ اللہ نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ میں گھوڑے سے اکتا گیا ہوں اور میں نے ہتھیار پھینک دیا ہے اور جنگ نے بھی اپنے

① تفسیر الطبری: 56/26 . ② صحیح مسلم، الإمامۃ، باب قوله: [لا تزال طائفة من أمتی.....]، حدیث: 1920

عن ثوبان رحمہ اللہ جبکہ توسین والے الفاظ سنن أبی داود، الجہاد، باب فی دوام الجہاد، حدیث: 2484 عن عمران بن

حصین رحمہ اللہ میں ہیں۔

تھمھیا رکھ دیے ہیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ اب قتال نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [الآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، لَا تَرَالُ طَائِفَةً مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ يُزِيغُ اللَّهُ قُلُوبَ أَقْوَامٍ فَيَقَاتِلُوهُمْ وَيَرْزُقُهُمُ اللَّهُ مِنْهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ، أَلَا! إِنَّ عَقْرَدَارَ الْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ”اب ہی تو قتال کا موقع آیا ہے، میری امت کا ایک گروہ لوگوں پر غالب رہے گا، اللہ تعالیٰ جب کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کر دے گا، تو وہ ان سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے انھیں رزق دے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اسی حالت میں ہوں گے اور یاد رہے! مومنوں کا اصل گھر شام ^① ہوگا اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر و بھلائی کو رکھ دیا گیا ہے۔“ ^② امام نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ^③

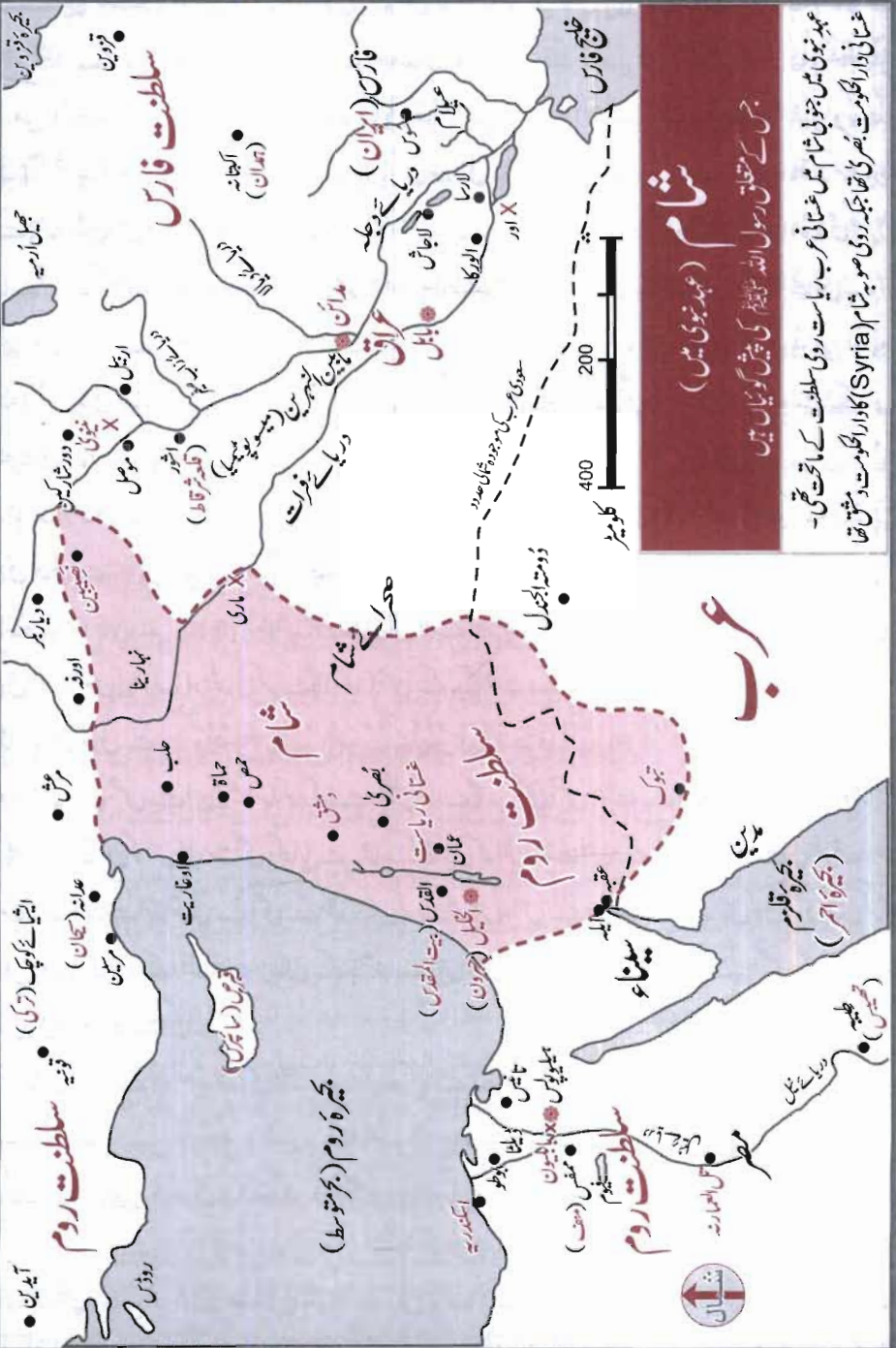
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكَ وَكُوْشَاءُ اللّٰهُ لَا تَنْصَرُ مِنْهُمْ﴾ ”(حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو البتہ (خود ہی) ان سے انتقام لے لیتا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس حکم کو پسند فرمایا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے از خود سزا یا عذاب کی صورت میں انتقام لے لیتا۔ ﴿وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ”اور لیکن (اس نے حکم دیا ہے) تاکہ وہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جہاد اور دشمنوں سے قتال کا حکم اس لیے مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے اور تمہارے حالات جانچ لے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم جہاد کی حکمت بیان کرتے ہوئے سورہ آل عمران میں فرمایا ہے: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ الْاٰلِهَةُ الَّذِينَ جَهَدْتُمْ وَاَمِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ○ ﴿ال عمران 142:3﴾ ”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بلا آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ صبر کرنے والوں کو معلوم کرے۔“ اور سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَاَتَتْهُمْ يُعِذُّهُمْ اللّٰهُ بِاَيِّ يَكُمُ وَيَخِزُّهُمْ وَيَنْصَرُّكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ○ ﴿وَيَذْهَبُ غِيْظُ قُلُوْبِهِمْ ط وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ○ ﴿التوبة 9:14، 15﴾ ”ان سے (خوب) لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشنے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کر دے گا اور اللہ جس پر چاہے توجہ فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔“

شہداء کی فضیلت: جہاد میں چونکہ بہت سے مومن بھی جام شہادت نوش کر جاتے ہیں، اس لیے ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ قَاتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالُهُمْ﴾ ^④ ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، تو وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔“ یعنی انھیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ انھیں زیادہ کرے گا اور بڑھائے گا اور ان میں

① یہ اس طرف اشارہ ہے کہ فتنوں کے زمانے اور آخری دور میں شام فتنوں سے محفوظ ہوگا اور شام میں مسلمان زیادہ محفوظ ہوں گے۔

النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير: 271/3 مادة: ”عقر“ ② مسند أحمد: 104/4. ③ السنن الكبرى

للسنن، الخيل، باب ذكر الخيل 35/3، حديث: 4401.



سے بعض وہ ہوں گے جن کا عمل ساری برزخی زندگی میں جاری و ساری رہے گا جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں کثیر بن مرہ سے، انھوں نے قیس جذامی رحمہ اللہ، یہ صحابی ہیں، سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهِ: يُكَفَّرُ عَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ وَيُزِيلُ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُزَوِّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ (وَيَأْمَنُ) مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُحْلَى حُلَّةَ الْإِيمَانِ] ”شہید کو خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی چھ باتیں عطا کی جاتی ہیں: (1) اس کے ہر گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے (2) اسے جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے (3) حور عین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاتی ہے (4) وہ بڑی گھبراہٹ اور (5) عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور (6) اسے ایمان کا حلہ پہنا دیا جاتا ہے۔“^① اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابودرداء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُشْفَعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهِ] ”شہید کی سفارش اپنے گھر کے ستر آدمیوں کے بارے میں قبول کی جائے گی۔“^② شہید کی فضیلت کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سَيَهْدِيهِمْ﴾ ”عنقریب وہ ان کی رہنمائی کرے گا۔“ یعنی جنت کے رستے پر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ التَّوْحِيدِ﴾ (یونس 9:10) ”بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی (ایسے مخلوق کی طرف) رہنمائی کرے گا (کہ) جن کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُصْلِحُ بِأَلْهِمُ ⑤ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ⑥﴾ ”اور ان کی حالت درست کر دے گا اور ان کو بہشت میں جس سے ان کو شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔“ یعنی جس جنت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روشناس کر رکھا ہے اور پھر اس نے ان کو اس کا رستہ بھی دکھایا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہل جنت اس کے مکانات و محلات کی طرف رستہ پالیں گے، یہ مکانات و محلات اللہ تعالیٰ نے انھی کے مقدر میں کر رکھے ہیں، اس لیے وہ ان تک پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں کریں گے، گویا وہ اپنی ولادت ہی کے وقت سے یہاں کے باشندے ہیں، اس لیے یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں کسی سے رستہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔^③

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ حُسِبُوا بِقَطْرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا (هُدُّبُوا وَنُفِقُوا) أُذِنَ لَهُمْ (فِي دُخُولِ) الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي (نَفْسِي) بِيَدِهِ! لَا أَحَدُهُمْ (أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ)

① مسند أحمد: 200/4 جبکہ ترمذی واللفظ بھی مسند أحمد: 131/4 عن المقدم بن معديكر ب ۱۱ میں ہے، یہی حدیث

بالفاظ دیگر دیکھیے جامع الترمذی، فضائل الجہاد، باب فی ثواب الشہید، حدیث: 1663 وسنن ابن ماجہ، الجہاد، باب

فضل الشهادة فی سبیل اللہ، حدیث: 2799. ② سنن أبی داود، الجہاد، باب فی الشہید یشفع، حدیث: 2522.

③ تفسیر الطبری: 59/26.

بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا] ”مومن جب آگ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے مابین تھے حتیٰ کہ وہ جب پاک صاف کر دیے جائیں گے، تو انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر (کے رستے) کو اپنے دنیا کے گھر کی نسبت کہیں زیادہ صحیح جانے والا ہوگا۔“ ①

تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ثابت رکھے گا۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ⑧﴾ (الحج 40:22) ”اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔“ گویا جزا احسن عمل کے مطابق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ ”اور وہ تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔“ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [مَنْ أَبْلَغَ ذَا سُلْطَانٍ حَاجَةً مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهُ ثَبَّتَ اللَّهُ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”جس نے بادشاہ تک کسی ایسے انسان کی حاجت و ضرورت کو پہنچا دیا جو خود اپنی ضرورت پہنچانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت پل صراط پر اسے ثابت قدم رکھے گا۔“ ②

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ ⑨﴾ ”اور جو کافر ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں اور اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرنے والوں کو تو ثابت قدم رکھے گا لیکن کافروں سے اس کے برعکس معاملہ فرمائے گا جیسا کہ حدیث میں بھی ہے: [تَعَسَى عَبْدُ الدِّينَارِ، (تَعَسَى عَبْدُ الدَّرْهَمِ، (تَعَسَى عَبْدُ الْقَطِيفَةِ)..... تَعَسَى وَانْتَكَسَى وَإِذَا شَيْبَكَ فَلَا انْتَقَشَ] ”دینار کا بندہ ہلاک ہو، درہم کا بندہ ہلاک ہو اور چادر کا بندہ ہلاک ہو..... وہ ہلاک ہو، ناکام و نامراد ہو اور جب اسے کاٹنا چھپے تو وہ اسے نکال نہ سکے۔“ ③ یعنی اللہ عز و جل اسے شفا نہ بخشے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① صحیح البخاری، المظالم، باب قصاص المظالم، حدیث: 2440، البیہقی، دوسری اور چوتھی قوسوں والے الفاظ صحیح

البخاری، الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، حدیث: 6535 کے مطابق ہیں اور مذکورہ حوالے میں تیسری قوسین والے لفظ کے بجائے [نَفْسٌ مُّحْمِلٌ] کے الفاظ ہیں۔ ② مجمع الزوائد، الخلافة، باب فيمن أبلغ حاجة..... 210/5، حدیث: 9064 عن أبي الدرداء ؓ جبکہ قوسین والالفظ المعجم الكبير للطبرانی، ترجمة هند بن أبي هالة التميمي ؓ: 155-159،

حدیث: 414 عن هند بن أبي هالة ؓ میں ہے۔ والشمائل المحمدية، باب ماجاء في تواضع رسول الله ﷺ، ص: 527-543، حدیث: 336، مزید دیکھیے السلسلة الضعيفة: 97/4، حدیث: 1594 بہر صورت یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس بارے میں ایک حسن حدیث بایں الفاظ ثابت ہے: [..... وَمَنْ مَشَى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى تَنْهَيْهَا لَهُ أَثَبَّتَ اللَّهُ قَدَمَهُ يَوْمَ تَزُولُ الْأَقْدَامُ] ”..... اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کی حاجت برآری کے لیے قدم اٹھاتا ہے حتیٰ کہ اسے وہ (سہولت یا کام) مہیا کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو اس دن ثابت رکھے گا جس دن قدم ڈمگا رہے ہوں گے۔“ (السلسلة الصحيحة: 575، 574/2، حدیث: 906)

③ صحیح البخاری، الجهاد والسير، باب الحراسة في الغزو.....، حدیث: 2887۔ یہ پہلی دو قوسوں والالفظ المعجم الأوسط للطبرانی، باب من اسمه إبراهيم: 82/2، حدیث: 2595 میں جبکہ تیسری قوسین والالفظ صحیح البخاری، حدیث:

2886 اور سنن ابن ماجہ، الزهد، باب في المكثرين، حدیث: 4135 عن أبي هريرة ؓ میں ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کر دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی، اور کافروں کے لیے اسی

دَمَرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝ ۱۰ ذَلِكِ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا

طرح کی (سزائیں) ہیں ۱۰ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے، اور بے شک (جو) کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ۱۱

وَإِنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ ۱۱ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اللہ انھیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یا درجن لوگوں نے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا

کفر کیا وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وہ یوں (بے فکر ہو کر) کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے ۱۲ اور کتنی ہی

تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۝ ۱۲ وَكَأَيُنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ

بستیوں کہ وہ آپ کی اس بستی (مکہ) سے، جس (کے باشندوں) نے آپ کو نکال دیا ہے، کہیں زیادہ طاقتور تھیں ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی بھی

قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ ۚ أَهْلَكَهُمْ ۚ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝ ۱۳

ان کی مدد کرنے والا نہ تھا ۱۳

﴿وَأَصْلَ أَعْبَاءَهُمْ ۝﴾ ”اور وہ ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔“ یعنی انھیں رائیگاں اور باطل کر دے گا، اسی لیے فرمایا

ہے: ﴿ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ ”یہ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی ہے، انھوں نے اس کو ناپسند

کیا۔“ یعنی اسے نہ یہ لوگ چاہتے ہیں اور نہ پسند کرتے ہیں۔ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْبَاءَهُمْ ۝﴾ ”تو اس (اللہ) نے ان کے اعمال

اکارت کر دیے۔“

تفسیر آیات: 10-13

جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ ”تو کیا وہ زمین میں

چلے پھرے نہیں؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والے۔ ﴿فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ دَمَرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ ”کہ دیکھتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال

دی۔“ اور ان کی تکذیب اور کفر کی انھیں سزا دی اور ان میں سے مومنوں کو نجات بخشی، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝﴾

”اور کافروں کے لیے اس جیسی (سزائیں) ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿ذَلِكِ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَإِنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝﴾

”یہ اس لیے کہ بے شک جو مومن ہیں ان کا اللہ کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔“ سردارِ مشرکین ابوسفیان صحر بن

حرب نے جب احد کے دن نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا اور اسے کوئی جواب نہ دیا گیا تو کہنے

لگا کہ یہ لوگ فوت ہو گئے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ

رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس چیز کو باقی رکھا ہے، جو تجھے بری لگے، تو نے جن لوگوں کو شمار کیا ہے، وہ سب زندہ

ہیں۔ یوسفیان نے کہا کہ یہ جنگ، جنگ بدر کا جواب ہے اور جنگ تو کنویں کے ڈول کے مانند ہوتی ہے کبھی ایک جماعت کو کامیابی ہوتی ہے اور کبھی دوسری جماعت کو، تم دیکھو گے کہ کچھ لوگوں کا مسئلہ کر دیا گیا ہے لیکن میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے منع بھی نہیں کیا، پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا: اَعْلٰی هُبْلُ، اَعْلٰی هُبْلُ ”ہبل سر بلند ہو، ہبل سر بلند ہو۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلَا تُحْيِيُوْهُ؟] ”تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم کیا کہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قُولُوْا: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُ] ”تم یہ کہو: اللہ ہی سب سے بلند اور برتر ہے۔“ یوسفیان نے کہا: لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ ”ہمارے لیے عڑی ہے اور تمہاری کوئی عڑی نہیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلَا تُحْيِيُوْهُ؟] ”تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اسے کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: [قُولُوْا: اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ] ”اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں۔“^①

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا اَنْهٰرٌ﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو اللہ بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل فرمائے گا۔“ یعنی قیامت کے دن۔ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ ”اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں۔“ یعنی دنیا میں یہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح جگالی کرتے ہوئے کھاتے ہیں اور دنیا میں ان کا مقصود و مطلوب کھانا پینا ہی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مَعًى وَّالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اُمْعَاءٍ] ”مومن ایک انتڑی بھر کر کھانا کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیاں بھر کر کھاتا ہے۔“^②

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ ”اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی روز قیامت انہیں جہنم رسید کیا جائے گا۔ ﴿وَكَايْنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجْتَكَ﴾ ”اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا، زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔“ یعنی مکہ سے ﴿اَهْلُكُنَّهِنَّ فَلَا نَاصِرَ لَّهُمْ﴾ ”ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔“ یہ اہل مکہ کے لیے شدید وعید اور سرزنش ہے کہ انہوں نے سید الرسل و خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے، حالانکہ وہ طاقت و قوت میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں تو ان لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوہ أحد، حدیث: 4043 جبکہ پہلی اور تیسری بریکٹ والے الفاظ السنن الکبریٰ

للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿وَالرَّسُوْلُ يَنْذِرُكُمْ فِيْٓ اٰخِرَتَكُمْ﴾ (ال عمران 3: 153)، 316، 315/6، حدیث:

11079 عن البراء بن عازب ؓ میں ہیں۔ ② صحیح البخاری، الأطعمة، باب: المؤمن يأكل في معى واحد.....،

حدیث: 5393 و صحیح مسلم، الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد.....، حدیث: (184)-2061 عن جابر

أَفَنُ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كُنْ زَيْنَ لَهُ سُوءَ عَمَلِهِ وَاتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ (14)

کیا پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کی بد عملی پر کشش بنادی گئی، اور انھوں نے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ ط فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ أَيْخَانٍ كَالَّذِي يَشْرَبُ مِنْهُ وَيَنْسَوْنَ فِيهِ ۚ (15) اس جنت کی صفت جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں،

لَبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَبَرٍ لَّدَّةٍ لِلشَّرِيبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ ۖ (16) اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (کبھی) تبدیل نہ ہوا ہوگا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور صاف شفاف شہد

مُصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ط كُنْ هُوَ خَالِدٌ ۖ (17) کی نہریں ہیں، اور وہاں ان (متقین) کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے، اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ (کیا لوگ) ان لوگوں کے

فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۖ (18)

مانند ہو سکتے ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور انھیں گرم کھولتا ہوا پانی پلا جائے گا، تو وہ ان کی آنتیں کٹ کر نکال دیں گے؟ (19)

ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اگر اس نے اپنے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دنیا میں سزا نہیں دی، تو وہ آخرت میں کافروں کو عذاب میں ضرور مبتلا کرے گا: يُضَعْفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ط مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّعْيَ وَمَا كَانُوا يَبْصُرُونَ ○ ﴿هود: 20﴾ ”ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ (حق کو) سننے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ (حق کو) دیکھ سکتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مِّن قُرَيْشِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ﴾ ”آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا۔“ یعنی وہ لوگ زور و قوت میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر تھے جنھوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہونے لگے تو اس موقع پر آپ نے مکہ کی طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا: [أَنْتَ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَيَّ وَاللَّهُ أَحَبُّ بِلَادِ اللَّهِ إِلَيَّ، فَلَوْ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَمْ يُخْرِجُونِي لَمْ أَخْرُجْ مِنْكَ] ”اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے تو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے محبوب تو ہے، اگر مجھے مشرکین تجھ سے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔“ (1) سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرم میں اس کی نافرمانی کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے فساد کی صورت میں قتل کرے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَكَانَ مِنْ قَرِيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قُرَيْشِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلُكُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ (2) ”اور بہت سی بستیاں آپ کی بستی (مکہ) سے جس (کے باشندوں) نے آپ کو (وہاں سے) نکال دیا زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔“

① تفسیر الطبری: 63، 62/26۔ یہی حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ دیکھیے جامع الترمذی، المناقب، باب فی فضل

مکہ، حدیث: 3925 و سنن ابن ماجہ، المناسک، باب فضل مکہ، حدیث: 3108 عن عبد اللہ بن عدی بن الحمراء۔

حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِّنْ رَبِّهِ﴾ ”تو بھلا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو؟“ یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے امر اور دین، کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہدایت و علم اور اس مستقیم فطرت کے بارے میں جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، بصیرت اور یقین حاصل ہو۔ ﴿كَمَنْ لَّيْنٌ لَهُ سُوءٌ عَمَلُهُ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾ ”وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے جس کے اعمال بد اسے اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔“ یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّكَ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنَ الْبَاقِ كَمَنْ هُوَ أَغْنَىٰ ط﴾ (الرعد 13: 19) ”تو بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے، حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (الحشر 59: 20) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

جنت اور اس کی نہریں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ط﴾ ”جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا۔“ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ﴾ کے معنی ہیں جنت کی صفت۔ ﴿فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ﴾ ”اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس (کے ذائقے) میں تبدل نہیں ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس پانی میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوگا۔ ﴿قَادَهُ، ضَحَاكٌ اور عطاء خراسانی کا قول ہے کہ وہ بدبودار نہیں ہوگا۔﴾ ﴿عَرَبُ أَسِنَّ الْمَاءِ اس وقت کہتے ہیں جب پانی کی بو بدل جائے۔﴾ ﴿وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ﴾ ”اور دودھ کی نہریں ہیں، جن کا مزہ نہیں بدلے گا۔“ اور وہ حد درجہ سفید، شیریں اور کریم سے پر ہوگا اور ایک مرفوع حدیث میں ہے: ﴿لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بَطْنِ الْمَاشِيَةِ﴾ ”وہ (جنت کا دودھ) مویشیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔“ ﴿وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّدَّةٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَهُ﴾ ”اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہے۔“ دنیا کی شراب کی طرح نہ تو اس کا ذائقہ خراب ہوگا اور نہ اس میں بدبو ہوگی بلکہ اس کی شکل و صورت، اس کا ذائقہ، اس کی بو اور اس کا فعل سب کچھ بہت خوب صورت ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ﴾ (الصَّف 37: 47) ”نہ اس سے دوسرے ہو اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں۔“ ﴿لَا يَصْدَعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُونَ﴾ (الواقعة 56: 19) ”اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔“ ﴿بَيضَاءٌ لَّدَّةٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَهُ﴾ (الصَّف 37: 46) ”(جو رنگ کی) سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔“

① تفسیر الطبری: 64/26۔ ② تفسیر الطبری: 64/26۔ ③ الترغیب والترہیب: للمنذری، فصل فی صفة دخول

أهل الجنة..... 494/4-496، حدیث: 3، منذری نے ایک لمبی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کے بجائے موقوفاً زیادہ صحیح اور مشہور ہے جبکہ البانی رحمہ اللہ نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے ضعیف الترغیب والترہیب:

اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ تَعَصِرْهُ الرِّجَالُ بِأَقْدَامِهِا] ”اسے لوگوں نے اپنے پاؤں سے نہیں نچوڑا ہوگا۔“⁽¹⁾

﴿وَأَنهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط﴾ ”اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔“ یعنی وہ حد درجہ صاف اور اس کا رنگ، ذائقہ اور خوشبو بہت خوب صورت ہوگی اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ [لَمْ يَخْرُجْ مِنْ بَطُونِ النَّحْلِ] ”وہ شہد کھیوں کے پیٹوں سے نہیں نکلا ہوگا۔“⁽²⁾ امام احمد رحمہ اللہ نے حکیم بن معاویہ سے اور انھوں نے اپنے والد (معاویہ بن حیدہ قشیری) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [فِي الْجَنَّةِ بَحْرُ اللَّبَنِ وَبَحْرُ الْمَاءِ وَبَحْرُ الْعَسَلِ وَبَحْرُ الْحَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْأَنْهَارُ مِنْهَا بَعْدُ] ”جنت میں دودھ کا دریا، پانی کا دریا، شہد کا دریا اور شراب کا دریا ہے، پھر بعد میں ان سے نہریں نکلتی ہیں۔“⁽³⁾ امام ترمذی نے اسے صفۃ الجنۃ میں ذکر کیا اور اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔⁽⁴⁾ اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ (فَاسْأَلُوهُ) الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ”پس تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، وہ بہترین جنت اور اعلیٰ جنت ہے، اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔“⁽⁵⁾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ ”اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ﴾ (الدخان 54:55) ”اس میں وہ اطمینان و سکون سے ہر قسم کے پھل منگوائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ (الرحمن 55:52) ”ان دونوں میں سب پھل دودو قسم کے ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ط﴾ ”اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔“ یعنی ان تمام نعمتوں کے ساتھ ساتھ جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور بخشش بھی ہوگی۔ ﴿كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ﴾ ”کیا یہ پرہیزگار) اس کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔“ یعنی کیا یہ پرہیزگار لوگ جنت میں جن کا مقام و مرتبہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے؟ یعنی یہ ان کی طرح نہیں ہو سکتے جو جنت کی بلندیوں میں شاد کام ہوں، وہ ان کی طرح نہیں ہو سکتے جو جہنم کی پستیوں میں گرے ہوئے ہوں۔ ﴿وَسُقُومَاءٌ حَبِيبًا﴾ ”اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔“ یعنی اس قدر شدید گرم جو کہ ناقابل برداشت ہوگا۔ ﴿فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ﴾ ”تو وہ ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔“ ان کے پیٹ کی تمام انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ کاٹ کر رکھ دے گا۔ عِيَادًا بِاللَّهِ تَعَالَى مِنْ ذَلِكَ.

① الترغيب والترهيب للمنذرى، فصل فى صفة دخول أهل الجنة.....: 495,494/4، حدیث: 3 اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے

نزدیک یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ دیکھیے ضعیف الترغيب والترهيب: 466,465/2، حدیث: 2181. ② الترغيب

والترهيب للمنذرى، فصل فى صفة دخول أهل الجنة.....: 495,494/4، حدیث: 3، مزید دیکھیے ضعیف

الترغيب والترهيب للألبانى: 466,465/2، حدیث: 2181 بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ مسند أحمد: 5/5.

④ جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء فى صفة أنهار الجنة، حدیث: 2571. ⑤ صحيح البخارى،

التوحيد، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾..... (ہود: 7)، حدیث: 7423 جبکہ توسین والافتظ بھی صحيح البخارى،

الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين فى سبيل الله، حدیث: 2790 عن أبی هريرة رحمہ اللہ میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلے ہیں تو ان لوگوں سے، جنہیں علم دیا گیا

مَاذَا قَالَ إِنْفَاقًا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾

ہے، کہتے ہیں: اس (نبی) نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، اور انھوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ﴿١٦﴾ اور

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ

جن لوگوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ نے انھیں ہدایت میں زیادہ کیا، اور انھیں ان کا تقویٰ عطا فرمایا ﴿١٧﴾ چنانچہ یہ لوگ تو بس قیامت ہی کے منتظر ہیں

تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمُوا

کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے، اس لیے کہ یقیناً اس کی نشانیاں آچکی ہیں، تو جب قیامت ان کے پاس آئیگی تو ان کے لیے کہاں ہوگا نصیحت

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

حاصل کرنا ﴿١٨﴾ پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی،

مُتَقَلِّبِكُمْ وَمَثَلَكُمْ ﴿١٩﴾

اور اللہ تمہاری نقل و حرکت اور تمہارے ٹھکانے کو جانتا ہے ﴿١٩﴾

تفسیر آیات: 16-19

منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم: اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے اور آپ کا کلام سنتے ہیں مگر اس قدر کند ذہن اور کم فہم ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ ﴿قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ ”جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا ہے، ان سے کہتے ہیں۔“ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے: ﴿مَاذَا قَالَ إِنْفَاقًا﴾ ”انھوں نے ابھی کیا کہا تھا؟“ یعنی آپ نے جو فرمایا تھا، یہ اسے سمجھتے اور سوچتے ہی نہیں، ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾ ﴿١٦﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔“ یعنی نہ ان کا فہم صحیح ہے اور نہ قصد، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ ”اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ان کو وہ ہدایت مزید بخشا ہے۔“ یعنی جنھوں نے ہدایت حاصل کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں اس کی توفیق عطا فرمادیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرمادی اور انھیں اس پر نہ صرف ثابت قدم رکھا بلکہ ان کی ہدایت میں اضافہ بھی فرمادیا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾ ﴿١٧﴾ ”اور انھیں ان کی پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔“ یعنی انھیں رشد و بھلائی کی توفیق عطا فرمادیتا ہے۔

ارشاد باری ہے: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً﴾ ”تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں ان پر آواقع ہو۔“ اور وہ اس سے غافل ہوں، ﴿فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا﴾ ”سو اس کی نشانیاں (واقع میں) آچکی ہیں۔“ جو قیامت کے قریب ہونے کی علامات ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ﴾

اَزْفَتِ الْاَزْفَةُ ۝ (النجم 53: 56، 57) ”یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔ آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی“ اور فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (القمر 1: 54) ”قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا“ اور فرمایا: ﴿اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ (النحل 1: 16) ”اللہ کا حکم (عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو!) اس کے لیے جلدی مت کرو“ اور فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ (الانبیاء 1: 21) ”لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) اعراض کر رہے ہیں۔“ رسول اللہ ﷺ کی بعثت بھی اشراط قیامت میں سے ہے کیونکہ آپ تو وہ خاتم الرسل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل اور تمام جہانوں پر اپنی حجت کو تمام کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی علامات و اشراط کے بارے میں اس قدر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ آپ سے پہلے کسی بھی نبی نے اس قدر تفصیل کے ساتھ خبر نہیں دی جیسا کہ اپنی جگہ اس کا مفصل بیان موجود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی درمیانی اور انگوٹھے کے ساتھ والی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: [بُعِثْتُ (أَنَا) وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ] ”مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے۔“ ①

پھر فرمایا: ﴿فَإِنِّي لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝﴾ ”پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی، اس وقت انھیں نصیحت کہاں (مفید ہو سکے گی!)، یعنی جب قیامت آ جائے گی تو پھر کافروں کے لیے نصیحت حاصل ہونے کا موقع کہاں ہوگا؟ کیونکہ اس وقت کوئی نصیحت ان کے لیے فائدہ مند نہ ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَنْذِرُكَ كُرًّا لِّنَاسٍ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝﴾ (الفجر 23: 89) ”تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ اسے کہاں (فائدہ دے گا)۔“ اور فرمایا: ﴿وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۝ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَادُ وُشٍّ مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝﴾ (سبا 52: 34) ”اور کہیں گے: ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہوگا!“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۝﴾ ”پس جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس توحید کے جاننے کے بارے میں حکم دینا ہی کافی نہیں، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝﴾ ”اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی۔“

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي، وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي هَزْلِي وَجَدِّي وَخَطْبِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي] ”اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، اور اپنے کام میں میں نے جو نادانی اور زیادتی کی اسے بھی معاف فرما دے اور میرے جس

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: (1)، حدیث: 4936 و صحیح مسلم، الفتن، باب قرب الساعة، حدیث:

2950، 2951 عن أنس رضی اللہ عنہ جبکہ ترمذی والالفظ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے صحیح البخاری کی حدیث: 6503 میں ایک

دوسری سند کے ساتھ مروی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال

الْقِتَالُ ۚ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

(جہاد) کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کے

السُّوْتِ ط فَأُولَىٰ لَهُمْ ۚ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَقَدْ صدَّقُوا اللَّهَ

باعث غشی طاری ہو، چنانچہ ان کے لیے ہلاکت ہے ۚ (۲۰) اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا (بہتر ہے)، پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ

كَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ (۲۱) فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَكَّلْتُمْ أَنْ تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا

سے سچے رہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے ۚ (۲۱) پھر (اے منافقو!) تم سے یہی امید ہے کہ اگر تم حکمران بن جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتے ناتے

أَرْحَامَكُمْ ۚ (۲۲) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَبَّهُمْ وَأَعْلَىٰ أَبْصَارِهِمْ ۚ (۲۳)

توڑ ڈالو ۚ (۲۲) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر اس نے انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں ۚ (۲۳)

گناہ کو تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اسے بھی معاف فرمادے، اے اللہ! میری ہنسی مذاق میں، سنجیدگی میں، غلطی سے اور دانستہ کیے ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرمادے اور یہ سب گناہ میرے اندر ہیں۔“ ① صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نماز کے آخر میں یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے: [اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي (أَنْتَ إِلَهِي) لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ] ”اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، مخفی اور علانیہ گناہ بخش دے اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے بھی زیادہ بہتر جانتا ہے، اسے بھی معاف فرمادے، اے اللہ! تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“ ② اور صحیح بخاری ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تَوْبُوا إِلَى رَبِّكُمْ] ”إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً“ ”لوگو! اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کرو، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔“ ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَتَابِعَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾ ④ اور اللہ تم لوگوں کی نقل و حرکت اور ٹھہرنے

① صحیح البخاری، الدعوات، باب قول النبی ﷺ: [اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي.....]، حدیث: 6399 و صحیح مسلم، الذکر

والدعاء.....، باب فی الأدعية، حدیث: 2719 عن أبی موسیٰ الأشعریؓ. ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول

اللہ تعالیٰ: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ﴾ (الفتح 15:48)، حدیث: 7499 عن ابن عباسؓ و صحیح مسلم،

صلاة المسافرين.....، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل، حدیث: 771 عن علی بن أبی طالبؓ واللفظ له جبکہ

توسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور صحیح مسلم، صلاة المسافرين.....، باب صلاة النبی ﷺ.....، حدیث:

769 عن ابن عباسؓ میں ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی اليوم واللیل، حدیث:

6307 عن أبی ہریرۃؓ جبکہ توسین والے الفاظ صحیح ابن حبان، الرقائق، ذکر الأمر بالاستغفار للہ جل و

علا.....: 209/3، حدیث: 929 عن ابن عمرؓ میں ہیں۔

سے واقف ہے۔“ یعنی وہ دن میں تمہارے تصرف کرنے اور رات میں قرار پکڑنے کو خوب جانتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ (الأنعام: 60) ”اور وہی تو ہے جو رات کو تمہیں فوت کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو، اس سے باخبر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ ذَا الَّذِي يَرِثُهَا عَلَى اللَّهِ إِذْ رُفِهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (ہود: 6) ”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے سو وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سوچا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔“

تفسیر آیات: 20-23

حکم جہاد کے وقت مومن صادق اور بیمار دل انسان کا حال: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے جہاد کی مشروعیت کی آرزو کی اور جب اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض قرار دیتے ہوئے اس کا حکم دیا تو بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَ عَلَيْنَا الْقِتَالُ ۚ لَوْ أَنَّا أُخْرِتْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۖ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۖ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝﴾ (النساء: 77) ”بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد (جلد) کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبران سے) کہہ دیں کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لیے (نجات) آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ﴾ ”اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟“ یعنی کوئی ایسی سورت جو حکم جہاد پر مشتمل ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مَّحْكَمَةٌ ۖ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۖ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ النُّعْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ﴾ ”پھر جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، آپ ان کو دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگیں گے جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔“ یعنی دشمن کی ملاقات سے گھبراہٹ، رعب اور بزدلی کے باعث ان کی یہ حالت ہوتی ہے، پھر انھیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا: ﴿فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ طَاعَةٌ ۖ وَكَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ﴾ ”سوان کے لیے خرابی ہے (خوب کام تو) فرماں برداری اور بھلی بات کہنا ہے۔“ یعنی ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ مشکل حالت میں بھی حکم الہی سنتے اور اطاعت بجالاتے۔ ﴿فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ۖ﴾ ”پھر جب معاملہ پختہ ہو جائے۔“ یعنی صورت حال جہاد کی متقاضی تھی اور فی الواقع جہاد کا موقع پیش آ گیا۔ ﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ ۚ﴾ ”تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے۔“ یعنی اخلاص نیت سے کام لیتے۔ ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ﴾ ”تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔“ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ

﴿إِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ”پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ۔“ یعنی جہاد سے منہ پھیر لو۔ ﴿أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ”یہ کہ زمین میں تم خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔“ یعنی پھر سے دور جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ، خون ریزیاں کرنے اور رشتوں کو توڑنے لگو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر ان (کے کانوں) کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔“ یہ زمین میں فساد برپا کرنے سے عموماً اور قطع رحمی سے خصوصاً منع کیا گیا ہے۔

صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے صلہ رحمی کا مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسن انداز میں گفتگو کی جائے، اچھے اچھے کام کیے جائیں اور ان پر مال خرچ کیا جائے، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی صحیح اور حسن درجے کی احادیث مروی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [خَلَقَ اللَّهُ الْبَحْلَقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَأَخَذَتْ (بِحَقْوِ الرَّحْمَنِ) فَقَالَ لَهُ: مَهْ، قَالَتْ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِدِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكَ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكَ؟ قَالَتْ: بَلَى، يَا رَبِّ! قَالَ: فَذَاكَ (لَكَ)] ”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ خلق سے فارغ ہوئے، تو رحم کھڑا ہوا اور رحمان کے ازار کو پکڑا، اللہ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: یہ قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، اللہ نے فرمایا: کیا تو اس سے خوش نہیں کہ میں اسے ملاؤں، جو تجھے ملائے اور اسے قطع کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے۔ رحم نے کہا: کیوں نہیں، میرے پروردگار! تو اللہ نے فرمایا، پس یہ بات تیرے لیے ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ”پس (اے منافقو!) قریب ہے کہ اگر تم پھر جاؤ (اور) یہ کہ تم زمین میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔“ ① پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ ②۔ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ ذَنْبٍ أُخْرَى أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ الْعُقُوبَةَ لِمُصَاحِبِهِ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ] ”ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں جلد سزا دے اس کے باوجود آخرت میں اس کے لیے، اس کی سزا ذخیرہ کی

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد 47: 22)، حدیث: 4830 و صحیح مسلم،

البر الوصلۃ.....، باب صلة الرحم.....، حدیث: 2554 پہلی قوسین والا جملہ بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں ہے اور دوسری قوسین والا لفظ صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ﴾ (الفتح 48: 15)، حدیث:

7502 و صحیح مسلم، البر الوصلۃ.....، باب صلة الرحم.....، حدیث: 2554 میں ہے۔ ② صحیح البخاری، التفسیر،

باب: ﴿وَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ﴾ (محمد 47: 22)، حدیث: 4831، 4832. ③ صحیح مسلم، البر الوصلۃ.....، باب

صلة الرحم.....، حدیث: 2554.

جاری ہے۔“^① اسے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔^② امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ النَّسَاءُ فِي الْأَجَلِ وَالزِّيَادَةُ فِي الرِّزْقِ فَلْيَصِلْ رَحْمَهُ] ”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔“^③ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں لیکن صحیح میں اس کا شاہد بھی موجود ہے۔^④ اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ وَلَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِي (إِذَا قُطِعَتْ) رَحْمُهُ وَصَلَهَا] ”رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو پورا پورا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کیا جائے تو وہ صلہ رحمی سے کام لے۔“^⑤ اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔^⑥

اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَوْضِعُ الرَّحِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا حُجْنَةً كَحُجْنَةِ الْمَغْزَلِ تَكَلَّمُ بِلِسَانٍ طَلْقِي ذَلْنِي فَفَصِلْ مِنْ وَصَلَهَا وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا] ”رحم کو قیامت کے دن اس طرح رکھا جائے گا کہ اس کے لیے چرنے کے تکلے کی طرح نکلا ہوگا اور وہ فصیح و بلیغ زبان سے گفتگو کرے گا تو جس نے اسے ملایا وہ اسے ملائے گا اور جس نے اسے کاٹا وہ بھی اسے کاٹ دے گا۔“^⑦

امام احمد ہی نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ اس کی سند کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، اِرْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمَكُمُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَالرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلَتْهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّتْهُ] ”رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرمائے گا، لہذا تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والے تم پر رحم فرمائے گا، رحمان کی شاخ ہے جو اسے ملائے، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے میں اسے کاٹ ڈالوں گا۔“^⑧ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ وہ روایت ہے جسے تسلسل

① مسند أحمد: 38/5. ② سنن أبي داود، الأدب، باب في النهي عن البغي، حديث: 4902 وجامع الترمذی،

صفة القيامة.....، باب في عظم الوعيد.....، حديث: 2511 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب البغي، حديث: 4211. ③

مسند أحمد: 279/5. ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری، الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث:

5985 میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُسْطَلَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي

أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحْمَهُ] ”جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے لیے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کے نشانات قدم میں تاخیر کی جائے، (اس

کی عمر میں اضافہ کیا جائے) تو وہ صلہ رحمی کرے۔“ ⑤ مسند أحمد: 163/2 جبکہ توسین والا لفظ صحیح بخاری کے آمدہ حوالے، حدیث:

5991 میں ہے۔ ⑥ صحیح البخاری، الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ، حديث: 5991. ⑦ مسند أحمد:

189/2، اس حدیث کی سند ابوشامہ ثقفی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ امام ابوہاتم نے علل الحديث، علل أخبار فی ثواب

الأعمال: 170/2، حدیث: 2002 میں کہا ہے کہ یہ حدیث ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوفاً زیادہ صحیح ہے، دیکھیے الموسوعة الحديثية

(مسند أحمد): 389، 388/11. ⑧ مسند أحمد: 160/2.

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ (24) إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا

کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں؟ (24) بے شک جو لوگ، بعد اس کے کہ ان پر ہدایت ظاہر ہو گئی،

عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ

اپنی پیٹھوں کے بل پلٹ گئے، شیطان نے ان کے لیے (ان کے عمل) مزین و خوشنما بنا دیے، اور (اللہ نے) انھیں ڈھیل دے دی (25) یہ اس لیے کہ

لَهُمْ (25) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ

بے شک انھوں نے ان لوگوں (یہود) سے، جنھوں نے اس چیز (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی، کہا کہ بعض امور میں ہم آپ کی بات مانیں گے،

الْأَمْرِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ (26) فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ

اور اللہ ان کے راز جانتا ہے (26) پھر کیا (حال) ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے؟ جبکہ وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے (27) یہ

وَجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ (27) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا آسَخَطَ اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ

(مار) اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا، اور انھوں نے اس (اللہ) کی رضامندی ناپسند کی، لہذا اللہ نے

فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ (28)

ان کے اعمال برباد کر دیے (28)

الأولیہ (1) کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ (2) اور اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

تفسیر آیات: 28-24

قرآن مجید میں تذکرہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ اور غور و فکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور اس میں اعراض سے منع

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (24) ”بھلا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں

کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔“ ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں، یعنی یہ الٹے ہو گئے ہیں کہ قرآن کے

معانی میں سے کوئی چیز ان تک پہنچ نہیں سکتی، ابن جریر نے ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی عروہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ

أَقْفَالُهَا﴾ (24) تو اہل یمن میں سے ایک جوان نے کہا کہ دلوں کے اوپر قفل لگے ہوئے ہیں حتیٰ کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہی کھولتا یا کشادہ

① تسلسل اولیہ حدیث مسلسل کی ایک صورت ہے، حدیث مسلسل اصول حدیث کی اصطلاح ہے جس کی تعریف یہ کی گئی ہے: هُوَ

تَتَابُعُ رِجَالٍ إِسْنَادِهِ عَلَى صِفَةِ أَوْ حَالَةٍ لِلرَّوَاةِ تَارَةً وَلِلرَّوَاةِ تَارَةً أُخْرَى ”سند کے رجال کا تسلسل کے ساتھ راوی یا روایت

کی ایک ہی حالت یا صفت پر ہونا“ تیسیر مصطلح الحدیث، ص: 184. تسلسل اولیہ کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد نے اپنے

استاد سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی ہے، اس حدیث میں تسلسل اولیہ کا یہ سلسلہ عروہ بن دینار پر ختم ہو جاتا ہے۔ تدریب الراوی:

169، 168/2. سنن أبی داود، الأدب، باب فی الرحمة، حدیث: 4941 و جامع الترمذی، البر الوصلة، باب ماجاء

فی رحمة الناس، حدیث: 1924.

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَصْغَانَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ ہے، یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کہنے ہرگز ظاہر نہیں کرے گا؟ (29) اور اگر ہم چاہتے تو یقیناً آپ کو وہ (منافی) دکھا

لَارَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيئِهِمْ ۖ وَكُنْتُمْ فِي لُحْنِ الْقَوْلِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ (30)

دیتے، پھر آپ انھیں ان (کے چہروں) کی علامت سے ضرور پہچان لیتے، اور یقیناً آپ انھیں گفتگو کے لب و لہجے سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمہارے

وَكُنْتُمْ أَنْتُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّالِّينَ ۖ وَنَبْلُوْا أَخْبَارَكُمْ ۖ (31)

اعمال جانتا ہے (30) اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے حتیٰ کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور ہم تمہارے حالات جانچ لیں (31)

کرتا ہے، یہ نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں رہا حتیٰ کہ آپ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے، تو آپ نے اس سے مدد لی۔ (1)

ارتداد کی مذمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ﴾

”بلاشبہ جو لوگ ان کے لیے راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔“ یعنی انھوں نے ایمان کو چھوڑ دیا اور دوبارہ

کفر کی طرف لوٹ گئے۔ ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ ”شیطان نے (یہ کام) ان کو مزین کر دکھایا۔“ یعنی شیطان نے یہ کام

انھیں مزین اور اچھا کر کے دکھایا۔ ﴿وَأَمَلَىٰ لَهُمْ﴾ ”اور انھیں مہلت دی۔“ اور اس طرح دھوکے اور فریب میں مبتلا کر

دیا۔ ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ إِلَيْنَا مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْفُرَنَّ بِالَّذِي نَزَّلَ عَلَيْنَا﴾ ”یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے جو

اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسے ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا ہے کہ ہم عنقریب بعض کاموں میں تمہاری فرمانبرداری کریں

گے۔“ یعنی باطنی طور پر انھوں نے انھیں باطل پر آمادہ کیا اور منافقین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطن کے خلاف اظہار

کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ﴾ ”اور اللہ ان کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ﴾ (النساء: 81)

”اور وہ جو بات کو مشورے کرتے ہیں اللہ ان کو لکھ لیتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ”تو اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو فوت کریں گے (اور) ان کے چہروں

اور پیٹھوں پر ماریں گے۔“ یعنی ان کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کے پاس ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لیے

آئیں گے اور روضیں ان کے جسموں میں چھپنے کی کوشش کریں گی تو فرشتے انھیں سخت کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر اور مار مار کر باہر نکالیں

گے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ اتَّوَفَّىٰ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ (الأنفال: 50) ”اور کاش! تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے

کافروں کو فوت کرتے ہیں، ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو۔“ اور فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيَهُمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا

كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (الأنعام: 93) ”اور کاش! تم ان ظالم (مشرک) لوگوں کو

اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (بتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی، اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔“ اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اتَّبَعُوْا مَا اسَٰخَطَ اللّٰهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَاحْطَبُوْا اَعْمَالَهُمْۙ﴾ (28) ”یہ اس لیے کہ جو چیز اللہ کو ناراض کرتی ہے انھوں نے اس کی پیروی کی اور انھوں نے اس کی خوشنودی کو ناپسند جانا تو اس نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔“

تفسیر آیات: 29-31

منافقین کی پردہ دری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُخْرِجَ اللّٰهُ اَصْغٰۤاَکَہُمْۙ﴾ (29) ”کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کیٹوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔“ یعنی کیا منافقین یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ اپنے مومن بندوں کے سامنے واضح نہیں فرمائے گا۔ کیوں نہیں! وہ ان کے معاملے کو ضرور واضح فرمادے گا تا کہ عقل مند انھیں خوب سمجھ لیں، اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں سورہ براءت کو نازل فرما کر ان کی رسوائیوں کو طشت از بام کر دیا تھا اور ان کے ان تمام کرتوتوں کو ظاہر کر دیا تھا جو ان کے نفاق پر دلالت کرتے تھے، اسی وجہ سے سورہ براءت کو سورہ فاضلہ رسوا کر دینے والی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اَصْغٰۤاَ، ضِغْن کی جمع ہے، اس سے مراد اسلام اور مسلمانوں اور اسلام کی مدد کرنے والوں سے وہ حسد اور کینہ ہے جسے منافق اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرٰیۤنَکَہُمْۙ فَلَعَرَفْتَهُمْۙ بِسَیۡئِلَہُمْۙ﴾ ”اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ آپ کو دکھا بھی دیتے تو آپ ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔“ یعنی اے محمد (ﷺ)! اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافق اشخاص دکھا دیتے اور آپ واضح طور پر انھیں پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے بارے میں ایسا نہیں کیا تا کہ وہ اپنی مخلوق کی پردہ پوشی فرمائے، امور کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور باطنی احوال کو اس کی ذات گرامی کے سپرد کر دیا جائے۔ ﴿وَلَعَرَفْتَهُمْۙ فِی لَٰحِنِ الْقَوْلِۙ﴾ ”اور آپ ضرور انھیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے۔“ یعنی جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ ایسی ہوتی ہے جو ان کے مقاصد پر دلالت کرتی ہے اور ان کی گفتگو ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ متکلم کا کس جماعت سے تعلق ہے، ﴿لَٰحِنِ الْقَوْلِۙ﴾ سے یہی مراد ہے جیسا کہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی انسان کسی مخفی عمل کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نقوش اور زبان کی لغزشوں سے ظاہر فرما دیتا ہے۔

﴿وَلَنَبۡلُوْکَہُمْۙ﴾ ”اور ہم تم (لوگوں) کو ضرور آزمائیں گے۔“ یعنی اوامر و نواہی کے ساتھ ﴿حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجۡہِدِیۡنَ مِنْکَہُمۙ وَالصّٰبِرِیۡنَ﴾ ”وَنَبۡلُوْاۤ اَخۡبَارَکَہُمْۙ“ (31) ”یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں، اور تمھارے حالات کو جان لیج لیں۔“ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جو کچھ ہونے والا ہے، وہ بلا شک و ریب ضرور ہو کر رہے گا، لہذا اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اس کے وقوع پذیر ہونے کو معلوم کر لیں، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے الفاظ کے معنی لندری

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، اور ان پر ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وہ اللہ کا

الْهُدَى لَا كُنْ يَضُرُّوهُ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيُحِطُ أَعْمَالُهُمْ ﴿٣٢﴾ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا

ہرگز کچھ بھی نہیں لگاؤ سبکیں گے، اور عنقریب وہ ان کے اعمال پر باد کر دے گا ﴿٣٢﴾ اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور

اللَّهُ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اپنے عملوں کو باطل نہ کرو ﴿٣٣﴾ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکا، پھر وہ (اسی) حالت کفر میں مر گئے تو اللہ انہیں ہرگز

ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهْنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۖ وَأَنْتُمْ

نہیں بخشنے گا ﴿٣٤﴾ چنانچہ تم کمزور نہ پڑو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ جبکہ تم ہی غالب ہو، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ تم سے تمہارے عملوں (کے

الْأَعْلُونَ ۖ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتَرَكُكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

ثواب) کو ہرگز کم نہیں کرے گا ﴿٣٥﴾

کرتے ہیں، یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔^①

تفسیر آیات: 32-35

کفار کے عمل کو اکارت کر دینا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص کفر کرے، اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکے، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی کرے اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد ایمان سے مرتد ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچا کر روز قیامت خائب و خاسر ہو جانے کا سبب بنے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اکارت کر دے گا اور اس کی کسی سابقہ نیکی کا اسے کوئی ثواب نہیں دے گا کیونکہ اس کے ارتداد کے باعث اس کے کسی عمل کی حیثیت مجھڑ کے برابر نہ رہی، اسی لیے اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کو اس کے ارتداد کی وجہ سے اسی طرح ختم کر دے گا، جس طرح نیکیوں سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، امام محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلاة میں ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کا خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جس طرح شرک کے ساتھ کوئی عمل نفع نہیں پہنچا سکتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ ﴿٣٣﴾ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔“ تو وہ ڈرنے لگے کہ گناہ سے عمل باطل بھی ہو جاتا ہے۔^② پھر انھوں نے

① حافظ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **﴿نَعْلَمُ﴾** کے معنی لُتْمِيز ”تاکہ ہم الگ کر دیں“ نقل کیے ہیں۔ اور ابن جریر

نے **﴿نَعْلَمُ﴾** بمعنی لُزْی ”تاکہ ہم دیکھیں“ پخت رد فرمایا ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 21، 20/2 تاہم ایک غیر مستند تفسیر بنام

تنویر المقباس جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نا حق طور پر منسوب ہے، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **﴿نَعْلَمُ﴾** کے معنی لُزْی و لُتْمِيز ”تاکہ

ہم دیکھیں اور الگ کر دیں“ منقول ہے، علاوہ ازیں اکثر مفسرین نے بھی اس کے معنی لُزْی ذکر کیے ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی

بیان فرمایا ہے۔ ② تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی: 645/2، رقم: 698 (C.D).

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ

بس دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو (تو) اللہ تمہیں تمہارے اجر دے گا، اور وہ تم سے تمہارے

أَمْوَالَكُمْ ③۶ إِنْ يَسْأَلْكُمْوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخُلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ③۷ هَآئِنُ

(تمام) مال نہیں مانگے گا ③۶ اگر اللہ تم سے (تمام) مال کا سوال کرے، پھر وہ (اس پر) اصرار کرے، تو تم بخل کرو گے، اور وہ تمہارے کینے نکال باہر

هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِيُتْفَقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبِمَنْ يَبْخُلُ ③۸ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلْ

کرے گا ③۷ سنو! تم تو وہ لوگ ہو کہ تمہیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، پھر تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل

عَنْ نَفْسِهِ ③۹ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ④۰ وَإِنْ تَتَوَكَّلُوا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا

کرتا ہے تو بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو، اور اگر تم پھر وہ گے تو اللہ تمہارے سوا دوسرے لوگ بدل لائے

ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ④۱

گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہوں گے ④۱

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیک عمل مقبول ہے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ ④۱ تو ہم نے کہا کہ یہ کون سی چیز ہے جو ہمارے اعمال کو

ضائع کر دیتی ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ جہنم کو واجب کر دینے والے کبیرہ گناہ اور فواحش حتیٰ کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ نازل ہو گیا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء 48:4) ”بے شک اللہ اس (گناہ) کو نہیں

بخشتے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے۔“ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو

ہم اس بارے میں گفتگو سے رک گئے، ہم کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں ڈرتے

تھے اور ان کا ارتکاب نہ کرنے والے کے لیے پر امید تھے۔ ①

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت میں سعادت و

کامرانی کا موجب ہے اور اس نے ارتداد سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں، اسی لیے اس نے

فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ ④۱ ”اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔“ یعنی ارتداد کے ساتھ، اسی وجہ سے اس کے بعد

فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّاعُن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَأَتْوَاهُمْ وَقَارَ قَلْبُ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ ④۲ ”بے شک جو لوگ

کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکتے رہے، اور پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ ان کو ہر گز نہیں بخشتے گا۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء 48:4) ”بے شک اللہ اس (گناہ) کو

نہیں بخشتے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) کو جس کے لیے چاہے بخش دے۔“ پھر اللہ جل و علانے

اپنے مومن بندوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَهِنُوا﴾ ”تو تم کمزور نہ پڑو۔“ یعنی دشمنوں کے مقابلے میں

کمزوری نہ دکھاؤ۔ ﴿وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ﴾ اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف (نہ) بلاؤ۔ یعنی اپنی قوت، تعداد اور ساز و سامان کی کثرت کی حالت میں دشمن کو صلح و سلامتی کی دعوت نہ دو، البتہ اگر تمام مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کو قوت و کثرت حاصل ہو اور حاکم وقت معاہدہ و مصالحت ہی کو مصلحت سمجھے تو پھر وہ کفار کو صلح کی پیشکش کر سکتا ہے جیسا کہ کفار قریش نے جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور انھوں نے آپ کو دعوت دی کہ صلح کر لی جائے اور دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللَّهُ مَعَكُمْ﴾ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس میں بہت زبردست بشارت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ ﴿وَلَنْ يَتَرَكُمُ اللَّهُ أَهْلًا﴾ اور وہ تمہارے اعمال کو کم (اور کم) نہیں کرے گا۔ یعنی وہ انھیں اکارت اور رائیگاں کر کے تمہیں ان سے محروم نہیں کرے گا بلکہ وہ تمہیں ان کا پورا پورا اجر و ثواب بھی عطا کرے گا اور تمہارے اعمال صالحہ کو ذرہ بھر کم بھی نہیں کرے گا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 36-38

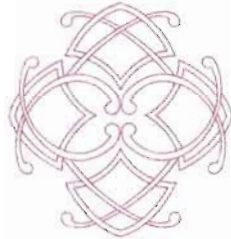
دنیا کے حقیر ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حقیر اور بے حیثیت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ﴾ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے۔ یعنی دنیا کا حاصل کھیل اور تماشا ہی ہے، سوائے اس کے جو اس (دنیا) میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا وَتَقَرَّبُوا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ﴾ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمہارے اجر دے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا۔ یعنی وہ تم سے بے نیاز ہے، وہ تم سے کچھ طلب نہیں کرتا، اس نے تمہارے مال میں صدقات تو تمہارے فقیر بھائیوں ہی کی ہمدردی و خیر خواہی کے لیے فرض کیے ہیں تاکہ اس کا نفع تمہیں ہی حاصل ہو اور اس کا ثواب بھی تمہیں ملے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا﴾ اگر وہ تم سے مال طلب کرے، پھر وہ تم سے مبالغہ و اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔ یعنی تمہیں حرج میں مبتلا کر دے تو تم بخل کرنے لگو گے۔ ﴿وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ﴾ اور تمہارے کینوں کو نکال باہر کرے۔ قنادہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اموال نکالنا درحقیقت کینوں کو نکال دینا ہے۔ قنادہ نے یہ بالکل سچ کہا ہے کیونکہ مال سے انسان کو محبت ہوتی ہے اور انسان اسے صرف اسی کام میں خرچ کرتا ہے جو اسے مال سے زیادہ پسند ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَآئِنُكُمْ هَآؤٌ لَّتَنْفَعُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلْ﴾ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ ﴿وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلْ عَنِ نَفْسِهِ﴾ اور جو بخل کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ یعنی اپنے اجر و ثواب کو کم کرتا ہے اور اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ﴿وَاللَّهُ الْعَقِيُّ﴾ اور اللہ بے نیاز

ہے۔“ اپنے سوا ہر چیز سے، جبکہ ہر چیز ہمیشہ اس کی محتاج ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ﴾ ”اور تم محتاج ہو۔“ یعنی اس کی نسبت سے تم محتاج ہو، بے نیازی اس کی صفت لازم ہے جبکہ مخلوق کی لازمی صفت فقر و محتاجی ہے کہ مخلوقات اس سے کبھی الگ نہیں ہو سکتیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ ”اور اگر تم روگردانی کرو۔“ یعنی اس کی اطاعت اور اتباع شریعت سے۔ ﴿يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ ”تو وہ تمہارے علاوہ کوئی (اور) لوگ بدل لائے گا، پھر وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سننے والے اور اس کی اور اس کے اوامر کی اطاعت بجالانے والے ہوں گے۔

سورہ محمد کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سُورَةُ فَتْحٍ

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح عظیم دی ① تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کی اگلی پچھلی ہر غلطی معاف کر دے،

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ② وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ③

اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے، اور آپ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے ② اور (تاکہ) اللہ آپ کی بڑی زبردست مدد کرے ③

سورہ فتح کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال رستے میں چلتے ہوئے اپنی سواری پر سورہ فتح کی تلاوت فرمائی اور آپ نے اس میں ترجیع فرمائی۔ معاویہ (راوی) کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ بات ناپسند نہ ہوتی کہ لوگ جمع ہو جائیں گے تو میں آپ کی قراءت کی طرح قراءت کر کے سنا دیتا۔ ① امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت شعبہ بیان کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 1-3

سورہ فتح کا سبب نزول: یہ سورہ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے ذوالقعدہ 6ھ میں اس وقت واپس تشریف لا رہے تھے جب مشرکین نے عمرہ ادا کرنے کے لیے آپ کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا۔ وہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، پھر مصالحت اور معاہدے کی طرف مائل ہو گئے کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آجائیں تو آپ نے جماعت صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود اس بات کو تسلیم فرمایا، اس معاہدے کو ناپسند کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اس سورت میں اپنے مقام پر اس کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ ③ جب آپ نے اس جگہ اپنی قربانی کے جانور کو نحر کر دیا جہاں آپ محصور کر دیے گئے تھے تو آپ واپس تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا اور اس میں آپ کے اور کفار مکہ کے حالات کو بیان فرمایا اور اس صلح کو مصلحت اور انجام کے اعتبار سے فتح قرار دیا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر سے مروی ہے کہ تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو جبکہ ہم صلح حدیبیہ کو

① مسند أحمد: 54/5، ② صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا) (الفتح: 48: 1)،

حدیث: 4835 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين.....، باب ذكر قراءة النبي ﷺ سورة الفتح يوم فتح مكة، حدیث: 794.

③ دیکھیے الفتح، آیات: 25، 26 کے ذیل میں۔

فتح قرار دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن کو فتح قرار دیتے تھے۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تم فتح مکہ کو فتح قرار دیتے ہو بلاشبہ فتح مکہ بھی فتح تھی مگر ہم تو حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو تھے، حدیبیہ ایک کنواں تھا جس کا ہم نے سارا پانی نکال لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کنویں کی منڈیر پر جلوہ افروز ہو گئے، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، اس سے وضو فرمایا، پھر کلی کی، دعا فرمائی اور اس پانی کو اس کنویں میں ڈال دیا، ہم نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا، پھر ہم نے اس سے اس قدر پانی حاصل کر لیا جس قدر اس کی ہمیں اور ہماری سوار یوں کو ضرورت تھی۔^②

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، میں نے آپ سے ایک چیز کے بارے میں تین بار پوچھا مگر آپ نے جواب نہ دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: ابن خطاب! تجھے تیری ماں گم پائے، تو نے تین بار رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مگر آپ نے جواب نہیں دیا! آپ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی سواری پر سوار ہو گیا اور میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی، میں آگے بڑھا اور میں ڈرتا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل نہ ہوگی، اسی دوران میں ایک شخص نے پکارتے ہوئے کہا اے عمر! میں واپس پلٹا تو ڈر رہا تھا کہ میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوگی ہوگی مگر جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [نَزَلَتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةُ سُورَةُ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۖ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾] ”رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہے اور وہ ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۖ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾“ (اے محمد!) بے شک ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔“^③ امام بخاری و ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو کئی طرق سے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔^④ امام علی بن مدینی نے اس حدیث کی سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ مدنی اور جید سند ہے اور اسے ہم نے صرف اہل مدینہ ہی کے پاس پایا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ: ﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ نبی اکرم ﷺ پر حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَلَى الْأَرْضِ] ”رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔“ پھر

① تفسیر الطبری: 93, 92/26. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4150. ③ مسند

احمد: 31/1. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ (الفتح: 1:48)، حدیث:

4833 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفتح، حدیث: 3262 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب

قوله تعالى: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾: 461/6، حدیث: 11499.

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مبارک مبارک! اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرمادیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ تو اس کے جواب میں آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ﴿لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (یہ) اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے۔“ یہاں سے لے کر آپ نے ﴿قَوْلًا عَظِيمًا﴾ ”بہت بڑی کامیابی۔“ تک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔^(۱) اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲)

امام احمد رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس قدر لمبی نماز ادا فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوچ جاتے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرمادیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟﴾ ”تو کیا میں (اس کا) شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟“^(۳) اسے بخاری و مسلم نے اور سوائے ابوداؤد کے دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔^(۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾ ”بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف۔“ یعنی بین اور واضح فتح اور اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ اس کے سبب بہت خیر و بھلائی حاصل ہوئی، لوگوں کو امن حاصل ہو گیا اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا موقع مل گیا، مومنوں کو کافروں کے ساتھ گفتگو کا موقع مل گیا اور علم نافع اور ایمان کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ ”تا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔“ یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے وہ خصوصیت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا سہیم و شریک نہیں، آپ کے سوا اور کسی کے لیے بھی کسی صحیح حدیث سے اس کے اعمال کا یہ ثواب ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیے ہوں، یہ شرف عظیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو حاصل ہے کیونکہ آپ نے تمام امور میں ایسی اطاعت اور صبر و استقامت ہی کو اختیار فرمایا کہ جس تک اولین و آخرین میں سے کسی بشر کی رسائی نہ ہو سکی، آپ کی ذات گرامی بلاشبہ تمام انسانوں سے اکمل ہے اور آپ دنیا و آخرت میں ساری انسانیت کے سردار ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اپنے

① مسند أحمد: 197/3. ② صحيح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4172 و صحيح مسلم،

الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1786. ③ مسند أحمد: 255/4 جبکہ قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد:

115/6 عن عائشة ؓ میں ہے۔ ④ صحيح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ﴾ (الفتح

2:48)، حديث: 4836 و صحيح مسلم، صفات المنافقين.....، باب إكثار الأعمال.....، حديث: 2819 و جامع

الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی الاجتهاد فی الصلاة، حديث: 412 و سنن النسائی، قیام اللیل، باب الاختلاف علی

عائشة فی إحياء اللیل، حديث: 1645 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات.....، باب ماجاء فی طول القيام فی

الصلوات، حديث: 1419.

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ط وَلِلّٰهِ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں طمانیت و تسکین نازل کی، تاکہ ان کے ایمان میں اور (مزید) ایمان کا اضافہ ہو،

جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ④ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور آسمانوں اور زمین کے (سب) لشکر اللہ ہی کے ہیں، اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ④ (یہ سب اس لیے کیا) تاکہ

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ط وَكَانَ

وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور

ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ⑤ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ

(تاکہ) ان سے ان کی برائیاں دور کر دے، اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے ⑤ اور (تاکہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْمُشْرِكَةِ الظَّالِمِينَ بِأَللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءَ ط عَلَيْهِمُ دَآبِرَةُ السَّوْءِ ط وَغَضِبَ اللّٰهُ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان کرتے ہیں، بری گردش انھی پر ہے، اور اللہ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاعَدَ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ

ناراض ہوا، اور اس نے ان پر لعنت کی، اور اس نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے، اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے ⑥ اور آسمانوں

وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑦

اور زمین کے (سب) لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں، اور اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ⑦

رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار اور اس کے اوامر و نواہی کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والے تھے، جب آپ کی

اونٹنی مکہ مکرمہ کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے زمین پر بیٹھ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: [حَبَسَهَا حَاسِبُ الْفِيلِ] ”اسے اس

ذات پاک نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔“ پھر آپ ﷺ

نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! (لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ) (شَيْئًا) يُعْظَمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ (إِلَّا أَجَبْتُهُمْ

إِلَيْهَا)] ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج اگر وہ مجھ سے کسی بھی ایسی چیز کا سوال کریں جس میں

وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت والی اشیاء کی عزت و تکریم کریں تو میں ان کی بات تسلیم کر لوں گا۔“ ①

جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اختیار کرتے ہوئے صلح کی دعوت قبول فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخاطب

ہوتے ہوئے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا

تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ ”بے شک (اے محمد!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجہاد.....، حدیث: 2731، 2732 عن المسور بن مخرمة ؓ ومروان.

پہلی توسین والے الفاظ سنن أبی داود، الجہاد، باب فی صلح العدو، حدیث: 2765 اور دوسری توسین والا لفظ اس سیاق میں

نہیں ملا جبکہ تیسری توسین والا جملہ المصنف لابن أبی شیبہ، غزوة الحديبية: 387/7، حدیث: 36844 میں ہے۔

پچھلے گناہ بخش دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے۔“ یعنی دنیا و آخرت میں، ﴿وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ اور آپ کو سیدھے رستے پر چلائے۔“ یعنی شرع عظیم اور دین تویم کے اس رستے پر جسے اس نے آپ کے لیے مقرر فرما دیا ہے، ﴿وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا﴾ اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔“ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے مقام و مرتبے کو سر بلند کر کے آپ کے دشمنوں پر آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ] ”معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلند فرمادیتا ہے۔“⁽¹⁾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔⁽²⁾

تفسیر آیات: 4-7

مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ﴾ ”وہی تو ہے جس نے (مومنوں کے دلوں پر) تسلی نازل فرمائی۔“ یعنی انھیں اطمینان عطا فرما دیا، قنادہ کہتے ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں وقار پیدا فرما دیا۔⁽³⁾ مومنوں سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ حدیبیہ کے دن کی بات ہے جب انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے آگے سر اطاعت خم کر دیا اور جب انھیں اطمینان قلب حاصل ہو گیا تو اس سے ان کے ایمان میں بھی مزید اضافہ ہو گیا۔ اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ دلوں کے اندر ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔⁽⁴⁾ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو کافروں سے بدلہ لے سکتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط﴾ ”اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔“ یعنی اگر وہ چاہتا تو ان پر صرف ایک فرشتہ بھیج کر انھیں تباہ و برباد کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنے مومن بندوں کو جہاد و قتال کا حکم دیا ہے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ، حجت قاطعہ اور براہین دامغہ کے کئی پہلو مضمّن ہیں، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ”اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔“

پھر اللہ عز و جل نے فرمایا ہے: ﴿لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ”یہ اس لیے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ کے لیے داخل

① صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث: 2588 عن أبي هريرة ؓ. ② تاریخ دمشق

الکبیر لابن عساکر، ترجمۃ عمر بن الخطاب ؓ.....: 275، 274/47. ③ تفسیر الطبری: 829/2 والدر المنثور:

69/6. ④ صحیح البخاری، الإیمان، باب قول النبی ﷺ: [بنی الإسلام علی خمس]، قبل الحديث: 8.

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ

(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ⑧ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَتُوقِّرُوهُ ط وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ⑨ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

لاؤ، اور تم اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور تم صبح اور شام اس (اللہ) کی پاکی بیان کرو ⑨ بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں،

اللَّهُ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ تَكَثَّرَ فَأِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ

وہ تو بس اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے عہد شکنی کی، تو بس وہ اپنی ہی ذات کے خلاف عہد شکنی

بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسِيَّؤُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ⑩

کرتا ہے، اور جس نے (وہ) عہد پورا کیا جو اس نے اللہ سے باندھا تھا، تو عقرب وہ اسے بہت بڑا جر دے گا ⑩

کرے۔“ قبل ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مبارک ہو! یونید مسرت آپ کے لیے ہے اور ہمیں کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ یعنی اس میں وہ ابد الا آباد تک رہیں گے۔ ① ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾ ”اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔“ یعنی ان کی غلطیوں اور گناہوں کی انھیں سزا نہ دے بلکہ عفو و درگزر سے کام لے کر انھیں بخش دے، پردہ پوشی فرمائے، رحم فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اچھا صلہ عطا فرمائے، ﴿وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قُورًا عَظِيمًا﴾ ”اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ ذُخِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (ال عمران 3: 185) ”تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتُ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنُّ السَّوءِ﴾ ”اور اس لیے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں، عذاب دے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر الزام لگاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہو کر بالکل ختم ہو جائیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَلَيْهِمْ ذَا بَرَةُ السَّوءِ وَعَظِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ﴾ ”انھی پر برے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی۔“ یعنی انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ⑥ ”اور ان کے لیے دوزخ تیار کیا اور وہ بری جگہ ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وہ اپنے دشمنوں، اسلام کے دشمنوں، کافروں اور منافقوں سے انتقام لے سکتا ہے، فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ⑦ ”اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں

① دیکھیے الفتح، آیت: 2 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4172 و صحیح

مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حدیث: 1786.

اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔“

تفسیر آیات: 10-8

رسول اللہ ﷺ کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا﴾ ”یقیناً ہم نے (اے محمد!) آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔“ یعنی مخلوق کے بارے میں گواہی دینے والا، ﴿وَمُبَشِّرًا﴾ ”اور خوش خبری سنانے والا۔“ یعنی مومنوں کو، ﴿وَنَذِيرًا﴾ ”اور خوف دلانے والا۔“ یعنی کافروں کو، اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورہ احزاب میں بیان کی جا چکی ہے۔^① ﴿لَتَتُومِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّوْهُ﴾ ”تا کہ (مسلمانو!) تم اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان کی تعظیم بجالاؤ۔^② ﴿وَتُوقِرُوْهُ﴾ ”اور ان (رسول) کی عزت و تکریم کرو۔“ یہ تو قیر سے ہے جس کے معنی احترام، اجلال اور تعظیم بجالانے کے ہیں۔ ﴿وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ”اور صبح و شام اس (اللہ) کی تسبیح کرتے رہو۔“ یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہو۔

بیعت رضوان: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تشریف و تعظیم و تکریم عطا کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ ”بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: 80) ”جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔“ ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ ”اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔“ یعنی وہ ان کے پاس موجود ہے، ان کی باتوں کو سنتا، ان کی جگہ کو دیکھتا اور ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے، گویا رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ ہی ان سے بیعت لیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبة: 111) ”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت (تبارکی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تو رات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“ ﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَاقِبَتِهِ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيَهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ”اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔“ یعنی ثواب جزیل عطا فرمائے گا۔ اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو حدیبیہ کے مقام پر بہول کے ایک درخت کے نیچے لگی تھی۔ اس دن بیعت کرنے والے حضرات صحابہ کرام کی

تعداد تیرہ سو، ① دوسرے قول کے مطابق چودہ سو، ② اور تیسرے قول کے مطابق پندرہ سو تھی۔ ③ اور اس سلسلے میں درمیان والا قول سب سے زیادہ صحیح ہے، یعنی ان کی تعداد چودہ سو تھی۔

حدیبیہ کی تفصیل: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ④ اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑤ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، اسی دن آپ نے اپنا دست مبارک جب پانی میں ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے رواں ہو گیا حتیٰ کہ سب لوگوں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔ ⑥ حدیبیہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیاس کے بارے میں یہ ایک مفصل روایت کا اختصار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن انھیں اپنے ترکش کا ایک تیر عطا فرمایا جسے انھوں نے حدیبیہ کے (خشک) کنویں میں ڈال دیا، اس سے پانی جوش مارنے لگ گیا حتیٰ کہ وہ سب لوگوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اس دن تمھاری تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم چودہ سو تھے اور اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے پھر بھی یہ پانی ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا۔ ⑦ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ تعداد پندرہ سو تھی۔ ⑧ امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے کہا: پندرہ سو، میں نے عرض کی: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی، حضرت سعید بن مسیب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے، انھوں نے خود مجھ سے یہ بیان فرمایا تھا کہ ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔ ⑨ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ پہلے ان کی تعداد پندرہ سو بیان کیا کرتے تھے، پھر انھیں اپنی غلطی یاد آئی تو انھوں نے تعداد چودہ سو بیان کرنا شروع کر دی۔ ⑩

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4155 عن عبد الله بن أبي أوفى. ② صحیح

البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4154 عن جابر بن عبد الله. ③ صحیح البخاری، المغازی،

باب غزوة الحديبية، حديث: 4152 عن جابر بن عبد الله. ④ صحیح البخاری، التفسير، باب قوله:

﴿إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح 18: 48)، حديث: 4840. ⑤ صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة

الإمام الجيش.....، حديث: 1856. ⑥ صحیح البخاری، الأشربة، باب شرب البركة والماء المبارك، حديث:

5639 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حديث: (74-1856) مختصراً. ⑦ صحیح

البخاری، الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة.....، حديث: 2731، 2732 عن المسور بن مخرمة. ⑧ بحکہ

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ..... ہماری ضرورت کے لیے کافی تھا“ تک کے الفاظ صحیح البخاری، المناقب، باب

علامات النبوة في الإسلام، حديث: 3576 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حديث:

(73-1856) مختصراً میں ہیں، البتہ اس حوالے میں ”ہم پندرہ سو تھے“ ہے اور ”چودہ سو“ کے الفاظ اس سیاق میں نہیں ملے۔

⑧ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4152 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة

الإمام.....، حديث: (73-1856). ⑨ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4153 لیکن اس میں اتنا

ہی ہے کہ مسیب نے جواب دیا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے۔ انھوں نے مجھے بیان کیا ہے کہ صحابہ پندرہ سو تھے، وہم کی نسبت نہیں کی، البتہ دلائل

النبوة کے مندرجہ ذیل حوالے میں وہم کی نسبت صراحتاً آئی ہے۔ ⑩ دلائل النبوة للبيهقي، باب عدد من كان مع النبي ﷺ

صلح حدیبیہ

(ذی القعدہ 6ھ)

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾

”بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی۔“ (الفتح 1:48)

بیعت رضوان

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾

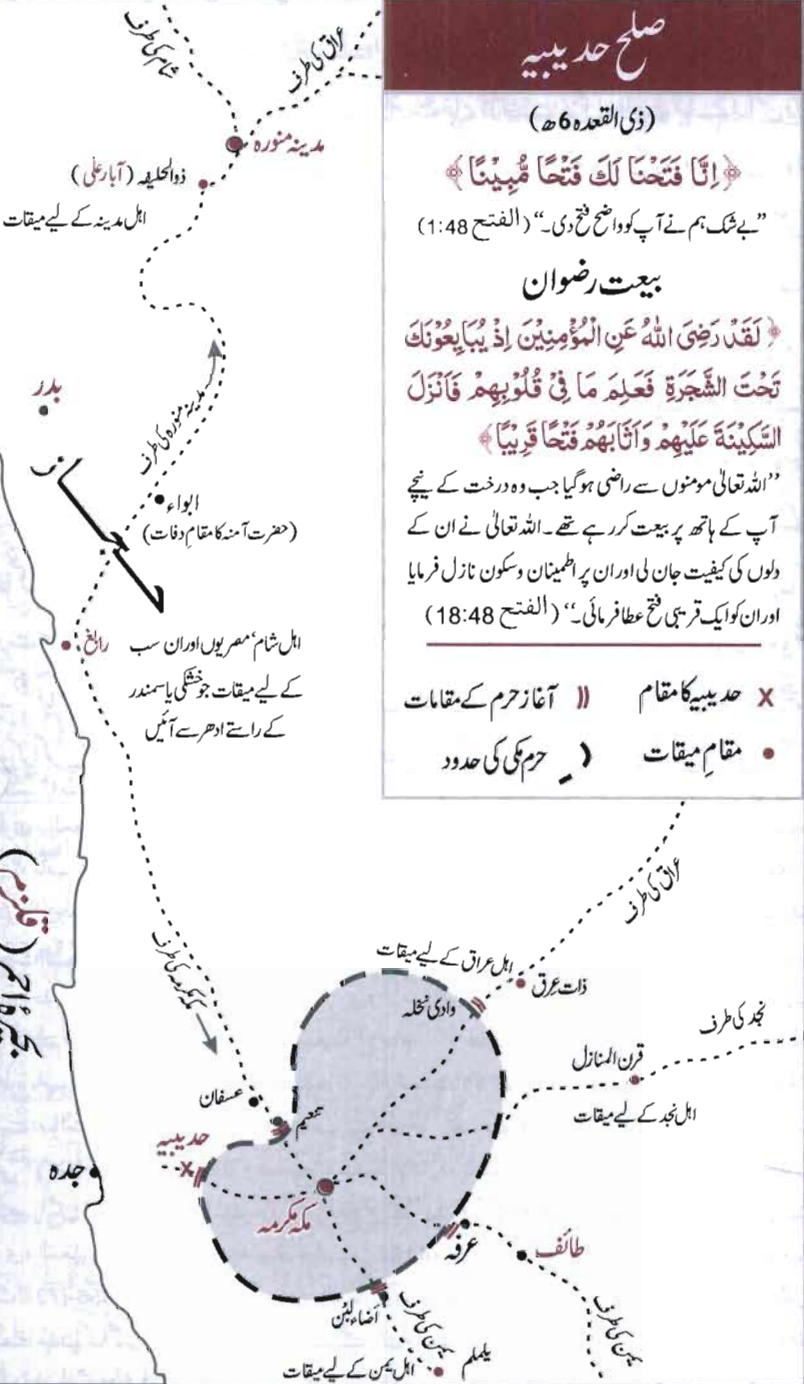
”اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان و سکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔“ (الفتح 18:48)

✕ حدیبیہ کا مقام ॥ آغاز حرم کے مقامات

• مقام میقات) حرم کی حدود



بکیرہ احمد (قلم)



اس عظیم الشان بیعت کا سبب: محمد بن اسحاق بن یسار نے سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں بھیجنے کے لیے عمر بن خطاب کو طلب فرمایا تا کہ وہ سردارانِ قریش تک آپ کی آمد کے مقصد کو پہنچا دیں، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے قریش کی طرف سے جان کا ڈر ہے اور مکہ میں خاندانِ عدی بن کعب کا کوئی فرد نہیں جو میری حفاظت کر سکے اور قریش کو خوب معلوم ہے کہ میری ان سے کس قدر شدید دشمنی اور میرا ان سے کتنا شدید برتاؤ تھا، اس لیے میں ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتا ہوں جو قریش پر مجھ سے زیادہ غالب ہے اور وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے انھیں ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس بھیجا تا کہ وہ انھیں بتا دیں کہ آپ لڑائی کرنے کے لیے تشریف نہیں لائے ہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سوئے مکہ روانہ ہو گئے، مکہ میں داخل ہوتے وقت یا داخل ہونے سے پہلے ان کی ملاقات ابان بن سعید بن عاص سے ہوئی، انھوں نے حضرت عثمان کو سواری پر اپنے آگے بٹھالیا اور انھیں اپنی پناہ میں لیے رکھا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا، آپ جب پیغام پہنچانے سے فارغ ہوئے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں مگر آپ نے جواب دیا کہ نہیں، میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں، قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس یہ افواہ پہنچ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [لَا نَبْرُحُ حَتَّى نُنَاجِزَ الْقَوْمَ] ”اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ان لوگوں سے لڑ نہ لیں۔“ اس مقصد کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت کی تھی جبکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے موت پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ ہم نے بیعت اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔ سب لوگوں نے بیعت کی حتیٰ کہ بنو سلمہ کے جد بن قیس کے سوا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے بیعت نہ کی ہو، میں اسے گویا دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی اونٹنی کی بغل کے ساتھ چمٹا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کر دیے جانے کی بات غلط ہے۔^(۱)

حافظ ابوبکر بن ہشام رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت اہل مکہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے سفر کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں سے بیعت کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عَثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ] ”بے شک عثمان اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول کے کام سے گیا ہے۔“ تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت لے لی تو اس طرح حضرت عثمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ان لوگوں کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہت بہتر تھا۔^①

امام بخاری نے نافع سے روایت کیا ہے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے لیکن یہ بات درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے آپ کے گھوڑے کو لے آئے وہ اس گھوڑے کو لڑائی کے لیے استعمال کریں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم نہ تھی لیکن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی اور گھوڑا لینے کے لیے روانہ ہو گئے، پھر اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت جنگی لباس زیب تن کر رہے تھے تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے اور انھوں نے بھی جا کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، اسی بات کو لوگ اس طرح بیان کرنے لگے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔^② پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لوگ درختوں کے سائے میں مختلف مقامات پر بیٹھ گئے تھے، پھر لوگ نبی اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبد اللہ! دیکھ کیا بات ہے؟ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں تو انھوں نے بیعت کر لی، پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو انھوں نے بھی آ کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔^③

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی اور ہم نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے دست مبارک کو تھامے ہوئے تھے، یہ بیعت درخت کے نیچے ہو رہی تھی اور یہ درخت بول کا تھا، ان کا بیان ہے کہ ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ اس بات پر کی تھی کہ ہم میدان جنگ سے فرار نہیں ہوں گے۔^④

امام مسلم نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، اس دن ہماری تعداد

① سنن أبی داود، الجہاد، باب فیمن جاء بعد الغنیمۃ.....، حدیث: 2726 اس حوالے میں یوم بدر کے لفظ ہیں لیکن شارحین

نے اسے راوی کا وہم قرار دیا ہے، دیکھیے اس حدیث کے تحت عون المعبود: 283/7 وجامع الترمذی، المناقب، باب فی عد عثمان تسمیۃ.....، حدیث: 3702 و اللفظ لہ جبکہ ہمیں حافظ ابو بکر بیہقی کی کتابوں السنن الکبریٰ اور دلائل النبوة میں یہ

حدیث نہیں ملی۔ ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوہ الحدیبیۃ، حدیث: 4186. ③ صحیح البخاری، المغازی،

باب غزوہ الحدیبیۃ، حدیث: 4187. ④ صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مباہیۃ الإمام.....، حدیث: 1856.

چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ ہم نے یہ بیعت اس پر کی تھی کہ میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔^(۱)
امام بخاری رحمہ اللہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی، یزید کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے ابو مسلم! اس دن تم لوگوں نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔^(۲)
امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر میں ایک طرف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا سَلْمَةُ! اَلَا تَبَايَعُ؟] ”اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟“ میں نے عرض کی: میں نے بیعت کر لی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَقْبِلْ فَبَايَعُ] ”آؤ بیعت کر لو۔“ تو میں نے آپ کے قریب ہو کر پھر بیعت کر لی، میں نے پوچھا کہ سلمہ! تم نے کس بات پر بیعت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: موت پر۔^(۳) اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۴) اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن تمیم سے بھی روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے یہ بیعت موت پر کی تھی۔^(۵)

امام بیہقی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے مقام پر آئے اور اس وقت ہماری تعداد چودہ سو تھی، یہاں پچاس بکریاں تھیں اور ان کا دودھ اس تعداد کو سیر نہیں کر سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی یا اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا جس سے کنویں میں پانی جوش مارنے لگ گیا، ہم سب لوگوں نے بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے درخت کے تنے کے پاس بیٹھ کر بیعت کی دعوت دی تو سب سے پہلے میں نے بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا، پھر لوگوں نے جوق در جوق بیعت کی، رسول اللہ ﷺ لوگوں میں گھرے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: [يَا بَعْيُنِي يَا سَلْمَةُ!] ”سلمہ! تم بھی میری بیعت کرو۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے تو آپ کی سب سے پہلے بیعت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاَيْضًا] ”پھر بھی بیعت کر لو۔“ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے ایک طرف دیکھا تو آپ نے مجھے ڈھال پکڑا دی، پھر آپ نے لوگوں سے بیعت لی حتیٰ کہ جب آخر تک سب لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے فرمایا: [اَلَا تَبَايَعُ يَا سَلْمَةُ؟] ”سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے تو ابتدا میں اور پھر درمیان میں بھی بیعت کر لی تھی، آپ نے فرمایا: [وَاَيْضًا] ”پھر کر لو۔“ اس طرح میں نے تیسری بار بیعت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا سَلْمَةُ! اَيْنَ حَجَفْتُكَ اَوْ دَرَقْتُكَ اَلَّتِي اَعْطَيْتُكَ؟] ”سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟“ میں نے عرض کی:

① صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حدیث: 1858. ② صحیح البخاری، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب على أن لا يفروا، حدیث: 2960 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حدیث: 1860 مختصرًا. ③ صحیح البخاری، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب.....، حدیث: 2960 و المعجم الكبير للطبراني، ترجمة يزيد بن أبي عبيد.....: 30، 29/7، حدیث: 6281 و اللفظ له. ④ صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حدیث: 1860 مختصرًا. ⑤ صحیح البخاری، الجهاد والسير، باب البيعة في الحرب.....، حدیث: 2959 و 4167.

اے اللہ کے رسول! مجھے عام ایک طرف ملے تو وہ میں نے انھیں دے دی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنستے ہوئے فرمانے لگے: [إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ: اَللّٰهُمَّ! اَبْغِنِي حَبِيْبًا هُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي] ”تمھاری مثال تو اس پہلے زمانے کے آدمی کی طرح ہے جس نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے ایک ایسا دوست عطا فرما جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔“

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر مشرکین نے صلح کے بارے میں ہم سے مراسلت شروع کر دی اور ہم ایک دوسرے کے پاس آئے حتیٰ کہ ہم نے صلح کر لی، میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خادم تھا، میں ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، اسے دور باندھ دیتا اور انھی کے پاس کھانا کھایا کرتا تھا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ہجرت کر کے اپنے اہل و مال کو چھوڑ دیا تھا، جب ہم نے اور اہل مکہ نے صلح کر لی اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے تو میں نے درخت کے پاس آ کر اس کے کانٹے صاف کیے اور اس کے سائے میں اس کے تنے کے پاس لیٹ گیا، میرے پاس مکہ کے چار مشرکین آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ناشائستہ گفتگو شروع کر دی جس کی وجہ سے مجھے ان پر بہت غصہ آیا اور میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا، انھوں نے درخت کے ساتھ اپنا اسلحہ لٹکایا اور خود لیٹ گئے، اسی دوران میں وادی کے زیریں طرف سے ایک شخص نے اعلان کیا کہ اے مہاجرین! ابن زُئیم قتل کر دیا گیا ہے، میں نے اپنی تلوار سونپی اور ان چاروں مشرکین پر جو سوئے ہوئے تھے حملہ کر دیا اور ان کا اسلحہ بھی لے کر ہاتھ میں پکڑ لیا، پھر میں نے کہا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو عزت بخشی ہے! تم میں سے جس نے بھی اپنا سراٹھایا تو میں اس کے چہرے پر ماروں گا جس میں اس کی دوا نکھیں ہیں، پھر میں انھیں ہانک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا، میرے چچا عامر بھی غبالات کے ایک شخص کو جو مشرکین میں سے تھا اور جس کا نام مکرز تھا، گھسیٹتے ہوئے لے آئے حتیٰ کہ دیگر ستر مشرکین کے ساتھ ان سب کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: [دَعُوهُمْ، يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَنِهَاةٌ] ”انھیں چھوڑ دو کہ برائی کی ابتدا اور انتہا انھی کے حصے میں آئے۔“ الغرض رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے۔“^(۱) امام مسلم نے بھی اس روایت کو تقریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔^(۲)

صحیحین میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ میرے والد گرامی بھی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی، اگلے سال جب ہم حج کے لیے گئے تو وہ جگہ اوجھل ہو گئی اور اگر تمھیں معلوم ہو جائے تو تم اس کے بارے میں بہتر جانتے ہو۔^(۳) امام ابو بکر جمیدی نے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان

① دلائل النبوة للبيهقي، باب إرسال النبي ﷺ عثمان بن عفان ؓ إلى مكة..... 138/4-141. ② صحيح مسلم،

الجهاد والسير، باب غزوة ذي قرد.....، حديث: 1807. ③ صحيح البخاري، المغازی، باب غزوة الحديبية،

حديث: 4164 و صحيح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حديث: 1859 واللفظ له.

کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو ہم نے جد بن قیس نامی ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی بغل کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔^(۱) اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^(۲) امام حمیدی ہی نے عمرو سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: [اَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ] ”آج تم روئے زمین کے سب سے بہتر انسان ہو۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے نظر آتا^(۳) تو میں تمھیں بھی اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔^(۴) سفیان کہتے ہیں کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی بطریق سفیان روایت کیا ہے۔^(۵)

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ] ”ان لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔“^(۶) عبد اللہ بن احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ، فَاِنَّهُ يُحِطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ] ”جو شخص مرار کی گھاٹی پر چڑھے تو اس کے گناہوں کو اس طرح معاف کر دیا جائے گا جس طرح بنی اسرائیل کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا تھا۔“ اس گھاٹی پر سب سے پہلے خزرج کے گھڑ سوار چڑھے، پھر دوسرے لوگ بھی اس پر تیزی سے چڑھنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَكُلُّكُمْ مَغْفُورٌ لَّهِ، إِلَّا صَاحِبَ الْحِمْلِ الْأَحْمَرِ] ”سرخ اونٹ والے کے سوا تم سب کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔“ ہم نے اس سے کہا کہ آؤ تاکہ رسول اللہ ﷺ تیری بخشش کی دعا فرمائیں، اس نے جواب دیا کہ اگر مجھے میرا گمشدہ سامان مل جائے تو یہ مجھے تمھارے ساتھی کی بخشش کی دعا سے زیادہ پسند ہے، یہ شخص اپنے گمشدہ سامان کی تلاش کے لیے اعلان کر رہا تھا۔^(۷)

امام مسلم نے ابو زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ [لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ مِّنَ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا] ”ان شاء اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔“ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! تو آپ نے انھیں ڈانٹا۔

① مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبد الله الأنصاري، 537/2، حدیث: 1277. ② صحیح مسلم، الإمارة،

باب استحباب مبايعة الإمام.....، حدیث: (69-1856) مختصرًا. ③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیانی اس وقت ختم ہو گئی تھی۔

④ مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبد الله الأنصاري، 514/2، حدیث: 1225. ⑤ صحیح البخاری،

المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4154 و صحیح مسلم، الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام.....، حدیث:

(71-1856) جبکہ سفیان کا یہ قول کہ اس درخت کی جگہ کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا تھا دلایل النبوة للبيهقي، باب فضل من

بايع تحت الشجرة.....: 142/4 میں ہے۔ ⑥ مسند أحمد: 350/3 مزید دیکھیے: سنن أبي داود، السنة، باب في الخلفاء،

حدیث: 4653 و جامع الترمذی، المناقب، باب ماجاء في فضل من بايع تحت الشجرة، حدیث: 3860. ⑦ صحیح

مسلم، کتاب و باب صفات المنافقين و أحكامهم، حدیث: 2780.

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ؕ

دیہاتیوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ آپ سے ضرور کہیں گے: ہمارے مالوں اور ہمارے اہل و عیال نے ہمیں مشغول کر دیا تھا، لہذا

یَقُولُونَ بِالسِّيَرَةِ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کریں، وہ اپنی زبانوں سے وہ (بات) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ کہہ دیجیے: پھر کون تمہارے لیے

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۱

اللہ سے کسی شے کا اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا کوئی نفع دینا چاہے؟ (کوئی بھی نہیں) بلکہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل

ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ۖ وَزَيَّنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ

کرتے ہو ۝۱۱ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے اہل و عیال کی طرف ہرگز نہیں پلٹیں گے، اور یہ بات تمہارے دلوں میں پرکشش بنادی گئی

وَلظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۲ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا

تھی، اور تم نے برا گمان کیا تھا، اور تم لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے ۝۱۲ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بلاشبہ ہم نے ایسے کافروں

أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۳ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَعْظُرُ لِمَنْ يَشَاءُ

کے لیے خوب بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ۝۱۳ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۱۴

عذاب دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ۝۱۴

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْنَطُوا لِقَاءِ رَبِّكُمُ إِلَّا وَرْدَهُ﴾ (مریم 71:19) ”اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔“ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثَامًا﴾ (مریم 72:19) ”پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔“ ①

اور مسلم ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام آیا اور اس نے حاطب کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿كَذَّبْتَ لَا يَدْخُلُهَا، فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ﴾ ”تو غلط کہتا ہے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تو بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔“ ② اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے ان بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۖ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنْ دُونِهِ جَزَاءٌ عَظِيمًا﴾ ③ ”بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أصحاب الشجرة.....، حدیث: 2496. ② صحیح مسلم،

فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعہ.....، حدیث: 2495.

کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔“ اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝﴾ (الفتح 18:48) ”(اے پیغمبر!) جب مومن درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے کوئی شک نہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، چنانچہ جو (صدق و خلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انھیں بدلے میں فتح عنایت کی۔“

تفسیر آیات: 14-11

حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان پیچھے رہ جانے والے اعراب کے بارے میں بتایا ہے جنھوں نے اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کو پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے کو ترک کر دیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے عذر پیش کریں گے اور آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ ان کی بخشش کے لیے دعا مانگیں اور ان کا یہ طرز عمل بھی اعتقاد کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقیہ اور تکلف کے طور پر تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَقُولُونَ بِاللَّسَانِ هُمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ﴾ ”یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، کہہ دیں کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے، جو اس کے سامنے تمھارے لیے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے؟ (کوئی نہیں۔)“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں جو ارادہ فرمائیں اسے ٹال دینے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور وہ تمھارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور وہ تمھارے تقیہ اور نفاق سے خوب واقف ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿بَلْ كَانِ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝﴾ ”بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔“

پھر فرمایا: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ۚ﴾ ”بلکہ تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال کی طرف کبھی بھی لوٹ کر آئیں گے ہی نہیں۔“ یعنی تمھارا پیچھے رہ جانا عذر اور معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ نفاق کی وجہ سے تھا اور تم یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان شہید کر دیے جائیں گے، ان کی جڑ کٹ جائے گی، وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں کوئی خبر دینے والا بھی واپس نہیں آئے گا۔ ﴿وَلظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝﴾ ”تم نے برے برے خیال کیے اور (آخر کار) تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“ اور ﴿بُورًا ۝﴾ کے معنی ہیں ہلاک ہونے والے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے۔ ^① امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں فاسد لوگ۔ ^② کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لغت عمان کا ہے، پھر فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ﴾ ”اور جو شخص اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے۔“ یعنی ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

سَيَقُولُ الْبُخْلُونَ إِذَا أُنْطَلِقْتُمْ إِلَىٰ مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُوا بِهَا ذُرُوءًا نَّتَّبِعُكُمْ ۚ

عنقریب جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے (خیبر کو) چلو گے تو پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ کہیں گے: ہمیں بھی چھوٹ (اجازت) دیجیے ہم

یُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ ۖ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام (وعدہ) بدل دیں، کہہ دیجیے: تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں چلو گے، اللہ نے پہلے ہی سے یہ

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۵

فرما دیا ہے۔ پھر وہ یقیناً کہیں گے: (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (ایسا نہیں) بلکہ وہ لوگ کم ہی سمجھتے ہیں ۝۱۵

اسے جہنم میں عذاب دے گا، خواہ لوگوں کے سامنے وہ یہ ظاہر کرے جس سے وہ حقیقت کے خلاف سمجھے لگیں، پھر اللہ سبحانہ و

تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمان وزمین والوں کا وہی حاکم، مالک اور متصرف ہے۔ ﴿يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ ۝۱۴ ”وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔“ اس کے لیے جو

توبہ کرے، رجوع کرے اور اس کے آگے جھک جائے۔

تفسیر آیت: 15

آیت مبارکہ میں ﴿كَلِمَ اللَّهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟ عمرہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جانے والے اعراب

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیبر فتح کرنے کے لیے نکلیں گے تو وہ

بھی ان کے ساتھ مل کر مال غنیمت جمع کرنے کے لیے نکلنے کی اجازت طلب کریں گے، حالانکہ دشمنوں سے جنگ، ان سے

مقابلہ اور مشکل وقت میں ساتھ نکلنے کے بجائے وہ پیچھے رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ جب وہ

اجازت طلب کریں تو انھیں اجازت نہ دیں اور یہ سزا ان کے گناہ کی جنس کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل حدیبیہ سے

خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے اعراب میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، لہذا

شرعاً اور قدرِ اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ ۚ

یُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ ۚ﴾ ”یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں۔“ مجاہد، قتادہ اور جویر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول سے مراد وہ وعدہ ہے جو اس نے

اہل حدیبیہ سے فرمایا تھا۔ ① امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ ② ﴿قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ”کہہ دیں کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔“ یعنی تمہارے ساتھ چلنے کے

بارے میں سوال کرنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا اہل حدیبیہ سے وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ﴾ ”پھر عنقریب کہیں گے کہ ہم تم سے حسد کرتے ہو۔“ اس بات سے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ غنیمتوں میں شریک ہوں۔

﴿بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ۝۱۵ ”بلکہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔“ یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کیونکہ ان میں فہم ہی نہیں ہے۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ ثَقَاتُوا لَهُمْ

آپ ان پیچھے چھوڑے جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجیے: عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے

أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ

یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں نیک اجر دے گا، اور اگر تم پھرو گے جیسا کہ اس سے پہلے تم پھرے

مِّن قَبْلُ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ ۱۶ لَيْسَ عَلَى الْأَعْلَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْوَجِ حَرَجٌ

تو وہ تمہیں نہایت دردناک عذاب دے گا ۱۶ (جہاد سے پیچھے رہنے میں) اندھے پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے، اور نہ مریض

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ط ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

پر کوئی گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ ۱۷

اور جو شخص (حق سے) پھرے گا تو وہ اسے نہایت دردناک عذاب دے گا ۱۷

تفسیر آیات: 16، 17

ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا: مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان سخت جنگجو لوگوں سے کون مراد ہیں جن کے ساتھ لڑائی کے لیے بلائے جانے کا یہاں ذکر ہے۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں ان سے مراد ہوازن کے لوگ ہیں۔ ① اس قول کو شعبہ نے ابو بشر سے اور انھوں نے اسے سعید بن جبیر یا عکرمہ یا ان دونوں سے روایت کیا ہے۔ ② اور ایک روایت کے مطابق امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ ان سے مراد ثقیف کے لوگ ہیں، یہ ضحاک کا قول ہے۔ ④ ان سے مراد بنو حنیفہ ہیں، یہ جوہر کا قول ہے۔ ⑤ محمد بن اسحاق نے اسے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ ⑥ اور عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑦ کعب احبار کہتے ہیں کہ ان سے مراد رومی ہیں۔ ⑧ ابن ابولیل، عطاء، حسن اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے ایرانی اور رومی لوگ مراد ہیں۔ ⑨ مجاہد سے روایت ہے کہ ان سے بت پرست مراد ہیں۔ ⑩ انھی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان سے سخت جنگجو لوگ مراد ہیں، کوئی خاص لوگ مراد نہیں۔ ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑪

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثَقَاتُوا لَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ﴾ ”ان سے تم یا تو جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔“ یعنی تمہارے لیے ان سے جہاد اور قتال کا حکم ہے اور ہمیشہ ان کے خلاف جہاد ہوتا رہے گا اور تمہیں ان پر فتح حاصل

① تفسیر الطبری: 108، 107/26 . ② تفسیر الطبری: 108/26 . ③ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی:

272/16 . ④ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 عن سعید . ⑤ تفسیر الطبری: 108/26 عن

الزہری . ⑥ تفسیر الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 . ⑦ تفسیر الطبری: 108/26 . ⑧ تفسیر

الطبری: 108/26 و تفسیر القرطبی: 272/16 . ⑨ تفسیر الطبری: 107/26 . ⑩ الدر المنثور: 66/6 . ⑪ تفسیر

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي

البدن تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان

قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ط

لیا، تو اس نے ان پر ٹھانہایت و تسکین نازل کی اور بدلے میں انھیں قریب کی فتح دی ﴿١٨﴾ اور بہت سی غنیمتیں بھی (عطا کیں) جو وہ حاصل کریں گے۔ اور

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٩﴾

اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿١٩﴾

ہوتی رہے گی یا پھر بغیر قتال کے اپنی مرضی سے وہ تمہارے دین میں داخل ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا: ﴿فَإِنْ تُطِيعُوا﴾ ”پھر اگر تم حکم مانو گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر لپیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکل آؤ گے

اور اس کا پورا پورا حق ادا کرو گے ﴿يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ﴾ ”تو اللہ تم کو اچھا بدلہ

دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلے پھیرا تھا۔“ حدیبیہ کے زمانے میں کہ جب تم کو جہاد کے لیے کہا گیا مگر تم نے شرکت نہ کی

اور پیچھے بیٹھے رہ گئے ﴿يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ ”(تو) وہ تمہیں عذاب دے گا بہت دردناک عذاب۔“

ترک جہاد کے لیے شرعی عذر: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ترک جہاد کے شرعی عذر ذکر فرمائے ہیں کہ ان میں سے کچھ تو

مستقل نوعیت کے ہیں، مثلاً: اندھا پن اور مستقل لنگڑا پن اور کچھ عارضی نوعیت کے، مثلاً: چند دن کے لیے آنے والی بیماری جو

بعد میں ختم ہو جائے تو ایسی بیماری میں مبتلا انسان حالت مرض میں معذور لوگوں میں شمار ہوگا حتیٰ کہ وہ صحت یاب ہو جائے، پھر

اللہ تعالیٰ نے جہاد اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ ۖ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا، اللہ

اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا اور جو روگردانی کرے گا۔“ یعنی جہاد سے منہ موڑ کر اپنے دنیوی مشاغل ہی میں کھویا رہے گا

﴿يُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ ”اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔“ یعنی دنیا میں ذلت و رسوائی میں مبتلا کرے گا اور آخرت

میں آتش جہنم میں۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 18، 19

اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں

سے خوش ہو گیا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان

سعادت مند لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی اور سرزمین حدیبیہ میں یہ ببول کا درخت تھا جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی۔ ﴿١﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے طارق سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن بن العوفؓ نے بیان کیا کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا تو کچھ لوگوں کے پاس

سے میرا گزر ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے

نے حاصل کیں اور اللہ بڑا غالب، حکمت والا ہے۔“

تفسیر آیات: 20-24

بہت سی غنیمتوں کا وعدہ: امام مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا﴾ ”اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آج تک حاصل ہونے والی تمام غنیمتیں ہیں۔^(۱) ﴿فَعَجَلْ لَكُمْ هَذِهِ﴾ ”تو اس نے جلد ہی تمہیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔“ یعنی جلد فتح خیبر سے نواز دیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے،^(۲) ﴿وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ ”اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے۔“ یعنی دشمن تمہارے لیے جنگ و جدال کے جو منصوبے بنا رہے تھے تمہیں ان سے کوئی نقصان نہ پہنچا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھوں کو بھی تمہارے اہل و عیال سے روک رکھا جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے، ﴿وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ ”تاکہ یہ مومنوں کے لیے (اللہ کی) نشانی ہو۔“ تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں کہ بے شک ان کی تعداد کی قلت کے باوجود ان کے تمام دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور اس سے مسلمان یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے انجام کو جانتا ہے اور سر اسر خیر و بھلائی اسی کام میں ہے جسے وہ اپنے مومن بندوں کے لیے پسند فرمائے، گوہ بظاہر انھیں ناپسند ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرة: 216) ”ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بھلی ہو۔“ ﴿وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ ”اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔“ اس کے حکم کی اطاعت، اس کی اطاعت کی اتباع اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کی وجہ سے۔

قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ ”اور دوسری (غنیمتیں دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے اور وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی دیگر غنیمتیں اور فتوحات، جن کی تمہیں قدرت نہیں تھی اللہ تعالیٰ کو ان کی قدرت تھی وہ اس نے تمہارے لیے آسان کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیزگار بندوں کو ایسی ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس غنیمت سے کیا مراد ہے، عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے خیبر مراد ہے،^(۳) اور یہ اس لیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿فَعَجَلْ لَكُمْ هَذِهِ﴾ ”تو اس نے جلد ہی تمہیں یہ (غنیمت) عطا فرمادی۔“ سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں،^(۴) ضحاک، ابن اسحاق اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔^(۵) قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔^(۶) ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^(۷) ابن ابولیل اور حسن بصری رحمہما کا قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے۔^(۸) اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت تک

① تفسیر الطبری: 115/26. ② تفسیر الطبری: 116/26. ③ تفسیر الطبری: 118/26. ④ تفسیر الطبری:

116/26. ⑤ تفسیر الطبری: 119, 118/26. ⑥ تفسیر الطبری: 119/26. ⑦ تفسیر الطبری: 119/26.

⑧ تفسیر الطبری: 118/26.

حاصل ہونے والی ہر فتح اور غنیمت ہے۔^(۱) امام ابو داؤد طیالسی نے ﴿وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے آج تک حاصل ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔^(۲) طبری میں اس سند کے ساتھ آپ کا یہ قول ہے کہ اس سے فتح ایران و روم مراد ہے جبکہ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے آج تک ہونے والی تمام فتوحات مراد ہیں۔

کفار مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾^(۳) ”اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کسی کو دوست نہ پاتے اور نہ مددگار“۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر مشرکین تم سے لڑتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا، لشکر کفر دم دبا کر بھاگ جاتا اور اپنا کوئی دوست و مددگار نہ پاتا کیونکہ ان کی جنگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے مومن بندوں کے خلاف تھی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾^(۴) ”یہی اللہ کی عادت ہے، جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔“ یعنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت و عادت ہے کہ جب بھی فیصلہ کن جگہ پر کفر و ایمان ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں تو اللہ تعالیٰ کفر کے مقابلے میں ایمان کو فتح و نصرت سے سرفراز فرماتا اور حق کو باطل پر سر بلند کر دیتا ہے جیسا کہ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنے دشمنوں اور مشرکوں کے مقابلے میں فتح یاب فرمایا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ساز و سامان کی بھی قلت تھی جبکہ مشرکین کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کے پاس مال و منال کی بھی فراوانی تھی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ ۖ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾^(۵) ”اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔“ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک احسان ہے کہ اس نے مشرکین کے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور انھوں نے مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو لڑائی سے بچالیا اور ان میں صلح پیدا فرمادی جو مومنین کے لیے دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس بارے میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وہ روایت قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے ستر قیدیوں کو لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے باندھ دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: [دَعُوهُمْ، يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَنِهَاةٌ] ”انھیں چھوڑ دو تاکہ“، ”یہی کی ابتدا بھی ان سے ہو اور انتہا بھی۔“ ان کا بیان ہے کہ یہ آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾ اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔^(۶)

(۱) تفسیر الطبری: 118/26. (۲) دلائل النبوة للبيهقي: 163/4 جبکہ مستند أبي داود الطيالسي میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔

(۳) دیکھیے الفتح، آیت: 10 کے ذیل میں عنوان: ”اس عظیم الشان بیعت کا سبب“

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّهُ ط

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا، اور قربانی کے جانوروں کو بھی اپنی قربان گاہ تک پہنچنے سے روک رکھا، اور اگر (مکہ میں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْصِبَكُمْ

کچھ) مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتے جن (کے ایمان) کو تم نہیں جانتے، (اگر یہ خطرہ نہ ہوتا) کہ تم انہیں روند ڈالو گے، پھر بے خبری میں

مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا

ان (کے قتل) کی وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچتی (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۲۵ اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

داخل کرے۔ اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے، ہم انہیں نہایت دردناک عذاب دیتے ۝۲۵ جن لوگوں نے کفر کیا جب

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ

انہوں نے اپنے دلوں میں حمیت (غیرت) پیدا کر لی۔ جاہلیت کی حمیت (غیرت)۔ تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل کی، اور ان کو

التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۲۶

تقویٰ کی بات پر ثابت قدم رکھا، اور وہ اس کے زیادہ متقین اور اہل تھے۔ اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے ۝۲۶

3
11

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن مکہ کے اسی (80) مسلح آدمی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے جبل تنعیم کی طرف سے آدھمکے، ان کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر اچانک حملہ کرنا تھا، آپ نے ان کے لیے بددعا فرمائی تو وہ پکڑ لیے گئے اور عفان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاف فرمادیا اور پھر اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ① اسے امام مسلم نے اپنی صحیح، ابوداؤد نے اپنی سنن اور ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 25، 26

صلح حدیبیہ کی مصلحتیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب و قریش اور ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جنہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اور اپنی تائید و حمایت میں اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا کہ ﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا“، یعنی دوسروں کے بجائے یہی کافر ہیں۔ ﴿وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ”اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا۔“ حالانکہ تم ہی اس کے زیادہ حق دار اور حقیقت میں تم ہی اس کے اہل ہو۔ ﴿وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَجَلَّهُ ط﴾ ”اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔“ یعنی انہوں نے قربانیوں کو بھی اپنی جگہ پہنچنے سے روک دیا اور یہ سراسر ان کی سرکشی اور

① مسند أحمد: 3/122 و 290. ② صحیح مسلم، الجہاد والسير، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾،

حدیث: 1808، و سنن أبی داؤد، الجہاد، باب فی المن علی الأسیر بغیر فداء، حدیث: 2688 و جامع الترمذی،

تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفتح، حدیث: 3264 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ:

①، حدیث: 11510.

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ﴾

نے قربانی کے جانوروں کو قلاہہ پہنا دیا، انھیں اشعار کیا^① اور آپ نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لیا، آپ نے اپنے ایک جاسوس کو جس کا تعلق خزاعہ سے تھا، بھیجا اور وہ روانہ ہو گیا جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو وہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلے کے لیے بہت سی جماعتوں کو جمع کیا حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ساتھ احابش^② کو بھی جمع کر لیا ہے، وہ آپ سے لڑائی کریں گے، آپ کا رستہ روکیں گے اور آپ کو بیت اللہ تک نہیں پہنچنے دیں گے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيَّ، أَتَرُونَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيَّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ؟] ”لوگو! مجھے مشورہ دو، کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال پر حملہ کر دوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔“^③

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [أَتَرُونَ أَنْ نَمِيلَ إِلَى ذَرَارِيَّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَعَانُوهُمْ؟] ”کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم ان لوگوں کے بچوں پر حملہ کر دیں جنھوں نے ان کی مدد کی ہے؟“ [فَإِنْ يَأْتُونَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عُنُقًا) مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَا هُمْ مَّحْرُوبِينَ] ”اگر یہ ہمارے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی ایک جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا ورنہ ہم انھیں اہل و عیال اور مال سے محروم کر کے چھوڑیں گے۔“^④ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ [فَإِنْ قَعَدُوا، قَعَدُوا مَوْتُورِينَ (مَجْهُودِينَ) مَحْزُونِينَ، وَإِنْ نَجَّوْا يَكُونُوا عُنُقًا قَطَعَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، أَمْ تَرُونَ أَنْ نَوْمَ الْبَيْتِ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ فَاتَلَّنَا؟] ”اگر یہ بیٹھے رہے تو یہ تباہ و برباد، شکست خوردہ اور غمزدہ ہو کر رہ جائیں گے اور اگر نجات پا گئے تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس جماعت کو تباہ و برباد کر دے گا یا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے لڑائی کریں؟“^⑤ حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے یا کسی سے لڑنے کا نہیں تھا، آپ بیت اللہ ہی کا قصد فرمائیں جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑائی کریں گے۔“^⑥

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، بلاشبہ ہم عمرہ کرنے کے

① اشعار کے معنی یہ ہیں کہ جوانوں کو چڑھانے کے لیے ان کی دائیں جانب زخم دے کر کچھ خون نکالا جائے اور اسے مل دیا جائے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ ② تحبش کے معنی جمع ہونے کے ہوتے ہیں، احابش سے مراد جزیرے کے کچھ قبائل تھے جو قریش سے جنگ کے لیے بنو لیت کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تحبش نامی ایک پہاڑ کے قریب قریش کے حلیف بنے تھے اور اس پہاڑ کی طرف نسبت کی وجہ سے وہ اس نام سے موسوم کیے گئے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثار لابن الاثیر: 330/1

مادة: حبش. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4178، 4179. ④ پہلا حصہ صحیح ابن حبان، السیر، ذکر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة.....: 216/11، 227، حدیث: 4872، دوسرا حصہ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4178، 4179 اور تو سمین والالفظ السنن الکبریٰ للنسائی، السیر، باب مشاورة الإمام الناس.....: 170/5، 171، حدیث: 8581، 8582 میں ہے۔ ⑤ صحیح ابن حبان، السیر، ذکر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة.....: 216/11، 227، حدیث: 4872 البتہ تو سمین والالفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا۔ ⑥ صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4178، 4179.

لیے آئے ہیں، کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [فَرُّوْهُ حُوًّا إِذَا] ”تو پھر چلو“^① اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [امْضُوا عَلٰی اَسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی] ”پس اللہ تعالیٰ کے نام سے چل پڑو“^② ابھی راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَبِيلٍ لِّقُرَيْشٍ طَلِبَعَةٌ، فَخُذُوا ذَاتَ الْبَيْمَنِ] ”خالد بن ولید قریش کے گھڑ سوار دستے کے ہمراہ (قریش کے) جاسوس کے طور پر آ رہا ہے جو غمیم (جھٹھ اور راغ کے درمیان کی جگہ) میں پہنچ چکا ہے، لہذا تم دائیں طرف کے راستے کی طرف ہو جاؤ۔“ اللہ کی قسم! خالد کو ان کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکا حتیٰ کہ اچانک جب اس نے لشکر کا گرد و غبار دیکھا تو خالد نے قریش کو اس خطرے سے ڈرانے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا لی، نبی اکرم ﷺ آگے ہی کی طرف رواں دواں رہے، حتیٰ کہ آپ جب اس وادی میں پہنچے جس سے ان کے پاس آیا جاتا تھا تو آپ کی سواری بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: ہش ہش مگر اس نے بیٹھے رہنے پر اصرار کیا، لوگوں نے کہا کہ قصوانا فرمان ہو گئی ہے، قصوانا فرمان ہو گئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [مَا خَلَّاتِ الْفُصُوءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلَّتِي، وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ] ”قصوانا نافرمان ہوئی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے اس ذات گرامی نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی کو روک دیا تھا۔“

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُونَنِي حُطَّةً يُعْظَمُونَ فِيهَا حُرْمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أُعْطِيَتْهُمْ إِلَّاهَا] ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ مجھ سے جو بھی مانگیں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس (حرم) میں تعظیم کریں گے تو میں ضرور انھیں وہ عطا کر دوں گا۔“ پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ فوڑا کھڑی ہو گئی، آپ یہاں سے ہٹ کر حدیبیہ کے آخری کنارے پر فروکش ہو گئے جہاں تھوڑا سا پانی تھا اور لوگ اسے وہاں سے تھوڑا تھوڑا لے کر حاصل کر رہے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے تھوڑی ہی دیر میں سارا پانی نکال لیا، پانی ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی گئی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پانی کی جگہ ڈال دیں، واللہ! یہ پانی ان کے لیے جوش مارتا رہا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو کر واپس آئے۔

اسی اثنا میں بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے خاص ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ بدیل نے کہا کہ میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے پانیوں پر ڈیرے ڈال لیے ہیں، ان کے ساتھ نئے نئے بچوں سمیت دودھ دینے والی اونٹنیاں (یا عورتیں اپنے بچوں سمیت) ہیں اور وہ آپ سے لڑائی کریں گے اور بیت اللہ جانے سے روکیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَلَكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنْ قُرَيْشًا قَدْ نَهَكْتَهُمُ الْحَرْبُ وَأَصْرَتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاءُوا مَا دَدْتُهُمْ مَّدَّةً وَيَحْلُوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرُوا أَنْ يَدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي

① مسند أحمد: 328/4 و صحیح ابن حبان، السیر، ذکر ما يستحب للإمام استعمال المهادنة.....: 227-216/11،

حدیث: 4872. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4178، 4179

نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا قَاتِلَ لَهُمْ عَلَى أَمْرِي هَذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالَفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللَّهُ أَمْرَهُ” ہم کسی سے لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، جنگ نے قریش کو کھوکھلا کر رکھا اور اسے بہت نقصان پہنچایا ہے، لہذا اگر وہ چاہیں تو ایک مدت تک ہم انھیں مہلت دے سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اگر میں غالب آ جاؤں تو اگر وہ چاہیں تو اسی گروہ میں شامل ہو جائیں جس میں اور لوگ شامل ہوئے ہیں ورنہ انھیں کچھ مدت تک آرام کا موقع تو مل ہی جائے گا لیکن اگر جنگ کے سوا انھیں کوئی اور صورت قبول ہی نہیں تو اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے اس دین کے معاملے میں ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا سرتن سے جدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو غالب فرمادے۔“ بدیل نے کہا کہ میں آپ کی بات قریش تک پہنچا دوں گا۔

بدیل قریش کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ ہم اس شخص کے پاس سے آئے ہیں اور ہم نے اس کی بات کو سنا ہے اگر تم چاہو تو ہم ان کی بات تمھیں بھی بتا دیتے ہیں، ان کے بے وقوف لوگوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ آپ ہمیں ان کی بات بتائیں، البتہ ان میں سے اصحاب رائے نے کہا کہ تم نے جو سنا ہے اسے بیان کرو، اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے جو سنا تھا سب بیان کر دیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود کھڑے ہو کر کہنے لگے: قوم کے لوگو! کیا تم والد کی طرح نہیں ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا میں تمھارا بیٹا نہیں ہوں! لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: کیا تم مجھ پر کوئی الزام لگاتے ہو! انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ سے نکلنے کے لیے کہا تھا اور جب انھوں نے انکار کیا تو میں اپنے اہل وعیال اور اطاعت گزاروں کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا کہ اس شخص نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، لہذا تم اسے قبول کر لو اور مجھے ان سے مل لینے دو، پس وہ آیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو شروع کر دی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو فرمائی جس طرح آپ نے بدیل بن ورقاء سے گفتگو فرمائی تھی، عروہ نے دوران گفتگو کہا کہ محمد (ﷺ) دیکھو اگر تم اپنی قوم کو تباہ کر دو تو کیا تم نے سنا ہے کہ کبھی کسی عرب نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو؟ اور اگر کوئی دوسری صورت حال ہے تو واللہ! میں کچھ چہروں کو دیکھ رہا ہوں، میں ان مختلف قسم کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو خود بھاگ جائیں گے اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسے جواب دیا: جا! لات کا شاپوس، کیا ہم بھاگ جائیں گے اور انھیں چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابوبکر ہیں، کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلہ نہیں چکایا تو میں تمھاری اس بات کا ضرور جواب دیتا، عروہ نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو شروع کی اور وہ جب بات کرتا تو نبی ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ لیتا تھا، اس وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سر کے پاس کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا، عروہ جب بھی اپنا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ

کی ڈاڑھی مبارک سے پیچھے ہٹاؤ، عروہ نے سراٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے، عروہ نے کہا: غدار! کیا میں تمھاری غداری کے سلسلے میں (ابھی تک) سستی نہیں کر رہا ہوں؟ زمانہ جاہلیت میں مغیرہ بن شعبہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے اور انھوں نے انھیں قتل کر کے ان کے مال کو لوٹ لیا تھا اور پھر وہ آکر مسلمان ہو گئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: [أَمَّا الْإِسْلَامُ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ] ”(تمھارا) اسلام قبول ہے مگر اس مال سے میرا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔“

عروہ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے صحابہ کرام کا بھی کن اکھیوں سے جائزہ لے رہا تھا، اس نے بیان کیا کہ واللہ! صحابہ کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اگر تھوکتے تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا، آپ کوئی حکم فرماتے تو ہر شخص تعمیل کے لیے لپکتا، آپ وضو فرماتے تو وضو کے پانی پر شمع رسالت کے پروانے اس طرح ٹوٹتے کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا اور آپ جب گفتگو فرماتے تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے اور فرط تعظیم و ادب کی وجہ سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں نے کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے درباروں کے جلوے بھی دیکھے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح کہ محمد ﷺ کے ساتھی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہیں، واللہ! اگر وہ تھوک پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی اس کو اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے، آپ کوئی حکم فرماتے ہیں تو ہر کوئی تعمیل کے لیے لپکتا ہے، آپ وضو فرماتے ہیں تو جانثار وضو کے پانی پر اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ لڑائی کا خدشہ ہونے لگتا ہے، آپ گفتگو فرماتے ہیں تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور فرط تعظیم و ادب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، انھوں نے تمھارے سامنے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے، اسے مان لو۔

پھر بنو کنانہ کے ایک شخص نے کہا کہ مجھے اجازت دو، میں آپ کے پاس جاتا ہوں، لوگوں نے کہا تمہیں جانے کی اجازت ہے، جب وہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هَذَا فُلَانٌ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُعَظَّمُونَ الْبُدْنَ، فَاَبْعَثُوْهَا لَهُ] ”یہ فلاں شخص ہے اور اس کا ایک ایسی قوم سے تعلق ہے، جو ہدی کی اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے، لہذا تم اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دو۔“ چنانچہ اس کے لیے قربانیاں کھڑی کر دی گئیں، اور لوگ لبیک کہتے ہوئے اس کے سامنے آئے، جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پکارا ٹھا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اونٹوں کو قلاہ پہنایا اور اشعار کیا گیا ہے، لہذا میری رائے ہے کہ انھیں بیت اللہ سے نہ روکا جائے، پھر ان میں سے مکرز بن حفص نامی ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھے جانے کی اجازت دو، لوگوں نے کہا کہ ہاں تم بھی جاؤ، جب وہ آیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [هَذَا مِكَرَزٌ وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ] ”یہ مکرز ہے جو ایک فاجر شخص ہے۔“ اس نے نبی ﷺ سے گفتگو شروع کر دی کہ اسی اثناء میں سہیل بن عمرو آ گیا۔ معمر نے کہا کہ مجھ سے ایوب نے اور انھوں نے

عکرمہ سے بیان کیا ہے کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [قَدْ سَهِّلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ] ”یقیناً تمہارے لیے تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔“

امام زہری نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا کہ آئیے ہم آپس میں ایک تحریر لکھ لیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا لکھو: [بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ] سہیل نے کہا کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ رحمن کیا ہے، لہذا یہ لکھو: بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ! مسلمانوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم [بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ!] ”اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ“ ہی لکھ دو، پھر آپ نے فرمایا: یہ لکھو: [هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ] ”یہ وہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے معاہدہ کیا۔“ یہ سن کر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی کرتے، لہذا محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھو، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَاللَّهِ! إِنِّي لَرَسُولُ اللَّهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي، أَكْتُبُ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ] ”اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم لوگ میری تکذیب کرو (اور حضرت علی سے فرمایا: تم محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھ دو۔“

امام زہری کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: [لَا يَسْأَلُونَنِي حُطَّةً يُعْظَمُونَ فِيهَا حُرْمَاتُ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا] ”یہ مجھ سے جو بھی ایسی بات کا مطالبہ کریں گے جس سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی اس حرم میں تعظیم کریں تو میں انہیں عطا کر دوں گا۔“ نبی ﷺ نے لکھوایا: [عَلَى أَنْ تُحْلُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَطُوفَ بِهِ] ”اس (شرط) پر کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان رستہ چھوڑ دو تا کہ ہم اس کا طواف کریں۔“ سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے، البتہ آئندہ سال آپ طواف کر سکتے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھی لکھ دیا، پھر سہیل نے کہا کہ یہ بھی لازم ہوگا کہ اگر ہمارے یہاں سے کوئی شخص آپ کے پاس چلا جائے، خواہ وہ آپ ہی کے مذہب پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے۔“ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! اگر کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کو مشرکوں کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں؟

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیوں میں گرتے پڑتے پہنچے وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے آئے تھے اور اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے آگے آکر گرا دیا تھا، سہیل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ] ”ابھی تو ہم نے تحریر مکمل ہی نہیں کی۔“ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے صلح کرنے پر تیار نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: [فَأَجِزْهُ لِي] ”تو یہ مجھے دے دو۔“ اس نے کہا کہ نہیں میں اسے دینے والا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: [بَلَى! فَاَفْعَلْ] ”کیوں نہیں! ایسا کرو۔“ اس نے کہا کہ نہیں، میں یہ نہیں کر سکتا، البتہ مکرز نے کہا کہ کیوں نہیں! ہم یہ آپ کو دیتے ہیں (یا کیوں نہیں! ہم آپ کو اس کی حفاظت کا

وعدہ دیتے ہیں۔) ابو جندل نے کہا: مسلمان ہو کر آ گیا ہوں اور مجھے پھر مشرکوں کے پاس واپس بھیجا جا رہا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انھیں اللہ تعالیٰ کے رستے میں بہت سخت تکلیفیں دی گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَكُنْتُ أُعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي] [بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کروں گا اور وہ میرا مددگار ہے۔] میں نے عرض کی: آپ بیان فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [بَلَى! فَأَخْبَرْتُكَ أَنَا نَاتِيهِ الْعَام؟] [کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟] میں نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ] [تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔] حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں گوارا کریں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص! یہ اللہ کے رسول ہیں، آپ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا، لہذا آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ بیان نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، لیکن کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ اسی سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ضرور بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی اس گفتگو کی وجہ سے بہت سے نیک اعمال کیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس تحریر سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: [قُومُوا فَاَنْحَرُوا، ثُمَّ اُحْلِقُوا] [کھڑے ہو جاؤ، قربانی کرو اور سر کے بال منڈا دو۔] لیکن اللہ کی قسم! ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے پاس لوگوں کے اس طرز عمل کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ اسے پسند فرماتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کوئی بات نہ کریں، اپنے اونٹ کو قربان کر دیں، پھر حجام کو بلا کر سر منڈا دیں، رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، اپنے اونٹ کو نحر کر دیا اور حجام کو بلا کر بال منڈا دیے۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ بھی کھڑے ہو گئے، انھوں نے اپنے اونٹ قربان کر دیے اور ایک دوسرے کے سر کے بال منڈا دیے مگر شدت غم کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل

کردیں گے۔

پھر آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْهُ الْمُؤْمِنَاتُ﴾ سے لے کر ﴿يَعْصِمُ الْكُفَّارُ﴾ (الممتحنہ 10:60) تک آیت کریمہ نازل فرمادی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابوسفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔ پھر نبی ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے تو آپ کے پاس ابوبصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی آئے جو مسلمان تھے، قریش نے اسے طلب کرنے کے لیے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا اور انھوں نے کہا کہ آپ اس عہد کو وفا کریں جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے، آپ نے ابوبصیر کو ان دونوں کے سپرد کر دیا، وہ اسے لے کر روانہ ہو گئے اور جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو انھوں نے وہاں بیٹھ کر کھجوریں کھانا شروع کر دیں، ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے کہا: اے شخص! تمھاری یہ تلوار بہت اچھی ہے، اس نے اسے سونت لیا اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت اچھی ہے میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے، ابوبصیر نے کہا کہ ذرا مجھے بھی تو یہ تلوار دکھائیں، اس نے تلوار دے دی تو ابوبصیر نے اسے ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کا کام تمام کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ چلا گیا حتیٰ کہ دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: [لَقَدْ رَأَىٰ هَذَا دُعْرًا] ”اس نے کوئی خوفناک منظر دیکھا ہے۔“ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو تو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا، تھوڑی دیر بعد ابوبصیر بھی آ گئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا فرمادیا، آپ نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرمادی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: [وَيُلْأَمُهُ! مِسْعَرٌ حَرْبٍ لَّوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ] ”اس پر تعجب! (یہ تو) جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، کاش! اس کے ساتھ کوئی ہو (جو اس کی نصرت و حمایت کرے)۔“

ابوبصیر نے آپ کا جب یہ فرمان سنا تو اسے معلوم ہو گیا کہ آپ دوبارہ پھر اسے ان کی طرف واپس لوٹا دیں گے تو وہ مدینہ سے روانہ ہو کر ساحل سمندر پر چلے گئے، ابو جندل بن سہیل بھی مکہ سے بھاگ کر آ گئے اور ابوبصیر کے ساتھ مل گئے اور پھر قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا وہ ابوبصیر کے پاس آ جاتا حتیٰ کہ اس طرح ایک جماعت بن گئی اور جب بھی انھیں شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی قافلے کا علم ہوتا تو یہ اس کا رستہ روک لیتے، قافلے والوں کو قتل کر کے ان کے مال لے لیتے، اس سے قریش اس قدر تنگ آ گئے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں اور ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ گیا وہ امن میں ہوگا، نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلا لیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَآَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ سے ﴿الْحِمَىٰ حَبِطَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ تک وحی نازل فرمائی۔ قریش کی ضد یہ تھی کہ انھوں نے اس بات کا اقرار نہ کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں انھوں نے تحریر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کی اجازت نہ دی،

پھر وہ مسلمانوں کے رستے میں حائل ہو گئے اور انھوں نے بیت اللہ جانے اور طواف کرنے کی اجازت نہ دی۔⁽¹⁾ اس طرح بخاری نے اسے ذکر کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے الجامع الصحیح کی کتاب التفسیر،⁽²⁾ عمرۃ الحدیبیہ،⁽³⁾ حج⁽⁴⁾ اور کئی دیگر مقامات پر بیان فرمایا ہے۔⁽⁵⁾ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حبیب بن ابوثابت سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو وائل سے جا کر (خوارج کے بارے میں) پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم صفین (جہاں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی ہوئی) میں تھے کہ ایک شخص نے کہا: تمہارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے جو (صلح کے لیے) کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں (پھر آپ کیا کریں گے؟) علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں ٹھیک ہے (میں اس پر عمل کے لیے تیار ہوں لیکن خوارج نے، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس کے خلاف آواز اٹھائی) تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے آپ کو متم سمجھو، ہم نے تو حدیبیہ کے دن نبی ﷺ اور مشرکین میں صلح ہوتے ہوئے بھی دیکھی ہے، اگر ہم چاہتے تو لڑائی بھی کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر ہم اپنے دین میں یہ دوں ہمتی کیوں دکھائیں کہ واپس چلے جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ابھی تک فیصلہ ہی نہیں فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: [يَا اَبْنَ الْخَطَّابِ! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِیَ اللّٰهُ اَبَدًا] ”ابن خطاب! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسردگی کے عالم میں واپس آ گئے، ان سے صبر نہ ہو سکا حتیٰ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بھی کہنے لگے: ابو بکر! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابن خطاب! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح نازل فرمادی۔⁽⁶⁾ امام بخاری نے اس حدیث کو الجامع الصحیح کے کئی دیگر مقامات پر بھی روایت کیا ہے، نیز اسے امام مسلم اور امام نسائی رحمہما اللہ نے کئی دیگر سندوں کے ساتھ ابو وائل سفیان بن سلمہ کے واسطے سے سہل بن حنیف سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔⁽⁷⁾ بعض روایات

(1) صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجہاد.....، حدیث: 2731، 2732. (2) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِذْ يَبْكَوْنَ لَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح 48: 18)، حدیث: 4844. (3) صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4180، 4181. (4) صحیح البخاری، الحج، باب من أشعر وقلدبذی الحلیفة.....، حدیث: 1694، 1695. (5) صحیح البخاری، الحزبة والموادعة، باب: 18، حدیث: 3182. (6) صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِذْ يَبْكَوْنَ لَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح 48: 18)، حدیث: 4844. (7) صحیح البخاری، الحزبة والموادعة، باب: 18، حدیث: 3182 والمغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث: 4189 والاعتصام بالكتاب والسنة، حدیث: 7308 و صحیح مسلم، الجہاد والسير، باب صلح الحديبية، حدیث: 1785 والسنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب ﴿هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الفتح 48: 4)، حدیث: 463/6، حدیث: 11504.

میں یہ الفاظ ہیں: لوگو! اپنی رائے کا جائزہ لو، میں نے تو ابوجندل کے دن کو بھی دیکھا تھا، اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کی مخالفت کی استطاعت ہوتی تو میں ابوجندل سے متعلق آپ کے فرمان کی مخالفت کرتا۔⁽¹⁾ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سورہ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں یہ سورہ مبارکہ پڑھ کر سنائی۔⁽²⁾

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے صلح کر لی، قریش کے وفد میں سہیل بن عمرو بھی تھے، نبی ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ] "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لکھو۔" تو سہیل نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا ہے، لہذا [بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ] لکھو جسے ہم جانتے ہیں، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ] "لکھو کہ (یہ معاہدہ) محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔" تو سہیل نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے، لہذا اس تحریر پر اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [اُكْتُبْ: مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ] "یہ لکھ دو کہ (یہ معاہدہ) محمد بن عبد اللہ کی طرف سے ہے۔" قریش نے نبی ﷺ سے یہ شرط بھی بیان کی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آیا تو ہم اسے تمھاری طرف نہیں لوٹائیں گے، البتہ ہمارا جو شخص تمھارے پاس آیا تو تم اسے لوٹانے کے پابند ہو گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ لکھا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، إِنَّهُ مِنْ ذَهَبٍ مِنَّا إِلَيْهِمْ، فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ] "ہاں، ہم میں سے جو شخص ان کے پاس چلا جائے گا، پس اسے اللہ تعالیٰ نے دور فرما دیا۔"⁽³⁾ اسے مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔⁽⁴⁾

امام احمد ہی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب فرقہ حروریہ کے لوگوں نے خروج شروع کیا تو وہ الگ ہو گئے، میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح کر لی اور حضرت علی سے فرمایا تھا: [اُكْتُبْ يَا عَلِيُّ! هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ] "علی! لکھو کہ یہ ہے وہ (معاہدہ) جس کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔" قریش نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے لڑائی ہی نہ کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمَحُّ يَا عَلِيُّ! اللَّهُمَّ! إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّي رَسُولُكَ، أُمَحُّ يَا عَلِيُّ! وَ اُكْتُبْ: هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ] "علی! (ان الفاظ کو) مٹا دو، اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ یقیناً میں تیرا رسول ہوں، علی! مٹا دو اور یہ لکھو کہ یہ ہے وہ معاہدہ جس کے مطابق محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے۔" اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ علی سے بہتر تھے آپ نے اپنے نام کے الفاظ مٹا دیے اور ان الفاظ کے مٹانے کے یہ معنی تو نہیں تھے کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کو نبوت سے مٹا دیا، کیا میں تمھارے اعتراض سے نکل چکا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔⁽⁵⁾ اسی طرح اسے ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے۔⁽⁶⁾

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية، حديث: 4189 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح

الحديبية، حديث: (95) 1785. ② صحيح البخاری، الحزبة والموادعة، باب: 18، حديث: 3182. ③ مسند أحمد:

268/3. ④ صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1784. ⑤ مسند أحمد: 342/1.

⑥ سنن أبي داود، اللباس، باب لباس الغليظ، حديث: 4037 مختصراً جداً.

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّعْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ

البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم اپنے سرمنڈاتے اور بال کترواتے ہوئے اس کی حالت میں مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ

مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے، تم (کسی سے) نہ ڈرتے ہوگے، چنانچہ اللہ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے، لہذا اس نے اس سے

ذَلِكَ فَتَحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

پہلے ایک فتح جلد ہی عطا کر دی ﴿27﴾ اور وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب

الدِّينِ كُلِّهِ ط وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾

ادیان پر غالب کر دے، اور اللہ بطور گواہ کافی ہے ﴿28﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ نحر فرمائے جن میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا، جب اسے بھی بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا گیا تو اس نے اس طرح اشتیاق کا اظہار کیا جس طرح وہ اپنے بچوں سے ملاقات کے لیے مشتاق ہوتا ہے۔ ﴿1﴾

تفسیر آیات: 28، 27

نبی ﷺ کے خواب کی صداقت: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں تشریف لے گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا ہے، آپ نے مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے اس خواب کے بارے میں بتایا اور جب صحابہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے تو کسی کو بھی اس خواب کی اس سال تعبیر واقع ہونے میں شک نہیں تھا لیکن جب صلح کا واقعہ پیش آیا اور اس سال صحابہ واپس آ گئے اور اگلے سال عمرہ کا پروگرام بنا تو اس سے بعض صحابہ کرام کے دل میں کئی خیالات پیدا ہوئے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوالات بھی پوچھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ نے تو فرمایا تھا: ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف بھی کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلی، (أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامُ؟) [ہاں! لیکن کیا میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ] ”تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعینہ یہی جواب دیا تھا۔ ﴿2﴾ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّعْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ ”البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ البتہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا۔“ ان شاء اللہ کے الفاظ خبر کی تحقیق و تاکید کے لیے ہیں، استثناء سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

﴿1﴾ مسند أحمد: 315، 314/1 اس کی سند محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ﴿2﴾ صحيح البخاري، الشروط،

باب الشروط في الجهاد.....، حديث: 2732، 2731 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 332-328/4 عن المسور بن

مخرمة ومروان بن الحكم میں ہیں۔

کے قریب پہنچے تو آپ نے گھڑ سوار دستے اور اسلحے کے ساتھ محمد بن مسلمہ کو اپنے آگے روانہ فرمادیا، مشرکین نے جب دیکھا تو شدید مرعوب ہو گئے اور انھوں نے سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ ان پر حملہ آور ہوں گے اور آپ نے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہد توڑ دیا ہے، انھوں نے اہل مکہ کو اس کی خبر دی مگر رسول اللہ ﷺ نے مزالظہر ان پر پڑاؤ ڈال دیا تھا جہاں سے حرم کے نشانات نظر آرہے تھے، آپ نے کمائیں، نیزے، تیر اور دیگر اسلحہ بَطْنِ يَاجُجِ^① بھیج دیا اور آپ مکہ مکرمہ کی طرف تلواروں کو میانوں میں ڈالے ہوئے روانہ ہوئے جیسا کہ قریش کے ساتھ شرائط معاہدہ میں طے ہوا تھا، ابھی آپ رستے ہی میں تھے کہ قریش نے مکرز بن حفص کو بھیجا اور اس نے کہا: اے محمد! ہم نے تو کبھی آپ کو عہد شکنی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ آپ اسلحے، کمائوں اور تیروں کے ساتھ آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اسلحہ ہمارے پاس نہیں ہے، اسے ہم نے ”یا جج“ بھیج دیا ہے، اس نے کہا یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو نیکی اور وفا ہی کے ساتھ جانتے ہیں۔

سرداران قریش رات کو غصے اور کینے کی وجہ سے مکہ سے باہر نکل گئے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو نہ دیکھ سکیں اور اہل مکہ سے دیگر مرد، عورتیں اور بچے رستوں اور گھروں کی چھتوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کو دیکھنے لگے، رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کے آگے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبلیہ پڑھ رہے تھے، قربانی کے جانوروں کو ذی طوی^② کی طرف بھیج دیا گیا، آپ اپنی اسی اونٹنی قصوا پر سوار تھے جس کو حدیبیہ کے سال سواری کا شرف بخشا تھا۔^③ عبداللہ بن رواحہ انصاری، رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

بِاسْمِ الَّذِي لَا دِينَ إِلَّا دِينُهُ بِاسْمِ الَّذِي مُحَمَّدٌ رَسُولُهُ

”اس ذات پاک کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین نہیں اور اس ذات اقدس کے نام سے، حضرت محمد ﷺ جس کے رسول ہیں۔“

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ

”اے کافروں کے بیٹو! آپ کے رستے کو چھوڑ دو آج آپ کے حکم کے مطابق ہم تمہیں ماریں گے۔“

كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ

① يَاجُجِ مکہ مکرمہ سے تین میل کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے اور یہ جگہ عبداللہ بن زبیر کی منازل میں سے ایک تھی۔ دیکھیے النہایۃ فی غریب الحدیث والثر لابن الاثیر: 291/5، مادة: يَاجُجِ. ② ذی طوی باب مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لیے یہاں غسل کرنا مستحب ہے۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والثر لابن الاثیر: 147/3 مادة: طوا (مترجم) جیسا کہ صحیح البخاری، الحج، باب الاغتسال عند دخول مكة، حدیث: 1573 میں نافع رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان فرماتے ہیں: جب ابن عمر رضی اللہ عنہما قریب ترین حرم میں داخل ہو جاتے تو تبلیہ پڑھنا بند کر دیتے، پھر ذی طوی مقام میں رات گزار کر صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ③ کتاب المغازی للواقدي، غزوة القضية: 188، 187/2 و دلائل النبوة للبيهقي، باب ماجرى في أمر الهدايا والأسلحة المغازی للواقدي، 321 و 315، 314/4 و السيرة النبوية لابن هشام، عمرة القضاء: 13، 12/4 و فتح الباری: 500، 499/7، تحت الحديث: 4252.

”جیسا کہ اس کے قرآن کے مطابق ہم تمہیں ایسی کاری ضرب لگائیں گے جس سے سرتن سے جدا ہو جائیں گے۔“

وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي تَنْزِيلِهِ

”ایسی ضرب جو دوست سے دوست کو بھلا دے گی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں یہ نازل فرمایا ہے۔“

فِي صُحُفٍ تُتْلَىٰ عَلَىٰ رَسُولِهِ بِأَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ

”(یعنی) ایسے صحیفوں میں جو اس کے رسول پر پڑھے جاتے ہیں کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو۔“

يَا رَبِّ! إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

”اے میرے رب! میں اسی کے فرمان پر ایمان رکھتا ہوں۔“ یہ اشعار مختلف روایات کا مجموعہ ہیں۔^①

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ میں تشریف لائے تو یثرب کے بخاری کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور وہاں انھیں خراب آب و ہوا کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس لیے مشرکین نے کہا کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور وہاں انھیں برے حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے، مشرکین حجر کی جانب بیٹھ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کے بارے میں نبی ﷺ کو مطلع فرمادیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر تیز رفتاری کے ساتھ کندھے ہلا ہلا کر لگائیں تاکہ مشرکین ان کی طاقت و قوت کا مشاہدہ کر لیں، صحابہ کرام نے تعمیل ارشاد میں تین چکر اسی انداز سے لگائے، آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ دنوں رکنوں کے درمیان عام چال چلیں کیونکہ وہاں انھیں مشرکین دیکھ نہیں سکتے تھے، نبی ﷺ نے تمام چکروں میں رمل کا حکم ان پر شفقت کی وجہ سے نہیں دیا۔ مشرکین نے جب صحابہ کرام کو اس انداز سے طواف کرتے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ان لوگوں کے بارے میں تم یہ کہتے ہو کہ انھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، حالانکہ یہ تو فلاں فلاں چیزوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔^② اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔^③

ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم چار ذوالقعدہ کی صبح کو مکہ میں تشریف لائے، مشرکین نے کہا کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، اس لیے نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دے دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر رمل کے ساتھ لگائیں اور ان پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے آپ نے طواف کے تمام چکروں میں

① جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی إنشاد الشعر، حدیث: 2847 و سنن النسائی، مناسک الحج، باب إنشاد

الشعر فی الحرم..... حدیث: 2876 و صحیح ابن حبان، السیر، ذکر الإباحة للإمام إزارکب.....: 380، 379/10

حدیث: 4521 و مجمع الزوائد، المغازی و السیر، باب الحدیث و عمره القضاء: 147، 146/6، حدیث: 10189 و دلائل

النہی للبیہقی، باب کیف کان قدومه بمکہ و طوافه بالبيت.....: 322/4، 325، ان دیے گئے حوالوں میں اشعار کی ترتیب

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ترتیب سے کچھ مختلف ہے۔ ② مسند أحمد: 1/295، 294/1. ③ صحیح البخاری، المغازی، باب

عمره القضاء، حدیث: 4256 و صحیح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین.....، حدیث: 1266.

رہل کے اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔^(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب سال امن میں تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا: [اُرْمُلُوا، لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ] ”رہل کرو تاکہ مشرکین ان کی قوت کا مشاہدہ کر سکیں۔“ مشرکین اس وقت قُبَيْعَانَ کی طرف بیٹھے تھے۔^(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی اس لیے کی تھی تاکہ مشرکین آپ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔^(۳) اور امام بخاری ہی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کے لیے روانہ ہوئے مگر کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، اسی لیے آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نحر کر دیا اور حدیبیہ میں سرمنڈا دیا اور ان سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آپ آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں گے، پس آپ آئندہ سال مکہ مکرمہ میں اس طرح داخل ہوئے جیسا کہ معاہدہ صلح میں طے ہوا تھا کہ آپ تلواروں کے سوا دیگر ہتھیار اٹھائے ہوئے نہیں ہوں گے اور قیام بھی اس قدر کریں گے جتنا کفار قریش چاہیں گے، پس آپ نے آئندہ سال عمرہ ادا فرمایا اور مکہ میں اس طرح تشریف لائے جیسا کہ معاہدہ صلح میں طے ہوا تھا، جب آپ نے تین دن قیام فرمایا تو مشرکین نے مطالبہ کیا کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو آپ تشریف لے گئے۔^(۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَبَجَلْ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتَحًا قَرِيبًا﴾ ”جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرادی۔“ یعنی تمہارے مکہ مکرمہ سے واپس چلے جانے اور پھر آئندہ سال آنے میں جو خیر و بھلائی اور مصلحت تھی وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھی مگر تم اسے نہیں جانتے تھے۔ ﴿فَبَجَلْ مِنْ دُونِ ذَلِكَ﴾ ”سو اس نے اس سے پہلے ہی کرادی۔“ یعنی نبی ﷺ کے خواب میں تم سے جس فتح کا وعدہ کیا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی عطا فرمادی اور اس سے مراد وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمن مشرکین کے مابین ہو گئی تھی۔

دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو بشارت دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور باقی اہل زمین پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ ”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا۔“ یعنی علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ نہ ساری شریعت دوہی چیزوں پر مشتمل ہے، یعنی علم و عمل پر۔ اور علم شرعی ہی صحیح علم اور عمل شرعی ہی مقبول عمل ہے، اس کی خبریں حق اور اس کے اوامر و نواہی کے احکام مبنی بر عدل ہیں، ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ ”تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔“ یعنی روئے زمین کے عرب و عجم، تمام مشرکین اور دیگر تمام ادیان کے ماننے والوں پر اس دین کو غالب کر دے، ﴿وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ ”اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔“ اس بات پر کہ وہ اس کے رسول ہیں اور اللہ ہی رسول ﷺ کا مددگار ہے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

(۱) صحیح البخاری، الحج، باب کیف كان بدء الرمل؟ حدیث: 1602 و صحیح مسلم، الحج، باب استحباب

استلام الركبتين.....، حدیث: 1266۔ (۲) صحیح البخاری، المغازی، باب عمرة القضاء، حدیث: 4257 و صحیح

مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركبتين.....، حدیث: (241)-1266۔ (۳) صحیح البخاری، المغازی، باب عمرة

القضاء، حدیث: 4257 و صحیح مسلم، الحج، باب استحباب استلام الركبتين اليمانيين.....، حدیث: (241)-1266۔

(۴) صحیح البخاری، الصلح، باب الصلح مع المشركين، حدیث: 2701۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع و سجود کرتے سجدًا یَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِبْغًا فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط

دیکھیں گے، وہ اللہ کا فضل اور (اس کی) رضامندی تلاش کرتے ہیں، ان کی خصوصی پہچان ان کے چہروں پر سجدوں کا نشان ہے، ان کی یہ صفت تورات

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ ۖ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْعُهُ فَازْدَرَا فَاُتَغْلَظُ

میں ہے، اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کے مانند ہے جس نے اپنی کپیل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ (پودا) موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا

فَاُسْتَوٰى عَلَى سُوْقِهِ يُعْجَبُ الزُّرَّاعُ لِيُغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کھڑا ہو گیا، کسانوں کو خوش کرتا ہے، (اللہ نے یہ اس لیے کیا) تاکہ ان (صحابہ کرام) کی وجہ سے کفار کو خوب غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو

وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے ۝۲۹

تفسیر آیت: 29

مؤمنین کی صفات: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ ”محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔“ یہ مبتدا اور خبر ہے اور یہ ہر وصف جمیل پر مشتمل ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ ”اور جو لوگ ان کے

ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں (اور) آپس میں رحمدل۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (المائدة: 54) ”تو اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ لوگ اس سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے ہوں گے اور کافروں سے

تختی سے پیش آنے والے۔“ یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور درشت ہوتے ہیں اور اخیر کے مقابلے میں رحمدل اور نیکو کار، کافر کے لیے نہایت غضبناک اور ترش رو جبکہ اپنے مومن بھائی کے لیے نہایت ہنس مکھ، ہشاش بشاش جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ (التوبة: 123)

”اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو اور وہ تم میں تختی (اور قوت جنگ) معلوم کریں۔“ اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ (كَمَثَلِ) الْحَسَدِ (الْوَّاحِدِ)، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ غَضُوهُ تَدَاخَى لَهُ سَائِرُ الْحَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمَى﴾ [”مومنوں کی باہمی محبت و رحمدلی کی مثال ایک جسم کی مثال کی طرح ہے کہ اگر اس کا ایک عضو شکایت محسوس کرے تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔“] اور فرمایا: ﴿

① پہلی تفسیر والالفظ صحیح البخاری، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حدیث: 6011، دوسری تفسیر والالفظ آداب

الصحة لأبي عبد الرحمن السلمی، حدیث: 2 اور باقی حدیث صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تراحم المؤمنین

و تعاطفهم.....، حدیث: 2586 عن النعمان بن بشیر ؓ کے مطابق ہے۔

[الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا] ”مومن مومن کے لیے ایک دیوار کے مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔“ یہ بات بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے دکھایا۔^(۱) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَرْهَمُ رُكْعًا سَجْدًا يَلْبَتُونَ فُضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾ ”(اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوش نودی طلب کر رہے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے کثرت عمل اور کثرت نماز کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے اور نماز ہی بہترین عمل ہے اور پھر ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نماز سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس سے بے پایاں اجر و ثواب کا حصول ہوتا ہے جو جنت کی صورت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل، وسعت رزق اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی پر مشتمل ہے اور رضائے الہی کا حصول دیگر تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ (التوبة: 72) ”اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر (نعمت) ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَيَبَاهُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنَ آثَرِ السُّجُودِ﴾ ”(کثرت) سجد کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔“ علی ابن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے چہروں کی نشانی ان کی اچھی سیرت ہے۔^(۲) مجاہد اور کئی دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ ان کی نشانی خشوع اور تواضع ہے۔^(۳) بعض نے کہا ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور، چہرے میں ضیاء، رزق میں کشادگی اور لوگوں کے دلوں میں محبت ہو جاتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جو بات بھی چھپائے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے خدو و خال اور اس کی نوک زبان سے نمایاں فرمادیتا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنْ الْهَدَى الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْإِقْتَصَادَ، جُزْءٌ مِّنْ خَمْسَةِ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِّنَ النَّبْوَةِ [بلاشبہ صالح طرز زندگی، نیک سیرت اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔]^(۴) اسے ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے۔^(۵) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص اور اعمال صالح تھے، جو بھی انھیں دیکھتا تو ان کی سیرت و کردار سے بہت خوش ہوتا، امام مالک، اللہ ان سے راضی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نصاریٰ جب شام فتح کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتے تو کہتے: اللہ کی قسم! ہمارے علم کے مطابق یہ لوگ حواریوں سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات درست تھی کیونکہ اس امت کی عظمت کو سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے عظیم ترین اور افضل انسان ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے سابقہ آسمانی کتابوں اور اخبار متداولہ میں ان کے ذکر کو دوام بخش دیا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں بھی بیان فرمایا ہے: ﴿ذَلِكَ مَثَلَهُمْ فِي التَّوْرَةِ﴾ ”ان

(۱) صحیح البخاری، المظالم، باب نصر المظلوم، حدیث: 2446 و صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تراحم

المؤمنین.....، حدیث: 2585 عن أنس بن مولى الأشعري. (۲) تفسیر الطبري: 143/26. (۳) تفسیر الطبري: 143/26. (۴) مسند أحمد: 296/1. (۵) سنن أبي داود، الأدب، باب فی الوقار، حدیث: 4776.

کے یہی اوصاف تورات میں (مترجم) ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْآيَاتِ كَذُرْجٍ أَخْرَجَ شَطْطَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ ”اور انجیل میں ان کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی۔“ یعنی کھیتی نے اپنی شاخیں نکالیں، انھیں مضبوط کیا، چنانچہ وہ پلی بڑھیں اور کھیتی لہلہانے لگی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تائید و حمایت اور نصرت میں کوئی کمی نہ آنے دی، ابتدا میں ان کی حالت ایسی تھی جیسے کھیتی کی ابتدائی کونپلوں کی ہوتی ہے۔ ﴿لِيُعْظِیْهُمْ الْكَفَّارَةُ﴾ ”تا کہ وہ ان سے کافروں کو غضبناک کرے۔“ اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمہ اللہ نے استدلال فرمایا ہے کہ روافض کافر ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ کے مطابق صحابہ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے بھی اس استدلال میں امام مالک رحمہ اللہ سے اتفاق کیا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی شان میں گستاخی کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں، بہر حال ان کی عظمت شان کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی اور ان سے اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ ”جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے بے پایاں اجر و ثواب اور پاکیزہ رزق کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ بالکل حق اور سچ ہے کہ ان میں کوئی کمی بیشی اور تبدیلی نہیں ہو سکتی اور جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی انھی کے حکم میں ہے، البتہ انھیں وہ فضیلت، سبقت اور کمال حاصل ہے کہ امت میں سے اور کوئی ان کے مقام و مرتبے کو نہیں پاسکتا۔

امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ] ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو، میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف مد کے اجر و ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔“ ①

سورہ فتح کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سورہ حجرات

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ
اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے

عَلِيمٌ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
والا ہے ① اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے

لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ②
تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر تک نہ ہو ②
إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
بلاشبہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔

لِلتَّقْوَى ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③

ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے ③

تفسیر آیات: 3-1

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے معاملہ کرتے ہوئے وہ آپ کی عزت و احترام اور شان و عظمت کو ملحوظ رکھیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو“، یعنی آپ ﷺ سے پیش قدمی نہ کیا کرو بلکہ تمام امور و معاملات میں آپ کے پیچھے پیچھے چلو۔ علی بن ابوطالب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿لَا تَقْصِدُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔ ① امام قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کہ اے کاش! فلاں فلاں چیز کے بارے میں وحی نازل ہو، اے کاش! یہ بات اس طرح صحیح ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا۔ ②

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ ان امور میں جن کا اس نے تم کو حکم دیا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ﴾ ”بے شک اللہ بڑا سنتا ہے“ تمہارے اقوال کو، ﴿عَلِيمٌ﴾ ”خوب جانتا ہے“ تمہاری نیتوں کو۔

آیت کا سبب نزول اور تعظیم نبی ﷺ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ ”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔“ یہ دوسرا ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کریں، روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ شیخین حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔^①

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ قریب تھا کہ دونیک آدمی ہلاک ہو جاتے، یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کہ ان کی آوازیں اس وقت نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہو گئی تھیں جب بنی تمیم کا وفد آیا تھا، ان میں سے ایک نے کہا کہ بنو جاشع کے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے جبکہ دوسرے نے کسی اور شخص کا نام پیش کیا۔ نافع نے کہا کہ مجھے ان کا نام یاد نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا ارادہ تو میری مخالفت ہے، انھوں نے کہا کہ نہیں میرا ارادہ آپ کی مخالفت نہیں، پس اسی اثنا میں غیر شعوری طور پر ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ ”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ تم ان سے اونچی آواز میں بات کرو، اپنے ایک دوسرے سے آواز بلند کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر پست آواز میں بات کرتے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے: عمر! کیا کہہ رہے ہو؟ جبکہ ابن زبیر نے اپنے نانا یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا ذکر نہیں کیا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔^② صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ بنو تمیم کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ قعقاع بن معبد کو ان کا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر کر دیں..... یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں۔^③

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں آپ کو خبر لا دیتا ہوں، وہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں، انھوں نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ بہت بری بات ہے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کے عمل رایگاں ہو گئے اور وہ جہنمی ہیں، اس شخص نے نبی ﷺ کی

① الدر المنثور: 85/6 ملخصاً. ② صحيح البخارى التفسير، باب: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(الحجرات: 49: 2)، حدیث: 4845. ③ صحيح البخارى التفسير، باب: إِنَّ الَّذِينَ يَكَادُونَكَ مِنْ ذُرَّاءِ الْحُجْرَتِ

(الحجرات: 49: 4)، حدیث: 4847.

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ثابت نے یہ یہ باتیں کی ہیں، موسیٰ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ ثابت کے پاس ایک عظیم بشارت دے کر بھیجا اور فرمایا: [إِذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلَكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْحَنَّةِ] ”ان کے پاس جاؤ، پس ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔“ اس حدیث کو بھی صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے، امام مسلم نے نہیں۔^①

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ سے لے کر ﴿وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾^② تک نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شمس، جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، کہنے لگے کہ میری آواز بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، لہذا میں جہنمی ہوں کیونکہ میرے سارے اعمال رائیگاں ہو گئے ہیں، پھر وہ غمزہ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی غیر حاضری کو محسوس فرمایا تو کچھ لوگوں نے انھیں جا کر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھاری غیر حاضری کو محسوس فرمایا ہے، تمھیں کیا ہوا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند تھی، میں بہت زور سے بات کیا کرتا تھا، میرے عمل رائیگاں ہو گئے اور میں جہنمی ہو گیا ہوں، لوگوں نے نبی ﷺ کو جا کر ثابت کی یہ باتیں بتائیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا، بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَنَّةِ] ”نہیں وہ جہنمی نہیں بلکہ وہ تو جنتی ہیں۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انھیں اپنے درمیان میں چلتے ہوئے دیکھتے تو ہم جانتے تھے کہ یہ شخص جنتی ہے، اس سلسلے میں جنگ یمامہ میں یہ انکشاف ہوا کہ ثابت بن قیس بن شمس اس شان سے میدان میں آئے کہ حوط لگا رکھا اور کفن پہن رکھا تھا اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو برا عادی بنادیا ہے، پھر انھوں نے ان سے لڑائی کی حتیٰ کہ جام شہادت نوش فرما گئے۔^③

تعلیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اس طرح دور سے آپ ﷺ کے ساتھ بات کرنے سے منع فرمادیا ہے جس طرح انسان اپنے کسی دوسرے مخاطب سے بات کرتا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ سے سکون، وقار اور تعلیم کے ساتھ بات کی جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ ”اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (النور: 63:24) ”مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

تعلیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾^④ ”ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“ یعنی ہم نے تمھیں ان کے پاس آواز بلند کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ وہ اس سے ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ ان کے ناراض ہونے سے اللہ بھی ناراض ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے اعمال برباد کر دیتا ہے جو اسے ناراض کرے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں

إِنَّ الَّذِينَ ينادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا

بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ④ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے،

حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ⑤ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ⑥

حتیٰ کہ آپ (خود ہی) ان کی طرف نکلتے، تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑤

ہے: [إِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رَضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا (فَيَكْتُمُ اللَّهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ) وَإِنَّ (الرَّجُلَ) لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي (النَّارِ أَبَدًا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)]
”آدمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ایک بات کہہ دیتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے اور ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک بات کہتا ہے اور وہ اس پر غور بھی نہیں کرتا لیکن وہ اس ایک بات کی وجہ سے آگ میں اس سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے جتنا کہ آسمان اور زمین میں فاصلہ ہے۔“ ①

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آواز پست رکھنے کی تلقین فرمائی، اس کی ترغیب دی اور اس کی طرف رہنمائی کرتے

ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ أَوْامِرَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ط﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے

لیے آزمایا ہے۔“ یعنی ان دلوں کو اس نے تقوے کے لیے خالص کر لیا اور تقوے کا اہل و محل قرار دے دیا ہے، ﴿لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

وَاجِرٌ عَظِيمٌ ③﴾ ”ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ امام احمد نے کتاب الزہد میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ انھوں

نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا: اے امیر المؤمنین! یہ فرمائیں کہ ایک شخص معصیت چاہتا ہی نہیں اور نہ اس کے مطابق

عمل کرتا ہے، وہ افضل ہے یا وہ جو معصیت کو چاہتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب

میں لکھا کہ جو لوگ معصیت کو چاہتے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، وہ اس آیت کریمہ کے مصداق ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاجِرٌ عَظِيمٌ ③﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوے کے لیے

آزمایا ہے، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ ②

تفسیر آیات: 54، 4

نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو

نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے تھے، حُجُرَات سے مراد ازواج مطہرات کے گھر ہیں اور یہ باہر سے آواز دینے

① پہلی اور تیسری توسین والا لفظ مسند احمد: 469/3 اور دوسری توسین والا جملہ جامع الترمذی، الزہد، باب ماجاء فی قلة

الکلام، حدیث: 2319 عن بلال بن الحارث ؓ جبکہ چوتھی توسین والے الفاظ صحیح مسلم، الزہد، باب حفظ اللسان،

حدیث: (50) 2988 میں ہیں، البتہ اس میں [السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] کے بجائے [الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ] ہے اور باقی حدیث صحیح

البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: 6478 عن أبی ہریرۃ ؓ کے مطابق ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

اے ایمان والو! اگر کوئی نافرمان تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو (تاکہ) تم کسی قوم کو نادانی سے تکلیف (نہ) پہنچاؤ

فَتُصِيبُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نِدْمٌ ۖ ۞ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي

کہ پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے پھر ۞ اور جان لو! بلاشبہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری اطاعت کریں

كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنَتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ

(تو) یقیناً تم مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے، اور اس نے اسے تمہارے دلوں میں آراستہ پیراستہ کر دیا ہے،

إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ۚ ۞ فَضَلَّ اللَّهُ مِّنَ اللَّهِ

اور اس نے تمہارے لیے کفر و فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے (اور) یہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں ۞ اللہ کے فضل اور احسان سے،

وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۞

اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ۞

والے غیر مہذب بدو تھے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَا تَرَوْهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ④ ”ان میں اکثر بے عقل

ہیں۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ﴾ ⑤ ”اور اگر وہ یقیناً صبر کیے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔“ یعنی اس میں

ان کے لیے دنیا و آخرت کی خیر و مصلحت تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ و انابت کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ

عَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ⑥ ”اور اللہ تو نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے

بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کئی ایک ائمہ نے ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

اس نے حجروں کے باہر سے رسول اللہ ﷺ کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ اے محمد! اے محمد! ① اور ایک روایت میں ہے کہ اے

اللہ کے رسول! کہا مگر رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! میری تعریف زینت اور میری

ذمت بری بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [ذَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ] ”یہ تو اللہ عز و جل کی شان ہے۔“ ②

تفسیر آیات: 8-6

بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بدکردار شخص کی خبر کی تحقیق کر لی جائے، احتیاط سے کام لیا جائے

اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ نہ کر لیا جائے، ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں جھوٹا یا خطا کار ہو اور اس کی بات کے مطابق فیصلہ

کرنے والا اس کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے مفسدین کے رستے پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور اسی آیت کریمہ سے

① مسند أحمد: 393/6، 394، البتہ یہاں يَا مُحَمَّدُ! ایک مرتبہ ہے جبکہ یہ دومرتبہ تفسیر الطبری: 159/26 میں ہے۔

② مسند أحمد: 488/3 اور جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حدیث: 3267 عن البراء بن

عازب ۞ اس حدیث کا شاہد ہے۔

استدلال کرتے ہوئے بہت سے علماء نے مجہول الحال راوی کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ فی نفسہ وہ فاسق ہو۔

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں بہت سی سندوں سے ایک قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور ان میں سے سب سے بہتر سند وہ ہے جسے امام احمد نے مسند میں بروایت مالک بن مُصطَلِق بیان کیا ہے اور مالک بن مُصطَلِق سے مراد حارث بن ابوصرار رضی اللہ عنہ ہیں جو ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، میں نے اسے قبول کر لیا اور اسلام کا اقرار کر لیا، آپ نے مجھے زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دی میں نے اس کا اقرار کر لیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کے پاس جا رہا ہوں، انھیں اسلام قبول کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کی دعوت دوں گا جس نے اس دعوت کو قبول کر لیا، میں اس سے زکاۃ بھی جمع کر لوں گا اور پھر اللہ کے رسول! آپ میری طرف کسی قاصد کو فلاں فلاں وقت میں بھیج دیں جو جمع کی ہوئی زکاۃ کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب حارث نے اسلام قبول کرنے والوں سے زکاۃ کو جمع کر لیا اور جب وہ وقت آ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اس کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا، قاصد رک گیا اور وہ اس کے پاس نہ پہنچا تو حارث نے سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مقرر وقت پر میرے پاس قاصد بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا تا کہ وہ مجھ سے جمع کردہ زکاۃ وصول کر لے، رسول اللہ ﷺ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے، لہذا میرا خیال ہے کہ آپ نے کسی ناراضی کی وجہ سے قاصد کو اب تک نہیں بھیجا، لہذا آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو حارث سے جمع کردہ زکاۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرما دیا تھا، ولید جب رستے میں تھا تو اسے ڈر محسوس ہوا اور وہ واپس آ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! حارث نے مجھے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہوئے اور آپ نے حارث کو طلب فرمایا، حارث اپنے ساتھیوں سمیت آیا، ادھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجا ہوا دستہ جب مدینہ سے روانہ ہو کر حارث کی طرف جا رہا تھا تو اس کی حارث سے ملاقات ہو گئی، لوگ کہنے لگے کہ حارث تو یہ آ رہا ہے، جب حارث کی ان سے ملاقات ہوئی تو حارث نے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا: تیری طرف، پوچھا کیوں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کو تیرے پاس بھیجا تھا اور اس نے کہا ہے کہ تو نے اسے زکاۃ دینے سے انکار کیا اور اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے بالکل دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے۔ حارث جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: [مَنْعَتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتُ قَتْلَ رَسُولِي] ”تم نے زکاۃ دینے سے انکار اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔“ حارث نے

عرض کی: نہیں، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ وہ میرے پاس ہی آیا ہے اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں، اسی موقع پر سورہ حجرات کی یہ آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ لِّلَّذِينَ ۖ وَاعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ طِيعْتُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ۗ فَضَلَّاهُمُ اللَّهُ وَنِعْمَ هُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۸﴾ نازل ہوئی۔^① اسے ابن ابوقحام اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔^②

نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ﴾ ”اور جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔“ یعنی جان لو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر موجود ہیں، لہذا ان کی تعظیم و توقیر بجالاؤ، ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ اور ان کے حکم کے آگے سراطاعت غم کر دو، وہ تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتے اور تم پر تم سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور تمہارے بارے میں تمہاری اپنی رائے سے، ان کی تمہارے بارے میں رائے زیادہ موزوں ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّتِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أُنْفُسِهِمْ﴾ (الأحزاب: 63) ”پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔“ پھر فرمایا کہ ان کی مصلحتوں کے حوالے سے ان کی اپنی رائے بہت کمزور ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿لَوْ طِيعْتُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ ”اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔“ یعنی اگر تمام باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیں تو اس سے تم مشکل اور حرج میں مبتلا ہو جاؤ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُونَ ۝۷۱﴾ (المؤمنون: 71) ”اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمانوں اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) لے آئے ہیں، پھر وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ”اور لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔“ یعنی اسے تمہارے نفسوں میں محبوب اور تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ﴾ ”اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسند فرمایا ہے۔“ یعنی کفر اور فسق سے اس نے تم کو بیزار کر دیا ہے، فسوق سے مراد کبیرہ گناہ اور نافرمانی کے کام ہیں اور اس طرح تمام گناہ ہی اس میں آ جاتے ہیں اور یہ بھی کمال نصیحت ہی کی بات ہے کہ ایمان کو

① مسند أحمد: 279/4، حارث بن ضرار کے مسلمان ہونے کے واقعے کے علاوہ یہ حدیث شواہد کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے الموسوعة

الحديثية (مسند أحمد): 406، 405/30، ② تفسير ابن أبي حاتم: 3303/10 والمعجم الكبير للطبرانی، ترجمة

الحارث بن سرار الخزاعي: 275، 274/3، حديث: 3395.

پسندیدہ اور کفر و عصیان کو اہل ایمان کے دلوں میں ناپسندیدہ ٹھہرا دیا: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ﴾ ”یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔“ یعنی جو اس صفت سے متصف ہیں وہی راہ ہدایت پر ہیں اور انھی کو اللہ تعالیٰ نے رشد و بھلائی سے سرفراز فرمایا ہے۔ امام احمد نے ابن رفاعہ زرقی کی ان کے والد سے روایت کو بیان کیا ہے کہ جب غزوہ احد کے دن مشرکین کو شکست ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: [اَسْتَوْا حَتَّى اُتِنِي عَلَى رَبِّي] ”سیدھے ہو جاؤ تا کہ میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثنایاں کروں۔“ صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعائیں مانگیں:

[اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اَللّٰهُمَّ! لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضَلَّكَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرَّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ. اَللّٰهُمَّ! اُبْسِطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ اَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِي لَا يَحْوُلُ وَلَا يَزُولُ. اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ اَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعِيْلَةِ، وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ. اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ عَائِذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا. اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ. اَللّٰهُمَّ! تَوْفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاحْنِنَا مُسْلِمِيْنَ وَالْحَقِّنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اَللّٰهُمَّ! قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِيْنَ اُوتُوا الْكِتَابَ، اِلٰهَ الْحَقِّ!]

”اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لیے ہے، اے اللہ! جسے تو کشادہ کر دے اسے کوئی تنگ کرنے والا نہیں اور جسے تو تنگ کر دے اسے کوئی کشادہ کرنے والا نہیں ہے، جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جسے تو محروم کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جسے تو عطا فرما دے اسے کوئی محروم کرنے والا نہیں، جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اے اللہ! تو ہم پر اپنی برکتوں، اپنی رحمت، اپنے فضل اور اپنے رزق کو فراوانی کے ساتھ نازل فرما، اے اللہ! میں تجھ سے اس ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی نہ ختم ہوا اور نہ زائل ہو، اے اللہ! میں تجھ سے تنگ دستی کے دن نعمت اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو نے ہمیں جو عطا فرمایا ہے اس کی برائی سے اور جو عطا نہیں فرمایا اس کی بھی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنا دے اور اسے ہمارے دلوں میں سجادے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو ہمارے لیے ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان فوت کرنا اور مسلمان زندہ رکھنا اور نیک لوگوں کے ساتھ اس طرح شامل کر دینا کہ ہم نہ رسوا ہوں اور نہ کسی فتنے میں مبتلا، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جو تیرے پیغمبروں کی تکذیب کرتے اور تیرے رستے سے روکتے ہیں، ان پر اپنا عذاب نازل فرما، اے اللہ! ان کافروں کو قتل کر دے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اے معبود برحق (ہماری دعا قبول فرما!)“^① اسے امام نسائی نے عمل

وَأِنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْطَلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر (ان) دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو تم

عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي سَلٰى إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْطَلِحُوا

اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو تم ان دونوں کے درمیان عدل (حق) کے

بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ⑨ إِنَّكُمُ الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

ساتھ صلح کرا دو، اور تم انصاف کرو، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ⑨ مومن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں،

فَاصْطَلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ⑩

لہذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو، اور تم اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ⑩

اليوم والليلة میں ذکر کیا ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ﴾ ”اللہ کے فضل اور احسان سے۔“ یعنی یہ عطیہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا

ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی تم پر نعمت ہے، ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑧﴾ ”اور اللہ خوب جاننے والا، بڑا حکمت والا

ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون۔ اور وہ اپنے تمام اقوال، افعال اور شرع و قدر

میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیات: 10، 9

لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والی جماعتوں میں صلح کرا

دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَأِنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْطَلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ﴾ ”اور اگر مومنوں میں

سے کوئی دو فریق آپس بس لڑ پڑیں تو ان دونوں کی آپس میں صلح کرا دو۔“ لڑائی کے باوجود ان لڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے

مومن قرار دیا ہے، اس آیت کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ معصیت خواہ کتنی بڑی ہو اس

سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ خوارج اور ان کی اتباع کرنے والے معتزلہ مرتکب معصیت کو دائرہ ایمان سے

خارج بتاتے ہیں۔ ② صحیح بخاری ہی میں حسن کی ابو بکرہ سے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا

اور آپ کے ساتھ منبر پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور پھر فرمایا: إِنَّ ابْنِي

هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ (تعالیٰ) أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید

اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے۔“ ③ آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، طویل

① السنن الکبریٰ للنسائی، عمل اليوم والليلة، باب الاستئصال عند اللقاء: 156/6، حدیث: 10445، ② صحیح

البخاری، الإيمان، باب: ﴿وَأِنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾، قبل الحدیث: 31، ③ صحیح البخاری، الصلح، باب

قول النبی ﷺ للحسن بن علیؓ، حدیث: 2704.

جنگلوں اور ہولناک واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل شام اور اہل عراق میں صلح کرانے کی توفیق عطا فرمائی۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ بَعَثَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ فَقَاتِلَا إِلَىٰ تَبْعِي حَتَّىٰ تَفِئَ: إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ ”پس اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹ آئے، حق کو سن کر مان لے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْصُرُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا] ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مظلوم کی تو مدد کروں گا لیکن ظالم کی مدد کس طرح کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ (فَإِنَّكَ نَصْرُكَ إِيَّاهُ)] ”اسے ظلم سے روکو تو یہ تمہارا اس کی مدد کرنا ہی ہوگا۔“^② سعید بن جبیر نے ذکر کیا ہے کہ اس و خزرج میں ڈنڈوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر انھیں صلح کرنے کا حکم دیا ہے۔^③ سدی کہتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھا، اس کی بیوی کا نام ام زید تھا، عورت نے اپنے میکے جانا چاہا تو اس نے اسے منع کر دیا اور بالا خانے میں بند کر دیا تا کہ اس کے میکے میں سے اس کے پاس کوئی نہ آ سکے، عورت نے اپنے خاندان والوں کو پیغام بھیج کر بلایا، وہ آئے اور انھوں نے اسے بالا خانے سے نیچے اتارا تا کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں، آدمی نے باہر نکل کر اپنے خاندان کے لوگوں کو بلایا تو اس کے چچا زاد بھائی آگئے تا کہ وہ عورت کے خاندان والوں کو اسے نہ لے جانے دیں، اس طرح لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا اور جوتے چلنے لگے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا، ان میں صلح کرادی اور یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ فَاءَتْ فَاصْذِخُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ”پس جب وہ (فریق) لوٹ آئے تو دونوں فریقوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ یعنی بعض نے بعض پر جو زیادتی کی ہو تو ان میں عدل و انصاف کر دیا کرو کیونکہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ ”بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ امام ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ فِي الدُّنْيَا عَلَىٰ مَنَابِرٍ مِنْ ثُلُوثٍ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ بِمَا أَقْسَطُوا فِي الدُّنْيَا] ”یقیناً دنیا میں عدل و انصاف کرنے والے، دنیا میں اس انصاف کی وجہ سے رحمان عزوجل کے سامنے موتیوں سے بنے ہوئے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔“^⑤ اسے امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔^⑥

① اس صلح کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے صحیح البخاری، الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علیؑ: [إِنْ ابْنِي.....]

حدیث: 2704. ② صحیح البخاری، الإکراه، باب یمین الرجل لصاحبه: أنه أخوه.....، حدیث: 6952 جبکہ ترمذی

والے الفاظ جامع الترمذی، الفتن، باب: [انصر أخاک.....]، حدیث: 2255 میں ہیں۔ ③ تفسیر ابن ابی حاتم:

3304/10 وتفسیر الطبری: 166/26. ④ تفسیر الطبری: 166/26. ⑤ تفسیر ابن ابی حاتم: 3304/10.

⑥ السنن الکبریٰ للنسائی، القضاء، باب ذکر الاختلاف علی الزہری فی هذا الحدیث: 460/3، حدیث: 5917 مزید

دیکھیے مسند أحمد: 159/2.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ

نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَلَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا

عورتیں دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ہو سکتا ہے کہ وہ (عورتیں) ان سے بہتر ہوں، اور تم آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ،

بِالْأَلْقَابِ ط بَشِّرِ الْأَنفُسَ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ

اور تم ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، ایمان (لانے) کے بعد فاسقانہ نام (سے پکارنا) برا ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی، تو وہی

هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾

(لوگ) ظالم ہیں ﴿١١﴾

اخوت اس کو کہتے ہیں.....: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ ”بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ یعنی تمام مومن آپس میں دینی بھائی ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ] ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ ظلم کے لیے اسے کسی کے سپرد کرے۔“ ﴿١١﴾ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ] ”اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے، جب بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔“ ﴿٢﴾ یہ بھی صحیح حدیث میں ہے کہ [إِذَا دَعَا (الْمُسْلِمُ) لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ (قَالَ الْمَلِكُ): آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلِ] ”جب کوئی مسلمان غائبانہ طور پر اپنے بھائی کے لیے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح عطا فرمائے۔“ ﴿٣﴾ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مِثْلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَوَاصُلِهِمْ، (كَمِثْلِ) الْحَسَدِ (الْوَاحِدِ) إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ غَضُوٌّ تَدَاغَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى] ”باہمی محبت، رحمہ لی اور میل جول کے اعتبار سے مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار کی وجہ سے بے قرار ہو جاتا ہے۔“ ﴿٤﴾ اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث میں ہے: [الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَنِيَانِ

① صحیح البخاری، المظالم، باب: لا يظلم المسلم المسلم.....، حدیث: 2442 و صحیح مسلم، البر والصلة.....،

باب تحریم الظلم، حدیث: 2580 عن ابن عمر ؓ. ② صحیح مسلم، الذکر والدعاء.....، باب فضل الاجتماع

على تلاوة.....، حدیث: 2699 عن أبي هريرة ؓ. ③ سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، حدیث:

1534 اس میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [الرَّجُلُ] ہے جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الذکر والدعاء.....،

باب فضل الدعاء للمسلمين.....، حدیث: (87)-2732 عن أبي الدرداء ؓ میں ہیں۔ ④ صحیح البخاری، الأدب،

باب رحمة الناس والبهائم، حدیث: 6011 دوسری قوسین والا لفظ بھی اسی میں ہے، پہلی قوسین والا لفظ شعب الإيمان

للبيهقي، باب فی التعاون علی البر والتقوی: 102/6، حدیث: 7609 میں جبکہ تیسری قوسین والا لفظ آداب الصحبة لأبي

عبد الرحمن السلمي، حدیث: 2 میں ہے اور باقی حدیث صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تراحم المؤمنين.....،

حدیث: 2586 عن النعمان بن بشير ؓ کے مطابق ہے۔

يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا” ”مومن، مومن کے لیے دیوار کے مانند ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔“ آپ نے یہ بات سمجھانے کے لیے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا۔^(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ ”تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو۔“ یعنی لڑنے والی دونوں جماعتوں میں صلح کرادیا کرو۔ ﴿وَ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرتے رہو۔“ اپنے تمام امور میں، ﴿لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ﴾ ”شاید تم پر رحم کیا جائے۔“ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اسے یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

تفسیر آیت: 11

تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تمسخر کرنے، انھیں حقیر جاننے اور ان کا استہزاء کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [.....لَكِنَّ الْكِبَرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَ غَمَصَ النَّاسَ] ”.....لیکن جس نے حق کو ٹھکرایا اور لوگوں کو حقیر جانا اس نے تکبر کیا۔“^(۲) اور [.....غَمَطُ النَّاسِ] ”.....لوگوں کو حقیر سمجھنا۔“ بھی روایت کیا گیا ہے۔^(۳) مراد یہ ہے کہ لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنا حرام ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو حقیر گردانا جارہا ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بڑی قدر و منزلت حاصل ہو اور اسی لیے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ﴾ ”مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔“ پہلے مردوں کو اسی سے واضح طور پر منع فرمایا اور پھر اسی پر عطف کے ذریعے سے عورتوں کو بھی اس سے منع فرمادیا۔

﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ ”اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔“ یعنی لوگوں کو عیب نہ لگاؤ، طعنہ زنی کرنے والے اور عیب لگانے والے لوگ مذموم اور ملعون ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الہمزہ: 104:1) ”ہر طعنہ زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے۔“ ہمز کا تعلق فعل سے اور لمز کا قول سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هَمَزًا مَّشَاقًا يَنْبِئُ﴾ (القلم: 68:11) ”طعنہ زنی کرنے والا، چغلیاں لیے پھرنے والا۔“ یعنی لوگوں کو حقیر جاننا، ان پر طعن کرتا، ان پر سرکشی کرتا ہے اور ان میں چغلیاں لیے پھرتا ہے۔ چغل خوری کا تعلق قول سے ہوتا ہے اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ ”اور آپس میں (ایک دوسرے پر) عیب نہ لگاؤ۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (النساء: 29:4) ”اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔“ یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

① صحیح البخاری، المظالم، باب نصر المظلوم، حدیث: 2446 وصحیح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنین، حدیث: 2585 عن أبي موسى الأشعري، ② جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی الکبر، حدیث: 1999 عن ابن مسعود، ③ مسند أحمد: 170، 169/2 عن عبد الله بن عمرو، وصحیح ابن حبان، الزينة والتطيب، ذکر الأخبار عن جواز تحسين المرء، 281/12، حدیث: 5467 عن أبي هريرة، ④ صحیح مسلم، الإيمان، باب تحريم الکبر وبيانہ، حدیث: 91 عن ابن مسعود.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اور تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، اور نہ تم میں سے

تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيَحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا

کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو (ظاہر ہے کہ) تم اسے ناپسند

فَكَرِهْتُمُوهُ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ⑫

کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑫

ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو۔ ①

برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا بِالْأَلْقَابِ ط﴾ ”اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔“ یعنی ایک

دوسرے کو ایسے برے القاب سے نہ پکارو جن کا سننا کسی شخص کو برا لگتا ہو۔ امام احمد نے ابو جبرہ بن ضحاک سے روایت کیا ہے

کہ یہ آیت ہم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو قدم میمنت لڑوم سے نواز تو اس

وقت ہم میں سے ہر شخص کے دو دو یا تین تین نام تھے، آپ ان میں سے کسی کو جب ان میں سے کسی نام سے پکارتے تو لوگ

بتاتے کہ اللہ کے رسول وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے تو اس وقت یہ حکم نازل ہوا: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا بِالْأَلْقَابِ ط﴾ ”اور نہ ایک

دوسرے کا برا نام رکھو۔“ ② اسے امام ابو داؤد نے بھی بیان کیا ہے۔ ﴿يُنْفَسُ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ط﴾

”ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔“ یعنی بری صفت اور برا نام رکھنا گناہ ہے اور جب تم دائرہ اسلام میں داخل

ہو گئے ہو اور تم نے دین اسلام کو خوب سمجھ لیا ہے تو پھر زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح ایک دوسرے کے برے نام نہ

رکھو۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ ط﴾ ”اور جس نے توبہ نہ کی“ اس برے نام رکھنے سے، ﴿فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ⑩﴾ ”تو

یہی ظالم ہیں۔“

تفسیر آیات: 12

بدگمانی کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بہت گمان کرنے سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اہل وقارب اور لوگوں

پر ناجائز تہمت لگائی جائے کیونکہ اس طرح کی بعض بدگمانیاں اور تہمتیں محض گناہ ہوتی ہیں، لہذا ازراہ احتیاط اس سے بہت

اجتناب کرنا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے مومن بھائی کی بات کو

اچھائی پر محمول کرو۔ ④ امام احمد نے اس قول کو کتاب الزہد میں ذکر فرمایا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا

تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَذَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا] ”گمان سے احتراز

① تفسیر الطبری: 170/26 و تفسیر القرطبی: 327/16. ② مسند أحمد: 69/4 و 260. ③ سنن أبي داود، الأدب،

باب في الألقاب، حديث: 4962. ④ الدر المنثور: 99/6.

کرو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہوتی ہے، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے میں رغبت نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی پشت پیچھے بات نہ کیا کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔^(۱) اسے امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے۔^(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ (ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)] ”ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ عرصے تک قطع تعلق کرے۔“ اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے بیان کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔^(۳)

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ ”اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔“ تجسس کا لفظ اکثر و بیشتر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جاسوس کا لفظ بھی اسی سے ہے اور تجسس کا لفظ اکثر و بیشتر اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿يَبْنِي إِذْ هَبُوا فَيَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْتِيَنَّهُ سُبُوتٌ مِنْ رُوحِ اللَّهِ﴾ (یوسف 87: 12) ”میرے بیٹو! (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ آپس یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔“ البتہ یہ دونوں لفظ برے مفہوم میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا] ”ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے پس پشت بات نہ کرو اور تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔“^(۴) امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ تجسس کسی چیز کی تلاش کو کہتے ہیں جبکہ تجسس ایسے لوگوں کی بات سننے کی کوشش کرنا جو اسے ناپسند کرتے ہوں یا لوگوں کے دروازوں پر جا کر ان کی باتوں کو سننے کی کوشش کرنا اور تدابیر کے معنی اعراض کرنے کے ہیں۔ امام اوزاعی کے اس قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔^(۵)

① الموطأ للإمام مالك، حسن الخلق، باب ماجاء في المهاجرة: 364/2، حديث: 1730. ② صحيح البخاری، الأدب، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا...﴾، حديث: 6066 و صحيح مسلم، البر والصلة.....، باب تحريم الظن.....، حديث: 2563 وسنن أبي داود، الأدب، باب في الظن، حديث: 4917. ③ صحيح مسلم، البر والصلة.....، باب تحريم الظن.....، حديث: 2563 و جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء في الحسد، حديث: 1935 واللفظ له جبکہ ترمذی والے الفاظ صحيح البخاری، الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابير، حديث: 6065 میں ہیں۔ ④ صحيح البخاری، الفرائض، باب تعليم الفرائض، حديث: 6724 و صحيح مسلم، البر والصلة.....، باب تحريم الظن.....، حديث: (30)-2563 عن أبي هريرة. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3305/10.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ ”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔“ اس ارشاد میں غیبت سے منع فرمادیا گیا ہے اور شارع نے اس کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ] ”تمہارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔“ عرض کی گئی کہ میرے بھائی میں واقعی وہ خرابی موجود ہو جو میں نے بیان کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهْتَهُ] ”اگر اس میں وہ خرابی موجود ہے جو تم نے بیان کی تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔“ ⁽¹⁾ امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ⁽²⁾ غیبت کے بارے میں سخت سرزنش آئی ہے، اسی وجہ سے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَيُّجِبُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾ ”کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو۔)“ یعنی جس طرح طبعی طور پر اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح شرعی طور پر اس کی غیبت سے بھی نفرت کرو کیونکہ اس کی سزا اس سے بھی زیادہ شدید ہے، غیبت سے نفرت دلانے اور اس سے احتراز کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی گئی ہے جیسا کہ اپنے بہہ کو واپس لینے والے کے لیے آنحضرت ﷺ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ [..... كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ (يَرْجِعُ) فِي قَيْئِهِ] ”..... وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے اور پھر اسے چاٹ لے۔“ ⁽³⁾ اور ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ [لَيْسَ لَنَا مِثْلُ السَّوَاءِ.....] ”ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے.....“ ⁽⁴⁾

صحاح، حسان اور مسانید میں کئی طرق سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجة الوداع میں فرمایا تھا: [فَإِنْ دِمَاءُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ وَأَعْرَاضُكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا] ”بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں، قابل احترام ہے۔“ ⁽⁵⁾ امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

① سنن أبي داود الأدب، باب في الغيبة، حديث: 4874. ② جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء في الغيبة،

حديث: 1934. ③ صحيح البخاری، الهبة وفضلها.....، باب هبة الرجل لا امرأته.....، حديث: 2589 و صحيح

مسلم الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة.....، حديث: 1622 جبکہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجہ الصدقات، باب

الرجوع في الصدقة، حديث: 2391 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ④ صحيح البخاری، الهبة وفضلها.....، باب لا يحل

لأحد أن يرجع في هبة وصدقة، حديث: 2622 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. ⑤ صحيح البخاری، الحج، باب الخطبة أيام

منى، حديث: 1739 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218 عن جابر بن

عبد الله رضی اللہ عنہ و جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3087 عن عمرو بن الأحوص رضی اللہ عنہ ومسنَد

أحمد: 230/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

نے فرمایا: [كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: مَالُهُ وَعَرَضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ] ”مسلمان سارے کا سارا، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، آدمی کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔“^(۱) امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور حسن غریب قرار دیا ہے۔^(۲)

حافظ ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سے روایت کیا ہے کہ ماعز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے زنا کر لیا ہے، آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا حتیٰ کہ اس نے یہ بات چار دفعہ کہی، جب اس نے یہ بات پانچویں دفعہ کہی تو آپ نے فرمایا: [زَنَيْتَ؟] ”تو نے زنا کیا ہے؟“ اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [وَتَدْرِي مَا الزَّانِي؟] ”تم جانتے ہو زنا کیا ہوتا ہے؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں، آدمی اپنی عورت سے جو کام حلال طریقے سے کرتا ہے میں نے اس کا ارتکاب حرام طریقے سے کیا ہے، آپ نے فرمایا: [مَا تُرِيدُ إِلَى هَذَا الْقَوْلِ؟] ”اس بات سے تمہارا کیا ارادہ ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں، راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَدْخَلْتَ ذَلِكَ مِنْكَ فِي ذَلِكَ مِنْهَا كَمَا يَغِيبُ الْمَيْلُ فِي الْمُكْحَلَةِ (وَالرِّشَاءُ فِي الْبُئْسِ)؟] ”کیا تم نے اپنے عضو خاص کو اس کے مقام مخصوص میں اس طرح داخل کر دیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا ڈول کنویں میں غائب ہو جاتا ہے؟“ اس نے جواب دیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! راوی کہتے ہیں، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا تو اسے رجم کر دیا گیا، نبی اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے یہ کہہ رہا تھا: کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے کتے کی طرح رجم نہ کر دیا گیا، پھر نبی ﷺ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ کا ایک گدھے کی لاش کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے فرمایا: [أَيْنَ فَلَانٌ وَفُلَانٌ؟ إِنْزِلَا فَكَلَا مِنْ حَيْفَةِ هَذَا الْحِمَارِ] ”فلاں اور فلاں شخص کہاں ہیں؟ اترو اور تم اس گدھے کی لاش کو کھاؤ۔“ وہ بولے کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے، اللہ کے رسول! کیا یہ چیز بھی کھائی جاتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَمَا نَلْتُمَا مِنْ أَحْيِكُمَا أَنْفًا أَشَدَّ أَكْلًا مِنْهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ الْآنَ فِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ (يَنْغَمِسُ) فِيهَا] ”تم نے اپنے بھائی کی جوا بھی ابھی غیبت کی تھی وہ تو اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ تو اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔“^(۳) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام احمد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هَذِهِ الرِّيحُ؟ هَذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَتَعْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ] ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔“^(۴)

① سنن أبی داود، الأدب، باب فی الغیبة، حدیث: 4882. ② جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی شفقة

المسلم علی المسلم، حدیث: 1927. ③ مسند أبی یعلیٰ الموصلی 524/10، 525، حدیث: 6140 جبکہ دونوں قوسوں

والے الفاظ سنن أبی داود، الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، حدیث: 4428 میں ہیں۔ ④ مسند أحمد 351/3.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو،

لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾

بلشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے ﴿١٣﴾

غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرو۔“ یعنی اس نے تمہیں جو حکم دیا ہے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اس کی پابندی کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ ”بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کے حضور توبہ کرے اور اس پر رحم فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے اور اس کی ذات پاک پر بھروسہ کرے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ لوگوں کی غیبت کرنے والے کی توبہ کا طریقہ ہے کہ وہ اس سے باز آجائے، پختہ ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ پہلے جو کوتاہی ہوئی کیا اس پر ندامت بھی شرط ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو کیا اس سے معاف کرانا بھی شرط ہے یا نہیں۔ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس سے معاف کرانا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ جب اسے بتائے گا کہ اس نے اس کی غیبت کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ علم ہونے کی صورت میں اسے علم نہ ہونے کی صورت سے زیادہ تکلیف پہنچے، لہذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان مجالس میں اس کی تعریف کرے جن میں اس نے اس کی مذمت کی تھی اور حسب مقدور غیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

تفسیر آیت: 13

تمام انسان آدم وحواء علیہما السلام کی اولاد ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان سب کو ایک شخص سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا، اس سے مراد آدم وحواء علیہما السلام ہیں، پھر انھیں مختلف قومیں بنادیا، شعوب کا لفظ قبائل کی نسبت زیادہ عام ہے اور قبائل کے بعد بھی کئی مراتب ہیں، مثلاً: فصائل، عشائر، عمائر اور فحاذ وغیرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شعوب سے مراد قبائل عجم اور قبائل عرب ہیں جیسا کہ اسباط قبائل بنی اسرائیل کو کہا جاتا ہے، ان تمام اشیاء کو میں نے ایک مستقل مقدمے میں بیان کیا ہے جسے ابو عمر بن عبد البر کی کتاب الأشیاء اور کتاب القصد والأئم فی معرفة أنساب العرب والعجم سے استفادہ کر کے مرتب کیا ہے۔ تمام انسان، آدم وحواء علیہما السلام کی طرف خاکی نسبت کی بنا پر شرف و عزت میں برابر ہیں، البتہ دینی امور کے اعتبار سے انھیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ دینی امور سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیبت اور ایک دوسرے کو حقیر جاننے کی ممانعت کے بعد لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بشریت کے اعتبار سے وہ سب برابر ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔“ تاکہ باہمی طور پر تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ ہر شخص

اپنے قبیلے ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ امام مجاہد نے ﴿يَتَعَاقَبُوا﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں کا تعلق فلاں قبیلے سے ہے۔^(۱) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ خیمہ اپنی اقوام کی طرف اور عرب حجاز اپنے قبائل کی طرف نسبت کرتے تھے۔

اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ﴾ ”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہیں فضیلت تقوے کی بنیاد پر حاصل ہے، حسب و نسب کی بنیاد پر نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ بھی مروی ہیں۔ امام بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ آپ نے فرمایا: ﴿أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“ صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ﴿فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ بْنُ النَّبِيِّ اللَّهِ ابْنُ النَّبِيِّ اللَّهِ ابْنُ خَلِيلِ اللَّهِ﴾ ”لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والے یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں اور ان کے دادا اللہ کے نبی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔“ صحابہ نے عرض کی: ہمارا آپ سے اس بارے میں بھی سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ﴿فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟﴾ ”پھر تم مجھ سے قبائل عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟“ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ﴿فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقَّهُوا﴾ ”تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں۔“^(۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری کے کئی ایک مقامات پر بیان فرمایا ہے۔^(۳) امام نسائی نے اسے تفسیر میں روایت کیا ہے۔^(۴)

ایک اور حدیث: امام مسلم رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ﴾ ”بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔“^(۵) اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔^(۶)

ایک اور حدیث: امام ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی ناقہ قصوٰر طواف کیا، ارکان کو آپ نے اس چھڑی کے ساتھ چھوا جو آپ کے دست مبارک میں تھی، آپ نے مسجد میں اونٹنی

① تفسیر الطبری: 181/26. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ﴾ (یوسف)

(7:12)، حدیث: 4689. ③ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾

(النساء: 4:125)، حدیث: 3353، 3374، 3383. ④ السنن الكبرى للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿لَقَدْ كَانَ

فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ﴾ (یوسف 7:12)، حدیث: 367/6، 11249. ⑤ صحیح مسلم، البر والصلة.....، باب تحریم

ظلم المسلم.....، حدیث: (34)-2564. ⑥ سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حدیث: 4143.

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجیے: تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا، اور ابھی تک ایمان
الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَكُنْتُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط

تمہارے دلوں میں داخل (راخ) نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال (کی جزا) میں سے کچھ بھی کم

إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ⑭ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ
نہیں کرے گا، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑭ بس (سچے) مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے،

يُرَتَّبُوا وَجْهَهُمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ⑮

پھر انھوں نے شک نہ کیا، اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے (مومن) ہیں ⑮

قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑯ يَمْشُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ط قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ⑯ وہ (دیہاتی) آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے، کہہ دیجیے: تم مجھ پر اپنے اسلام

إِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑰ إِنَّ

(لانے) کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر یہ احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو ⑰ بلاشبہ

اللَّهُ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَاللَّهُ بَصِيرٌ ۖ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑱

اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں جانتا ہے، اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو تم عمل کرتے ہو ⑱

کو بٹھانے کے لیے کوئی جگہ نہ پائی حتیٰ کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اس سے اترے اور ناقہ کو بطن میل کی طرف لے جا کر بٹھا
ویا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثنائیاں کی جس
کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ (عُبَيْةَ) الْحَاہِلِيَّةَ وَتَعَظَّمَهَا بِأَبَائِهَا، فَالْنَّاسُ
رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَرٌّ تَقَىٰ كَرِيمٌ عَلَى اللَّهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيْنَ عَلَى اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ

مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾

تَم قَالَ: أَقُولُ قَوْلِي هَذَا وَاسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ] ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت اور اپنے آباء پر فخر و غرور کو دور

دور کر دیا ہے، پس لوگ دو قسم کے ہیں: (1) (ایک) نیکوکار، پرہیزگار، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور (2) (دوسرے) گناہ گار،

بد بخت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے قدر، بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک

عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت

والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، سب سے خبردار ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بس میں

تم سے اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔“ اسی طرح اسے عہد بن حید نے بھی ذکر کیا ہے۔^(۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ”بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔“ یعنی وہ تمہیں جانتا اور تمہارے امور سے باخبر ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے فضیلت عطا فرمادیتا ہے۔ وہ ان تمام امور و معاملات میں حکیم، علیم اور خیر ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو نکاح میں کفو ہونے کو شرط قرار نہیں دیتے اور ان کے نزدیک دین کے سوا اور کوئی شرط نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰكُمْ﴾ ”اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔“

تفسیر آیات: 14-18

مومن اور مسلم میں فرق: اللہ تعالیٰ نے ان اعرابیوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنہوں نے اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے لیے مقام ایمان کا دعویٰ کر دیا تھا اور ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں پیوست نہیں ہوا تھا: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ”دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔“ اس آیت کریمہ سے استفادہ کیا گیا ہے کہ ایمان اسلام سے انحصار ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور اس کی دلیل حدیث جبریل علیہ السلام بھی ہے کہ جب انھوں نے اسلام، ایمان پھر احسان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے عام سے خاص اور خاص سے انحصار کی طرف ترقی کی تھی۔ امام احمد نے سعد بن ابوقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو تو دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو کچھ بھی نہ دیا تو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں فلاں آدمی کو تو دیا ہے اور فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ”یادہ مسلم ہے۔“ حتیٰ کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بات کو تین بار دوہرایا اور نبی ﷺ نے بھی تین بار فرمایا: [أَوْ مُسْلِمٌ] ”یادہ مسلم ہے۔“ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأُعْطِي رَجُلًا وَادَّعَىٰ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ، فَلَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكْبَرُوا فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ] ”یقیناً میں کچھ لوگوں کو تو ضرور دے دیتا ہوں اور اسے چھوڑ دیتا ہوں جو مجھے ان سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے اور اسے کچھ نہیں دیتا۔“

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: 3306/10 توسین والالفظ سنن ابی داود، الأدب، باب فی التفاضل بالأحساب، حدیث: 5116

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے جبکہ ابن ابی حاتم میں حویۃ کا لفظ ہے۔ (۲) مسند عبد بن حمید: 253/1، حدیث: (C.D) 795

و مخطوطۃ عبد بن حمید، مسند عبد اللہ بن عمر، ص: 106 مزید دیکھیے سنن ابی داود، الأدب، باب فی التفاضل،

حدیث: 5116 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحجرات، حدیث: 3270 و مسند احمد: 361/2.

دیتا اور ان لوگوں کو اس خوف کی وجہ سے دیتا ہوں کہ) کہیں وہ اپنے چہروں کے بل جہنم میں (نہ) گرا دیے جائیں۔“ ① اسے بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ②

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے مومن اور مسلم میں فرق فرمایا تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان اسلام سے اخص ہے۔ ہم نے اس مسئلے کو دلائل کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب الإیمان کی شرح کے آغاز میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور یہ دیہاتی لوگ منافق نہیں تھے بلکہ مسلمان تھے لیکن اسلام ابھی ان کے دلوں میں مستحکم نہیں ہوا تھا، وہ جس مقام تک پہنچے تھے انھوں نے اپنے لیے اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کا دعویٰ کر دیا تھا، اس لیے اس بارے میں انھیں ادب سکھایا گیا اور یہی معنی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما ابراہیم نخعی اور امام قتادہ رحمہما کے اس قول کے جسے ابن جریر نے بھی اختیار کیا ہے کہ ان سے یہ بات ادب سکھانے کے لیے کہی گئی تھی۔ ③ ﴿قُلْ لَّكُمْ تَقْوَاتُكُمْ وَاللَّيْكُنْ قَوْلُوا أَاسْلَمْنَا وَلَمَّا يَذْخَبْ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط﴾ ”کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تک تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔“ یعنی تم ابھی تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہو۔

پھر فرمایا: ﴿وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط﴾ ”اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمھارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔“ یعنی تمھارے اجر کو کم نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَتَيْنَهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط﴾ (الطور: 21:52) ”اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾ ”بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ یعنی اس کے لیے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے، ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ﴾ ”بس مومن تو وہ ہیں“ یعنی کامل مومن۔ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ ”جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے۔“ یعنی نہ شک میں پڑے نہ ڈمک گئے بلکہ ایک ہی حالت پر ثابت قدم رہے اور وہ ہے خالص تصدیق کی حالت، ﴿وَجَهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾ ”اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔“ یعنی انھوں نے اپنی جانوں اور اپنے نفیس مالوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و خوشنودی میں خرچ کر دیا، ﴿أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾ ”یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔“ یعنی اپنی اس بات میں وہ سچے ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں جبکہ یہ بعض اعرابی جنھوں نے ابھی تک صرف ظاہری حکم ہی پڑھا ہے یہ مومن نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ط﴾ ”ان سے کہیں کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلاتے ہو۔“ یعنی اسے بتلاتے ہو کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے، ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السُّلُوبِ وَمَا فِي الْأَرْصِ ط﴾ ”اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے۔“ اس سے آسمانوں اور زمین کی ذرہ بھر یا اس سے بڑی چھوٹی کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ ﴿وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾ ”اور اللہ ہر چیز کے متعلق خوب جاننے والا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ

① مسند احمد: 176/1، ② صحیح البخاری، الإیمان، باب: إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة.....، حدیث: 27،

و صحیح مسلم، الإیمان، باب تألف قلب من يخاف.....، حدیث: 150، ③ تفسیر الطبری: 184/26،

نے فرمایا: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ﴾ ”یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔“ یعنی یہ اعرابی جنہوں نے اپنے اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع و نصرت کی وجہ سے احسان جتلیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو۔“ کیونکہ اس کا فائدہ تو تمہیں ہی حاصل ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ﴿١٧﴾ ”بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔“ یعنی اپنے اس دعوے میں جیسا کہ نبی ﷺ نے حنین کے دن انصار سے فرمایا تھا: [يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ! اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضٰلّٰلًا فَهٰذَا كُمْ اللّٰهُ بِيْ؟ وَ كُنْتُمْ مُّتَفَرِّقِيْنَ فَاَلْفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ؟ وَ كُنْتُمْ عٰلَةً فَاَغْنٰكُمْ اللّٰهُ بِيْ؟] ”اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ساتھ ہدایت بخشی؟ اور تم الگ الگ تھے، پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت پیدا فرمادی اور تم فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم کو غنی کر دیا۔“ آپ جب بھی کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ احسان مند ہیں۔^①

حافظ ابو بکر بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو اسد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اسلام لے آئے ہیں جبکہ عربوں نے آپ سے لڑائی کی مگر ہم نے آپ سے لڑائی نہیں کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنَّ (فَقَهُهُمْ) قَلِيْلٌ وَّ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْطَلِقُ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ] ”بے شک ان میں سمجھ بوجھ بہت کم ہے اور بلاشبہ شیطان ان کی زبانوں میں بولتا ہے۔“ اور اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ﴾ ”یہ لوگ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں! کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ کرو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا، بشرطیکہ تم سچے ہو۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ تمام کائنات کے بارے میں علم رکھتا ہے اور تمام مخلوقات کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ﴿١٨﴾ ”بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔“^②

سورہ حجرات کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِیْقُ وَالْعِصْمَةُ.



① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال.....، حدیث: 4330 عن عبد اللہ بن زید بن عاصم.

② السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا﴾: 467/6، حدیث: 11519 جبکہ

توسین والالفاظ المعجم الأوسط للطبرانی: 127/8، حدیث: 7252 میں ہے، البتہ مسند البزار میں یہ روایت نہیں ملی۔

تفسیر سورۃ ق

یہ سورت مکی ہے

منفصل سورتوں کا آغاز: یہ سورۃ مبارکہ صحیح قول کے مطابق حزب مفصل میں سے پہلی سورت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفصل سورتوں کا آغاز سورۃ حجرات سے ہوتا ہے۔ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اس کا آغاز ﴿عَمَّ﴾ یعنی سورۃ نبا سے ہوتا ہے تو یہ بالکل بے اصل ہے، ہمارے علم کے مطابق قابل اعتبار علمائے کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔

سورۃ ”ق“ کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیشی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز میں کیا پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﴿ق﴾ اور ﴿اِقْرَبَتْ﴾ (القمر 54:1) پڑھا کرتے تھے۔^(۱) اس حدیث کو امام مسلم اور اہل سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲)

ایک اور حدیث: امام احمد نے ام ہشام بنت حارثہ سے روایت کیا ہے کہ دو سال یا ایک سال اور کچھ عرصہ تک ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا اور میں نے سورۃ ”ق“ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن کر یاد کر لیا تھا، آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ہر جمعہ منبر پر اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔^(۳) اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۴) امام ابوداؤد نے حارث بن نعمان کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ میں نے سورۃ ق کو رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کیا تھا، آپ ہر جمعہ کے خطبے میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔^(۵) اسی طرح اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔^(۶) مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید اور جمعہ جیسے بڑے اجتماعات میں اس سورۃ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ سورۃ مبارکہ ابتدائے آفرینش، بعث بعد الموت، آخرت، میدان حشر میں قیام، حساب، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① مسند أحمد: 218, 217/5. ② صحیح مسلم، صلاة العیدین، باب ما یقرأ فی صلاة العیدین، حدیث: 891 و سنن أبی داود، الصلاة، باب ما یقرأ فی الأضحی والفطر، حدیث: 1154 و جامع الترمذی، أبواب العیدین، باب ما جاء فی القراءة فی العیدین، حدیث: 1568 و سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات، باب ما جاء فی القراءة فی صلاة العیدین، حدیث: 1282. ③ مسند أحمد: 436, 435/6. ④ صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، حدیث: (52)-873. ⑤ سنن أبی داود، الصلاة، باب الرجل یخطب علی قوس، حدیث: 1100. ⑥ صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، حدیث: 873 و العین الکبریٰ للنسائی، القراءة فی الخطبة 532/1، حدیث: 1720.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قَالَ الْقُرْآنُ الْمَجِيدُ ① بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكُفْرُونَ

ق! قسم ہے قرآن مجید ① بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، پھر کافروں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے ② کیا

هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ② عَإِذَا مِنَّا وَكُنَّا تُرَابًا ③ ذَلِكْ رَجْعٌ بَعِيدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا

جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟) یہ واپسی تو (عقل سے) بہت بعید ہے ③ یقیناً ہمیں علم ہے جو کچھ

مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِیْظٌ ④ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

زمین ان میں سے کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس ایک کتاب (ہر چیز کی) حفاظت کرنے والی ہے ④ بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس

فَهُمْ فِي أَمْرٍ مُّرِیْجٍ ⑤

آیا، چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں ⑤

تفسیر آیات: 1-5

﴿قَالَ﴾ بعض سورتوں کے آغاز میں مذکور حرف تہیٰ میں سے ایک حرف ہے جیسا کہ ﴿صَ﴾، ﴿نَ﴾، ﴿الْمَ﴾، ﴿حَمْدٌ﴾ اور ﴿طَسَّ﴾ وغیرہ حروف ہیں، یہ امام مجاہد اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے، ان کے بارے میں سورہ بقرہ کے آغاز میں گفتگو ہو چکی ہے۔ ① لہذا اس کی اب ضرورت نہیں ہے۔

کفار کا رسالت و آخرت پر تعجب اور ان کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ﴾ ”قرآن مجید کی قسم!“، یعنی اس قرآن کی قسم جو کریم و عظیم ہے اور ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَنِیْفٍ﴾ (حکم السجدة 42:41) ”اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) بڑے دانا، نہایت تعریف کیے ہوئے کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔“ جواب قسم، قسم کے بعد مضمون کلام ہے اور وہ ہے اثبات نبوت، اثبات آخرت اور اس کا یقین طور پر وقوع پذیر ہونا، گو قسم یہاں لفظی طور پر مذکور نہیں ہے، قرآن مجید کی قسموں میں یہ اسلوب بکثرت استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿صَ وَالْقُرْآنُ ذِی الذِّکْرِ ط بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عَذَابٍ وَشَقَاقٍ﴾ (ص 38:2) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ② اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿قَالَ وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ﴾ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ② ”ق! قسم ہے قرآن مجید کی قسم!“ (کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں) لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے: یہ بات تو بڑی عجیب و غریب ہے۔“ یعنی انھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ایک بشر ہی کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا گیا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

① دیکھیے البقرہ، آیت: 1 کے تحت عنوان: ”حروف مقطعات کے متعلق بحث“ ② دیکھیے ص، آیات: 1، 2 کے ذیل میں۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ⑥ وَالْأَرْضِ

کیا پھر انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور ہم نے اسے آراستہ کیا، اور اس میں کوئی شکاف نہیں ⑥ اور ہم نے

مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ⑦ تَبَصَّرَةٌ

زمین پھیلائی، اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیے، اور ہم نے اس میں ہر طرح کی خوش نما نباتات اگائی ⑦ (حق کی طرف) رجوع کرنے والے

وَذِكْرَى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٍ وَحَبَّ

ہر بندے کی بصیرت اور نصیحت کے لیے ⑧ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے باغات اور اناج کی کاٹی

الْحَصِيدِ ⑨ وَاللَّخْلُ بُسْفَتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ⑩ رِزْقًا لِلْعِبَادِ ۚ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلَدَةً

جانے والی فصل اگائی ⑨ اور کھجور کے بلند و بالا درخت (پیدا کیے) جن کے ٹھوگنے تہ بہ تہ ہیں ⑩ بندوں کی روزی کے لیے، اور ہم نے اس (پانی) کے

مَمِيئًا ط كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ⑪

ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (مرنے کے بعد قبروں سے) نکلتا ہے ⑪

اَكَاَنَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴿يونس 2:10﴾ ”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ۔“ یعنی یہ بات کوئی باعث تعجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرما لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

پھر اللہ عز وجل نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے آخرت سے بھی تعجب کیا اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہا: ﴿اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ؕ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۙ﴾ ”بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ لوٹنا (زندہ ہونا عقل سے) بعید ہے۔“ یعنی یہ لوگ اذراہ تعجب کہتے ہیں: جب ہم مر گئے، بوسیدہ ہو گئے، ہمارے جو ٹوٹ گئے اور ہم خاک میں مل گئے تو پھر دوبارہ سے اس انسانی ڈھانچے اور جسم کا وجود میں آنا کیونکر ممکن ہوگا؟ ﴿ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۙ﴾ یعنی اس کا وقوع پذیر ہونا تو بہت بعید از قیاس ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دوبارہ زندہ ہونا محال اور ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۙ﴾ ”بلاشبہ ان (کے جسموں) سے زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے، ہم کو معلوم ہے۔“ یعنی زمین ان کے جسموں کو کھا کر جس قدر بوسیدہ اور کم کرتی ہے، ہمیں معلوم ہے اور ہم سے یہ بات ذرہ بھر مخفی نہیں کہ ان کے جسم کس قدر منتشر ہو گئے، کہاں چلے گئے اور کس حالت میں ہو گئے ہیں، ﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۙ﴾ ”اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔“ جو ان سب باتوں کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۙ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین ان کے گوشت، جسموں، ہڈیوں اور بالوں کو کھا رہی ہے۔ ① مجاہد، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ② اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے کفر، سرکشی اور جو بات بعید از عقل نہیں ہے، اسے بعید سمجھنے کا سبب بیان

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ ۝﴾ ”بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس دین حق آپہنچا تو انھوں نے اس کو جھوٹ سمجھا، سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں (پڑے) ہیں۔“ اور یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو حق سے دور ہو جائے اور اس کے بعد وہ جو بھی کہے وہ باطل ہے۔ ﴿مَرِيجٍ ۝﴾ کے معنی مختلف، مضطرب، ملتبس اور منکر کے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّكُمْ لَعَنَى قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۚ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۚ﴾ (الذّٰرِیّٰتِ 9:8:51) ”(اے اہل مکہ!) بلاشبہ تم ایک متناقض بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔“

تفسیر آیات: 11-6

اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اپنی اس عظیم الشان قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑی چیز کو ظاہر کیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو انھوں نے بعید سمجھتے ہوئے اظہارِ تعجب کیا ہے ﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا ۚ﴾ ”تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور اسے (کیونکر) سجایا ہے، یعنی چراغوں کے ساتھ۔ ﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝﴾ ”اور اس میں کہیں شکاف تک نہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ فروج کے معنی شکاف کے ہیں۔ ① دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی دراڑ کے ہیں۔ ② کچھ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے معنی پھٹن کے ہیں۔ ③ اور تمام کا مفہوم ایک ہی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَلَوَاتٍ طَبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ۚ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۚ﴾ (الملك 4:3:67) ”جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (اے دیکھنے والے!) کیا تو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ! بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شکاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر! تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک ہار کر لوٹ آئے گی۔“ یعنی نظر دیکھتے دیکھتے تھک جائے گی مگر آسمان میں کوئی عیب یا نقص نہ دیکھ سکے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْأَرْضُ مَدَدْنَاهَا ۚ﴾ ”اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا۔“ یعنی وسعت دے کر ہم نے اسے بچھا دیا ہے، ﴿وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ ۚ﴾ ”اور اس میں ہم نے پہاڑ رکھ دیے۔“ رواسی کے معنی پہاڑ کے ہیں اور یہ اس لیے رکھے ہیں تاکہ زمین میں حرکت و اضطراب نہ ہو۔ ﴿وَأَلْبَنَّا فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَوْقٍ يَبْعِيجٍ ۝﴾ ”اور اس میں ہم نے ہر طرح کی خوش نما چیزیں لگا کیں۔“ یعنی تمام انواع و اقسام کی فصلیں، پھل اور نباتات۔ ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ﴾ (الذّٰرِیّٰتِ 49:51) ”اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔“ بھبیج کے معنی خوش نما اور خوش منظر کے ہیں۔ ﴿تَبَصَّرُكُمَا ۚ﴾ ”ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے (اسے) ہدایت اور نصیحت (بنایا۔)“ یعنی آسمانوں

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ وَاصْحَابُ الرِّسِّ وَشُعُودٌ ۚ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۚ

ان سے پہلے قوم نوح نے، اور اصحاب الرس نے اور شعود نے جھٹلایا ۱۲ اور عاد اور فرعون اور برادران لوط نے ۱۳ اور ایکہ (بستی)

وَاصْحَابُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ ۚ اَفَعَيَيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط

والوں اور قوم تُبَّع نے، (ان) سب نے رسولوں کو جھٹلایا، لہذا (ان پر) میری وعید ثابت ہوگئی ۱۴ کیا پھر ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟

بَلْ هُمْ فِي لُبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ

(نہیں!) بلکہ وہ از سر نو تخلیق کے متعلق شک میں ہیں ۱۵

اور زمین کی آفرینش کا مشاہدہ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں جو عظیم الشان نشانیاں پیدا فرمادی ہیں یہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ہدایت، دلیل اور نصیحت ہیں، یعنی ہر اس بندے کے لیے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھنے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا﴾ ”اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔“ یعنی جو بہت ہی نفع بخش ہے۔ ﴿فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٌ وَحَبَّ الْحَصِيدِ﴾ ۹ ”پھر ہم نے اس سے باغ و بستان اگائے اور کھیتی کا

اتاج۔“ اس سے مراد وہ فصلیں ہیں جن کے دانے حاصل کر کے جمع کیے جاتے ہیں۔ ﴿وَالنَّخْلُ بَاسِقَاتٍ﴾ ”اور لمبی لمبی کھجوریں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ائمہ کا قول ہے کہ باسقات کے معنی ہیں لمبی لمبی۔ ۱۱

﴿لَهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ﴾ ۱۰ ”جن کا گاہا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔“ تضید کے معنی ہیں تہ بہ تہ۔ ﴿رَزَقْنَا لِلْجِبَادِ﴾ ”(یہ سب کچھ)

بندوں کو روزی دینے کے لیے (ہے)۔“ بندوں سے یہاں تمام مخلوقات مراد ہیں۔ ﴿وَاحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا﴾ ”اور اس

(پانی) سے ہم نے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کیا۔“ یعنی اس زمین کو جو بنجر اور مردہ ہو چکی تھی اور پھر جب اس پر بارش کا پانی

برستا ہے تو یہ شاداب ہو جاتی، لہلہانے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگانے لگتی ہے، پھل اور پھول وغیرہ جو دیکھنے میں

بہت خوش نما معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ پہلے اس میں کوئی نبات نہ تھی مگر بارش برسنے کے بعد یہ سرسبز شاداب ہو کر لہلہانے لگی،

موت و ہلاکت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی یہی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح وہ مردہ

انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یہ عظیم الشان شاہکار جو دیکھے اور محسوس کیے جا رہے ہیں، ان

سے کہیں بڑھ کر ہیں جن کا بعثت کے منکر انکار کر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ

اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 57:40) ”البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام)

ہے۔“ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْ يَخْلُقْهُمْ يَبْدَدِ

عَلٰى اَنْ يُخْرِجَ الْمَوْتٰى بِرَآءِ اِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الاحقاف 33:46) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں (ہاں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور فرمایا: **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْتَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُجِي الْمَوْتِ طَائِفَةٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** ○ (ختم السجدة 39:41) ”اور (اے بندے یہ) اسی (کی قدرت) کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو بخر (خشک) دیکھتا ہے جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھلنے پھولنے لگتی ہے تو جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تفسیر آیات: 12-15

سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت: کفار قریش کی طرح پہلے تکذیب کرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو عذاب نازل فرمائے، مثلاً: قوم نوح پر عذاب نازل کر کے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا گیا، اسی طرح کنوئیں والوں پر عذاب نازل کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیا گیا جیسا کہ ان کا واقعہ سورہ فرقان میں گزر چکا ہے۔ ^① اللہ تعالیٰ نے ان تمام واقعات کی طرف اشارہ فرما کر کفار قریش کو سرزنش کی ہے۔ **﴿وَسُودُوا وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ لُوطٍ﴾** ”اور ثمود (جھٹلا چکے ہیں) اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی۔“ لوط کے بھائیوں سے مراد ان کی امت کے لوگ اور وہ اہل سدوم ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان پر پتھروں کی بارش برسائی، انھیں زمین میں دھنسا دیا، ان کی زمین کو ان کے کفر و سرکشی اور ان کی مخالفت حق کی وجہ سے بحرِ مردار میں تبدیل کر دیا۔ کیونکہ ان کی زمینوں کے پانی گہرے ہو گئے تھے۔ **﴿وَأَصْحَابُ الْإِكْلَکَةِ﴾** ”اور ایکہ والے۔“ ان سے مراد شیعب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ **﴿وَقَوْمُ ثَيْبَاطٍ﴾** ”اور تبع کی قوم“ کے لوگ جو یمن کے رہنے والے تھے ان کا واقعہ ہم نے سورہ دخان میں ذکر کیا ہے۔ ^② لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ۔

﴿كُلُّ كَذَّابٍ رُّسُلٍ﴾ ”سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ یعنی ان تمام امتوں اور ان تمام صدیوں کے لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور جو کسی ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کرے اس نے گویا تمام پیغمبروں کی تکذیب کی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾** (الشعراء 105:26) ”قوم نوح نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ حالانکہ ان کے پاس ایک ہی پیغمبر آئے تھے، اگر ان کے پاس تمام پیغمبر بھی آتے تو وہ ان سب کو جھٹلا دیتے، اس لیے فرمایا کہ قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، **﴿فَقَتَّى وَعِيدُ﴾** ”تو میری وعید ثابت ہو کر رہی۔“ یعنی تکذیب کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جس عذاب سے انھیں ڈرایا تھا وہ پورا ہو کر رہا، اس لیے قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ بھی عذاب الہی کی لپیٹ میں نہ آجائیں جس طرح پہلے لوگ مبتلا ہوئے تھے کیونکہ یہ بھی اپنے پیغمبر کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں جس طرح ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔

① دیکھیے الفرقان، آیت: 38 کے ذیل میں۔ ② دیکھیے الدخان، آیات: 34-37 کے ذیل میں عنوان: ”منکرین قیامت کی تردید“

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ

اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں کو بھی ہم جانتے ہیں، اور ہم (اس کی) شہ رگ سے بھی زیادہ

مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ①۶ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ①۷

اس کے قریب ہیں ①۶ جب اخذ کرتے (لکھتے) ہیں دو اخذ کرنے (لکھنے) والے (فرشتے)، اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ①۷

مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ①۸ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط

(انسان) جو بات بھی (منہ سے) نکالتا ہے (وہ لکھنے کو) اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) تیار ہوتا ہے ①۸ اور موت کی سختی حق الحقیق

ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ①۹ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ط ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ②۰ وَجَاءَتْ

(موت) کو لے آتی ہے۔ (کہا جاتا ہے: یہی ہے وہ (موت) جس سے تو بھاگتا تھا ①۹ اور صور میں پھونکا جائے گا، یہ وعید (وعدہ عذاب) کا

كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ②۱ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا

دن ہے ②۱ اور ہر نفس آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ہوگا ②۱ البتہ تحقیق تو اس سے غفلت میں تھا، تو ہم نے تجھ

عَنْكَ غَطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ②۲

سے تیرا پردہ ہٹا دیا، چنانچہ آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ②۲

دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَعَيِّنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط﴾ ”تو کیا ہم پہلی پیدائش سے تھک

گئے ہیں؟“ یعنی کیا پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و در ماندہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں

یہ لوگ شک میں مبتلا ہیں؟ ﴿بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ①۵﴾ ”نہیں بلکہ یہ از سر نو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے

ہوئے) ہیں۔“ معنی یہ ہیں کہ پہلی دفعہ پیدا کرنے نے ہمیں عاجز و در ماندہ نہیں کیا جبکہ دوبارہ پیدا کرنا تو اس سے بھی زیادہ

آسان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ (الروم 27:30)

”اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا ۖ وَنَسِيَ خَلْقَهُ ط قَالَ مَنْ يُعْجِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۚ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ

خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝﴾ (نہس 78:79) ”اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ

جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا، کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا،

وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔“ یہ صحیح حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے ①: ﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (يُؤْذِنِي) اِبْنُ اٰدَمَ.....

فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأْنِي، وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم

مجھے ایذا پہنچاتا ہے..... پھر اس کا یہ کہنا کہ جس طرح اس نے مجھے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا، (صحیح نہیں) حالانکہ

① دیکھیے مریم، آیات: 66، 67 کے ذیل میں، عنوان: ”انسان کا حیات بعد الممات پر تعجب“ مزید دیکھیے الروم، آیت: 27 کے ذیل

میں، عنوان: ”مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے“

میرے لیے پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹانے (دوسری دفعہ پیدا کرنے) سے زیادہ آسان تو نہیں ہے۔“^①

تفسیر آیات: 16-22

انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی قدرت کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور وہ اس کے تمام امور کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے حتیٰ کہ وہ تو انسانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اچھے یا برے خیالات سے بھی آگاہ ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ بِهِ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرمادیا ہے، جب تک انھیں زبان سے کہہ نہیں دیا جاتا یا ان کے مطابق عمل نہیں کر لیا جاتا۔“^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾^③ ”اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ جس نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہم علم کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہیں تو یہ اس لیے تاکہ حلول یا اتحاد لازم نہ آئے، حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حلول و اتحاد سے پاک ہے اور پھر الفاظ بھی اس مفہوم کا تقاضا نہیں کرتے کیونکہ اللہ جل شانہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ”میں اس کی رگ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہوں۔“ بلکہ یہ فرمایا ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾^④ ”اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔“ جیسا کہ اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی موت کا وقت آگیا ہو: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾^⑤ (الواقعة 56:85) ”اور ہم اس مرنے والے سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور لیکن تم دیکھتے نہیں۔“ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فرشتے مراد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا أَنْحَنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾^⑥ (الحجر 9:15) ”بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔“ فرشتے ہی اس کتاب نصیحت، یعنی قرآن مجید کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئے تھے، اسی طرح فرشتے ہی انسان سے اس کی رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس بات کی اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں قدرت عطا فرمائی ہوتی ہے۔ فرشتہ انسان کے دل میں خیال ڈالتا ہے جیسا کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے: [فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ] ”پس بلاشبہ

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4974 عن أبي هريرة ؓ، البتة مذکورہ حوالے میں تو سین والے لفظ کے بجائے

[كَذَّبْنِي] ہے جبکہ [يُؤْذِنِي] اس سیاق میں نہیں ملا، بلکہ یہ لفظ صحیح البخاری، حدیث: 7491 و صحیح مسلم، حدیث:

(2)-2246 میں [يُؤْذِنِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ اللَّهَ.....] عن أبي هريرة ؓ کے سیاق میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الإيمان

والنذور، باب: إذا حنث ناسيا في الإيمان، حدیث: 6664 و صحیح مسلم، الإيمان، باب تجاوز الله عن حدیث

النفس، حدیث: (202)-127 واللفظ له عن أبي هريرة ؓ.

شیطان تو آدم کے بیٹے کے جسم میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون کی گردش ہوتی ہے۔“^(۱) جیسا کہ صادق و مصدوق علیہ السلام نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿إِذْ يَتَلَفَّى الْمَتَلَفِينَ﴾ ”جب دواخذ کرنے (لکھنے) والے اخذ کرتے ہیں۔“ یعنی وہ دوفرشتے جو انسان کے عمل کو لکھتے ہیں، ﴿عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ﴾ ”جو دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔“ گھات لگائے ہوئے ﴿مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ﴾ ”کوئی بات (اس کی زبان سے) نہیں نکلتی۔“ یعنی ابن آدم کوئی لفظ نہیں بولتا ﴿إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ”مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔“ یعنی ایک نگہبان مستعد اور تیار رہتا ہے اور وہ اسے فوراً لکھ لیتا ہے، وہ نہ انسان کی زبان سے ادا ہونے والے کسی لفظ کو چھوڑتا ہے اور نہ اس کی کسی حرکت کو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۖ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۖ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۚ﴾ (الانفطار 12-10:82) ”اور بلاشبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں، عالی قدر (تمہاری باتوں کے) لکھنے والے، جو تم کرتے ہو، وہ اسے جانتے ہیں۔“ فرشتہ انسان کی ہر بات کو لکھ لیتا ہے، مقدمہ اور حسن کا یہی قول ہے۔^(۲) اس آیت کریمہ سے بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بلال بن حارث مَرْثُیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، يَكْتُتُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمٍ (يَلْقَاهُ)، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، يَكْتُتُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطُهُ إِلَى يَوْمٍ (يَلْقَاهُ)] ”انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے یہ گمان نہیں ہوتا کہ وہ یہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک وہ پہنچی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اپنی ملاقات کے دن تک اس کے لیے اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔“ عقلمند فرمایا کرتے تھے کہ کتنی ہی ایسی باتیں ہیں جن سے مجھے حدیث بلال بن حارث مَرْثُیؓ نے منع کر دیا۔^(۳) اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^(۴) اور صحیح میں اس کا شاہد بھی ہے۔^(۵)

سکرات موت، نفخ صور اور حشر کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ

① صحیح البخاری، الاعتکاف، باب: هل يخرج المعتكف لحوائجه.....، حدیث: 2035 عن علی بن حسینؓ و صحیح مسلم، السلام، باب بیان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة.....، حدیث: 2174 عن أنسؓ. ② تفسیر الطبری: 205/26. ③ مسند أحمد: 469/3 دونوں قوسوں والا لفظ جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی قلة الکلام، حدیث: 2319 میں ہے جبکہ مسند احمد میں القیامہ کا لفظ ہے۔ ④ جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی قلة الکلام، حدیث: 2319 وسنن ابن ماجہ، الفتن، باب کف اللسان فی الفتنہ، حدیث: 3969، ملحوظ: نسائی شریف میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ⑤ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: 6478 و صحیح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حدیث:

۱۹) مِنْهُ تَجِيدُ ”اور موت کی سختی حق کے ساتھ آپہنچی (اے انسان!) یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔“ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان! موت کی بے ہوشی حقیقت واضح کرنے کے لیے طاری ہوگئی ہے، یعنی اس نے تیرے سامنے اس یقین کو واضح کر دیا ہے جس کے بارے میں تو شک میں مبتلا تھا، **﴿ذَلِكَ مَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَجِيدُ﴾** ”یہی وہ (حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔“ اس سے بھاگتا تھا مگر اب جبکہ یہ تیرے پاس آگئی ہے تو اب اسے کسی طرح بھی نہ روکا جاسکتا ہے نہ ٹالا جاسکتا ہے نہ موخر کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے خلاصی حاصل کی جاسکتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کو موت (کی سختی) ڈھانپنے لگی تو آپ نے چہرہ اقدس سے پسینہ پونچھنا شروع فرمادیا اور ساتھ ساتھ ارشاد فرما رہے تھے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ] ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔“ ①

﴿ذَلِكَ مَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَجِيدُ﴾ ۱۹) میں ما کے بارے میں دو قول ہیں: (1) یہ ”ما“ موصولہ ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ جس سے تو دور ہوتا، بھاگتا اور راہ فرار اختیار کرتا تھا، وہ چیز تیرے پاس آپہنچی اور تیرے گھر میں اتر چکی ہے۔ (2) یہ ”ما“ نافیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ ہے وہ حالت جس سے بھاگنے اور فرار ہونے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ مِنَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الثَّعْلَبِ تَطْلُبُهُ الْأَرْضُ بِدَيْنٍ، فَجَعَلَ يَسْعَى حَتَّى إِذَا أَعْيَى وَانْتَهَرَ دَخَلَ جُحْرَهُ فَقَالَتْ لَهُ الْأَرْضُ: يَا ثَعْلَبُ! ذَنْبِي، فَخَرَجَ وَلَهُ حُصَاصٌ، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى تَقَطَّعَتْ عُنُقُهُ فَمَاتَ] ”موت سے بھاگنے والے کی مثال اس لومڑ کی سی ہے جس سے زمین اپنے قرض کا مطالبہ کرتی ہو، تو وہ دوڑنے لگا حتیٰ کہ تھک ہار کر اور بیدار رہنے کے بعد وہ اپنے بل میں داخل ہو گیا تو پھر بھی زمین نے اس سے کہا: لومڑ! میرا قرض ادا کر، وہ نکلا تو اس کی ہوا خارج ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔“ ② اس مثال کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح لومڑ کے لیے زمین کے سوا چارہ کار نہیں، اسی طرح انسان بھی موت سے بچ نہیں سکتا۔ ③ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ﴾** ④ ”اور صور میں پھونکا جائے گا۔ یہی (عذاب کی) وعید کا دن ہے۔“ نفخ صور، گھبراہٹ، بے ہوشی اور دوبارہ جی اٹھنے سے متعلق حدیث کے بارے میں گفتگو قبل ازیں کی جا چکی ہے۔ ⑤ اور یہ سب کچھ روز قیامت رونما ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَيْفَ أُنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقُرْنِ قَدْ التَّقَمَ الْقُرْنَ، وَحَنَى جَبْهَتَهُ، يَسْمَعُ مَنَى يَوْمَرُ فَيَنْفُخُ! فَقَالَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ: (فَكَيْفَ نَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟) قَالَ: قُولُوا: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ)]

① صحیح البخاری، المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: 4449 عن عائشة رضی اللہ عنہا ② المعجم الکبیر

للطبرانی، 222/7، حدیث: 6922 یہ حدیث ضعیف ہے۔ ③ الضعفاء الکبیر للعقيلي، 201/4، حدیث: 1781. ④ دیکھیے الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں عنوان: ”صور میں پھونکنے کا بیان“ والنمل، آیت: 87 کے ذیل میں عنوان: ”قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ“، یس، آیت: 49 کے تحت عنوان: ”کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا“ اور الزمر، آیت: 68 کے تحت عنوان: ”صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان“

ہوں گے اور اس دن وہ بھی استقامت پر ہوں گے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوكُنَا﴾ (مریم: 38) ”وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہوں گے!“ اور فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ (السجدة: 12) ”اور کاش! آپ (اس وقت) دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں۔ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“

تفسیر آیات: 23-29

فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم: ابن آدم کے عمل کے ساتھ مقرر کیے ہوئے فرشتے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے کہے گا: ﴿هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ﴾ ”یہ (اعمال نامہ) میرے پاس تیار ہے۔“ اور کسی کی بیشی کے بغیر حاضر ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے فرمائے گا: ﴿الْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ لَفَّا عَنِي﴾ ”(حکم ہوگا کہ) تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔“ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چلانے والے اور گواہی دینے والے فرشتوں سے خطاب ہے، چلانے والا اسے میدان حشر میں چلا کر لائے گا اور گواہی دے گا تو اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیں گے کہ اسے دوزخ میں ڈال دو، جو بدترین ٹھکانا ہے ﴿الْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ لَفَّا عَنِي﴾ یعنی حق کا بہت زیادہ انکار اور تکذیب کرنے والا، حق کا دشمن اور علم کے باوجود باطل کے ساتھ حق کا مقابلہ کرنے والا، ﴿مُتَّاعٍ لِلْخَيْرِ﴾ ”خیر و بھلائی کو روکنے والا“ مال سے متعلق حقوق ادا نہ کرنے والا اور نہ مال کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور صدقہ کرنے والا، ﴿مُعْتَدٍ﴾ ”حد سے بڑھنے والا۔“ اور جن کاموں میں خرچ کرتا ہے تو حد سے بڑھ جاتا ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو گفتگو، چال ڈھال اور اپنے حکم میں حد سے بڑھ جائے۔ ﴿مُرِيبٍ﴾ ”شکی (تھا)“ اپنے معاملے میں شک میں مبتلا تھا، نیز جو اس کے معاملے کا جائزہ لیتا اسے یہ شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ﴿الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ ”جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کر رکھے تھے۔“ یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور غیر اللہ کی پوجا کی تھی ﴿فَالْقِيَا فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ﴾ ”تو تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَخْرُجُ عَنْكَ مِنَ النَّارِ، يَتَكَلَّمُ، يَقُولُ: وَكُلْتُ الْيَوْمَ بَنَائِيَةً: بِكُلِّ حَبَّارٍ عَنِي]، وَبِمَنْ جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ، وَبِمَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَنْصَلَوِي عَلَيْهِمْ فَيَقْدِفُهُمْ فِي غَمَرَاتِ جَهَنَّمَ] ”آگ سے ایک گردن نکلے گی جو گفتگو کر رہی ہوگی اور کہے گی کہ مجھے تین آدمیوں پر مسلط کر دیا گیا ہے: (1) ہر جابر سرکش پر (2) ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور (بندگان الہی) کی عبادت

کرے اور (3) جو ناحق کسی انسان کو قتل کرے۔ یہ آگ ان کو سمیٹ کر جہنم کی ہولناکیوں میں گرا دے گی۔^①

اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا: ﴿قَالَ قَرِينُهُ﴾ ”اس کا ساتھی کہے گا“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا۔ ﴿رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا۔“ یعنی وہ اس انسان کے بارے میں کہے گا جسے وہ قیامت کے دن کافر پائے گا اور اس سے وہ براءت کا اظہار کر دے گا اور کہے گا کہ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا ﴿وَلَكِنْ كَانَ فِي صَلَإٍ غِيبٍ﴾ ”بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔“ بلکہ یہ خود ہی گمراہ، باطل کا قائل اور حق کا دشمن تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا أَنْفُسُكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُمْ بِمُصْرِخِي﴾ ”اے کفرت بہا! اشرکتوں میں سے قبل“ ﴿إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (ابراہیم 22: 14) ”جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا تھا اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا تو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں، میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں، ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔“ ﴿قَالَ لَا تَخْصِمُوا الدِّنِّي﴾ ”اللہ کہے گا کہ میرے حضور میں رد و کد نہ کرو۔“ یہ اللہ عز و جل انسان اور اس کے ساتھی جن سے فرمائے گا، اس لیے کہ وہ دونوں حق تعالیٰ جل شانہ کے سامنے جھگڑا کریں گے۔ انسان کہے گا کہ اے میرے رب! نصیحت آنے کے بعد اس نے مجھے گمراہ کر دیا تھا اور شیطان کہے گا: ﴿رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي صَلَإٍ غِيبٍ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ آپ ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔“ اللہ عز و جل ارشاد فرمائے گا: ﴿لَا تَخْصِمُوا الدِّنِّي﴾ ”میرے حضور میں رد و کد نہ کرو۔“ یعنی میرے پاس، ﴿وَقَدْ قَاتَىٰ مَتَّىٰ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ﴾ ”حالانکہ ہم تمہارے پاس پہلے ہی (عذاب کی) وعید بھیج چکے تھے۔“ یعنی ہم نے رسولوں کی زبانی تمہارے حیلے بہانے ختم کر دیے تھے، ہم نے تمہاری طرف اپنی کتابیں نازل کیں اور تمہارے خلاف دلائل و براہین ثابت ہو چکے ہیں۔ ﴿مَا يَبْدُلُ الْقَوْلَ لَدُنِّي﴾ ”میرے ہاں بات بدلنا نہیں کرتی۔“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یعنی میں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر دیا ہے۔ ﴿وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ ”اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔“ یعنی میں کسی کو کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے سزا نہیں دیا کرتا بلکہ ہر شخص کو اتنا جت کے بعد اس کے گناہ ہی کی وجہ سے عذاب دیا کرتا ہوں۔

① مسند أحمد: 40/3 جبکہ ترمذی واللفظ جامع الترمذی، أبواب صفة جہنم، باب ماجاء فی صفة النار، حدیث:

2574 عن أبي هريرة ؓ میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 215/26، ③ تفسیر الطبری: 216/26، 217.

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ③٠ وَأَزْلَفَتْ الْجَنَّةُ

(یاد کرو!) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ مزید ہے؟ ③٠ اور جنت متین کے قریب کی جائے گی، (وہ) دور

لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ③١ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ③٢ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ

نہیں ہوگی ③١ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوب رجوع کرنے والے، (امراہی کی) حفاظت کرنے والے ہر شخص

بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ③٣ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ③٤

سے ③٢ جو رحمن سے بن دیکھے ڈرتا تھا اور وہ رجوع کرنے والا دل لیے آیا ہے ③٣ (کہا جائے گا:) تم اس (جنت) میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ، یہی

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ③٥

بیشہ رہنے کا دن ہے ③٤ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ہوگا، اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے ③٥

تفسیر آیات: 30-35

جنت و جہنم کے حالات: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت دوزخ سے پوچھے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ روز قیامت اسے جنوں اور انسانوں سے بھرے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جن لوگوں کے لیے جہنم رسید ہونے کا حکم دے گا، انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو جہنم کہے گا: کیا اور بھی ہے؟ یعنی کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے جو تو مجھے دے گا؟ آیت کریمہ کے سیاق سے بظاہر یہی معنی معلوم ہو رہے ہیں اور پھر احادیث بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزِي بِبَعْضِهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ: قَطُّ قَطُّ وَعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ، وَلَا يَزَالُ فِي الْحَنَةِ فَضْلٌ حَتَّى يُنْشِئَ اللَّهُ لَهَا خَلْقًا (آخَرَ فَيَسْكِنُهُمْ فِي فَضُولِ الْحَنَةِ)] ”جہنم میں لوگوں کو مسلسل ڈالا جائے گا اور وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتیٰ کہ رب العزت اپنے قدم مبارک کو اس میں رکھ دے تو اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور جہنم کہے گا: بس بس، تیری عزت و کرم کی قسم! البتہ جنت میں جگہ باقی بچی رہے گی جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا فرمائے گا، پھر انھیں جنت کے باقی ماندہ مقامات میں بسا دے گا۔“ ① اور اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ②

دوسری حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے مرفوع روایت کیا ہے جبکہ ابوسفیان اسے اکثر موقوف روایت کیا کرتے تھے: يُقَالُ لِجَهَنَّمَ: هَلِ امْتَلَأَتْ؟ وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا، فَتَقُولُ: قَطُّ قَطُّ ”جہنم سے کہا جائے گا: کیا تو بھر گیا ہے؟ وہ کہے گا: کیا کچھ اور بھی ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ اس

① مسند أحمد: 234/3 جبکہ ترمذی والے الفاظ بھی مسند أحمد: 141، 134/3 میں ہیں۔ ② صحيح مسلم، الجنة وصفة

پراپنا قدم مبارک رکھ دیں گے تو وہ کہے گا: بس بس۔^①

ایک اور روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ. وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: مَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ؟ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحِمْتِي أَرْحَمُ بِكَ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي، وَقَالَ لِلنَّارِ: إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكَ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمْ مِّلْوَةٌ، فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِي حَتَّى يَضَعَ رَجُلُهُ (فِيهَا) فَنَقُولُ: قَطُّ قَطُّ، فَهَذَا لَكَ تَمَتَّلِي وَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، وَلَا يَظْلِمُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا (آخِر)] ”جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبر اور جابر لوگوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں کمزور اور ناتواں لوگ ہی داخل ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر میں چاہوں تیرے ذریعے سے رحمت کروں اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں تیرے ذریعے سے عذاب دوں، البتہ تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھردیا جائے گا، دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گا جب تک اللہ جل شانہ اپنا قدم مبارک اس میں نہ رکھیں گے تو وہ پکاراٹھے گا: بس بس۔ اس وقت دوزخ بھر جائے گا اور اس کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے اور اللہ عز وجل اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا جبکہ جنت کے لیے اللہ عز وجل اور مخلوق پیدا فرمادے گا۔“^②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ﴾^③ ”اور بہشت پر ہیز گاروں کے قریب کر دی جائے گی (کہ مطلق) دور نہ ہوگی۔“ قادمہ، ابو مالک اور سدی کا قول ہے: ﴿وَأَزَلَّتِ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پر ہیز گاروں کے قریب کر دیا جائے گا۔^④ ﴿غَيْرَ بَعِيدٍ﴾ ”دور نہ ہوگی۔“ یہ قیامت کا دن ہے اور قیامت دور نہیں ہوگی کیونکہ وہ لامحالہ آنے ہی والی ہے اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہو، قریب ہوتی ہے۔ ﴿هَذَا أَمَّا تَوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ﴾ ”یہی وہ (چیز) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے سے۔“ ﴿أَوَّابٍ﴾ کے معنی رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا اور گناہ سے رک جانے والا اور ﴿حَفِيفٍ﴾ سے مراد وہ جو عہد کی حفاظت کرے، نہ اسے توڑے اور نہ اس کی خلاف ورزی کرے، ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنََ الْغَيْبِ﴾ ”جو رحمن سے بن دیکھے ڈرتا رہا۔“ یعنی وہ خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی دیکھنے والا نہ تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا روز قیامت عرش الہی کے سائے تلے جگہ پانے والے سات قسم کے سعادت مند لوگوں میں سے [وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ] ”ایک وہ شخص

① صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مُّزِيدٍ﴾ (ق 30:50)، حدیث: 4849. ② صحیح

البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مُّزِيدٍ﴾ (ق 30:50)، حدیث: 4850 البتہ پہلی اور تیسری قوسین والے

الفاظ صحیح بخاری میں نہیں ملے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں بھی نہیں ہیں جبکہ دوسری قوسین والا لفظ صحیح بخاری میں [يَنْزَوِي] کے

جگے [يُزَوِي] ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 220/26.

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ

ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھیں، پھر وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا انھیں (ہمارے عذاب سے)

مَحْجُصٍ ③۶ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ③۷

کوئی بچ نکلنے کی جگہ ملی؟ ③۶ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جو (آگاہ) دل رکھتا ہے، یا وہ کان لگائے جبکہ وہ (دل و دماغ سے) حاضر ہو ③۷

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ③۸ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوبٍ ③۹

اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں ③۸

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ③۹

چنانچہ (اے نبی!) جو وہ کہتے ہیں اب آپ اس پر صبر کریں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے ③۹

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ السُّجُودِ ④۰

اور رات کے کچھ حصے میں پھر آپ اس کی تسبیح کریں، اور سجود (نمازوں) کے بعد بھی ④۰

بھی ہوگا جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ① ﴿وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيرٍ﴾ ② اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسے دل کے ساتھ ملے گا جو اس کی طرف رجوع کرنے والا، سب سے پاک اور اس کے سامنے جھکنے والا ہوگا۔

﴿ادْخُلُوهَا﴾ ”اس میں داخل ہو جاؤ۔“ یعنی جنت میں، ﴿بِسَلَامٍ﴾ ”سلامتی کے ساتھ۔“ قنادر کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر سلام بھیجیں گے۔ ② ﴿ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ﴾ ”یہ بیشکی کا دن ہے۔“ یعنی وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی نہیں مریں گے، نہ وہاں سے کوچ کریں گے اور نہ وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا﴾ ”وہاں وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ہوگا۔“ یعنی جس چیز کو پسند کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے، لذت کے جس قسم کے سامان کو طلب کریں گے، حاضر پائیں گے ﴿وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ ”اور ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔“ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْبَرَكَاتُ﴾ (یونس 26:10) ”جن لوگوں نے نیکو کاری کی ان کے لیے بھلائی ہے مزید برآں اور بھی۔“ صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رومی سے روایت ہے کہ ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ سے مراد اللہ کریم کے چہرہ اقدس کا دیدار ہے۔ ③

تفسیر آیات: 36-40

کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ

① صحیح البخاری، الأذان، باب من جلس فی المسجد.....، حدیث: 660 و صحیح مسلم، الزکاة، باب فضل

إخفاء الصدقة، حدیث: 1031 عن أبی ہریرۃؓ. ② تفسیر الطبری: 222/26. ③ صحیح مسلم، الإیمان، باب

إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة.....، حدیث: (297، 298، 181).

”وَمِنْهُمْ بَطْشًا“ اور ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں وہ اُن سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔“ یعنی ان تکذیب کرنے والوں سے پہلے جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں شدید تھے، انھوں نے زمین میں نشانات بنائے اور ان کی نسبت زمین کو زیادہ آباد کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّجْنُونٍ﴾ (19) ”تو وہ شہروں میں گشت کرنے لگے، کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں نشانات بنائے۔ (20) قنادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے شہروں میں گشت کی، رزق اور مال و دولت کو تلاش کیا اور تمھاری نسبت انھوں نے شہروں میں زیادہ سیر و سیاحت کی۔ (21)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ مِنْ مَّجْنُونٍ﴾ (36) ”کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟“ کیا اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے بھاگنے کی ان کے پاس کوئی صورت تھی۔ انھوں نے جو مال و دولت جمع کیا وہ ان کے کچھ کام آسکا اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے آنے والے عذاب کو ان سے ٹال سکا۔ اسی طرح تمھارے لیے بھی کوئی بجا و ماویٰ، بھاگنے اور راہ فرار اختیار کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (37) ”جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا متوجہ ہو کر سننے کے لیے کان لگاتا ہے، اس کے لیے یقیناً اس میں نصیحت ہے۔“ ذکر کی معنی عبرت اور نصیحت کے ہیں اور قلب سے مراد عقل ہے جیسا کہ امام مجاہد نے کہا ہے۔ (38) ﴿أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (39) سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام کو سنتا، اسے یاد رکھتا اور عقل کے ساتھ اسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ﴾ کے معنی ہیں دل کے ساتھ اپنے نفس سے بات نہ کرے ﴿وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (40) اور اس کا دل بھی حاضر ہو۔ (41) ضحاک کا قول ہے کہ عرب اَلْفَى فُلَانٌ سَمِعَهُ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اپنے دونوں کانوں کے ساتھ غور سے سنے اور وہ دل کے ساتھ حاضر ہو اور غائب نہ ہو۔ (42) ثوری اور کئی ایک ائمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ (43)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ﴾ (38) ”اور البتہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب کو چھ دن میں بنادیا اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔“ اس میں گویا آخرت کا اثبات ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور اسے ان کے پیدا کرنے سے کوئی تکان نہیں ہوئی وہ مردود کو دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا کہنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر ساتویں دن، یعنی ہفتے کے دن آرام کیا اور اسے وہ آرام کے دن سے موسوم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ﴾ (39) ”اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔“ (40) یعنی در ماندگی اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ تکلیف ہوئی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

(1) تفسیر القرطبی: 22/17 و تفسیر الطبری: 227/26. (2) تفسیر القرطبی: 22/17 ملخصاً. (3) تفسیر القرطبی:

23/17 اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے، دیکھیے زاد المسیر: 244/7. (4) تفسیر الطبری: 228/26. (5) تفسیر الطبری:

228/26. (6) تفسیر القرطبی: 23/17. (7) تفسیر الطبری: 230/26.

میں فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُعْزِيَ الْمَوْتَىٰ ط بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (الاحقاف 33:46) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿لَخَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 57:40) ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ط بَنَاهَا﴾ (الزمر 27:79) ”بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ﴾ ”تو جو کچھ یہ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔“ یعنی ان تکذیب کرنے والے کفار کی باتوں پر صبر کریں اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کشی اختیار کریں، ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ ”اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ معراج سے پہلے دو نمازیں فرض تھیں، ایک طلوع آفتاب سے قبل فجر کے وقت اور دوسری غروب آفتاب سے قبل عصر کے وقت، رات کا قیام ایک سال تک نبی ﷺ اور آپ کی امت پر واجب تھا، پھر امت کے حق میں اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا گیا، پھر شب معراج پانچ نمازوں کو فرض قرار دے کر اس سب کچھ کو منسوخ کر دیا گیا، البتہ طلوع وغروب آفتاب سے قبل نماز فجر اور نماز عصر کو باقی رہنے دیا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے جریر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: [أَمَّا إِنَّكُمْ سَتَعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ، فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تَضَامُونَ فِيهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلَبُوا عَلَىٰ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾] ”خبردار! تم اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تو تم اسے اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس دیکھنے میں از دہام میں مبتلا نہیں ہو گے، پس اگر تمہیں استطاعت ہو کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا کرو، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ ”اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ اسے امام بخاری و مسلم اور دیگر جماعت محدثین نے بروایت اسماعیل بیان کیا ہے۔^②

① مسند أحمد: 366,365/4 . ② صحيح البخاری، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 554 و

صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح.....، حديث: 633 و سنن أبي داود، السنة، باب في الرؤية،

حديث: 4729 و جامع الترمذی، صفة الجنة، باب ما جاء في رؤية الرب تبارك و تعالیٰ، حديث: 2551 و سنن ابن

ماجة، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 177 .

وَأَسْتَبْعِثُ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ

اور توجہ سے سنیں! جس دن منادی کرنے والا قریب کے مقام سے ندا دے گا ﴿٤١﴾ جس دن وہ اس جج (نچر ٹانیہ) کوئی واقعہ سنیں گے،

بِالْحَقِّ ط ذَلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾

بہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا ﴿٤٢﴾ بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے ﴿٤٣﴾

يَوْمَ تَشَقُّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرَاعًا ط ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾

جس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی (وہ اس میں سے) تیزی سے (نکل رہے ہوں گے) یہ حشر (برپا کرنا) ہم پر نہایت آسان ہے ﴿٤٤﴾

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ بِالْقُرْآنِ

ہم اسے خوب جانتے ہیں جو وہ (شرکیں) کہتے ہیں، اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، لہذا آپ اس قرآن کے ذریعے سے اس شخص

مَنْ يَخَافُ وَعِيدَ ﴿٤٥﴾

کو نصیحت کرتے رہیں، جو میری وعید سے ڈرتا ہے ﴿٤٥﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ الْيَلِيلُ فَنَسِجُهُ﴾ ”اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔“ یعنی اس کے لیے نماز پڑھا کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ الْيَلِيلُ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ﴾ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ﴿٧٩﴾ ”اور آپ رات کے بعض حصے میں اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (اور یہ) آپ کے لیے نفل ہے قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔“ ﴿وَأَذْبَارَ السُّجُودِ﴾ ﴿٤٠﴾ ”اور نمازوں کے بعد (بھی)۔“ ابن ابونجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نماز کے بعد تسبیح پڑھنا ہے۔ ﴿١﴾ اس کی تائید صحیحین کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے کہ فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! صاحب ثروت لوگوں نے بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو حاص کر لیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَمَا ذَاكَ؟﴾ ”وہ کیسے؟“ انھوں نے عرض کی کہ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے بھی رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم صدقہ نہیں کر سکتے، وہ گردنیں آزاد کرتے ہیں جبکہ ہم نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ﴿أَفَلَا أَعْلَمُكُمْ شَيْئًا تَدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟﴾ قَالُوا: بَلَىٰ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً ﴿٢﴾ ”کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ سکھا دوں کہ جو تم سے آگے ہوں ان کو تم پالو اور اپنے سے پیچھے والوں کے ہمیشہ آگے رہو اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا سوائے اس کے جو اسی طرح کرے جیسے تم کرو۔ اور وہ یہ کہ تم ہر نماز کے بعد تینتیس (تینتیس) مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو۔“ راوی نے کہا کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہے اور انھوں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا ہے جس طرح ہم کرتے

ہیں، آپ نے فرمایا: [ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ] ”یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔“ ① دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿وَأَذْبَارُ السُّجُودِ﴾ سے مراد نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ہے۔ یہ حضرت عمر، حضرت علی، آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت حسن، ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ② امام مجاہد، عکرمہ، شعبی، بخاری، حسن اور قتادہ کے علاوہ دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ③

تفسیر آیات: 41-45

روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاسْتَبِيعْ﴾ ”اور سنئے“ اے محمد (ﷺ)! ﴿يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ﴾ ”جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا“ کہ تم فیصلے سننے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ ﴿يَوْمَ يَسْعَوْنَ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ ”جس دن لوگ چیخ و پکار حقیقتاً سن لیں گے“، یعنی فحشہ صور جس سے یقیناً وہ حق سامنے آجائے گا جس کے بارے میں اکثر لوگ شک کرتے تھے، ﴿ذَلِكَ يَوْمَ الْخُرُوجِ﴾ ”وہی نکل پڑنے کا دن ہے“، یعنی قبروں سے نکل پڑنے کا۔ ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَالْإِنَّا لَمَصِيرُ﴾ ”یقیناً ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے“، یعنی وہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا فرماتا اور پھر اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، تمام مخلوقات کو بالآخر اسی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا اور اگر برا ہوا تو بری سزا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا﴾ ”اس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی تو وہ جھٹ پٹ نکل کھڑے ہوں گے“، اللہ عزوجل آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس کے ساتھ قبروں میں تمام مخلوقات کے جسامت کو اس طرح زندہ فرمادے گا جس طرح پانی کے ساتھ مٹی میں دانہ اگتا ہے، جب جسم مکمل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے اور وہ صور میں پھونکیں گے، روجوں کو صور کے سوراخ میں رکھا گیا ہوگا اور جب اسرافیل پھونک ماریں گے تو روحیں چمکتی دہکتی آسمان وزمین کے درمیان نکل آئیں گی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرمائیں گے، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ہر روح اس جسم میں چلی جائے جسے اس نے آباد کیا ہوا تھا تو ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی اور وہ جسم میں اس طرح سرایت کر جائے گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، زمین ان سے پھٹ جائے گی اور لوگ جھٹ پٹ حساب کے مقام کی طرف نکل کھڑے ہوں گے، اللہ عزوجل کے حکم کی طرف جلدی کرتے ہوئے ﴿مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ﴾ یَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿(الفرع: 54: 8)﴾ ”اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے“، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَدِيثٍ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِئْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (بتی: اسراء: 11)

① صحیح البخاری، الأذان، باب الذکر بعد الصلاة، حدیث: 843 و صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة،

باب استحباب الذکر بعد الصلاة.....، حدیث: 595. ② تفسیر الطبری: 234-232/26. ③ تفسیر الطبری:

(52:17) ”جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے۔“

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ] ”سب سے پہلا میں ہوں جس سے زمین پھٹے گی۔“^(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَلِكَ حَشَرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾^(۴۴) ”یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔“ یعنی یہ دوبارہ پیدا کرنا ہمیں کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ (القمر 54:50) ”اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔“ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ بَصِيرٌ﴾ (لقمن 28:31) ”(اللہ کو) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا محض ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔“

نبی ﷺ کو تسلی: اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ ”(یہ) لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔“ یعنی مشرک آپ کی تکذیب کرتے ہوئے جو کہتے ہیں، ہمارا علم اس سب کچھ کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہذا اس سے دل آزرہ نہ ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ﴾ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ (الحجر 97:99) ”اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے (اور اس کی خوبیاں بیان کرتے) رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں رہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ ”اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔“ یعنی انھیں ہدایت قبول کرنے کے لیے زبردستی آمادہ نہیں کرتے اور نہ ہی یہ بات آپ کے ذمے عائد کی گئی ہے کہ انھیں زبردستی ہدایت یافتہ بنادیں، پھر فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ ”پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔“ یعنی آپ اپنے رب کے پیغام کو پہنچادیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی وعید سے ڈرتا اور اس کے وعدے کی امید رکھتا ہے وہ ضرور نصیحت حاصل کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاتَّبَعْنَا عَلَيْكَ الْبَلْعُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ (الرعد 40:13) ”پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ﴾ (الغاشیہ 88:22) ”تو آپ نصیحت کرتے رہیں بس آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط﴾ (البقرہ 2:272) ”(اے محمد ﷺ!) آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے

(۱) صحیح البخاری، الخصومات، باب ما يذكر في الاشخاص.....، حديث: 2412 عن أبي سعيد الخدري.

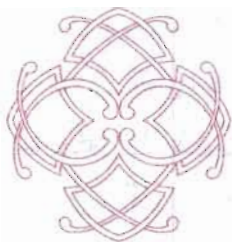
طوط: صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ البتہ صحیح مسلم میں [أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ] ”سب سے پہلے جس

سے قبر پھٹے گی“ دیکھیے صحیح مسلم، الفضائل، باب تفضیل نبینا.....، حديث: 2278 عن أبي هريرة.

ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ﴾ (القصص 56:28)
 ”(اے محمد ﷺ!) آپ جس کو پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔“ اسی لیے اللہ جل شانہ نے یہاں فرمایا: ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (19) ”اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں، پس جو میری وعید سے ڈرے اس کو اس قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔“
 امام قتادہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَخَافُ وَعِيدَكَ وَيَرْجُو مَوْعُودَكَ يَا بَارُّ! يَا رَحِيمُ!
 ”اے اللہ! ہمیں اپنے ان بندوں میں سے بنادے جو تیری وعید سے ڈرتے اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں، (1) اے احسان کرنے والے! اے رحم فرمانے والے!“

سورہ ق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.



تفسیر سورہ ذریت

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالذَّرِیَّتِ ذَرَّوْا ۙ ① فَالْحِلٰتِ وَفَرَّآ ۙ ② فَالْجُرِیَّتِ یُسْرَا ۙ ③ فَالْمَقْسِیَّتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو (مٹی وغیرہ کو) اڑا کر بکھیرنے والی ہیں ① پھر ان بادلوں کی (قسم) جو (پانی کا) بوجھ اٹھانے والے ہیں ② پھر ان کشتیوں کی

اَمْرًا ۙ ④ اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ ⑤ وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۙ ⑥ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ

(قسم) جو آسانی سے پٹنے والی ہیں ③ پھر ان فرشتوں کی (قسم) جو کائنات تقسیم کرنے والے ہیں ④ بلاشبہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور سچا ہے ⑤ اور

الْحُبٰك ۙ ⑦ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ ⑧ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مِنْ اُولٰٓئِكَ ۙ ⑨ قَتِلَ الْخَرٰصُوْنَ ۙ ⑩

بلاشبہ (اعمال کی) جزا ضرور ملنے والی ہے ⑥ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے ⑦ بلاشبہ تم (باہم) مختلف باتوں میں (پڑے) ہو ⑧ اس سے

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ ⑪ یَسْأَلُوْنَ اَیَّٰنَ یَوْمِ الدِّیْنِ ۙ ⑫ یَوْمَ هُمْ

پھیرا جاتا ہے جو شخص (بھلائی سے) پھیرا گیا ⑨ انکل بچو لگانے والے مارے گئے ⑩ جو لاپرواہی میں پڑے ہیں ⑪ وہ پوچھتے ہیں: جزا کا دن کب

عَلٰی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۙ ⑬ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۙ ⑭ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۙ ⑮

ہوگا؟ ⑫ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے ⑬ (کہا جائے گا): تم اپنا عذاب چکھو، یہ وہ عذاب ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے ⑭

تفسیر آیات: 1-14

آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت: امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب ؓ سے روایت ہے کہ آپ کو فہم میں منبر پر

چڑھے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی جس آیت اور رسول اللہ ﷺ کی جس سنت کے بارے میں بھی مجھ سے

پوچھو گے تو میں تمہیں بتا دوں گا، ابن کواء نے کھڑے ہو کر پوچھا: امیر المؤمنین ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَالذَّرِیَّتِ ذَرَّوْا﴾

کے کیا معنی ہیں؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اس کے معنی ہوا کے ہیں، اس نے پوچھا: ﴿فَالْحِلٰتِ وَفَرَّآ﴾ کے معنی؟ آپ

نے فرمایا: بادل، اس نے پوچھا: ﴿فَالْجُرِیَّتِ یُسْرَا﴾ کے معنی؟ آپ نے جواب دیا: کشتیاں، اس نے سوال کیا:

﴿فَالْمَقْسِیَّتِ اَمْرًا﴾ کے معنی؟ آپ نے فرمایا: فرشتے۔ ①

بعض نے کہا ہے: ﴿فَالْعَجَبِیَّتِ یُسْرًا﴾ سے ستارے مراد ہیں جو اپنے دائروں میں آسانی کے ساتھ چلتے ہیں تاکہ ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین کی طرف ترقی ہو کیونکہ ہواؤں کے اوپر بادل ہیں، بادلوں کے اوپر ستارے ہیں اور ﴿فَالْمَقْسِدِیَّتِ﴾ سے مراد فرشتے ہیں جو ستاروں سے اوپر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شرعی اور کوئی احکام لے کر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آخرت کے وقوع پذیر ہونے پر یہ قسمیں کھائی ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ﴾ ﴿بَلَّاشِبَہِ جَسْ﴾ چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔ یعنی وہ ایک سچی خبر ہے، ﴿ذَاتِ الدِّیْنِ﴾ یعنی حساب کا دن ﴿لَوَاقِعٍ﴾ ﴿ضُرُورِ وَاوَقِعْ ہُوْگَا﴾ یعنی وہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُوبِ﴾ اور آسمان کی قسم! جس میں رستے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ذَاتِ الْحُبُوبِ﴾ کے معنی ہیں حسن و جمال، رونق اور مضبوطی والا۔^① مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو مالک، ابوصالح، سدی، قتادہ، عطیہ عوفی، ربیع بن انس اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔^② ضحاک اور منہال بن عمرو وغیرہ کا قول ہے کہ ہوا جب پانی، ریت اور کھیتی پر چل کر الگ الگ رستے بنا دیتی ہے، انھیں حبک کہا جاتا ہے۔^③ ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی حسن و جمال کے ہیں کہ یہ اپنے حسن کی وجہ سے بلند، صاف شفاف، مضبوط و مستحکم اور وسیع و عریض ہے جسے ثوابت اور سیاروں کا تاج پہنایا گیا اور شمس و قمر اور روشن ستاروں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔

مشرکین کی باتوں میں اختلاف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾ ﴿بَلَّاشِبَہِ (اے اہل مکہ!) تم ایک متناقض بات میں پڑے ہوئے ہو۔﴾ یعنی اے مشرک اور پیغمبروں کی تکذیب کرنے والو! تم ایک ایسی مختلف اور مضطرب بات میں پڑے ہو جو بے جوڑ اور بے سرو پا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ایک متناقض بات پر اڑے ہو جس سے قرآن مجید کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور تکذیب بھی۔^④ ﴿يُؤْفِكُ عَنْهُ مِّنْ أُوْلَکَ﴾ ﴿اس سے وہی پھرتا ہے جو (بھلائی سے) پھیرا جائے۔﴾ یعنی یہ بات اس شخص کے ہاں پذیرائی حاصل کر سکتی ہے جو واقعی گمراہ ہو کیونکہ یہ ایک بالکل باطل بات ہے اسے صرف وہ صحیح مان سکتا اور اسے صحیح ماننے کی وجہ سے گمراہ ہو سکتا ہے جو واقعی سر پھرا، گمراہ اور حد درجہ احمق ہو جو فہم و بصیرت سے بالکل عاری ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّکَمُوا وَمَا تُعْبَدُونَ مَّا أَنتُمْ عَلَیْہِ بِفِتْنٰیۨنَ ۚ اِلَّا مَن هُوَ صَآلِ الْجُنُبِیۡنَ ۝﴾ (الصَّفٰتِ 37: 161-163) ”سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو، اللہ کے خلاف بہکانہیں سکتے مگر اس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے کہ ﴿يُؤْفِكُ عَنْهُ مِّنْ أُوْلَکَ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے وہ بھٹکے گا جو گمراہ ہوگا۔^⑤ ﴿قَتِلَ الْخَآصُّوْنَ﴾ ”انگل دوڑانے والے ہلاک ہوں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد کذاب لوگ ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے سورہ عمس کی یہ آیت: ﴿قَتِلَ الْاِنْسَانُ مَّا اَفْرَکَ ۝﴾ (عبس 80: 17) ”انسان ہلاک ہو جائے

① تفسیر الطبري: 246-244/26. ② تفسیر القرطبي: 31/17 و تفسیر الطبري: 245، 244/26. ③ تفسیر القرطبي:

32، 31/17 و تفسیر الطبري: 245/26. ④ تفسیر الطبري: 246/26. ⑤ فتح القدیر: 103/5 و تفسیر الماوردي: 363/5.

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ (15) اخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ

بلاشبہ متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے (15) جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا، وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے نیکو کرتے تھے (15) وہ

مُحْسِنِينَ ۖ (16) كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۖ (17) وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۖ (18) وَفِي

رات کو بہت ہی تھوڑا سوتے تھے (17) اور وہ سحری کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے (18) اور ان کے مالوں میں سواری اور محروم (نہ مانگنے والے) شخص کا حق

أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ (19) وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ (20) وَفِي أَنْفُسِكُمْ ط

(حصہ) ہوتا تھا (19) اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں (20) اور (خود) تمہارے نفسوں میں بھی، کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ (20)

أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۖ (21) وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۖ (22) فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے (22) پھر قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی! بلاشبہ یہ (مذکورہ امور) اسی

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنْكُمْ تُنْقُطُونَ ۖ (23)

طرح) حق ہیں، جیسے تم بولتے ہو (23)

کیسا ناشکرا ہے! (1) ﴿الْخَرَّاصُونَ﴾ (10) سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ آخرت ہی

پر یقین رکھتے ہیں۔ (2) علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿قِتِلَ الْخَرَّاصُونَ﴾ (10) کے معنی ہیں کہ شک

کرنے والوں پر لعنت ہو۔ (3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں کہا کرتے تھے کہ شک کرنے والے ہلاک ہوں۔ (4) قتادہ

کہتے ہیں کہ ﴿الْخَرَّاصُونَ﴾ (10) سے فریب اور غفلتوں میں مبتلا لوگ مراد ہیں۔ (5) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ

هُمْ فِي عَمْرَةٍ سَاهُونَ﴾ (11) ”جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کفر اور شک میں مبتلا غافل اور لاپرواہ ہیں۔ (6)

﴿يَسْتَلُونَ أَيَّانَ يَوْمِ الدِّينِ﴾ (12) ”پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا۔“ اور یہ بات وہ تکذیب، سرکشی، شک اور اس

کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھنے کی بنا پر کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ﴾ (13) ”اس دن

(ہوگا) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، حسن اور کئی ایک ائمہ کا قول ہے کہ ﴿يُفْتَنُونَ﴾ (13)

کے معنی ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔ (7) مجاہد کہتے ہیں کہ اس طرح جیسے سونے کو آگ میں گر مایا جاتا ہے۔ (8) ائمہ تفسیر

کی ایک دوسری جماعت جس میں عکرمہ، ابراہیم نخعی، زید بن اسلم، سفیان ثوری اور مجاہد رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، نے کہا ہے کہ

﴿يُفْتَنُونَ﴾ (13) کے معنی ہیں کہ انھیں جلایا جائے گا۔ (9) ﴿ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ﴾ ”اپنا عذاب چکھو۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے

معنی یہ ہیں کہ اپنے جلنے کا مزہ چکھو۔ (10) دیگر ائمہ تفسیر نے بھی اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ تم اپنے عذاب کے مزے چکھو۔ (11)

(1) تفسیر الطبری: 248/26، (2) تفسیر الطبری: 248/26 عن مجاهد، (3) تفسیر الطبری: 247/26، (4) سنن أبی داود،

السنة، باب من دعا إلى السنة، حديث: 4611 و المستدرک للحاکم: 460/4، حديث: 8422، (5) تفسیر الطبری:

248/26، (6) تفسیر الطبری: 249، 248/26، (7) تفسیر الطبری: 250، 249/26، (8) تفسیر الطبری: 250/26،

(9) تفسیر الطبری: 250/26، (10) تفسیر الطبری: 252/26، (11) تفسیر الطبری: 252/26

﴿ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ﴾ ”یہ وہی ہے جس کے لیے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔“ یہ انھیں سرزنش، زجر و توبیخ، حقیر اور رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تفسیر آیات: 23-15

پرہیز گاروں کی جزا اور ان کی صفات: اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیز گار بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ آخرت میں باغات اور چشموں میں ہوں گے جبکہ ان کے برعکس بد بخت لوگ عذاب، آتش دوزخ اور بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے۔ ﴿ اخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُنَّ ۝ ﴾ ”اور جو نعمتیں ان کا پروردگار انھیں دیتا ہوگا ان کو لے رہے ہوں گے۔“ ﴿ اخْذِينَ ۝ ﴾ اللہ کے اس فرمان: ﴿ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ ﴾ سے حال ہے، یعنی پرہیز گار جنتوں اور چشموں میں ہونے کی حالت میں وہ سب کچھ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں عطا فرمائے گا، یعنی نعمتیں، خوشیاں اور مسرتیں۔ ﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ ۝ ﴾ ”بے شک وہ اس سے پہلے، یعنی دنیا میں ﴿ مُحْسِنِينَ ۝ ﴾ ”نیکیاں کرتے تھے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَلُّوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ ﴾ (الحاقہ 24:69) ”جو عمل تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ ﴾ ”وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔“ ﴿ مَا ۝ ﴾ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ ﴿ مَا ۝ ﴾ نافیہ ہے، یعنی رات کا کم حصہ ایسا ہوتا تھا جس میں وہ سوتے نہیں تھے۔^(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی رات نہ ہوتی تھی جس میں وہ اللہ کی عبادت نہ کرتے ہوں، خواہ تھوڑے سے وقت ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔^(۲) قتادہ نے مُطَرَف بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ کم راتیں ہی ایسی ہوں گی جن میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو، خواہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھی ہو یا درمیانی حصے میں۔^(۳) مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کم راتیں ایسی ہوں گی جن میں وہ صبح تک سوئے رہے، ہوں اور انھوں نے تہجد نہ پڑھی ہو۔^(۴) قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔^(۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہما اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ وہ مغرب و عشاء کے مابین نماز پڑھتے تھے۔^(۶) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ﴿ مَا ۝ ﴾ مصدر یہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^(۷) حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے قیام اللیل کو اپنا معمول بنالیا تھا جس کی وجہ سے وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے، ان کا قیام سپیدہ سحر نمودار ہونے تک طویل ہو جاتا تھا حتیٰ کہ بوقت سحر وہ استغفار کیا کرتے تھے۔^(۸)

عبد اللہ بن سلام نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے آئے تو لوگ کشاں کشاں آپ

(۱) تفسیر القرطبی: 36/17 و تفسیر الطبری: 253/26. (۲) تفسیر الطبری: 254/26. (۳) تفسیر الطبری: 254/26.

(۴) تفسیر الطبری: 254/26. (۵) تفسیر الطبری: 254/26. (۶) تفسیر الطبری: 254/26. (۷) تفسیر الطبری: 254/26.

(۸) تفسیر الطبری: 255/26. 258/26

کے پاس کھچے چلے آئے، ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا، میں نے جب آپ کا چہرہ اقدس دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہے، میں نے پہلی بات جو آپ کو فرماتے ہوئے سنی وہ یہ تھی: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا (بِاللَّيْلِ) وَالنَّاسَ نِيَامًا، تَدْخُلُوا الْحَنَّةَ بِسَلَامٍ] ”لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“^(۱)

امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْحَنَّةِ (عُرْفًا) يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا. فَقَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطَعَمَ الطَّعَامَ، وَبَاتَ لِلَّهِ قَائِمًا وَالنَّاسَ نِيَامًا] ”بے شک جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہوں گے جن کے اندر سے باہر کا منظر دیکھا جاسکے گا اور باہر سے اندر کا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ کن کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو نرم کلام کرے، کھانا کھلائے اور اللہ کے لیے قیام میں رات بسر کر دے جبکہ (دوسرے) لوگ سوئے ہوئے ہوں۔“^(۲)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْأَسْحَارُ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾^(۳) ”اور اوقات سحر میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔“ مجاہد اور دیگر کئی ائمہ نے کہا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز پڑھتے تھے۔^(۴) دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ رات کو قیام کیا کرتے اور استغفار کو اوقات سحر تک مؤخر کر دیتے تھے۔^(۵) جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ (ال عمران 3: 17) ”اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔“ اور اگر استغفار نماز ہی میں ہو تو وہ اور بھی اچھا ہے۔ کتب صحاح وغیرہ میں بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ (الْأَخِيرُ فَيَقُولُ): [، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى سُؤْلُهُ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ تَائِبٍ (فَاتُوبَ عَلَيْهِ؟)]، [حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ] ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر رات اس وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (جیسا اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے) جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا ہے تو وہ فرماتا ہے: کوئی ہے سوال کرنے والا کہ اس کے سوال کو پورا کر دیا جائے۔ کوئی ہے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں، یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا

① پہلی تو سین والے الفاظ جامع الترمذی، صفة القيامة، باب حدیث: [أَفْشُوا السَّلَامَ.....]، حدیث: 2485 اور دوسری تو سین والے الفاظ سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی قیام اللیل، حدیث: 1334 جبکہ باقی حدیث مسند احمد: 451/5 میں ہے۔ ② مسند احمد: 173/2 اور تو سین والالفظ جامع الترمذی، البر الوصلة، باب ماجاء فی قول المعروف، حدیث: 1984 عن علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 258/26۔ ④ تفسیر الطبری: 258/26 عن حسن۔

رہتا ہے۔“ ① بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو یہ فرمایا تھا: ﴿سَوْفَ أَسْأَلُكُمْ رِزْقِي﴾ (یوسف 98:12) ”میں اپنے پروردگار سے تمہارے لیے بخشش مانگوں گا۔“ تو انھوں نے اسے وقت سحر تک مؤخر کر دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ ② ”اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔“ پہلے ان کی تعریف میں کہا کہ نماز پڑھتے ہیں اور اب ان کی تعریف میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ زکاۃ دیتے اور نیکی اور صلہ رحمی کے کام کرتے ہیں، ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ﴾ ③ ”اور ان کے مالوں میں حق ہوتا ہے۔“ یعنی انھوں نے ان کے لیے ایک طے شدہ حصے کو الگ کر دیا ہوتا ہے، ﴿لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ ④ ”مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کے لیے۔“ سائل تو معروف ہے کہ جو خود سوال کرے اسے سائل کہتے ہیں اور اس کا حق ہے اور محروم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس کا بیت المال میں حصہ نہ ہو اور نہ اپنی روزی کے لیے کمائی کر سکتا ہو۔ ⑤ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جس کے لیے کمانا ممکن نہ ہو۔ ⑥ امام قتادہ و زہری کا قول ہے کہ محروم سے مراد وہ ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے۔ ⑦ امام زہری نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَيْسَ الْمُسْكِينُ بِالطَّوَّافِ] الَّذِي تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطِنُ لَهُ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ] ”مسکین وہ چکر لگانے والا نہیں ہے جسے ایک لقمہ یا دو لقمے، ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس بے نیاز کر دینے کے لیے کچھ نہ ہو اور نہ ضرورت مند سمجھ کر اس پر صدقہ کیا جائے۔“ ⑧ اسے شیخین نے ایک دوسری سند سے مرفوع بھی روایت کیا ہے۔ ⑨

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التہجد، باب الدعاء والصلاة.....، حدیث: 1145 جبکہ توسین والے الفاظ السنن الکبریٰ للنسائی: 420/4، حدیث: 7768 میں، دوسرا حصہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی: 342/10، حدیث: 5936 توسین والالفظ مسند أحمد: 433/2 میں اور تیسرا حصہ سنن ابن ماجہ، إقامة الصلوات، باب ماجاء فی أى ساعات اللیل أفضل؟ حدیث: 1367 عن رفاعۃ الجہنی میں ہے۔ مزید دیکھیے صحیح مسلم، صلاة المسافرين.....، باب الترغیب فی الدعاء.....، حدیث: 758 وسنن ابی داود، التطوع، باب أى اللیل أفضل؟ حدیث: 1315 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء فی نزول الرب تبارک و تعالیٰ.....، حدیث: 446. ② تفسیر الطبری: 260,259/26. ③ تفسیر ابن ابی حاتم: 3312/10. ④ تفسیر الطبری: 262,261/26. ⑤ امام طبری نے بایں الفاظ: [لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَالْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ. قَالُوا: فَمَنِ الْمُسْكِينُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى، وَلَا يُعْلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، فَذَلِكَ الْمَحْرُومُ] اسے مرسل بیان کیا ہے۔ تفسیر الطبری: 261/26 جبکہ سنن ابی داود، الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقة؟ حدیث: 1632 میں اس سے ملتی جلتی روایت موجود ہے اور اس میں صرف لفظ المحروم کی زیادت امام زہری کی طرف سے اوثق رواۃ کی مخالفت ہے۔ ⑥ صحیح البخاری، الزکاۃ، باب قول اللہ عزوجل: ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ (البقرہ: 273)، حدیث: 1479 وصحیح مسلم، الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجدغنی.....، حدیث: 1039 جبکہ توسین والالفظ مسند أحمد: 469/2 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا

(اے نبی!) کیا آپ کے پاس ابراہیم کے گرامی قدر مہمانوں کی خبر آئی ہے؟ ﴿٢٤﴾ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی کہا:

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ مُنْكُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاعَ إِلَىٰ أَهْلِهِ بِعَجَلٍ سَبِينَ ﴿٢٦﴾ فَقَبَضَهُ إِيْلَهُمْ

(تم پر) سلام ہو، (پھر دل میں کہا تم) لوگ تو اجنبی ہو ﴿٢٥﴾ پھر وہ اپنے اہل کی طرف بڑھا، اور ایک سو تازہ پھڑا (بھون کر) لے آیا ﴿٢٦﴾ پھر وہ انھیں

قَالَ الْآتَا كُلُّونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ﴿٢٨﴾ قَالُوا لَا تَخَفْ ط وَبَشْرُوهُ بَغْلِمٍ عَلِيمٍ ﴿٢٨﴾

پیش کیا (اور) کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ ﴿٢٧﴾ تب اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا: تو نہ ڈر۔ اور انھوں نے اسے بڑے ذی

فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا كَذَلِكِ

علم بیٹی کی بشارت دی ﴿٢٩﴾ پس ابراہیم کی عورت چیخنی چلائی سامنے آئی، پھر اس نے (تعجب سے) اپنے چہرے پر ہاتھ مارا اور کہا: (میں) بانجھ، بڑھیا

قَالَ رَبُّكَ ط إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

(ہوں اولاد کیسے؟) ﴿٣٠﴾ انھوں نے کہا: تیرے رب نے اسی طرح کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿٣٠﴾

زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ﴾ ﴿٣٠﴾ ”اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“ یعنی زمین میں ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جو اپنے خالق کی عظمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہیں اور وہ یہ کہ اس نے زمین میں انواع و اقسام کی نباتات، حیوانات، چٹیل میدان، پہاڑ، صحرا، دریا اور سمندر پیدا فرمادیے ہیں۔ لوگوں کو مختلف زبانیں اور رنگ عطا کیے، انھیں مختلف ارادوں اور قوتوں سے نوازا، عقل و فہم، حرکت و ارادہ اور سعادت و شقاوت کے اعتبار سے ان میں تفاوت پیدا فرمایا، ان کے اعضائے جسم میں سے ایک ایک عضو کو وہاں رکھا جہاں اس کی ضرورت تھی، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ ﴿٣١﴾ ”اور خود تمہارے نفوس میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟“ امام قادہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کی تخلیق کے بارے میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسے عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا اور اسی مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے جوڑوں کو چکدار بنایا گیا ہے۔ ①

پھر فرمایا: ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ﴾ ”اور تمہارا رزق آسمان میں ہے۔“ یعنی بارش، ﴿وَمَا تُوعَدُونَ﴾ ﴿٣٢﴾ ”اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔“ یعنی جنت جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ ﴿قَوْرَبِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطُقُونَ﴾ ﴿٣٣﴾ ”تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ اسی طرح قابل یقین ہے جس طرح تم بولتے ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ اس نے تم سے قیامت، بعث بعد الموت اور جزا کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقین طور پر پورا ہونے والا ہے۔ وہ وعدہ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، لہذا تم بھی شک نہ کرو جیسا کہ تمہیں اپنے بولنے میں شک نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کرتے تو اپنے مخاطب سے کہتے: إِنَّ هَذَا لَحَقٌّ كَمَا

اِنَّكَ هَهُنَا ”یہ بات اسی طرح حق ہے جیسا کہ تمہارا وجود یہاں حق ہے۔“ (۱)

تفسیر آیات: 24-30

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ: یہ قصہ قبل ازیں سورہ ہود اور حجر میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ ② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ إِذْ يَمِينُ الْمُكْرَمِينَ﴾ ”بھلا تمھارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟“ یعنی جن کے لیے عزت و کرامت کو مقدر کر دیا گیا تھا، ﴿فَقَالُوا سَلْبَاءٌ قَالَ سَلَّمَ﴾ ”پھر انھوں نے سلام کہا تو (جواب میں) ابراہیم نے بھی سلام کہا۔“ رفع، نصب کی نسبت زیادہ قوی اور ثابت ہے، لہذا ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں افضل صورت اختیار فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ أُحْصِيتُمْ بِنَحْيَتِكُمْ فَجِئْتُوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أَوْ دُدُّوهَا﴾ (النساء 86:4) ”اور جب تم کو کوئی عداوت تو جواب میں تم اس سے بہتر کلمے سے اسے عداوت دیا انھی لفظوں سے عداوت۔“ پس حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار فرمایا۔ ﴿قَوْمٌ مُنْكَرُونَ﴾ ”ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان۔“ کیونکہ فرشتے، یعنی جبریل، میکائیل اور اسرافیل آپ کے پاس ایسے خوبصورت جوانوں کی صورت میں آئے تھے جو بہت بارعب تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے جان پہچان نہیں ہے، ﴿فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ حَنِينٍ﴾ ”پھر انھوں نے اپنے اہل خانہ کا رخ کیا تو ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے۔“ یعنی چپکے سے اور جلدی سے گھر چلے گئے اور اپنے مال میں سے پسندیدہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿فَمَا لَيْكَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِينٍ﴾ (ہود 69:11) ”پھر کچھ دیر نہ گزری کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔“ یعنی جو گرم پتھروں پر بھنا ہوا تھا، ﴿فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ﴾ ”پھر اس نے اسے (کھانے کے لیے) ان کے نزدیک کر دیا۔“ ﴿قَالَ لَا تَأْكُلُون﴾ ”کہنے لگے: آپ اسے تناول کیوں نہیں کرتے؟“ آپ نے بہت شائستہ انداز میں کھانے کی دعوت دی۔ اس آیت کریمہ سے آداب ضیافت بھی معلوم ہوتے ہیں، آپ بہت جلد کھانا لے آئے کہ مہمانوں کو معلوم بھی نہ ہونے دیا، مہمانوں پر احسان جتلاتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ ہم تمھارے لیے کھانا لاتے ہیں بلکہ چپکے سے جا کر جلدی سے کھانا لے آئے، اس وقت موجود مال میں سے سب سے بہتر مال لے کر آئے اور وہ ایک موٹے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت تھا، کھانا مہمانوں کے قریب کر دیا، یہ نہیں کہ کھانا رکھ کر کہا ہو کہ قریب ہو جاؤ بلکہ کھانا مہمانوں کے آگے رکھ دیا اور پھر مہمانوں کو کھانے کا حکم اس انداز سے نہیں دیا جو سماعت پر گراں گزرتا ہو بلکہ ادب و شائستگی کے ساتھ فرمایا کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے جیسا کہ آج کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اگر آپ مہربانی، احسان اور صدقہ کرنا چاہیں تو ایسا ضرور کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ﴾ ”پھر اس نے (دل میں) ان سے خوف محسوس کیا۔“ جیسا کہ دوسری سورت میں فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَّرَهُمْ ۖ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُنْزِلْنَاهُ إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۖ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحَكَتْ ۖ﴾ (ہود: 71, 70: 11) ”پھر جب اس نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کھانے

① سنن أبي داود الملاحم، باب في أمارات الملاحم، حديث: 4294 عن معاذ بن جبل: **ملفوظ:** یہ الفاظ مرفوع ہیں جبکہ معاذ بن جبلؓ

سے موقوف نہیں ملے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ . ② دیکھیے ہود، آیات: 69-73 اور الحجر، آیات: 51-60 کے ذیل میں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ

ابراہیم نے کہا: اچھا تو تمہارا مقصد کیا ہے، اے قاصدو! (فرشتو؟) ﴿٣١﴾ انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ﴿٣٢﴾ تاکہ ہم ان پر

عَلَيْهِمْ جَارَةٌ مِّنْ طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا

مٹی کے پتھر (کھنکر) برسا ئیں ﴿٣٣﴾ جو آپ کے رب کے ہاں حد سے گزر جانے والوں کے لیے نامزد ہو چکے ہیں ﴿٣٤﴾ پھر وہاں جو بھی مومن تھے،

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً

ہم نے انھیں نکال لیا ﴿٣٥﴾ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھرانہ پایا ﴿٣٦﴾ اور ہم نے وہاں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑی

لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

جو دردناک عذاب سے خوف کھاتے ہیں ﴿٣٧﴾

کی طرف نہیں پہنچتے (وہ کھانا نہیں کھاتے اور) ان کو اجنبی سمجھ کر ان سے (دل میں) خوف محسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ خوف نہ کیجیے، ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم کی عورت جو (پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی۔ یعنی وہ قوم کی ہلاکت کی خبر سن کر خوش ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی تھی۔ اس کے ساتھ فرشتوں نے انھیں اسحاق کی اور ان کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی تو ﴿٣١﴾ قَالَتْ يُوْئِيْلَكَیْ ؕ اَاِلٰدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلٰی شَيْخًا ط اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا اَتَعْجِبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمٰتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّہٗ حَبِیْبٌ مَّحِیْبٌ ﴿٣٣﴾ (ہود 11: 73, 72) ”اس نے کہا: اے ہے! میں! میں! (بچہ) جنوں گی! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے! انھوں نے کہا: کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، وہ سزاوار تعریف، نہایت بزرگوار ہے۔“

یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٣١﴾ وَبَشِّرُوْہٖ بِغُلَامٍ عَلِیْمٍ ﴿٣٢﴾ ”اور انھوں نے اس کو ایک دانش مند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بشارت حضرت سارہ کے لیے بھی بشارت تھی کیونکہ بیٹے نے دونوں سے جنم لینا تھا، لہذا بشارت دونوں کے لیے تھی۔ ﴿٣٣﴾ فَاَقْبَلَتْ اَمْرَاۡتُہٗ فِی صَرَیۡحٍ ﴿٣٤﴾ ”تو ابراہیم کی عورت (حیرت سے) چیختی ہوئی آئی۔“ یعنی اس نے بہت شور کیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، البوصالح، ضحاک، زید بن اسلم، ثوری اور سدی رحمہم اللہ نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ ﴿٣٥﴾ اور انھوں نے شور مچاتے ہوئے کہا: ﴿٣٥﴾ یُوْئٰی لَکَیْ (ہود 11: 72) ”اے ہے!“ ﴿٣٦﴾ فَصَلَّتْ وَجْہَہَا ﴿٣٧﴾ ”پھر اپنا چہرہ اپٹ کر کہنے لگی:“ یعنی اس نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا جیسا کہ مجاہد اور ابن سابط نے کہا ہے۔ ﴿٣٨﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس نے ازراہ تعجب اپنے چہرے پر طمانچہ مارا جیسا کہ عورتیں عجیب و غریب بات سن کر اپنے منہ پر طمانچہ ماریتی ہیں۔ ﴿٣٩﴾ وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿٤٠﴾ ”اور اس نے کہا: (اے ہے! ایک تو) بڑھیا اور (دوسری) بانجھ۔“ یعنی میرے ہاں بچہ

کیسے ہوگا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور پھر بچپن ہی سے بانجھ بھی ہوں کہ مجھے حمل قرار نہیں پاتا۔ ﴿قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ﴾ ”انھوں نے کہا: (ہاں) تیرے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا صاحب حکمت، خوب خبردار ہے۔“ یعنی تم جس عزت و کرامت کے مستحق ہو اسے وہ جانتا ہے اور اپنے اقوال و افعال میں بڑا پر حکمت ہے۔

تفسیر آیات: 31-37

قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنتِيبٌ ۝ يٰٓإِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝﴾ (ہود: 74-76) ”پس جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوش خبری بھی مل گئی تو قوم لوط کے بارے میں لگے ہم سے بحث کرنے، بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو، تیرے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نلنے والا نہیں۔“

اور یہاں فرمایا: ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ﴾ ”اس (ابراہیم) نے کہا کہ فرشتو! تمھارا مدعا کیا ہے؟“ یعنی تمھاری آمد کا مقصد کیا ہے اور تم کس لیے آئے ہو؟ ﴿قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ﴾ ”انھوں نے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔“ یعنی قوم لوط کی طرف، ﴿لَنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ جَارَءًا مِّن طِينٍ﴾ ”مُسَوِّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ“ ”تا کہ ان پر ہنگر برسا سیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیے گئے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان پتھروں پر ان کے نام اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا ہے جسے لگ کر وہ تباہ کر دے گا۔ سورہ عنکبوت میں ہے: ﴿قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۖ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۚ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا أَمْرًا تَكُنْ ۚ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝﴾ (العنکبوت: 29-32) ”اس (ابراہیم) نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“ اور یہاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”پھر وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا۔“ مومنوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کے سوا دیگر اہل خانہ ہیں، ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ”تو وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔“ ﴿وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ ”اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ہم نے وہاں نشانی چھوڑ دی۔“ یعنی ہم نے ان پر جس عذاب، سزا اور پتھروں کو نازل کیا، اسے باعِثِ عبرت بنا دیا اور ان کے مقام کو خبیث بحرِ مردار بنا دیا، بلاشبہ اس میں مومنوں کے لیے عبرت ہے ﴿لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَحَرٌ

اور موسیٰ (کے قصے) میں (عظیم نشانی ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف ایک کھلے معجزے کے ساتھ بھیجا ﴿٣٨﴾ تو وہ اپنی قوت کے بل پر (حق سے)

أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا

پھر اور کہا: (موسیٰ) جادوگر یاد یوانہ ہے ﴿٣٩﴾ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور انھیں سمندر میں پھینک دیا جبکہ وہ قابل ملامت (کام کرتا) تھا ﴿٤٠﴾

عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالْزَمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي

اور عاد (کے قصے) میں (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر بے نیرو و برکت ہوا بھیجی ﴿٤١﴾ وہ جس چیز پر سے بھی گزرتی اسے لگی سڑی ہڈی کے مانند ریزہ ریزہ

ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَتَعْتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصُّعْقَةُ وَهُمْ

کروڑا ہی تھی ﴿٤٣﴾ اور ثمود (کے قصے) میں (نشانی ہے)، جب ان سے کہا گیا: تم ایک وقت (تین دن) تک فائدہ اٹھاؤ ﴿٤٣﴾ پھر انھوں نے اپنے رب کے

يَنْظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمٌ نُّوحٍ مِنْ قَبْلُ

حکم سے سرکشی کی تو انھیں کڑک نے آ پکڑا جبکہ وہ دیکھ رہے تھے ﴿٤٤﴾ پھر نہ تو ان میں انھیں کی سکت تھی اور نہ وہ بدلہ ہی لینے والے تھے ﴿٤٥﴾ اور ان سے پہلے

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾

(ہم نے) قوم نوح کو (ہلاک کیا)، بلاشبہ وہ لوگ نافرمان تھے ﴿٤٦﴾

تفسیر آیات: 38-46

باعث عبرت واقعات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ﴾ ﴿٣٨﴾ ”اور موسیٰ کے

حال میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلی کھلی دلیل دے کر بھیجا۔“ یعنی مضبوط دلیل اور ان کے دلائل کو قطع

کردینے والی حجت کے ساتھ، ﴿فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ﴾ ”تو وہ اپنی قوت کے گھمنڈ پر پھرا۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام جس واضح حق کو لے کر

آئے، فرعون نے ازراہ تکبر و سرکشی اس سے اعراض کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ إِنِّي عَظِفُهُ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ

اللَّهُ ط (الحج 9:22) ”تکبر سے گردن موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کرے“ یعنی حق سے اعراض

کرنے والا تکبر کر دے۔ ﴿وَقَالَ سَحَرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ ﴿٣٩﴾ ”اور کہنے لگا (یہ تو) جادوگر ہے یاد یوانہ۔“ یعنی تم میرے پاس جو

چیز لے کر آئے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جادوگر ہو یا مجنون۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي

الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ﴾ ﴿٤٠﴾ ”تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ (کام ہی) قابل ملامت

(کرتا) تھا۔“ یعنی وہ ملامت زدہ، کافر، منکر، بدکار اور سرکش تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ﴾ ﴿٤١﴾ ”اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی نشانی

ہے جب ہم نے ان پر بے نیرو و برکت خشک ہوا چلائی۔“ یعنی اس طرح تباہ و برباد کر دینے والی ہوا کہ جس کے چلنے کے بعد

کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا، ضحاک، قتادہ اور دیگر ائمہ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ ﴿٤١﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّمَاءَ بَيْنَهُمَا بِأَيِّدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهْدُونَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللَّهِ ط إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا، اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں ﴿٤٧﴾ اور ہم نے زمین کو بچھایا، تو (ہم) کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں! ﴿٤٨﴾ اور ہم

شئیٰ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللَّهِ ط إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾

نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿٤٩﴾ لہذا تم اللہ کی طرف دوڑو، بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ط إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥١﴾

ہوں ﴿٥٠﴾ اور تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿٥١﴾

﴿ مَا تَذَكَّرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالْزَمِيمِ ﴾ ﴿٥١﴾ ”جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔“ یعنی اسے

تباہ و برباد اور بوسیدہ چیز کی طرح کر دیتی۔ سعید بن مسیب اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”ریح عقیم“

سے مراد باد جنوب ہے۔ ﴿٥١﴾ صحیح بخاری میں بروایت شعبہ، از حکم، از مجاہد، از ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكْتُ عَادًا بِالدُّبُورِ] ”میری باد صبا کے ساتھ مدد کی گئی ہے جبکہ قوم عاد کو باد صحر کے ساتھ

ہلاک کر دیا گیا تھا۔“ ﴿٥٢﴾

﴿ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَبَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴾ ﴿٥٣﴾ ”اور (قوم) ثمود (کے حال) میں بھی نشانی ہے جب ان سے کہا گیا کہ

ایک وقت تک فائدے اٹھا لو۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَنَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ

فَاخَذْنَاهُمْ صُفْحَةً الْعَذَابِ أَلْهُونَ﴾ (حکم السجدة 17: 41) ”اور جو ثمود تھے تو ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھادیا تھا مگر انھوں

نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ذلت کے عذاب کی کڑک نے انھیں آپکڑا۔“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿وَفِي

ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَبَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ﴾ ﴿٥٣﴾ فَتَعَاوَا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَآخَذَتْهُمْ الصُّفْحَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ﴾ ﴿٥٤﴾ ”اور (قوم) ثمود

کے حال میں بھی نشانی ہے، پھر جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو تو انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی

کی تو ان کو کڑک نے آپکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے۔“ انھوں نے تین دن تک عذاب کا انتظار کیا اور پھر جو تھے دن صبح سویرے

عذاب آگیا، ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ﴾ ”پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے۔“ یعنی کھڑے ہو سکے اور نہ بھاگ سکے،

﴿وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ﴾ ﴿٥٤﴾ ”اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے تھے۔“ یعنی اس حالت میں وہ ایک دوسرے کی مدد بھی

نہیں کر سکتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَوْمُ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ﴾ ”اور اس سے پہلے (ہم) نوح کی قوم (کو ہلاک کر چکے

تھے۔“ یعنی ان لوگوں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کر دیا تھا، ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾ ﴿٥٥﴾ ”بے شک وہ

نافرمان لوگ تھے۔“ یہ تمام واقعات قبل ازیں مختلف سورتوں کے بہت سے مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ.

① تفسیر الطبری: 7/27. ② صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حدیث: 4105

و صحیح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث: 900.

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ﴿٥٢﴾ اتَّوَصُوا

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی رسول آیا تو انھوں نے بس یہی کہا کہ (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ ﴿٥٢﴾ کیا وہ ایک دوسرے کو اس بات کی نصیحت

بِہٖٓ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٥٣﴾ قَتَلُوا عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿٥٤﴾ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ

کرتے آئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (سب) لوگ سرکش ہیں ﴿٥٣﴾ لہذا آپ ان سے پھر جائیں تو آپ پر کچھ ملامت نہیں ﴿٥٤﴾ اور آپ نصیحت کرتے رہیں، اس

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ

لیے کہ بے شک نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے ﴿٥٥﴾ اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں ﴿٥٦﴾ میں ان سے کوئی رزق

وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ

نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں ﴿٥٧﴾ بلاشبہ اللہ تو خود رزق دینے والا ہے، بڑی قوت والا، نہایت طاقت ور ہے ﴿٥٨﴾ پھر بے شک جن لوگوں نے

ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

ظلم کیا ان کے نصیب میں (عذاب) ہے جیسا ان کے ساتھیوں کے نصیب میں (تھا) لہذا وہ مجھ سے (عذاب) جلدی نہ مانگیں ﴿٥٩﴾ چنانچہ کافروں کے لیے

مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

ان کے اس دن (کے آنے) سے تباہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے ﴿٦٠﴾

تفسیر آیات: 47-51

توحید باری تعالیٰ کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے عالم علوی و سفلی کی تخلیق کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالسَّمَاءَ

بَيْنَہَا﴾ ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے بنایا۔“ یعنی اسے ہم نے ایک محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے ﴿بَیِّنَہٗ﴾ ”قوت کے

ساتھ۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ثوری اور کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ اس کے معنی ہیں قوت کے ساتھ۔ ﴿١﴾

﴿وَاِنَّا لَبُوسُوعُونَ﴾ ﴿١٧﴾ ”اور بلاشبہ ہم کو سب مقدور ہے۔“ یعنی ہم نے اس کی حدود کو وسیع کر دیا اور اسے ستونوں کے بغیر کھڑا

کر دیا ہے حتیٰ کہ یہ اس طرح قائم دائم ہو گیا ہے جیسا کہ نظر آرہا ہے، ﴿وَالْاَرْضُ قَرَشْنٰہَا﴾ ”اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا۔“

یعنی اسے مخلوقات کے لیے بچھونا بنا دیا ہے، ﴿فَنِعْمَ الْہٰدُونَ﴾ ﴿١٨﴾ ”تو (دیکھو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں!“ یعنی اسے

ہم نے ازل زمین کے لیے بچھا دیا ہے، ﴿وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ﴾ ”اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں۔“ یعنی

تمام مخلوقات آسمان و زمین، رات دن، سورج چاند، بروجر، روشنی اور تاریکی، ایمان و کفر، موت و حیات، شقاوت و سعادت،

جنت و جہنم حتیٰ کہ تمام حیوانات و نباتات بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿لَعَلَّکُمْ تَذٰکُرُونَ﴾ ﴿١٩﴾

”تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ یعنی تاکہ تم یہ خوب جان لو کہ خالق واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿فَقَرُّوْا اِلٰی اللّٰہِ﴾

”تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو۔“ اسی کی طرف لپکو اور اپنے تمام امور و معاملات میں صرف اسی کی ذات پاک پر بھروسا

رکھو۔ ﴿اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہٗ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ﴿٢٠﴾ ”بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ ”اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔“ ﴿إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾ ﴿٥١﴾ ”بلاشبہ میں اس (کی طرف) سے تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

تفسیر آیات: 50-52

ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو بات یہ مشرکین آپ سے کہتے ہیں، پہلے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں نے بھی اسی طرح کہا تھا: ﴿كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ ”اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿أَتَوَصَّوهُمْ﴾ ”کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟“ کیا ان لوگوں نے ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کی ہے؟ ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ﴾ ”بلکہ یہ شریرو سرکش لوگ ہیں۔“ یہ سرکش لوگ ہیں، ان کے دل، یعنی سوچ اور فکر کا انداز ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ان کے پچھلے بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ان کے اگلوں نے کہی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَوْلٌ عَنْهُمْ﴾ ”تو ان سے اعراض کریں۔“ یعنی اے محمد (ﷺ) ان سے اعراض کرو، ﴿فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٌ﴾ ”سو آپ کو (ہماری طرف سے) ملامت نہ ہوگی۔“ یعنی اس کی وجہ سے ہم آپ کو ملامت نہیں کریں گے، ﴿وَذَكْرٌ فَإِنَّ الَّذِي نَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور نصیحت کرتے رہیں کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔“ یعنی نصیحت سے صرف وہ دل ہی نفع حاصل کر سکتے ہیں جو ایمان سے لبریز ہوں۔

جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے: اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔“ یعنی میں نے انھیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ انھیں یہ حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں، میں نے انھیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میں ان کا محتاج ہوں۔ علی بن ابوطلمح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ میری عبادت کا اقرار کریں، خواہ پسندیدگی سے یا اسے ناپسند کرتے ہوئے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا أَرْيَدُ مِنْهُمْ مَرْزُقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُلْطَعُونِ﴾ ﴿٥٢﴾ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْبَتِّينِ﴾ ﴿٥٣﴾ ”میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں، اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور، مضبوط ہے۔“ امام احمد نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح پڑھائی تھی: [إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْبَتِّينِ] ”بلاشبہ میں ہی رزق دینے والا، زور آور، مضبوط ہوں۔“^② اسے امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔^③ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس

① تفسیر الطبري: 16/27. ② مسند أحمد: 418/1. ③ سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب، حديث: 3993

وجامع الترمذی، القراءات، باب ومن سورة الذاریات، حديث: 2940 والسنن الکبریٰ للنسائی، النعوت، باب قول الله

عز وجل: ﴿هُوَ الرَّزَّاقُ﴾: 406/4، حديث: 7707.

لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کریں جو اس کی اطاعت کرے گا، اسے وہ پوری پوری جزا عطا فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا تو اسے وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اللہ جل شانہ نے یہاں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے تمام حالات میں اس کی ذات پاک کے محتاج ہیں اور وہ ان کا خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي، أَمَلًا صَدْرَكَ غِنَى، وَأَسَدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا، وَلَمْ أُسَدِّ فَقْرَكَ] ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھردوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا سینہ مشاغل سے بھردوں گا اور تیرا فقر بھی دور نہیں کروں گا۔“ ① اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب قرار دیا ہے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ﴾ ③ ”پس کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے لیے بھی ان کے ساتھیوں کے (عذاب کے) حصے جیسا (عذاب کا) حصہ مقرر ہے، سو وہ جلدی نہ مچائیں۔“ وہ جلدی نہ کریں یہ یقیناً وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿قَوْلِ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ آلِ مَرْيَمَ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ④ ”تو جس دن کا ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس سے ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

سورہ ذاریات کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① مسند احمد: 358/2. ② جامع الترمذی، صفة القيامة، باب أحاديث: ابتلينا بالضرأ، حديث: 2466

وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الهم بالدنيا، حديث: 4107.

تفسیر سُورَةُ طُورٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّورُ ① وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ② فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ③ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ④ وَالسَّكْفِ الْمَرْفُوعِ ⑤

قسم ہے طور (پہاڑ) کی ① اور ایک کتاب کی (قسم) جو لکھی ہوئی ہے ② کلمے کا غد میں ③ اور بیت معمور کی (قسم) ④ اور اونچی چھت کی (قسم) ⑤ اور

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ⑥ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ

بھڑکائے ہوئے سمندر کی (قسم) ⑥ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے ⑦ اسے کوئی روکنے والا نہیں ⑧ (وہ واقع ہوگا) جس

مَوْرًا ⑨ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ⑪ الَّذِينَ هُمْ فِي

دن آسمان زور سے حرکت کرنے لگے گا ⑨ اور پہاڑ تیزی سے چلنے لگ جائیں گے ⑩ چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے ⑪ جو

خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ⑫ يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ⑬ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ

(تکذیب حق کی) تضحیل سازی میں پڑے کھیل رہے ہیں ⑬ جس دن انھیں نہایت سختی سے دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا ⑫

بِهَا تُكْذَّبُونَ ⑭ أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ⑮ إصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ⑯

(کہا جائے گا): یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ⑭ کیا پھر یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ ⑮ تم اس (دوزخ) میں داخل ہو جاؤ، اب تم

سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ءَأَنَّا نَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ⑯

صبر کرو یا صبر نہ کرو تمہارے لیے برابر ہے، تمہیں بس اسی کی سزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے ⑯

وَقَدْ

فضیلت: امام مالک رحمہ اللہ نے جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نماز مغرب میں نبی اکرم ﷺ کو سورہ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، میں نے کسی اور کو نہیں سنا جس کی آواز یا قراءت آپ سے زیادہ اچھی ہو۔ ① امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو بطریق امام مالک رحمہ اللہ بیان فرمایا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان

① الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة في المغرب والعشاء: 25/1، حديث: 175. ② صحيح البخاری،

الأذان، باب الجهر في المغرب، حديث: 765 و3050 صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث:

463. ③ موطأ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قَرَأَهُ كَالْفَاظِ اسْ حَدِيثُ كَيْسَانَ فِي نَيْسَابُورَ لَمْ يَلْجِ بِهَذَا الْفَظِ كَمَا فِي حَدِيثِ

كَيْسَانَ فِي نَيْسَابُورَ، وَدِيكِيهِ صحيح البخاری، الأذان، باب القراءة في العشاء، حديث: 769 و3050 صحيح مسلم، الصلاة، باب

القراءة في العشاء، حديث: (177)-464 عن البراء ؓ.

کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بیمار ہوں، آپ نے فرمایا: [طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ] ”تم لوگوں کے پیچھے پیچھے سواری پر سوار ہو کر طواف کر لو۔“ میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی جس میں آپ نے ﴿وَالطُّورُ ۝۱ وَكِتَابٌ مُسْتُطَوِّرٌ ۝۲﴾ کی تلاوت فرمائی۔^①

تفسیر آیات: 16-1

عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت پر دلالت کرنے والی اپنی مخلوقات کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس کے دشمنوں پر وہ عذاب واقع ہونے والا ہے جو ان سے کوئی نہیں ٹال سکے گا۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر بہت سے درخت ہوں جیسا کہ وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور جس سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ جس پہاڑ پر درخت نہ ہوں اسے طور نہیں کہا جاتا بلکہ اسے جبل کہا جاتا ہے۔ ﴿وَكِتَابٌ مُسْتُطَوِّرٌ ۝۲﴾ ”اور لکھی ہوئی کتاب کی۔“ ایک قول کے مطابق اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد وہ کتب ہیں جنہیں آسمان سے نازل کیا گیا ہے جنہیں لکھا جاتا ہے اور جنہیں بلند آواز کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کو سنایا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝۳ وَالْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ۝۴﴾ ”کشادہ جھلی (کے اوراق) میں اور آباد گھر کی۔“ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث اسراء میں ساتویں آسمان سے تجاوز کر جانے کے بعد کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: [ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ..... يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ] ”پھر میرے لیے بیت معمور اٹھایا گیا..... اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل گئے تو پھر وہ آخر وقت تک اس میں لوٹ نہیں سکیں گے۔“^② یعنی فرشتے اسی گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں جیسا کہ اہل زمین کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ایسی مسند عطا کی گئی ہے جس کی پشت بیت معمور کے ساتھ ہے کیونکہ وہ زمینی کعبہ کے بانی ہیں اور جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ بیت معمور کعبۃ اللہ کی سمت پر ہے، اسی طرح ہر آسمان میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے جس میں اس آسمان والے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں، آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ کا جو گھر ہے، اس کا نام بیت العزت ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسَّقْفَ الْمَرْفُوعَ ۝۵﴾ ”اور اونچی چھت کی۔“ سفیان ثوری، شعبہ اور أبوالأحوص نے سماک سے، انھوں نے خالد بن عَزْرَہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہے۔^③ سفیان نے کہا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ

① صحیح البخاری، الصلاة، باب إدخال البعير في المسجد لليلة، حدیث: 464 وصحیح مسلم، الحج، باب جواز

الطواف على بعير وغيره.....، حدیث: 1276. ② صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله

عليهم، حدیث: 3207 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ.....، حدیث: (264)-164 واللفظ له

عن مالك بن صعصعة. ③ تفسير الطبري: 25/27.

عَنْ آيَتِهَا مُعْرُضُونَ ○ (الأنبياء: 21: 32) ”اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں۔“ ① مجاہد، قتادہ، سدی، ابن جریج اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ﴾ ③ ”اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔“ جمہور کہتے ہیں کہ بحر مسجور سے مراد یہی سمندر ہے اور مسجور سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ لگادی جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ④ (التکویر: 81: 6) ”اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔“ یعنی جب ان کو بھڑکا دیا جائے گا تو یہ آگ ہو جائیں گے جو شدت کے ساتھ بھڑکے گی اور میدان حشر میں کھڑے لوگوں کو ہر طرف سے گھیر لے گی۔ اسے سعید بن مسیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، عبد اللہ بن عبید بن عمیر اور دیگر کئی ائمہ رحمہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑥ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿الْمَسْجُورِ﴾ کے معنی بھرے ہوئے کے ہیں۔ ⑦ امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ آج بھڑک نہیں رہا بلکہ آج تو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ ⑧ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ ⑨ ”بلاشبہ آپ کے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔“ یہ ہے وہ چیز جس کے بارے میں یہ قسمیں کھائی گئی ہیں اور یہ عذاب کافروں کے لیے واقع ہونے والا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ﴾ ⑩ ”اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔“ یعنی کوئی نہیں ہوگا جو ان سے اس عذاب کو دور کر سکے، جب اللہ تعالیٰ انھیں بتلائے عذاب کرنے کا ارادہ فرمالے۔ حافظ ابوبکر بن ابودنیا نے جعفر بن زید عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ میں بھیس بدل کر نکلے، ان کا گزر مسلمانوں کے ایک ایسے گھر کے پاس سے ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے اس کی قراءت کو بغور سننا شروع کیا تو دیکھا کہ وہ پڑھ رہا تھا: ﴿وَالطُّورِ﴾ ⑪ حتی کہ وہ اس آیت پر پہنچا ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ ⑫ ﴿مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ﴾ ⑬ تو انھوں (حضرت عمر) نے کہا کہ رب کعبہ کی قسم! یہ عذاب برحق ہے، پھر اپنے گدھے سے نیچے اتر آئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور خاصی دیر تک کھڑے رہے، پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور ایک مہینے تک بیمار رہے، لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے مگر جانتے نہیں تھے کہ آپ کا مرض کیا ہے۔ ⑭

یوم عذاب، یعنی روز قیامت کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تَوُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا﴾ ⑮ ”جس دن آسمان بری طرح لڑنے لگے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس دن آسمان زور زور سے ہلے گا۔ ⑯ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آسمان کا پھٹنا ہے۔ ⑰ مجاہد کا قول ہے کہ آسمان زور سے گھومنے لگے گا۔ ⑱

① تفسیر الطبری: 25/27. ② تفسیر الطبری: 25/27. ③ تفسیر الطبری: 26/27 مختصراً. ④ تفسیر البغوی:

290، 289/4 و تفسیر الطبری: 26/27. ⑤ تفسیر الطبری: 26/27. ⑥ تفسیر الطبری: 27، 26/27. ⑦ تاریخ

دمشق لابن عساکر، ترجمة عمر بن الخطاب ؓ..... 239/47. ⑧ تفسیر الطبری: 29/27. ⑨ تفسیر الطبری:

29/27. ⑩ تفسیر الطبری: 29/27.

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَلَهِمْ فِيهَا مِمَّا أَثْمَرُوا رُبُّهُمْ ۖ وَوَقَّهْمُ رَبُّهُمْ

بِلا شَبِّهِ مُتَّقِينَ باغات اور نعمتوں میں ہوں گے ﴿١٧﴾ درآں حالیکہ وہ ان چیزوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انہیں دیں، اور ان کے

عَذَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُّوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِئِينَ

رب نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا ﴿١٨﴾ (انہیں کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے ﴿١٩﴾ جبکہ

عَلَى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

وہ باہم برابر بچے تختوں پر تنکے لگائے ہوں گے، اور ہم انہیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے ﴿٢٠﴾

ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کا گھومنا اور حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور آسمان کے بعض حصوں کے بعض میں ضم ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔ ^① ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد گھومتے ہوئے حرکت کرنا ہے۔ ^② ﴿وَلَسِيرُ الْجِبَالِ سِيرًا﴾ ﴿١٩﴾ ”اور پہاڑ تیز تیز چلنے لگیں گے۔“ یعنی پہاڑ بھی چلنے لگیں گے اور چلتے چلتے غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ ﴿قَوْلٌ يُؤْمِنُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ﴿١٨﴾ ”تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔“ یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب، اس کی سخت سزاؤں اور مضبوط پکڑ کی وجہ سے ان کے لیے خرابی ہوگی، ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي حُوضٍ يُلْعَبُونَ﴾ ﴿١٢﴾ ”وہ لوگ جو (تکذیب حق کے) مشغلے میں پڑے کھیل تماشا کرتے رہے۔“ یعنی دنیا میں یہ باطل میں کھوئے ہوئے تھے اور دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، ﴿يَوْمَ يُدْعَوْنَ﴾ یعنی اس دن انہیں دھکے دے کر لے جایا جائے گا۔ ﴿إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَا﴾ ﴿١٦﴾ ”آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر (لے جائے جائیں گے)۔“ مجاہد، شععی، محمد بن کعب، ضحاک، سدی اور ثوری رحمہم کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں آتش دوزخ میں دھکا دے کر گرا دیا جائے گا۔ ^③ ﴿هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذَّبُونَ﴾ ﴿١٤﴾ ”یہی وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے زبانی فرشتے ان سے یہ کہیں گے: ﴿أَفَسِحْرُ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ ﴿١٩﴾ اَصْلُهَا ”تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اس میں داخل ہو جاؤ۔“ اب اس میں داخل ہو جاؤ کہ آتش دوزخ تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گی، ﴿فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا﴾ ”پھر صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے یکساں ہے۔“ یہ برابر ہے کہ تم اس سزا اور عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، تمہیں اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا، تم اس سے ہرگز خلاصی نہیں پاسکو گے۔ ﴿إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ﴿١٨﴾ ”جو کام تم کیا کرتے تھے تمہیں صرف انہی کا بدلہ دیا جائے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 17-20

سعادت مندوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ﴾ ﴿١٧﴾ ”بلاشبہ جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔“ یہ صورت حال اس سزا اور عذاب کے برعکس ہے جس میں بد بخت لوگ مبتلا ہوں گے، ﴿فَلَهِمْ فِيهَا مِمَّا أَثْمَرُوا رُبُّهُمْ﴾ ”جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا اس (کی وجہ)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان سے ملا دیں گے، اور ہم ان کے

الْتَنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ (۲۱) وَأَمَدَدْنَاهُمْ

عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی ہے (۲۱) اور وہ جو چاہیں گے ان میں سے ہم انہیں (ہر طرح کے)

بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝۲۲ (۲۲) يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا

پھل اور گوشت وافر دیں گے (۲۲) وہاں وہ (شراب کے چھلکتے) جام ایک دوسرے سے جھپٹ رہے ہوں گے، اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ

وَلَا تَأْنِيْمٌ ۝۲۳ (۲۳) وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝۲۴ (۲۴) وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کا کام (۲۳) اور ان (کی خدمت) کے لیے ان کے آس پاس نو عمر لڑکے پھر رہے ہوں گے (ایسے حسین) جیسے وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں (۲۴) اور وہ

عَلَىٰ بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُونَ ۝۲۵ (۲۵) قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝۲۶ (۲۶) فَسَنَّ

(اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم (حال) پوچھیں گے (۲۵) وہ کہیں گے: بلاشبہ ہم (اس سے) پہلے اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے)

اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَفْنَا عَذَابَ السُّوْمِ ۝۲۷ (۲۷) إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ط إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ

ڈرا کرتے تھے (۲۶) پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور اس نے ہمیں (جھلسا دینے والی) لو کے عذاب سے بچالیا (۲۷) بلاشبہ ہم پہلے ہی اس (اللہ) کو

الرَّحِيمُ ۝۲۸

پکارا کرتے تھے، بے شک وہی خوب احسان کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے (۲۸)

سے خوش حال ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ انہیں جن انواع و اقسام کی لذت بخش نعمتوں، مثلاً: ماکولات، مشروبات، ملبوسات، نفیس رہائش گاہوں اور عمدہ سوار یوں سے سرفراز فرمائیں گے، ان سے وہ فیض یاب ہوں گے، ﴿وَقَهْمُ رُهُمْ عَذَابُ الْجَحِيمِ﴾ (۱۸) ”اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔“ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دوزخ سے نجات عطا فرما رکھی ہوگی، یہ بذات خود مستقل طور پر ایک بہت بڑی نعمت ہوگی لیکن اس پر مستزاد یہ کہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا جس میں فرحت و مسرت کے ایسے سامان ہوں گے کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۱۹) ”اپنے اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (الحاقة: 69-24) ”جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مُتَكِبِينَ عَلَىٰ سُرٍّ مَّضْفُوفَةٍ﴾ ”متخوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے) ہوں گے۔“ امام ثوری نے حسین سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تحت جَلَّہ عَزَّوَجَلَّ میں ہوں گے۔ اور ﴿مَّضْفُوفَةٍ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے چہرے ایک دوسرے کی طرف ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ

فرمایا: ﴿عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ (الصَّفَّت: 37: 44) ”ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے۔)“ ﴿وَرُؤُوسُهُمْ فِي يَدَوِّ عَيْنٍ﴾ (20) ”اور ہم انھیں موٹی موٹی (سفید، سیاہ) آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔“ یعنی ہم نے ان کی ہم نشین صالح اور ان کی بیویاں ایسی خوب صورت حوروں کو بنایا ہوگا جن کی آنکھیں موٹی موٹی ہوں گی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ حوروں کے اوصاف کا تذکرہ قبل ازیں کئی ایک مقامات پر ہو چکا ہے، لہذا اس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔^①

تفسیر آیات: 21-28

مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کی اولاد نے اگر ایمان میں ان کی اتباع کی ہوگی تو وہ انھیں ان کے آباء کے مقام و مرتبہ میں ان کے ساتھ ملا دے گا، خواہ وہ اپنے عمل کے اعتبار سے اس مقام و مرتبہ کے مستحق نہ بھی ہوں تاکہ اپنی اولاد کو اپنے مقام و مرتبہ میں اپنے ساتھ پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اللہ تعالیٰ انھیں احسن انداز میں یکجا فرمادے گا کہ ناقص عمل والے کو کامل عمل والے کے ساتھ سر بلندی عطا فرمادے گا اور وہاں دونوں میں برابری کی وجہ سے اس کے عمل و مرتبہ میں کمی نہیں کرے گا، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے (درجے کے) ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔“ ثوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی اس کے درجے میں سر بلند کر دے گا، خواہ وہ عمل میں اس سے کم تر ہوتا کہ اس کی اپنی اولاد کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾^② ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے بھی حدیث سفیان ثوری کو اسی طرح بیان کیا ہے۔^③ ابن ابوحاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد مومن کی وہ اولاد ہے جو ایمان کے ساتھ فوت ہو، اگر ان کے آباء کے مراتب ان کے مراتب سے بلند ہوئے تو انھیں بھی اپنے آباء کے مراتب میں پہنچا دیا جائے گا اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔^④

عبداللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اپنے ان دو بیٹوں کی بابت پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [هُمَا فِي النَّارِ] ”وہ دوزخ میں ہیں۔“ پھر آپ نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے تو فرمایا: [لَوْ رَأَيْتِ مَكَانَهُمَا لَأَبْغَضْتَهُمَا] ”اگر تم ان کی جگہ کو دیکھ لو تو انھیں ناپسند کرو۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ سے میرے دو بیٹے فوت ہوئے ہیں، ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ] ”وہ جنت میں ہیں۔“ راوی کہتے ہیں

① دیکھئے الصَّفَّت، آیات: 48، 49 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الثوری: 283/1 (C.D). ③ تفسیر الطبری: 33/27

و تفسیر ابن ابی حاتم: 3316/10. ④ تفسیر ابن ابی حاتم: 3316/10.

کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَأَوْلَادَهُمْ فِي النَّارِ] ”مومن اور ان کی اولاد جنت میں جائے گی اور مشرک اور ان کی اولاد جہنم رسید ہوگی۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَابْتَغَوْا دَرِيئَهُمْ بِإِيمَانٍ.....﴾ الآية ① آباء کے عمل کی برکت سے یہ اللہ تعالیٰ کا ان کی اولاد پر فضل و کرم ہوگا اور اولاد کی دعا کی برکت سے ان کے آباء پر اللہ تعالیٰ کا جو فضل و کرم ہوگا اس کا ذکر اس حدیث میں ہے جسے امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ! أَتُنِي لِي هَذِهِ؟ فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدِكَ لَكَ] ”اللہ تعالیٰ ایک عبد صالح کا جنت میں درجہ بلند فرمادے گا تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرا یہ درجہ کس وجہ سے بلند کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تمہارے لیے تمہارے بیٹے کے بخشش طلب کرنے کی وجہ سے۔“ ② اس حدیث کی سند صحیح ہے، دیگر ائمہ نے اسے اس طرح بیان نہیں کیا، البتہ صحیح مسلم میں اس کا شاہد موجود ہے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین (چیزوں) کے سوا اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔“ ③

گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ أَمْرٍ إِيمًا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ ④ ”ہر شخص اس کے بدلے میں گرو ہوگا جو اس نے کمایا۔“ اللہ جل شانہ نے پہلے مقام فضل کا ذکر فرمایا اور وہ یہ کہ کسی عمل کے تقاضے کے بغیر اولاد کا درجہ ان کے آباء کے درجے تک بلند کر دیا جائے گا اور اب مقام عدل کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ کسی کے عمل کی وجہ سے کسی دوسرے شخص سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا، پس ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ أَمْرٍ إِيمًا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ ⑤ یعنی ہر شخص صرف اپنے عمل کے عوض گروی ہے کسی دوسرے انسان کے گناہ کا جو اس پر نہیں ڈالا جائے گا، خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ﴾ ⑥ فِي جَنَّتِ ⑦ يَكْسَاءُ لَوْ ⑧ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ⑨ (المذثر 38-41) ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ باغبنائے بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے (آگ میں جلنے والے) گناہ گاروں سے۔“

جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمَّا دَرِيئُهُمْ بِفَأَكْهَةِ ⑩ وَ لَحْمٍ مِّنَّا يَشْتَهُونَ ⑪﴾ ”اور جس طرح کے پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم ان کو پے در پے عطا کریں گے۔“ یعنی ہم انہیں انواع و اقسام کے پاکیزہ اور پسندیدہ پھلوں اور گوشت سے نوازیں گے، ﴿يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا﴾ ⑫ ”وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے۔“ ایک دوسرے سے چھینیں گے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔ ﴿لَا لَغْوُ فِيهَا وَلَا تَأْنِيْمٌ ⑬﴾

① مسند أحمد: 1/134، 135 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ② مسند أحمد: 2/509۔ ③ صحیح مسلم، الوصیة،

باب ما يلحق الإنسان من الثواب.....، حدیث: 1631.

”جس (کے پینے) سے نہ یہودہ کوئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔“ وہ بیستوں میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کریں گے جو لغو یا ہرزہ سرائی پر مبنی ہو یا اس میں گناہ اور فحش ہو جیسا کہ دنیا میں شرابیوں کی گفتگو ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿لَعُو﴾ سے مراد باطل اور ﴿تَأْتِيَهُمْ﴾ سے مراد جھوٹ ہے۔^① مجاہد نے کہا ہے کہ وہ گالی گلوچ نہیں دیں گے اور نہ گناہ کا ارتکاب کریں گے۔^② قتادہ نے کہا کہ ان باتوں کا تعلق دنیا سے تھا جن کا ارتکاب شیطان نے ان سے کرایا لیکن آخرت کی شراب کو اللہ تعالیٰ نے ان گندگیوں اور ایذا رسانیوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب کا خاصہ تھیں۔^③ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی شراب سے اس بات کی نفی کی ہے کہ اس کی وجہ سے سردرد، پیٹ درد ہو یا اس سے عقل زائل ہو،^④ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آخرت کی شراب انھیں بری، فائدہ سے خالی اور فضول گفتگو و فحش پر مبنی بات پر آمادہ نہ کرے گی، نیز اس نے ہمیں اس کے حسن منظر اور عمدہ ذائقے کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بَيِّضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ۖ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝﴾ (الصَّف 37: 46، 47) ”جو چوٹی سفید (اور) پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی، نہ اس سے سردرد ہوگا اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں گے۔“ اور فرمایا ﴿لَا يَصِدُّ عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُونَ ۝﴾ (الواقعة 56: 19) ”وہ اس سے نہ سردرد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿يَكْنَزُونَ فِيهَا كَالسَّالِوِغِ فِيهَا وَلَا تَأْتِيَهُمْ ۝﴾ ”وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے، جس (کے پینے) سے نہ ہرزہ سرائی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلَافٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لَوْلَا مَلَكُونٌ ۝﴾ ”اور نو جوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، ان کے آس پاس پھریں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے جنت کے خدام و حشم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے حسن، رعنائی و زیبائی، نظافت اور خوب صورت لباس کی وجہ سے یوں معلوم ہوں گے گویا تازہ اور چھپے ہوئے موتی ہوں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۖ بِأَكْوَابٍ ۖ وَأَبَارِيقَ ۖ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝﴾ (الواقعة 56: 17، 18) ”نو جوان خدمت گزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، ان کے آس پاس پھریں گے آفتابے اور آنخوڑے اور شراب کے جاری چشمے سے لبریز جام لے لے کر۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝﴾ ”اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں (حال) پوچھیں گے۔“ یعنی وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں باتیں کریں گے اور دنیا میں ان کے اعمال اور احوال کی بابت پوچھیں گے جیسا کہ شرابی اس وقت ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، جب شراب کا دور چل رہا ہو، ﴿قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلَ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝﴾ ”کہیں گے کہ اس سے پہلے یقیناً ہم اپنے اہل و عیال میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے۔“ یعنی دنیا میں جب ہم اپنے اہل و عیال میں رہتے تھے تو ہم اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کے عذاب و عقاب کا اپنے دلوں میں خوف رکھتے تھے، ﴿فَمِنَ اللَّهِ عَلَيْنَا وَوَقَّنَا عَذَابَ السُّورِ ۝﴾

”تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔“ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صدقہ کیا اور ہمیں ان تمام چیزوں سے

① تفسیر ابن ابی حاتم: 3316/10 و تفسیر الطبری: 39/27. ② تفسیر الطبری: 39/27. ③ تفسیر الطبری:

39/27 مختصراً. ④ دیکھیے الصَّف 37، آیات: 47، 46 کے ذیل میں عنوان: ”مشرکین کی سر اور مخلصین کی جزا“

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ

تو (اے نبی!) آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے ﴿٢٩﴾ کیا وہ (کافر) کہتے ہیں: (یہ نبی) شاعر ہے

بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ ﴿٣١﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ

(اور) ہم اس کے بارے میں حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں؟ ﴿٣٠﴾ کہہ دیجیے: تم انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں

بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاثُورًا بِحَدِيثِ

میں سے ہوں ﴿٣١﴾ کیا ان کی عقلیں انہیں یہ سبق دیتی ہیں یا پھر وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ ﴿٣٢﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی یہ (قرآن) گھڑا ہے؟ بلکہ

مَثَلَهُ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾

وہ ایمان نہیں لاتے ﴿٣٣﴾ پھر (انہیں) چاہیے کہ اس (قرآن) جیسی ایک بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں ﴿٣٤﴾

بچا لیا ہے جن سے ہم ڈرتے تھے، ﴿إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ﴾ ”اس سے پہلے بلاشبہ ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔“ ہم

اس کے حضور الحاح و زاری کرتے تھے، اس نے ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا

ہے جس کا ہم سوال کیا کرتے تھے، ﴿إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ﴾ ”بے شک وہ بڑا احسان کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیات: 29-34

مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے

کہ وہ ہند گانِ الہی تک اس کے پیغام کو پہنچا دیں، ان پر جو نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ انہیں نصیحت کریں اور پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے

اہل بہتان و فجور کی بہتان طرازیوں کی نفی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ﴾ ﴿٢٩﴾

”تو (اے پیغمبر!) آپ نصیحت کرتے رہیں آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔“ آپ بحمد اللہ کاہن

نہیں ہیں جیسا کہ جاہل کفار قریش کہتے ہیں۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس نظر آنے والا جن وہ بات لے کر آئے جسے

اس نے آسمان سے سن لیا ہو اور نہ آپ مجنون ہیں، مجنون وہ ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے

رسول اللہ ﷺ کی بابت ان کی بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ﴾ ﴿٣٠﴾

”کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔“ یعنی حوادثِ زمانہ

اور منون کے معنی موت کے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم انتظار اور صبر کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ فوت ہو جائیں اور ہم اس سے اور اس کے

معاملے سے آرام پا جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَرِبِينَ﴾ ﴿٣١﴾ ”کہہ دیجیے کہ انتظار

کیے جاؤ تو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔“ یعنی تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور پھر تم

عنقریب یہ جان لو گے کہ دنیا و آخرت میں فتح و نصرت کسے حاصل ہوتی ہے۔

محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابونجیح سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

قریش جب نبی ﷺ کے معاملے میں غور کے لیے دار الندوہ میں جمع ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں زنجیروں سے

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

کیا وہ بغیر کسی شے کے پیدا کیے گئے ہیں، یا وہی (خود اپنے) خالق ہیں؟ ﴿٣٥﴾ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے ﴿٣٥﴾ کیا

بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَتِ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ

ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ (ان پر) محافظ و نگران ہیں؟ ﴿٣٧﴾ کیا ان کے لیے کوئی سیرھی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے (چڑھ

سُلَّمٌ يَسْتَبْعُونَ فِيهِ ۚ فَلْيَأْتِ مُسْتَبْعُهُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ

کراہان کی باتیں) سن لیتے ہیں؟ پھر چاہیے کہ ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے آئے ﴿٣٨﴾ کیا اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے

الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

بیٹے؟ ﴿٣٩﴾ کیا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ وہ (اس کے) تادان سے بوجھ تلے دب گئے ہیں؟ ﴿٤٠﴾ یا ان کے پاس (علم) غیب ہے، تو وہ لکھتے

يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ط

ہیں ﴿٤١﴾ کیا وہ کسی فریب کا ارادہ کرتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی فریب خوردہ ہیں ﴿٤٢﴾ کیا ان کے لیے اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہے؟ اللہ پاک

سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿٤٣﴾

باندھ دو، پھر ان کی موت کا انتظار کرو حتیٰ کہ یہ فوت ہو جائیں جیسا کہ ان سے قبل کے شعراء ذہیر اور نابغہ بھی فوت ہو گئے تھے، کیونکہ یہ بھی تو انہی کی طرح کا ایک شاعر ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مِثْلَ بَعْضِ رِيبِ الْمُنُونِ ﴿٤٣﴾ ”یا وہ (کافر یہ) کہتے ہیں کہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔“ ﴿٤٣﴾

پھر فرمایا: ﴿٤٣﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا ﴿٤٣﴾ ”کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں؟“، یعنی آپ کے بارے میں جو یہ باطل باتیں کرتے ہیں، ان کی عقلیں ایسا کرنے کا انھیں حکم دیتی ہیں، حالانکہ یہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں، ﴿٤٣﴾ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَائِفُونَ ﴿٤٣﴾ ”بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔“ بات یہ ہے کہ یہ سرکش، گمراہ، اور معاند ہیں اور اسی بات نے انھیں آپ کے بارے میں ان بہتان طرازیوں پر آمادہ کیا ہے، ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَقُولُهُ ﴿٤٣﴾ ”کیا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے یہ (قرآن) از خود بنالیا ہے۔“، یعنی یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن بنالیا ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿٤٣﴾ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٣﴾ ”بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ (اللہ پر) ایمان نہیں رکھتے۔“، یعنی ان کا کفر انھیں اسی بات پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿٤٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤٤﴾ ”اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بناتو لائیں۔“، یعنی اگر یہ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود بنایا ہے تو یہ بھی اسی طرح کا قرآن بنا کر دکھا دیں جس طرح کا قرآن محمد ﷺ لے کر آئے ہیں لیکن اگر یہ سب اور ان کے ساتھ روئے زمین کے تمام جن اور انسان بھی مل جائیں تو اس طرح

کا قرآن کبھی بھی نہیں لاسکتے بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ اس جیسی ایک سورت بھی بنا کر نہیں لاسکتے۔

تفسیر آیات: 35-43

توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات: قرآن مجید کا یہ مقام ربوبیت اور توحید الوہیت کے اثبات کے بارے میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخُلُقُونَ﴾ (35) ”کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟“ یعنی کیا یہ کسی ایجاد کرنے والے کے بغیر از خود وجود میں آ گئے ہیں؟ یا انھوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ پاک ذات ہے جس نے انھیں پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے جبکہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک مذکور نہ تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو نماز مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، آپ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخُلُقُونَ﴾ (35) اَلْهَبُ وَالْأَرْضُ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَ هُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ﴿٣٧﴾ ”کیا یہ کسی چیز (خالق) کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے آپ کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے، کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ (کہیں کے) داروغے ہیں؟“ تو قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا۔ ⁽¹⁾ یہ حدیث صحیحین میں مختلف طرق سے مروی ہے۔ ⁽²⁾ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے بعد بدر کے قیدیوں کے فدیے کے بارے میں بات چیت کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت یہ مشرک تھے اور اس سورہ مبارکہ کی اسی آیت کریمہ کا سننا ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ایک سبب تھا۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَمْ خُلِقُوا السَّيُّوَاتِ وَالْأَرْضُ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ﴾ (36) ”یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔“ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی تردید ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ وہ وحدہ لا شریک ہی خالق ہے لیکن اس بات پر ان کا عدم یقین انھیں شرک پر آمادہ کرتا ہے، ﴿أَمْ عِنْدَ هُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ﴾ (37) ”کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا وہ داروغے ہیں؟“ یعنی کیا کائنات میں یہ تصرف کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں خزانوں کی چابیاں ہیں یا یہ مخلوقات سے حساب لینے والے ہیں؟ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ہی مالک، متصرف اور اپنے ارادے کے مطابق کر گزرنے والا ہے۔

(1) صحیح البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4854. (2) صحیح البخاری، الأذان، باب الجھر فی المغرب،

حدیث: 765 والجهاد.....، باب فداء المشركين، حدیث: 3050 والمغازی، باب: 12، حدیث: 4023 و صحیح

مسلم، الصلاة، باب القراءة فی الصبح، حدیث: 463.

وَأَنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ

اور اگر وہ آسمان سے گر رہا ہو کوئی ٹکڑا بھی دیکھیں تو وہ کہیں گے: (یہ) تہ بہ تہ بادل ہے ﴿٤٤﴾ لہذا (اے نبی!) آپ انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے،

يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے ﴿٤٥﴾ اس دن انہیں ان کا فریب کچھ فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے

يُنْصَرُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

گی ﴿٤٦﴾ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا، ان کے لیے اس (عذاب) کے علاوہ (دنیا میں) بھی ایک عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿٤٧﴾ اور

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ

(اے نبی!) اپنے رب کے حکم کے علم (آنے) تک صبر کیجیے، بلاشبہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور جب آپ کھڑے ہوں، تو اپنے رب کی حمد کے

الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

ساتھ تسبیح کیجیے ﴿٤٨﴾ اور (کچھ حصہ) رات میں بھی، پس آپ اس کی تسبیح کیجیے، اور ستارے غروب ہونے کے بعد بھی ﴿٤٩﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمَلَهُمْ سَلَمٌ يَّسْتَمِعُونَ فِيهِ﴾ ”یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر آسمان سے

باتیں) سن آتے ہیں۔“ کیا ان کے پاس ملاء اعلیٰ تک پہنچنے کے لیے کوئی سیڑھی ہے؟ ﴿فَلَيَاتِ مُسْمِعُهُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ﴾ ﴿٣٨﴾

”ان میں سے جو سن آتا ہے وہ صریح سند لے کر آئے۔“ یعنی جو ان کے لیے ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کوئی

ایسی مضبوط دلیل پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ یہ اپنے قول و فعل میں سچے ہیں لیکن ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں، یہ کسی

صحیح بات پر نہیں ہیں، ان کے پاس کوئی رستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو انہوں

نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کو منسوب کیا، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، اپنے لیے بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کو پسند کیا

حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو جب اس کے ہاں بیٹی کی ولادت کی بشارت سنائی جاتی تو شدتِ غم کی وجہ سے اس کا چہرہ کالا اور وہ

انتہائی غمزدہ ہوتا لیکن اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی

عبادت کی، ان کی ان سب باتوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَمَلَهُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾ ﴿٣٩﴾

”کیا اس (اللہ) کی تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟“ یہ زبردست ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہے۔

﴿أَمْ سَأُلَهُمْ أَجْرًا﴾ ”(اے پیغمبر!) کیا آپ ان سے صلہ مانگتے ہیں؟“ آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام جو انہیں پہنچا رہے ہیں

کیا ان سے اس کی اجرت مانگتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو ان سے اس کی بابت کچھ بھی مطالبہ نہیں کرتے، ﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

مُتَقَلَّبُونَ﴾ ﴿٤٠﴾ ”تو وہ تاوان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں“ کہ یہ تاوان ان پر بہت گراں اور شاق گزرتا ہو، ﴿أَمْ عِنْدَهُمُ

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ﴾ ﴿٤١﴾ ”یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ (اسے) لکھ لیتے ہیں؟“ معاملہ اس طرح بھی نہیں ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، ﴿أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ط فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ

”یابہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو کافر تو خود داؤ میں آنا چاہتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا کافر لوگ رسول اور دین کے بارے میں اپنی اس طرح کی بات سے لوگوں کو دھوکا دینا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے بارے میں مکروفریب سے کام لینا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے مکروفریب کا وبال انھیں پر ہوگا کیونکہ کافر ہی مکروفریب کی زد میں آتے ہیں: ﴿أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ غَيْرُ اللَّهِ؟ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (44) ”کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے، اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔“ یہ مشرکین کے بتوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کی زبردست تردید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کو ان کے شرک اور ان کی افتراء پر دوازیوں سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (45) ”اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔“

تفسیر آیات: 44-49

مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی اور ایک محسوس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَنْ يَكْفُرُوا كُفْرًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا﴾ ”اور اگر یہ آسمان سے (عذاب کا) کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھیں۔“ یعنی اگر یہ آسمان کے ٹکڑے کو عذاب کے طور پر اپنے اوپر گرتا ہوا دیکھیں تو پھر بھی تصدیق اور یقین نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ تو ایک گھنا بادل ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۚ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ﴾ (الحجر: 15، 14، 15) ”اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہوگئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔“ ﴿فَذَرُهُمْ﴾ ”یعنی اے نبی (ﷺ)! آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ﴾ ”حتیٰ کہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے۔“ اس سے مراد روز قیامت ہے۔ ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ ”جس دن ان کا کوئی داؤ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔“ یہ دنیا میں جس مکروفریب سے کام لے رہے ہیں آخرت میں یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا، ﴿وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ ”اور نہ ان کو (کہیں سے) مدد ملے گی۔“

پھر فرمایا: ﴿وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ﴾ ”اور بے شک ظالموں کے لیے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے۔“ یعنی آخرت کے عذاب سے قبل دنیا میں بھی ان کے لیے عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَنَذِقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (السجدة: 21، 32) ”اور ہم ان کو ضرور (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذاب دنیا (کا) بھی (مزہ) چکھائیں گے تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔“ یعنی دنیا میں ہم انھیں عذاب دیں گے اور مصائب کے ساتھ آزمائش کریں گے، شاید یہ حق کی طرف پلٹ آئیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“ یعنی ان کے ساتھ جو معاملہ کیا جا رہا ہے یہ اسے سمجھنے ہی سے عاری ہیں اور پھر جب عذاب یا آزمائش کو ختم کر دیا جاتا ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ بری حالت کو اختیار کر لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔“ یعنی ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں پر صبر کریں، ان کی پروا نہ کریں ہمارے سامنے اور ہماری نگہداشت میں ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾ اور جب اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔“ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو پڑھو: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ (وَتَعَالَى جَدُّكَ) وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ] ”اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بہت بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ ①

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز کی ابتدا میں ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ ② امام احمد اور اہل سنن نے ابوسعید رضی اللہ عنہ اور دیگر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بھی ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ ③ ابوجوزاء کہتے ہیں کہ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾ اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔“ سے مراد ہے کہ جب آپ نیند کے بعد اپنے بستر سے اٹھنے لگیں۔ ④ ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑤ اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہو اور اس نے یہ کلمات پڑھ لیے: [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ] ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، (ساری) بادشاہت اسی کی اور (ساری) تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہ حرکت ہے اور نہ قوت۔“ پھر کہے: [رَبِّ! اغْفِرْ لِي] ”اے میرے رب! مجھے بخش دے۔“ یا آپ نے فرمایا: [ثُمَّ دَعَا، اسْتَجِيبَ لَهُ، فَإِنْ عَزَمَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قَبِلَتْ صَلَاتُهُ] ”پھر دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، اگر وہ عزیمت کو اختیار کرتے ہوئے وضو کر لے اور پھر نماز پڑھے تو اس کی نماز کو قبول

① تفسیر الطبری: 51/27 قوسین والا جملہ مذکورہ حوالے میں نہیں ہے۔ ② صحیح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال: لا يحجر بالسملة، حدیث: (52)-399. ③ مسند أحمد: 50/3 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم! وبحمدك، حدیث: 775 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة، حدیث: 242 وسنن النسائی، الافتتاح، نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلاة وبين القراءة، حدیث: 900 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات.....، باب افتتاح الصلاة، حدیث: 804. ④ تفسیر القرطبی: 79/17. ⑤ تفسیر الطبری: 51/27.

کر لیا جائے گا۔“^① اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔^②

ابن ابونجیح نے مجاہد سے ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب آپ کسی بھی مجلس سے اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں۔ امام ثوری نے ابواسحاق سے اور انھوں نے ابوالاحوص سے روایت کیا ہے کہ جب آدمی اپنی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو وہ یہ کلمات پڑھے: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ] ”اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔“^③ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَعْنَةُ؟ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ (ذَلِكَ): سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ (ذَلِكَ)] ”جو شخص کسی ایک مجلس میں بیٹھا جس میں کثرت سے بے ہودہ باتیں ہوئیں اور پھر اس نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کلمات پڑھ لیے: اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیرے حضور تو بہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سب کچھ کو معاف فرما دے گا جو اس مجلس میں ہوا۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ترمذی ہی کی روایت کے مطابق ہیں، امام نسائی نے اسے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام حاکم نے اسے مستدرک میں بیان کیا اور کہا ہے کہ اس کی سند شرط مسلم کے مطابق ہے۔^④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ ”اور رات (کے بعض اوقات) میں اس کی تسبیح کیا کریں۔“ یعنی رات کو تلاوت اور نماز کی صورت میں اس کا ذکر اور اس کی عبادت کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی اسرائیل 79) ”اور رات کے کسی حصے میں پس اس (قرآن) کے ساتھ شب بیداری کیا کریں (یہ) آپ کے لیے نفل ہے ہو سکتا ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کر دے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا هَارَ النُّجُومُ﴾ ”اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد۔“ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ہے کہ اس سے نماز فجر سے قبل کی دو رکعتیں مراد ہیں کہ وہ ستاروں کے غروب ہونے کے وقت مشروع

① مسند أحمد: 313/5، البتہ الفاظ جامع ترمذی کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② صحیح البخاری، التہجد، باب فضل

من تعار من الليل فصلی، حدیث: 1154 وسنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول الرجل إذا تعار من الليل؟ حدیث:

5060 وجامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء إذا انتبه من الليل، حدیث: 3414 والسنن الکبریٰ للنسائی،

عمل الیوم واللیلۃ، باب ما يقول إذا انتبه من منامه؟ 215/6، حدیث: 10697 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب ما يدعو به

إذا انتبه من الليل، حدیث: 3878. ③ تفسیر القرطبی: 78/17. ④ جامع الترمذی، الدعوات، باب ما يقول إذا قام

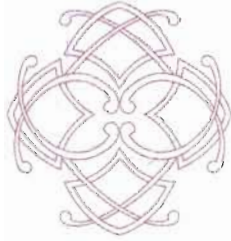
من مجلسه؟ حدیث: 3433 والسنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ: 106، 105/6، حدیث: 10230 والمستدرک

للحاكم: 537، 536/1، حدیث: 1969، اسی حدیث کی سند کے بارے میں مفید بحث پڑھیے، فتح الباری، حدیث: 7563 کے

ذیل میں، نیز قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔

ہیں۔^(۱) صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی نفل کی اس قدر شدت کے ساتھ پابندی نہیں فرمایا کرتے تھے جس طرح فجر کی دو رکعتوں کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔^(۲) مسلم کی روایت میں ہے: [رُكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا] ”فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔“^(۳)

سورہ طور کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



(۱) حدیث ابن عباس یوں ہے عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: ﴿وَأَدْبَارُ النَّجْوَرِ﴾ (الرُّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ، وَأَدْبَارُ السُّجُودِ) (ق: 40:50) الرُّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ [جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الطور، حدیث: 3275، یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۲) صحیح البخاری، التہجد، باب تعاهد رکعتی الفجر.....، حدیث: 1169 و صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر.....، حدیث: (94)-724. (۳) صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر.....، حدیث: 725 عن عائشہ رضی اللہ عنہا.

تفسیر سُورَةُ نَجْمٍ

یہ سورت کی ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ③ إِنْ هُوَ

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرتا ہے ① تمہارا ساتھی نہیں بہکا اور نہ وہ بھٹکا ہے ② اور وہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا ③ وہ وحی ہی تو ہے جو (اس کی

إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ④

طرف) بھیجی جاتی ہے ④

یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدہ تلاوت نازل کیا گیا: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ نازل ہوا، وہ ﴿وَالنَّجْمُ﴾ ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور آپ کے پیچھے دیگر سب لوگوں نے بھی سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے کہ میں نے دیکھا کہ اس نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس پر سجدہ کیا، پھر بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ حالت کفر میں مارا گیا تھا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کئی ایک مقامات پر روایت کیا ہے۔ ② نیز اسے امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے کئی سندوں کے ساتھ ابواسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ③

تفسیر آیات: 4-1

رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم: امام شعی اور دیگر کئی اہل علم نے کہا ہے کہ خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے، مگر مخلوق کو خالق کے سوا اور کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے، اسے ابن ابوحاتم نے

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَاسْجُدْ وَابْتَغِ﴾ (النجم: 62/53)، حدیث: 4863. ② صحیح

البخاری، سجود القرآن، باب ماجاء فی سجود القرآن، حدیث: 1067 و باب سجدة النجم،

حدیث: 1070 و مناقب الأنصار، باب مالقی النبی وأصحابہ، حدیث: 3853 و المغازی، باب قتل أبی جہل،

حدیث: 3972. ③ صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث: 576 و سنن أبی داود،

سجود القرآن، باب من رأى فیها سجودا، حدیث: 1406 و السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ:

﴿فَاسْجُدْ وَابْتَغِ﴾ (النجم: 62/53)، حدیث: 11549.

روایت کیا ہے۔^(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ﴾ ”تارے کی قسم! جب غائب ہونے لگے۔“ ابن ابونعیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نجم سے مراد ستارہ ثریا ہے، جو سپیدہ سحر نمودار ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا ہے۔^(۲) ضحاک کہتے ہیں کہ نجم سے مراد وہ ستارہ ہے جس کے ساتھ شیاطین کو مارا جائے۔^(۳) یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ۖ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّتُكْفَرُوا عَنِ عَذَابِ ۖ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۖ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۚ لَا يَسُوءُ وَلَا يَشْنَعُ لَآلِ الْمُطَهَّرُونَ ۖ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (الواقعة: 56: 75-80) ”مجھے تاروں کی منزلوں کی قسم! اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے (کہ بے شک) یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)، اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگارِ عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ﴾ ”تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ رستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔“ یہ ہے وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی ہے کہ آپ راشد اور تابع حق ہیں، رستہ بھولے ہوئے نہیں ہیں۔ ضال اس جاہل کو کہتے ہیں جو بغیر علم کے غلط رستے پر چلے اور غاوی اس کو کہتے ہیں جو حق کو جانتا تو ہو لیکن جاننے کو بوجھنے کے باوجود قصد و ارادہ کے ساتھ حق سے اعراض کرے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور آپ کے دین و شریعت کو اہل ضلال، مثلاً: نصاریٰ کی مشابہت سے پاک قرار دیا ہے، نیز یہودیوں کے طریقوں سے بھی اور وہ یہ کہ کسی چیز کو جاننے کے باوجود چھپا لینا اور عمل اس کے خلاف کرنا، جبکہ آپ صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہِ اور جس عظیم الشان شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، حد درجہ کی استقامت، اعتدال اور درستی پر ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں فرماتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ ”اور نہ وہ خواہشِ نفس سے بولتے ہیں۔“ یعنی آپ کوئی بات بھی خواہشِ نفس یا نفسانی غرض سے نہیں فرماتے ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُُّوْنِ﴾ ”یہ (قرآن) تو صرف وحی ہے (جو اس کی طرف) نازل کی جاتی ہے۔“ بلکہ آپ جو بھی فرماتے ہیں، وہ ہے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر بلا کم و کاست بندگانِ الہی تک پہنچا دیں، جیسا کہ امام احمد نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ﴿لِيَذْخُلَنَّ الْحَنَّةُ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ لَيْسَ بِنَبِيٍّ مِّثْلُ الْحَيِّينِ أَوْ مِثْلُ أَحَدِ الْحَيِّينِ: رَبِيعَةَ وَمُضَرَ﴾ ”ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہوگا، ربیعہ و مضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔“ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلہ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا أَقُولُ مَا أَقُولُ﴾ ”میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحیِ الہی کی روشنی میں کہتا ہوں۔“^(۴)

امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتا تھا تا کہ اسے حفظ کر سکوں، قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ سے سننے والی ہر بات کو لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ

(۱) شرح ابن بطلال، باب: (6): 103/11 (C.D). (۲) تفسیر القرطبی: 82/17. (۳) تفسیر الماوردی: 390/5 و تفسیر

القرطبی: 82/17. (۴) مسند أحمد: 257/5.

عَلَيْهِ شَدِيدُ الْقُوَى ۝ ذُو مِرَّةٍ ۝ فَاسْتَوَى ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۝ ثُمَّ دَنَا

اسے مضبوط قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا ۝ جو نہایت طاقتور ہے، سو وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہو گیا ۝ جبکہ وہ (آسمان کے) بلند

فَتَدَلَّى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ ۝

کنارے پر تھا ۝ پھر وہ قریب ہوا، اور اتر آیا ۝ تو وہ دو کمانوں جتنا بلکہ اس سے بھی قریب ہو گیا ۝ پھر اس نے اللہ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝ أَفَتَسْمُرُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝ وَلَقَدْ رَاهُ

کی ۝ اس (رسول) نے جو کچھ دیکھا، اس کے دل نے (اس کے متعلق) جھوٹ نہیں بولا ۝ کیا پھر تم اس چیز پر اس (نبی) سے جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتا

نَزَّلَهُ أُخْرَىٰ ۝ عَبْدٌ سِدْرَةٍ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝

ہے ۝ اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی اترتے دیکھا ۝ سدرۃ المنتہیٰ (آخری حد کی پیری) کے قریب ۝ اس کے

إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝ مَا رَأَى الْبَصَرُ وَمَا طَعَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ

نزدیک ہی جنت الماویٰ ہے ۝ اس وقت پیری پر چھار ہاتھا جو کچھ چھار ہاتھا ۝ نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے بڑھی ۝ البتہ تحقیق اس (رسول) نے اپنے

رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝

رب کی بعض بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں ۝

تو بشر ہیں، آپ کبھی ناراضی کے عالم میں بھی گفتگو فرماتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں، پس میں لکھنے سے رک گیا اور میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: [اَكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا خَرَجَ مِنِّي إِلَّا حَقًّا] ”تم لکھ لیا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے حق کے سوا اور کوئی بات نہیں نکلتی۔“ ① اور اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

تفسیر آیات: 5-18

رسول امین ﷺ کے معلم روح الامین: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس جو قرآن لے کر آئے، اسے آپ کو اس نے سکھایا ہے جو ﴿شَدِيدُ الْقُوَى﴾ ۝ ”زبردست قوتوں والا ہے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ۝ ثُمَّ أَمِينٍ ۝﴾ (التکویر 81: 19-21) ”بے شک یہ (قرآن) رسول (جبریل) عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے، (جو) صاحب قوت ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے، وہاں (آسمانوں میں) اس کی بات مانی جاتی ہے (اور) امانت دار ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ذُو مِرَّةٍ﴾ ۝ ”بڑی طاقت والا ہے۔“ ﴿ذُو مِرَّةٍ﴾ کے معنی ہیں طاقت ور۔ یہ مجاہد، حسن اور ابن زید رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ③ حدیث صحیح میں بروایت ابن عمر و ابوبہریرہ رضی اللہ عنہما ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنَى وَلَا

لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ] ”صدقہ کسی دولت مند کے لیے حلال ہے نہ کسی طاقت ور اور تندرست و توانا کے لیے۔“^(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاسْتَوَىٰ﴾ ”پھر وہ سیدھے (کھڑے) ہو گئے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام، جیسا کہ حسن، مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس کا قول ہے۔^(۲) ﴿وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ﴾ ”اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے پر تھے۔“ یعنی جبریل علیہ السلام اُفقِ اعلیٰ میں سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے، جیسا کہ عکرمہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ عکرمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اُفقِ اعلیٰ سے مراد وہ ہے جہاں سے سپیدہ سحر نمودار ہوتا ہے۔ امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ مراد ہے۔^(۳) امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں سے دن آتا ہے۔^(۴) ابن زید اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی (اصلی) صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں اور ان میں سے ہر پر نے اُفق کو گھیر رکھا ہے، ان کے پر سے ایسے رنگارنگ موتی اور یاقوت گرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔^(۵) اس روایت کو صرف امام احمد رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے، نیز انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنی اصل شکل و صورت دکھائیں، جبریل نے عرض کی: آپ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کریں، آپ نے اللہ جل شانہ سے دعا فرمائی تو مشرق کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہوئی جس نے بلند ہونا اور پھیلنا شروع کر دیا، نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا تو بے ہوش ہو گئے تو جبریل آپ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کو ہوش میں لانا اور آپ کی باجھوں سے لعاب دہن صاف کرنا شروع کر دیا۔^(۶) اسے روایت کرنے میں بھی امام احمد متفرد ہیں۔

﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾ ”تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔“ یعنی جبریل محمد ﷺ کے، اس وقت جب زمین پر نازل ہوئے، اس قدر قریب ہو گئے کہ ان کے اور محمد ﷺ کے درمیان فاصلہ دو کمانوں کے برابر تھا، یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما کا قول ہے۔^(۷) اور ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ سے مراد دونوں کمانوں کے درمیان کا فاصلہ ہے جب انھیں کھینچا جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کمان کی تندہی سے لے کر اس کے درمیان تک کا فاصلہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوْ أَدْنَىٰ﴾ ”بلکہ (اس سے بھی) کم۔“ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ لغت میں یہ لفظ مخبر عنہ (جس کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے) کے (مذکورہ وصف کے) اثبات کے لیے اور اس سے زائد مفہوم کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (یعنی یہ فاصلہ دو قوس یا اس سے کم تو ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں)، جیسا کہ ارشاد باری

① سنن أبی داود، الزکاة، باب من یعطی من الصدقة.....؟ حدیث: 1634 وجامع الترمذی، الزکاة، باب ما جاء من

لا تحل له الصدقة، حدیث: 652 و مسند أحمد: 164/2 عن ابن عمرو ؓ و سنن أبی ہریرۃ ؓ و سنن ابن ماجہ،

الزکاة، باب من سأل عن ظہر غنی، حدیث: 1839. ② تفسیر الطبری: 59-57/27 و تفسیر القرطبی: 86، 85/17.

③ تفسیر القرطبی: 88/17. ④ تفسیر الطبری: 59/27. ⑤ مسند أحمد: 395/1. یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ

حسن ہے، دیکھیے مسند أحمد: 412/1. ⑥ مسند أحمد: 322/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ⑦ تفسیر الطبری: 60/27.

تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ (البقرة: 74) ”پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، گویا وہ پتھر ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ سخت۔“ یعنی یہ پتھروں سے نرم نہیں ہیں بلکہ یہ پتھروں جیسے ہیں یا شدت اور سختی میں ان سے بھی زیادہ ہیں، اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ (النساء: 77) ”وہ لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ (اس سے بھی) زیادہ ڈرنا۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: 37: 147) ”اور ہم نے ان کو ایک لاکھ لاکھ بلکہ (اس سے بھی) زیادہ کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔“ کا مفہوم یہ ہے کہ قوم یونس کے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں تھی بلکہ حقیقت میں وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہی تھے۔ پس یہ ﴿اَوْ﴾ محبر بہ (جس کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے) کی تحقیق کے لیے ہے، نہ کہ شک و تردد کے لیے کیونکہ شک و شبہ یہاں محال ہے، اور اسی طرح یہ آیت کریمہ ہے: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ ”تو ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ (اس سے بھی) کم۔“ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اس قریب ہونے والے سے مراد جبریل ہیں حتیٰ کہ ان کے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مابین دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، یہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابو ذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔^① جیسا کہ ان کی احادیث کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان کریں گے۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ لَهُ سِتْمِائَةٌ جَنَاحَ] ”میں نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔“^②

امام بخاری نے طلح بن غنّام سے، انھوں نے زائدہ سے اور انھوں نے شیبانی سے روایت کیا ہے کہ میں نے زید سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔^③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى﴾ ”پھر اس نے وحی پہنچائی (اللہ) کے بندے کی طرف جو وحی پہنچائی۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ جبریل نے اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ کو وحی پہنچائی جو پہنچائی یا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر جبریل کے واسطے سے جو چاہی وحی نازل فرمائی، یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔ سعید بن جبیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى﴾ کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل فرمائی: ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوْحٰى﴾ (الضحیٰ: 6: 93) ”کیا اس (آپ کے رب) نے آپ کو یتیم پایا تو ٹھکانا نہیں دیا؟“ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح: 4: 94) ”اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔“^④ سعید بن جبیر کے علاوہ دیگر سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ انبیاء کے لیے جنت حرام ہے حتیٰ کہ آپ ان سب سے پہلے داخل ہوں،

① تفسیر الطبری: 62، 61/27. ② تفسیر الطبری: 61/27. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿فَاَوْحٰى

اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى﴾ (النجم: 53: 10)، حدیث: 4857. ④ تفسیر البغوی: 303/4.

اور امتوں کے لیے بھی حرام ہے حتیٰ کہ آپ کی امت سب سے پہلے داخل ہو۔^①

کیا نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ أَفَتُنَبِّئُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۚ﴾ ”جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا، کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں، تم اس پر ان سے جھگڑتے ہو؟“ امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۚ﴾ ”جو کچھ انھوں نے دیکھا (ان کے) دل نے جھوٹ نہ بولا۔“ اور ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾ ”اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دومرتبہ دیدار کیا۔^② سماک نے بھی عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^③ ابوصالح، سدی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے کہ آپ نے دل کے ساتھ دومرتبہ دیدار کیا۔^④

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کی: کیا محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی چیز کے بارے میں گفتگو کی ہے جس سے میرے روگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں نے عرض کی: ذرا ٹھہر جائیں! پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ ”بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ انھوں نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس سے مراد تو جبریل ہیں، جو تم سے یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے یا جس کے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اس میں سے کچھ چھپایا یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۖ (لقمن 31: 34) ”بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔“ تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ البتہ آپ نے جبریل کو ضرور دیکھا تھا، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل و صورت میں صرف دوبارہ ہی دیکھا ہے، ایک بار سدرۃ المنتہی کے پاس اور دوسری بار جیاد میں کہ ان کے چھ سو پر تھے جنھوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔^⑤

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نُورٌ أَتَىٰ أَرَاهُ!] ”وہ تو سراپا نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں!“^⑥ اور ایک روایت میں ہے: [رَأَيْتُ نُورًا] ”میں نے نور دیکھا ہے۔“^⑦

① تفسیر البغوی: 303/4. ② صحیح مسلم، ایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾

.....، حدیث: (285-176). ③ تفسیر الطبری: 69/27. ④ تفسیر الطبری: 65، 64/27. ⑤ صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ

النجم، باب: 1، حدیث: 4855. ⑥ صحیح مسلم، ایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾

.....، حدیث: 177. ⑦ جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ﴿وَالنَّجْمِ﴾، حدیث: 3278 واللفظ لہ.

⑧ صحیح مسلم، ایمان، باب فی قوله علیہ السلام: نوراً أتى أراه.....، حدیث: 178. ⑨ صحیح مسلم، ایمان،

باب فی قوله علیہ السلام: نوراً أتى أراه.....، حدیث: (292-178).

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۚ عِنْدَ جَانَّتِ الْبَاوِي ۚ﴾ ”اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے، آخری حد کی پیری کے پاس، اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔“ یہ وہ دوسری بار ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اصل شکل و صورت میں دیکھا جس میں انھیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور یہ شب معراج کا واقعہ ہے۔ اسراء سے متعلق احادیث اپنے مختلف طرق اور الفاظ کے ساتھ ہم قبل ازیں سورہ سبحان (بنی اسرائیل) کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں۔^① لہذا یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۚ﴾ ”اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے آخری حد کی پیری کے پاس۔“ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ وَلَهُ سِتُّ مِائَةِ حَنَاحٍ، يَنْتَشِرُ مِنْ رِيشِهِ التَّهَابِيلُ الدُّرُّ وَالْيَاقُوتُ] ”میں نے جبریل کو دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے ٹکڑے گر رہے تھے۔“^② اس حدیث کی سند جید اور قوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصل شکل و صورت میں دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے اور ان میں سے ہر پر نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا اور ان کے پروں سے موتیوں اور یاقوت کے اتنے ٹکڑے گر رہے تھے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔^③ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ وَلَهُ سِتُّ مِائَةِ حَنَاحٍ] ”میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔“ میں نے عاصم سے پروں کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا، راوی کا بیان ہے کہ مجھے ان کے بعض شاگردوں نے بتایا کہ ایک پر مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔“^④ اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَتَانِي جِبْرِيلُ فِي خُضْرٍ مُّعَلَّقٍ بِهِ الدُّرُّ] ”جبریل میرے پاس ایسے سبز لباس میں آئے جسے موتی لگے ہوئے تھے۔“^⑤ اس حدیث کی سند بھی جید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدار الہی کے متعلق موقف: امام احمد رحمہ اللہ نے عامر سے روایت کیا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کی: ام المؤمنین! کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا تھا؟ انھوں نے فرمایا: سبحان اللہ! تمھاری بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، تمھیں وہ تین باتیں کیوں یاد نہیں کہ ان کے بارے میں جو بھی تم سے بیان کرے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار

① دیکھیے بنی اسرائیل، آیت: 1 کے تحت عنوان: ”معراج سے متعلق احادیث مبارکہ“ ② مسند أحمد: 460/1. ③ مسند

أحمد: 395/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے، البتہ ایک دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 460/1.

④ مسند أحمد: 407/1. ⑤ مسند أحمد: 407/1.

کیا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الأنعام 103:6) ”نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔“ ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْتُمَ اللَّهُ إِلَهًُا وَحْيًا أَوْ مِنْ ذُرِّيَعٍ يُپَرِّدُكَ﴾ (الشورى 51:42) ”اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر البہام کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے۔“ اور جو تم سے یہ کہے کہ آپ جانتے تھے کہ کل کیا رونما ہونے والا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ (لقمن 34:31) ”بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے۔“ اور جو شخص یہ کہے کہ حضرت محمد ﷺ نے دین کی کچھ باتوں کو چھپایا ہے تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط﴾ (المائدة 67:5) ”اے پیغمبر! جو (ارشادات) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں (وہ سب لوگوں کو) پہنچا دیں۔“ البتہ آپ نے جبریل کو دوبار اُن کی اصلی شکل و صورت میں ضرور دیکھا تھا۔^①

محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟ امام احمد رحمہ اللہ نے مسروق سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ﴾ (التکویر 23:81) ”بے شک انھوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے) کھلے (مشرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔“ ﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ اور بلاشبہ انھوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ امت میں سے سب سے پہلے میں نے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے مراد جبریل ہیں، آپ نے جبریل کو ان کی اصلی شکل و صورت میں صرف دو بار دیکھا تھا، آپ نے انھیں آسمان سے زمین پر اترتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ان کے جسم کی عظمت نے آسمان و زمین کے درمیان کے خلا کو بھر رکھا تھا۔^② صحیحین میں یہ روایت بطریق شعبی اسی طرح ہے۔^③

سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جھگھٹ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ يَغْشَى السُّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ ”جبکہ اس بیری پر چھار ہا تھا جو چھار ہا تھا۔“ احادیث معراج میں اس سے قبل یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ فرشتوں نے سدرۃ المنتہیٰ کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا جیسے کوؤں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوں، اسے رب تعالیٰ کے نور نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔^④ نیز کچھ ایسے رنگوں نے بھی ڈھانپ رکھا تھا جن کے بارے میں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ) مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھے۔^⑤ امام احمد نے

① مسند أحمد: 50، 49/6. مزید دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4855 و صحیح مسلم، الإیمان،

باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾، حدیث: 177. ② مسند أحمد: 241/6. ③ صحیح

البخاری، التفسیر، باب: 1، حدیث: 4855 والتوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا﴾

(الجن 26:72)، حدیث: 7380 و 7531 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً

أُخْرَى﴾، حدیث: 177. ④ تفسیر الطبری: 75/27. یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ربیع بن انس سے مروی ہیں۔

⑤ مسند أحمد: 144/5. مزید دیکھیے بنی اسرائیل، آیت: 1 کے تحت عنوان: ”معراج سے متعلق احادیث مبارکہ“

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُزَّىٰ ۚ (19) وَمِنَ الثَّالِثَةِ الْاُخْرَىٰ (20) اَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ الْاُنثٰى (21) تِلْكَ اِذَا قَسَمَةٌ

کیا تم نے لات اور عزیٰ کی کو دیکھا؟ (19) اور تیسری (دیوی) مناتہ کو جو گھٹیا ہے (20) کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ (21) یہ تو پھر بڑی ہی

ضیڑی (22) اِنْ هٰی اِلَّا اَسْبَآءٌ سَبَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط

بے انصافی کی تقسیم ہے (22) یہ تو محض چند نام ہی ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی،

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوٰى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ الْهُدٰى ط (23) اَمْرِ لِلْاِنْسَانِ

وہ لوگ تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آچکی

مَا تَمَلٰى ط (24) فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاَوَّلٰى ط (25) وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تَعْبٰى شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا

ہے (23) کیا انسان کے لیے (ہر چیز میسر) ہے جو وہ تمنا کرے؟ (24) چنانچہ اللہ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا (25) اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (26)

جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی مگر بعد ازاں کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے (26)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، یہ چھٹے آسمان میں ہے، زمین سے جو کچھ اوپر لے جایا جاتا ہے وہ اس مقام تک لے جایا جاتا ہے اور اسے قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اس کے اوپر سے جو کچھ زمین پر نازل کیا جاتا ہے، اسے بھی اس مقام پر نازل کر کے یہاں سے وصول کر لیا جاتا ہے ﴿ اِذْ يَخْشٰى السِّدْرَةَ مَا يَخْشٰى ﴾ (16) ”جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔“ اس سے مراد سونے کے پتنگے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (1) آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں (2) سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا فرمائی گئیں اور (3) آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو، اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ (1) اسے صرف امام مسلم ہی نے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔) (2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴾ (17) ”ان کی نگاہ نہ بہکی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی نظر دائیں بائیں نہیں گئی۔ (1) اور جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، آپ نے اس سے تجاوز نہیں فرمایا، ثبات اور اطاعت کے اعتبار سے یہ آپ کی ایک عظیم الشان صفت ہے کہ آپ نے صرف وہ کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور جو کچھ آپ کو عطا فرمایا گیا، اس سے زیادہ کا آپ نے سوال نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ دَاوٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴾ (18) ”بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَبْرِیْۤہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط ﴾ (بنی اسرائیل 17: 1) ”تا کہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔“ یعنی ایسی نشانیاں جو ہماری قدرت و عظمت کی دلیل ہوں، ان دونوں آیات کریمہ سے ان ائمہ اہل سنت نے استدلال کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ اس رات رؤیت وقوع پذیر

نہیں ہوئی، اس لیے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ نَادَىٰ مِنْ أَثَرِ الْكَذِبِ ۝۱۹﴾ ”بلاشبہ انھوں نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت حاصل کی ہوتی تو اس کا بھی ذکر کیا جاتا اور اس کے بارے میں بھی لوگوں کو بتایا جاتا۔

تفسیر آیات: 19-26

بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزی اور منات کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اصنام و انداد اور بتوں کی پوجا کرنے اور ابراہیم خلیل اللہ کے بنائے ہوئے کعبہ کے بالمقابل بتوں کے لیے گھر بنانے پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ﴾ ”بھلا تم (لوگوں) نے لات کو دیکھا؟“ لات سفید رنگ کی نقش و نگار کی ہوئی ایک چٹان تھی جس پر طائف میں گھر بنایا گیا تھا جس پر پردے ڈالے جاتے اور باقاعدہ محافظ مقرر کیے گئے تھے، اس کے گرد اگر دہل طائف کے لیے ایک بہت بڑا صحن تھا، طائف میں خاندان ثقیف اور ان کے قبیح لوگ رہتے تھے، قریش کے بعد دیگر قبائل عرب پر وہ اپنے اس گھر کی وجہ سے فخر کیا کرتے تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے ذات باری تعالیٰ کے اسم پاک اللہ سے لات کے نام کو مشتق کیا تھا، یعنی اسے انھوں نے اللہ کی مؤنث بنالیا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔^(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ربیع بن انس سے مروی ہے کہ یہ لات کو ”تا“ کی تشدید کے ساتھ پڑھتے تھے اور اس کی وضاحت انھوں نے یہ کی کہ ایک شخص زمانہ جاہلیت میں حایوں کو ستوپلایا کرتا تھا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو مزار بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔^(۲)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ لات ایک شخص تھا جو حایوں کے لیے ستوپ تیار کیا کرتا تھا۔^(۳) ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی طرح عزی کو عزیز سے مشتق کیا گیا ہے، یہ نخلہ میں ایک درخت تھا جس پر عمارت بنا کر اس پر پردے ڈال دیے گئے تھے، یہ مکہ اور طائف کے درمیان تھا، قریش اس گھر کی تعظیم بجالاتے تھے۔^(۴) جیسا کہ ابوسفیان نے بھی احد کے دن کہا تھا کہ لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ ”ہماری عزی ہے اور تمھاری کوئی عزی نہیں۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے جواب میں یہ کہو: [اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ] ”اللہ تعالیٰ ہمارا کارساز ہے اور تمھارا کوئی کارساز نہیں۔“^(۵)

منات مکہ و مدینہ کے درمیان مقام مُشَکَّل میں قذید کے پاس تھا۔ زمانہ جاہلیت میں خزاعہ، اوس اور خزرج اس بت کدے کی تعظیم بجالاتے اور اس کے پاس سے حج کے لیے کعبہ جاتے ہوئے احرام باندھا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔^(۶) جزیرۃ العرب اور دیگر مقامات پر کچھ اور طاغوت بھی تھے جن کی عرب

① تفسیر الطبری: 77/27. ② تفسیر الطبری: 78، 77/27. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ﴾ (النجم: 53: 19)، حدیث: 4859. ④ تفسیر الطبری: 77/27. ⑤ صحیح البخاری، المغازی، باب

غزوة أحد، حدیث: 4043. ⑥ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَمَوْلَا النَّبِیَّةِ الْأُخْرَىٰ﴾ (النجم: 53: 20)، حدیث: 4861.

کعبہ کی تعظیم کی طرح تعظیم کیا کرتے تھے جو ان تین کے علاوہ تھے جن کا اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمایا ہے اور ان تین کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دیگر بت کدوں کی نسبت زیادہ مشہور تھے۔

امام نسائی نے ابوطیلس سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا، جہاں عڑی تھی، خالد وہاں گئے تو وہاں بؤل کے تین درخت تھے، انھوں نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور وہاں بنے ہوئے مزار کو منہدم کر دیا، پھر انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: [ارْجِعْ، فَإِنَّكَ لَمْ تَصْنَعْ شَيْئًا] ”واپس جاؤ، تم نے کچھ نہیں کیا۔“ خالد واپس گئے، جب اس مزار کے دربانوں نے انھیں دیکھا تو انھوں نے حیلہ سازیوں کے لیے خوب خوب غور کیا اور یاعڑی! یا عڑی! کہہ کر اسے اپنی مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیا، خالد اس کے پاس گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں ایک عورت جو عریاں اور سر کے بال کھولے ہوئے ہے اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے، خالد نے اسے تلوار کی ایسی ضرب کاری لگائی جس نے اس کا کام تمام کر دیا، پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ نے فرمایا: [تِلْكَ الْعُزَّى] ”یہی عڑی تھی۔“^①

ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ: ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ لات طائف میں خاندان ثقیف کا بت کدہ تھا۔ اس کے نگہبان اور متولی بنو مُعْتَبَر تھے۔^② میں کہتا ہوں کہ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے منہدم کر کے اس کی جگہ طائف میں مسجد بنادی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مناة اوس، خزرج اور اہل یثرب ہی سے ان کے ہم مذہب لوگوں کا بت کدہ تھا اور یہ ساحل سمندر پر مُشْکَل کی جانب سے قدید کے مقام پر تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے منہدم کرنے کے لیے ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے پیوند خاک کر دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کام حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا تھا۔ ذوالخصلہ،^③ ختم،^④ دوس اور بجیلہ قبیلوں کا بت کدہ تھا، نیز ان کے علاقوں کے جو عرب نبالہ کے مقام پر مقیم تھے، وہ بھی اسی بت کے پجاری تھے۔^⑤ میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اسے کعبہ یمانہ اور کعبہ مکہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا، اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبد اللہ بن جحلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، انھوں نے اسے گرا دیا تھا۔^⑥ فلس خاندان طے اور جبل طے کے ساتھ قبائل سلمیٰ اور آجا کا بت تھا۔

① السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالى: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ﴾: 474/6، حدیث: 11547، مزید دیکھیے

مسند أبی یعلیٰ المَوْصِلِی: 197، 196/2، حدیث: 902۔ اس حدیث کی سند متابعت کے ساتھ صحیح ہے۔ ② السیرة النبویة لابن

إسحاق، حدیث عمرو بن لحي و ذکر أصنام العرب: 60/1-65 والسیرة النبویة لابن هشام، قصة عمرو بن لحي: 89-76/1

③ ابن اسحاق نے اسے خُلَصَه (خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے، جبکہ ابن ہشام کے نزدیک یہ خُلَصَه (خاء اور لام کے

فتح کے ساتھ) ہے۔ ④ السیرة النبویة لابن إسحاق، حدیث عمرو بن لحي و ذکر أصنام العرب: 60/1-65 والسیرة النبویة لابن هشام، قصة عمرو بن لحي: 89-76/1

⑤ ابن اثیر نے اپنی کتاب النہایة فی غریب الحدیث والآخر: 89-76/1

⑥ مادة: 470/3، فلس میں لکھا ہے کہ فلس فاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ بنو طے کے بت کا نام ہے، جبکہ صاحب تاج العروس

(مادة: فلس) نے ابن درید کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ فلس، یعنی کسرہ سے قبیلہ بنو طے کا بت تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ اس بت کو توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا، انھوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں سے رسوب اور مخدّم نامی دو تلواریں بھی حاصل کیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی عطا فرمادی تھیں، بعد میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلواروں کے طور پر مشہور ہوئیں۔^(۱) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ خنجر اور اہل یمن کا صنعاء میں ایک بت کدہ تھا، جسے رِیام کہا جاتا تھا۔^(۲) انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ایک کالا کتا تھا، تبع کے ساتھ جانے والے دونوں عالموں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت کدے کو گرا دیا تھا۔^(۳)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رضاء بنی ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناة بن تمیم کا بت کدہ تھا۔ اسی کے بارے میں مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے کہا تھا، جب اسلام لانے کے بعد انھوں نے اسے گرا دیا تھا۔

وَلَقَدْ شَدَّدْتُ عَلَى رُضَاءٍ شَدَّةً فَنَزَعْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أُسْحَمًا

”میں نے رضاء پر زوردار حملہ کیا تو میں نے اسے چٹیل میدان میں سیاہ (وحشت ناک) اور ویران کر کے چھوڑا۔“^(۴)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذوالکعبات کبر اور تغلب۔ جو وائل اور ایاد کے بیٹے تھے۔ کا بت کدہ مقام سنداد میں تھا، اس کے بارے میں اُشی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا تھا۔

بَيْنَ الْخَوَرَنَقِ وَالسَّيْدِ وَبَارِقٍ وَالْبَيْتِ ذِي الْكُعْبَاتِ مِنْ سَدَادٍ

”خورنق، سدر اور بارق کے درمیان سنداد کے مقام پر وہ بت کدہ ہے جسے ذوالکعبات کہا جاتا ہے۔“^(۵)

معبودان باطلہ کو مذکر اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۚ﴾ ”بھلا تم لوگوں نے لات و عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو جو گھٹیا ہے؟“ پھر فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمُ الْآثَنُ ۖ﴾ ”(مشرک!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں؟“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد قرار دیتے ہو اور اولاد بھی مادینہ جبکہ تم اپنے لیے زینہ اولاد پسند کرتے ہو، اگر تم اور تمھارے جیسے لوگ اس طرح کی تقسیم کریں تو یہ ﴿قِسْبَةُ ضَيَّزَىٰ﴾ ”بہت بے انصافی کی تقسیم ہے۔“ یعنی یہ تقسیم ظلم اور باطل ہے، اپنے رب تعالیٰ کے لیے تم اس طرح کی تقسیم کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ اگر دو مخلوقوں میں بھی اس طرح تقسیم کی جائے تو یہ ظالمانہ اور احمقانہ تقسیم ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ انھوں نے بتوں کی پوجا کر کے کذب و افتراء اور کفر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بتوں کا نام الہ رکھ دیا، حالانکہ ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْبَاطٌ يَسْتَرْبِئُونَهَا أَنْكُمُ وَأَبَاؤُكُمْ﴾ ”وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے

(۱) السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي..... 89-76/1 والسيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن

لحي..... 65-60/1. (۲) السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي..... 65-60/1. (۳) السيرة النبوية

لابن إسحاق، هدم البيت المسمى رثام و السيرة النبوية لابن هشام، رثام وما صار إليه: 28، 27/1. (۴) السيرة

النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن لحي..... 65-60/1. (۵) السيرة النبوية لابن إسحاق، حديث عمرو بن

لحي..... 65-60/1. مزید دیکھیے السيرة النبوية لابن هشام، قصة عمرو بن لحي..... 89-76/1.

باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔“ یعنی یہ نام تم نے از خود ایجاد کر لیے ہیں ﴿مَا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ ”اللہ نے تو ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔“ سلطان کے معنی حجت اور دلیل کے ہیں ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الْقُلُوبَ وَمَا تُهْوَى الْأَنْفُسُ﴾ ”یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور جس کی طرف (ان کے) دل مائل ہوں (اس) کے پیچھے چل رہے ہیں۔“ یعنی ان کے پاس اپنے ان آباء و اجداد کے ساتھ حسن ظن کے بغیر اور کوئی دلیل نہیں، جنہوں نے ان سے پہلے اس باطل مسلک کو اختیار کیا تھا، ان کی دلیل بس یہی ہے کہ ان کے دلوں میں اپنے آباء و اجداد کی تعظیم اور محبت رچی بسی ہوئی ہے ﴿وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَى﴾ ”اور (حالانکہ) بلاشبہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔“ اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف روشن حق اور دلیل قاطع کے ساتھ اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس رسول کی اتباع کی اور نہ آپ کے کلائے ہوئے دین و شریعت کو قبول کیا۔

خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّى﴾ ”کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟“ یعنی ہر شخص جس خیر و بھلائی کی تمنا کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيَّتِكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ (النساء: 123) ”(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔“ یعنی ہر شخص جو اپنے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ ہدایت یافتہ ہے، ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا، ہر شخص جس چیز کو پسند کرے، اسے حاصل نہیں کر سکتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا تَمَنَّى أَحَدُكُمْ، فَلْيَنْظُرْ مَا يَتَمَنَّى، فَإِنَّهُ لَا يَذَرِي مَا يَكْتَسِبُ لَهُ مِنْ أُمْنِيَّتِهِ] ”جب تم میں سے کوئی تمنا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیا تمنا کر رہا ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی خواہش و تمنا میں سے کیا لکھا جائے گا۔“ امام احمد رحمہ اللہ اس حدیث کے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَبِاللَّهِ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى﴾ ”آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے لیے ہیں۔“ یعنی سب امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے، دنیا و آخرت میں صرف اسی کا تصرف کارفرما ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ ”اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔“ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرة: 255) ”کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَكَ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا: 23) ”اور اس (اللہ) کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔“ جب ملائکہ مقربین کی یہ صورت حال ہے تو اے جاہلو! تم

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْئُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْيِئَةً الْأُنثَى ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ

بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں ۚ حالانکہ انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کی پیروی

عِلْمُهُمْ إِن يَنْتَبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ

کرتے ہیں، اور بلاشبہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا ۚ لہذا (اے نبی!) آپ اس سے اعراض کر لیں جو ہمارے ذکر سے

تَوَلَّى ۚ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ۚ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ

پھرے (اور منہ موڑے) اور وہ صرف دنیاوی زندگی چاہتا ہو ۚ ان کے علم کی یہی انتہا ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کے

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى ۚ ۚ

راستے سے بھٹک گیا، اور وہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی ۚ ۚ

یہ کیسے امید کر سکتے ہو کہ یہ بت اور تمہارے دوسرے معبود اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری شفاعت کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں اور معبودوں میں سے کسی کی عبادت کو شروع قرار نہیں دیا اور نہ اس کی اجازت دی ہے بلکہ تمام رسولوں کی زبانی اس سے منع فرمایا اور اپنی تمام کتابوں میں بھی اس کی ممانعت نازل فرمائی ہے۔

تفسیر آیات: 30-27

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ

انھوں نے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھے، اور انھیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد

سے پاک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ ط

سَكَنَتْ شَهَادَتُهُمْ وَيَسْأَلُونَ ۝﴾ (الزحرف: 19:43) ”اور انھوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (اللہ کی)

بیٹیاں مقرر کیا، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ غنقریب ان کی شہادت لکھ دی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے

گی۔“ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ﴾ ”حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔“ یعنی ان کے پاس ایسا صحیح علم نہیں

ہے جو ان کی بات کی تصدیق کرے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ کذب، جھوٹ، افتراء پر دازی اور بدترین کفر ہے ﴿إِنْ يَنْتَبِعُونَ

إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ ”وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام

نہیں آتا۔“ یعنی ظن کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ کبھی حق کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: [يَا أَيُّكُمْ وَالظَّنُّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ] ”اپنے آپ کو ظن سے بچاؤ کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔“ ①

اہل باطل سے اعراض کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى ۚ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ ”تو جو ہماری یاد سے

روگردانی کرے اس سے آپ بھی اعراض کریں۔“ جو شخص حق سے اعراض کرے، تم اس سے اعراض کرو اور اسے چھوڑ دو ﴿وَلَمْ

① صحیح البخاری، الأدب، باب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ (الحجرات 12:49)، حدیث:

6066 و صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس.....، حدیث: 2563 عن أبي هريرة ؓ.

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جنہوں نے برے کام کیے، ان کے اعمال کی سزا دے، اور ان

اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ ۚ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كِبٰىرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّغْمَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ وَّاسِعُ

لوگوں کو جنہوں نے اچھائیاں کیں، اچھا بدلہ دے ۚ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں الا یہ کہ کوئی صغیرہ گناہ (سرزد) ہو،

الْمَغْفِرَةُ ۚ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اِجْنَۢةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ ۚ

بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ۚ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰ ۙ

ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، لہذا تم اپنے آپ کی پاکی بیان نہ کرو، وہ اسے (بھی) خوب جانتا ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ۙ

يُرِدُّ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۚ ۝ اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو۔“ اس کا تمام تر مقصود اور اس کے علم کی انتہا دنیا ہی ہے

اور یہ وہ مطلوب و مقصود ہے جس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ ”ان کے علم کی یہی

انتہا ہے۔“ دنیا کی طلب اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد ہی ان کا منہا ئے مقصود ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک دعا میں یہ

الفاظ بھی ہیں: [اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا] ”اے اللہ! ہمارا بڑا مقصود اور ہمارے علم کی

انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔“ ۱ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى﴾ ۙ

”یقیناً آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے

ہدایت پائی۔“ وہ تمام مخلوق کو پیدا فرمانے والا اور اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والا ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا

فرمادے اور جسے چاہے راہ ہدایت سے ہٹا دے، یہ سب کچھ اس کی قدرت، علم اور حکمت پر مبنی ہے وہ ایسا عادل ہے کہ کبھی بھی

شرع یا قدر میں ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر آیات: 31، 32

اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، وہ اپنے سوا ہر چیز

سے بے نیاز ہے، وہ اپنی مخلوق میں عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور اس نے تمام مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے ﴿لِيَجْزِيَ

الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ﴾ ۙ تاکہ جن لوگوں نے برے کام کیے ہیں ان کو ان کے

اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھا بدلہ دے۔“ یعنی وہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے،

عمل اچھا ہو تو اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے اور اگر عمل برا ہو تو وہ برا بدلہ دیتا ہے۔

محسنین کے اوصاف: محسنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں اور فواحش و منکرات سے

اجتناب کرتے ہیں، یعنی کبیرہ گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اگر ان سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہو جائے تو وہ

انھیں معاف کر دیتا اور ان کی پردہ پوشی فرماتا ہے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَايَرَكُمْ تَتَجَنَّبُوا عَنْهُ﴾ (النساء: 31) ”اگر تم بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔“ اور فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبَايَرَهُمْ إِلَّا اللَّغَمَ﴾ ”جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔“ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ ﴿اللَّغَمُ﴾ صغیرہ گناہوں اور حقیر اعمال کو کہتے ہیں۔

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جو لمب کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت کیا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزَّانِي، أَذْرَكَ (ذَلِكَ) لَا مَحَالَةَ، وَزَنَى الْعَيْنُ النَّظْرَ، وَزَنَى اللِّسَانُ النَّطْقَ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهَى، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پالے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“^(۱) اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔^(۲) ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا، ہونٹوں کا زنا چومنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا، پاؤں کا زنا چلنا اور فرج اس سب کچھ کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ اگر وہ شرم گاہ کے ساتھ بھی پیش قدمی کرے تو یہ زنا ہے ورنہ لمب۔^(۳) مسروق اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔^(۴) اور عبدالرحمن بن نافع، جسے ابن لبابہ طائفی کہا جاتا ہے، نے کہا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿إِلَّا اللَّغَمَ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بوسہ، چھیڑ چھاڑ، دیکھنا اور جسم سے جسم لگانا لمب ہے لیکن جب ختنے کے مقام سے ختنے کا مقام لگ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہ زنا ہے۔^(۵)

توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔“ اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے اور اس کی مغفرت توبہ کرنے والے کے تمام گناہوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر: 53) ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) بے شک وہ تو بخشنے والا، مہربان ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ ”وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔“ یعنی وہ تمہیں دیکھتا اور تمہارے تمام احوال،

① مسند أحمد: 276/2، البیہقی تو سین والا لفظ بخاری و مسلم کے آمدہ حوالے میں ہے۔ ② صحیح البخاری، القدر، باب:

﴿وَحَرَّمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ أَهْلُكُنْهَا﴾ (الأنبیاء: 21: 95)، حدیث: 6612 و صحیح مسلم، القدر، باب قدر علی ابن آدم حظہ

.....، حدیث: 2657، ③ تفسیر الطبری: 86/27، ④ تفسیر الطبری: 87/27، ⑤ تفسیر الطبری: 87/27.

افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے اور ان کو اسی وقت سے جانتا ہے، جب اس نے تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا، ان کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو ننھی چوٹیوں کے مانند نکالا اور پھر انھیں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ جنت کے لیے اور ایک گروہ جہنم کے لیے، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَنْتُمْ أَحْبَبْتُ فِي بَطْنٍ أُمَّهَاتِكُمْ﴾ اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ اور مقرر کیے ہوئے فرشتے نے رزق، اجل، عمل اور یہ کہ بد بخت ہے یا خوش بخت لکھ دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَزُولُ أَلْفُكُمْ﴾ ”پس تم اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ“، یعنی اپنے آپ کی تعریفیں نہ کرو، انھیں مستحق شکر قرار نہ دو اور اپنے اعمال کے ساتھ امیدیں وابستہ نہ کرلو ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِئِنَّ الْغَفَى﴾ ”جو پرہیزگار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔“ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ طَبِيلَ اللَّهِ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يَظْلِمُونَ قَتِيلًا﴾ (النساء: 49) ”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟ (نہیں!) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر (بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

صحیح مسلم میں محمد بن عمرو بن عطا سے روایت ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا، تو زینب بنت ابوسلمہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے، میرا نام برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ، اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبَرِّ مِنْكُمْ] ”تم اپنے آپ کو پاک قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل بر کو خوب جانتا ہے۔“ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا: [سَمُوْهَا زَيْنَب] ”اس کا نام زینب رکھ دو۔“ اس حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام احمد نے عبدالرحمن بن ابوبکرہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی نبی ﷺ کے پاس تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيْلَكَ! قَطَعْتَ عُقْبَ صَاحِبِكَ مِرَارًا] إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ: أَحْسَبُ فَلَانًا، وَاللَّهُ حَسِيْبُهُ، وَلَا أَزْكِي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ، أَحْسَبُهُ كَذًا وَكَذًا] ”تم پر افسوس! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کو توڑ دیا۔ آپ نے یہ بات کئی بار ارشاد فرمائی۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کی ضرورت تعریف کرنا چاہے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے حساب کرنے والا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو پاک قرار نہیں دیتا، البتہ میں اسے ایسا ایسا خیال کرتا ہوں، بشرطیکہ وہ اس کے بارے میں ایسا جانتا ہو۔“ اسی طرح اسے امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہم نے روایت کیا ہے۔^③

امام احمد رحمہ اللہ نے ہمام بن حارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کے

① صحیح مسلم، الآداب، باب استجاب تغير الاسم القبيح.....، حدیث: (19)-2142. ② مسند احمد:

46/5. ③ صحیح البخاری، الشهادات، باب: إذا زكى رجل رجلا كفاه.....، حدیث: 2662 و صحیح مسلم،

الزهد، باب النهي عن المدح.....، حدیث: (65)-3000 و سنن أبي داود، الأدب، باب في كراهية التمداح، حدیث:

4805 و سنن ابن ماجه، الأدب، باب المدح، حدیث: 3744.

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۝۳۳ وَاعْطَى قَلِيلًا وَّكَذَّبَى ۝۳۴ اَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى ۝۳۵

کیا پھر آپ نے اسے دیکھا جو پھرا (اور جس نے حق سے روگردانی کی) ۳۳ اور اس نے تھوڑا سا (مال) دیا، اور (پھر دینا) روک دیا ۳۴ کیا اس کے پاس

اَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ۝۳۶ وَاٰرَهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ ۳۵ کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ ۳۶ اور ابراہیم جس نے (صحیفوں

وَّزَرَ اُخْرٰی ۝۳۸ وَاَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝۳۹ وَاَنْ سَعِیْهُ سَوْفَ یُرٰی ۝۴۰ ثُمَّ

میں جو باتیں تھیں، انھیں) ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟ ۳۷ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۳۸ اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی کچھ

یُجْزِئُهُ الْجَزَاءُ الْاَوَّلٰی ۝۴۱

ہے جس کی اس نے سعی کی ۳۹ اور بلاشبہ اس کی سعی جلد دیکھی جائے گی ۴۰ پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی ۴۱

منہ پر آپ کی تعریف شروع کر دی تو مقداد بن اسود نے اس کے منہ پر مٹی پھینکنی شروع کر دی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب ہم تعریف کرنے والوں سے ملیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینک دیں۔ ۴۱ اسے امام مسلم اور امام ابوداؤد نے بھی بیان کیا ہے۔ ۴۲

تفسیر آیات: 33-53

اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کی مذمت

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّی ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝﴾ (القیمة 32:31:75) ”تو اس

(عاقبت نااندیش) نے نہ تو (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔“ اور یہاں فرمایا ہے:

﴿وَاعْطَى قَلِيلًا وَّكَذَّبَى ۝۳۴﴾ ”اور تھوڑا سا دیا اور (پھر) ہاتھ روک لیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ

تھوڑا سا دیا اور پھر دینا بند کر دیا۔ ۳۴ مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر رضی اللہ عنہم نے یہی فرمایا ہے۔ ۴۴ عکرمہ اور

سعید نے کہا ہے کہ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو کنواں کھودتے ہیں اور کھودتے ہوئے وہ ایک ایسی چٹان اپنے سامنے

پاتے ہیں جو کام کی تکمیل میں حائل ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اُكْذِبْنَا ۴۵ ”ہم رک گئے“ اور پھر کام چھوڑ دیتے ہیں۔ ۴۶

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ یَرٰی ۝۳۵﴾ ”کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) دیکھ رہا ہے؟“

کیا یہ شخص جس نے خرچ ہو جانے کے ڈر سے اپنا ہاتھ روک لیا اور نیکی کو ختم کر دیا کیا اسے غیب کا علم ہے کہ اس کے پاس جو کچھ

ہے وہ ختم ہو جائے گا کہ اس نے نیکی سے ہاتھ روک لیا ہے کیونکہ وہ مال کو ختم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے؟ حالانکہ بات اس طرح

① مسند أحمد: 5/6 . ② صحيح مسلم، الزهد، باب النهی عن المدح.....، حدیث: 3002 وسنن أبی داود،

الأدب، باب فی کراهیة التمداح، حدیث: 4804. ③ تفسیر الطبری: 93/27. ④ تفسیر الطبری: 94، 93/27.

⑤ تمام نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ہے لیکن شاید یہ لفظ اُكْذِبْنَا ہے ”تا“ کے ساتھ اور یہ ضمیر غائب ہے یا مخاطب، مزید ملاحظہ فرمائیں تفسیر

الطبری: 94/27. ⑥ تفسیر القرطبی: 112/17 وتفسیر الطبری: 94/27 نحوه.

نہیں ہے بلکہ یہ صدقہ، نیکی اور صلہ رحمی سے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے رکا ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْفَقَ يَابِلَالُ! وَلَا تَحْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِفْلَالًا] ”بلال! خرچ کرو اور عرش والے کی طرف سے فقر و فاقہ سے نہ ڈرو۔“^(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (سبا 34: 39) ”اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اسی کا تمھیں عوض دے گا اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر (رزق دینے والا) ہے۔“

صحف موسیٰ و ابراہیم علیہ السلام کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الْإِنْبِيَّ ۖ وَفِي ۖ﴾ ”کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی اور ابراہیم جس نے (اللہ کے احکام کو) پورا کر دکھایا؟“ سعید بن جبیر اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام کاموں کو پورا کر دیا جن کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔^(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے دین کے پہنچا دینے کے فریضے کو پورا کر دیا۔^(۳) سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا، آپ نے اسے پورا کر دیا۔^(۴) قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کی طرف اس کے پیغام کو پہنچا دینے کے فرض کو پورا فرما دیا۔^(۵) امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^(۶) اور یہ سابقہ تمام اقوال پر بھی مشتمل ہے اور اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ﴾ (البقرہ 2: 124) ”اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے (اللہ نے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔“ آپ نے تمام اوامر کو پورا کیا، تمام نواہی کو ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تمام وکمال پہنچا دیا، اسی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ انسانیت کی امامت کا تاج ان کے فُرقِ ناز پر سجا دیا جائے اور انھیں لوگوں کا ایسا امام بنا دیا جائے کہ تمام احوال، اقوال اور افعال میں انھی کے نقش قدم پر چلا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل 16: 123) ”پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی اختیار کریں جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“ جامع ترمذی میں ابوودراء اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: [إِبْنُ آدَمَ! اِرْكُعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، أَكْفَلَكَ آخِرَهُ] ”ابن آدم! دن کے ابتدائی حصے میں میرے لیے چار رکعات پڑھ لو، میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔“^(۷)

① المعجم الأوسط للطبرانی: 75/2، حدیث: 2572 عن أبي هريرة رضي الله عنه، مزید دیکھیے مسند البزار، ترجمة أسلم مولى عمر عن

عمر رضي الله عنه: 396/1، حدیث: 273 عن عمر رضي الله عنه اور پیشی نے مجمع الزوائد: 126/3، الزكاة، باب في الادخار، حدیث: 4701

کے ذیل میں کہا ہے کہ امام طبرانی نے اسے المعجم الأوسط میں حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ② تفسیر الطبری: 95/27، ③ الدر

المثور: 168/6، ④ تفسیر الطبری: 95/27، ⑤ تفسیر الطبری: 95/27، ⑥ تفسیر الطبری: 97، 96/27، ⑦ جامع الترمذی،

الوتر، باب ماجاء في صلاة الضحى، حدیث: 475، اور ترمذی کے بعض نسخوں میں عن أبي الدرداء وأبي ذر میں ”و“ کے بجائے

”أو“ ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبي داود، التطوع، باب صلاة الضحى، حدیث: 1289 ومسند أحمد: 287/5 عن نعيم بن حمار رضي الله عنه۔

قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے کہ اس نے صحف ابراہیم و موسیٰ میں کیا وحی نازل فرمائی تھی، پس ارشاد ہے: ﴿أَلَا تَذَكَّرُ فَإِنَّهُ لَا أُخْرَىٰ﴾ ”یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ یعنی ہر وہ انسان جس نے کفر یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا تو اس کا بوجھ خود اسی کو اٹھانا پڑے گا، اس کی طرف سے کوئی دوسرا انسان اس کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأَنْ تَكُنْ مِّنْ مُّقْلَصَاتٍ إِلَىٰ حَبْلٍ لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (فاطر: 35: 18) ”اور اگر کوئی بوجھ تلے دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قربت دار ہی ہو۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿وَأَنْ تَكُنْ مِّنْ النَّاسِ الَّذِينَ لَا يَمْلِكُونَ﴾ ”اور یہ کہ انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔“ یعنی جس طرح کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر لا دیا نہیں جائے گا، اسی طرح اسے اجر و ثواب بھی صرف انہی اعمال کا ملے گا جو اس نے اپنے لیے کمائے تھے اور وہ حدیث جسے امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِدَامَاتِ الْإِنْسَانِ انْفَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے: (1) بیاصدقہ جو (اس کے بعد بھی) جاری رہنے والا ہو یا (2) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو یا (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“^① تو یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی ہی سعی و کوشش اور اپنا ہی عمل ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: [إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ] ”سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔“^② اور صدقہ جاریہ، مثلاً: وقف وغیرہ تو یہ بھی اس کے عمل کے آثار ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ (یس: 36: 12) ”بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور (جو) ان کے نشان (پیچھے رہ گئے) ہم قلم بند کرتے ہیں۔“ اور علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا اور لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی یہ اس کی کوشش اور اس کا عمل ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: [مَنْ دَعَا إِلَىٰ هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ (مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ) مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا] ”جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسے ان سب لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“^③

① صحیح مسلم، الوصیۃ، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حدیث: 1631. ② سنن النسائی، البیوع، باب الحث علی الکسب، حدیث: 4457 و سنن ابن ماجہ، التجارات، باب الحث علی المکاسب، حدیث: 2137، عن عائشة رضی اللہ عنہا. ③ صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة.....، حدیث: 2674 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. جبکہ قوسین والے الفاظ کے بجائے مذکورہ حوالے میں [لَا يُنْقَصُ ذَلِكَ] جملہ ہے۔ اور قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة.....، حدیث: 1017 عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ. [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً حَسَنَةً.....] کے سیاق میں آتے ہیں۔

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَاحِيًا ﴿٤٤﴾

اور بے شک (سب کا) آپ کے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے ﴿٤٢﴾ اور بلاشبہ وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے ﴿٤٣﴾ اور بے شک وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِنْ تُفَافَةٍ إِذَا تُنْثَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشَاطَ

ہے ﴿٤٤﴾ اور بلاشبہ اسی نے جوڑا (یعنی) نر اور مادہ پیدا کیے ﴿٤٥﴾ نطفے سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے ﴿٤٦﴾ اور بلاشبہ دوسری (بار) پیدا کس بھی اسی کے

الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ

ذمے ہے ﴿٤٧﴾ اور بے شک وہی غنی کرتا اور سر مایہ دار بناتا ہے ﴿٤٨﴾ اور یقیناً وہی شعر (سٹارے) کا رب ہے ﴿٤٩﴾ اور بلاشبہ اسی نے پہلے عادیوں کو ہلاک

عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَشُودًا فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ

کیا ﴿٥٠﴾ اور شمود کو بھی، پھر اس نے (کسی کو بھی) باقی نہ چھوڑا ﴿٥١﴾ اور (ان سے) پہلے قوم نوح کو بھی، بلاشبہ وہ نہایت ظالم اور بڑے سرکش تھے ﴿٥٢﴾ اور اس

أَظْلَمَ وَأَطْعَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ فَغَشَّيْهَا مَا عَشَىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ

نے الٹی ہوئی بستیوں کو (زمین پر) دے مارا ﴿٥٢﴾ پھر اس بستی کو ڈھانپ لیا جس (سنگ باری) نے ڈھانپ لیا ﴿٥٣﴾ پھر (اے انسان!) تو اپنے رب کی کون

تَنكَارَىٰ ﴿٥٥﴾

کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟ ﴿٥٥﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ سَعْيَكُمْ سَوْفَ يُرَىٰ﴾ ”اور (یہ کہ) بلاشبہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلْ أَعْمَلُوا ۖ اَفْسِيرَىٰ ۖ اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ۖ وَالْمُؤْمِنُونَ طَوَّسَتْهُمُ ۖ وَإِلَىٰ عَلَيْهِمُ الْغَيْبُ ۖ وَالشَّهَادَةُ فَيَنْبِتُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (التوبة: 105) ”اور (ان سے) کہہ دیں کہ عمل کیے جاؤ پس عنقریب اللہ اور اس کا رسول اور مومن (سب) تمہارے عملوں کو دیکھ لیں گے اور تم غائب و حاضر جاننے والے (اللہ واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دے گا۔“ یعنی قیامت کے، وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر بھی دے گا اور تمہیں پوری پوری جزا بھی عطا فرمائے گا کہ اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر اعمال برے ہوئے تو بدترین سزا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأُولَىٰ﴾ ”پھر اس کو (اس کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

تفسیر آیات: 42-55

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ﴾ ”اور (یہ کہ) بے شک آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن رب تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔ ابن ابوحاتم نے عمرو بن میمون اؤدی سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رے پاس کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: اے بنی اؤد! میں رسول اللہ ﷺ کا تمہارے پاس قاصد ہوں، تم جانتے ہو کہ آخرت میں سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور پھر جنت کی طرف جانا ہو گا یا دوزخ کی طرف۔ ﴿١﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْتَ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ (اور (یہ کہ) بے شک وہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔“ اس نے اپنے بندوں میں ہنسنے، رونے اور ان کے اسباب کو پیدا فرمایا، جو مختلف ہیں، ﴿وَأَنْتَ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا﴾ (اور (یہ کہ) بے شک وہی مارتا اور جلا بخشتا ہے۔“ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ﴾ (الملک: 67: 2) ”اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔“ ﴿وَأَنْتَ خَلَقَ الزَّوْجَيْنَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ﴾ (مِنْ لُطْفِكَ إِذَا تُنْفَىٰ) (اور (یہ کہ) بے شک وہی نر اور مادہ (کا) جوڑا پیدا کرتا ہے (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ اَلَمْ يَكُ لُطْفَةً مِّن مَّنِّ يَنفِئُ ۖ ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۖ فَجَعَلَ مِنَہُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ اَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُنْفِئَ الْمَوْتَىٰ ۖ﴾ (القیصۃ: 75: 36-40) ”کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا، جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے، ایک قطرہ نہ تھا، پھر لوٹوٹھرا ہوا، پھر (اللہ نے) اس کو بنایا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا، پھر اس سے جوڑا (ایک) مرد اور (ایک) عورت بنایا، کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشَآةَ الْآخِرَىٰ﴾ (اور (یہ کہ) بے شک (قیامت کو) اسی پر دوبارہ اٹھانا لازمی ہے۔“ یعنی جس طرح اس نے ابتدا میں پیدا فرمایا، اسی طرح وہ ان کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اس سے مراد قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنا ہے ﴿وَأَنْتَ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ﴾ (اور (یہ کہ) بے شک وہی دولت مند اور مفلس کرتا ہے۔“ یعنی اس نے اپنے بندوں کو مال کا مالک بنادیا اور اسے ان کے پاس رہنے والا بنادیا کہ انھیں اس کے فروخت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر تمام نعمت ہے، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سے مفسرین کے اقوال کا یہی خلاصہ ہے جن میں سے ابوصالح اور ابن جریر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔^① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿أَغْنَىٰ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے مال دار بنایا اور ﴿أَقْنَىٰ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے خدمت گزار عطا کیے۔^② قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔^③ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿أَغْنَىٰ﴾ کے معنی اس نے دیا اور ﴿أَقْنَىٰ﴾ کے معنی اس نے راضی کر دیا۔^④

﴿وَأَنْتَ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَىٰ﴾ (اور (یہ کہ) بے شک وہی شعری کا مالک ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ابن زید اور دیگر کئی مفسرین رحمہم کا قول ہے کہ شعری سے مراد وہ بہت زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے جسے مزَّم جوزا کہا جاتا ہے اور عربوں کا ایک گروہ اس ستارے کی پوجا کیا کرتا تھا۔^⑤ ﴿وَأَنْتَ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ﴾ (اور (یہ کہ) بے شک اسی نے عادِ اول کو ہلاک کر ڈالا۔“ عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی، انھیں عاد بن ارم بن سام بن نوح بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ اِمرَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۖ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۖ﴾ (الفجر: 89: 6-8) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (جو) ارم (کہلاتے تھے) ستونوں والے (اتنے دراز زد کہ) شہروں میں ان جیسے پیدا نہیں ہوئے تھے۔“ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر، سب سے قوی

① تفسیر الطبری: 99/27. ② تفسیر الطبری: 99/27. ③ تفسیر الطبری: 99/27. ④ تفسیر الطبری: 100/27.

⑤ تفسیر الطبری: 101/27.

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأَوَّلَىٰ ۖ (56) اِزْفَتِ الْأَزْفَةُ ۖ (57) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۖ (58)

یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے (56) قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی (57) اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی

اقبِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعَجَّبُونَ ۖ (59) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۖ (60) وَأَنْتُمْ سَاهُونَ ۖ (61)

ہٹانے والا نہیں (59) کیا پھر اس بات (قرآن) پر تم تعجب کرتے ہو؟ (59) اور تم ہنستے ہو، اور روتے نہیں (60) اور تم غفلت و اعراض کرنے والے ہو (61) اب تم

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۖ (62)

(باز آ جاؤ اور اللہ کو سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو) (62)

اور سب سے زیادہ سرکش تھے، پس اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿يَرْجِعْ صَرَصٍ عَاتِيَةٍ﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَنِعًا لَّيَالٍ وَكَلْبِيَّةً أَيَّامًا حُسُومًا ﴿﴾ (الحاقۃ 7,6:69) ”نہایت مخ تیز آندھی سے (ان کا ستیاناس کر دیا گیا) اس (اللہ) نے اس کو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلائے رکھا۔“ یعنی مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک ان پر بادِ صرصر چلائے رکھی۔

﴿وَسُودًا فَمَا أَتَىٰ﴾ اور شمو کو (بھی) پس (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔“ یعنی انھیں بھی تباہ و برباد کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ ﴿وَقَوْمٌ نُّوحٌ مِّنْ قَبْلُ﴾ اور اس سے پہلے قوم نوح کو (بھی)۔“ یعنی ان سب سے پہلے اس نے قوم نوح کو ہلاک کر دیا تھا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا أَهْمَ أَظْلَمَ وَاطْغَىٰ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ وہ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔“ یعنی بعد میں آنے والوں سے زیادہ سرکش تھے۔ ﴿وَالْمُتَفَلِّكَةُ أَهْوَىٰ﴾ اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹھا۔“ یعنی اس نے قوم لوط کی بستیوں کو تہ و بالا کر کے تباہ و برباد کر دیا اور ان کے اوپر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَغَشَّاهَا مَا عَشَىٰ﴾ پھر ان پر چھایا جو چھایا۔“ یعنی ان پتھروں نے جو ان پر برسائے گئے، ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ﴾ (النمل 58:27) ”اور ہم نے ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان (لوگوں) پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا۔“ پھر فرمایا: ﴿فَإِنِّي آتِيكَ تَتَارِي﴾ ”تو (اے انسان!) تو اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت پر جھگڑے گا؟“ اے انسان! تجھے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں کے بارے میں شک ہے، یہ قول قنادہ کا ہے۔^① اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ اپنے بارے میں اپنے رب کی کن نعمتوں کے بارے میں شک کریں گے؟^② لیکن اس آیت کریمہ کا پہلا مفہوم زیادہ درست ہے کہ اس آیت کا مخاطب ہر انسان ہے، امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔^③

تفسیر آیات: 56-62

انذار و تنبیہ اور سجدہ و خضوع کا حکم: ﴿هَذَا نَذِيرٌ﴾ ”یہ ایک ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ﴿مِّنَ النَّذْرِ الْأَوَّلَىٰ﴾ ”اگلے ڈرانے والوں میں سے۔“ یعنی یہ بھی انھی کی جنس میں سے مبعوث کیے گئے ہیں جس طرح کہ سابقہ

انبیائے کرام مبعوث کیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف: 9) ”کہہ دیں کہ میں رسولوں میں سے کوئی نیا (پیغمبر) نہیں ہوں۔“ ﴿اَزِفَتِ الْاَزْفَةُ﴾ یعنی قریب آنے والی قیامت قریب آگئی۔ ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ﴾ ”اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی ہٹا نہیں سکے گا۔“ یعنی جب آجائے گی تو اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کو علم ہے کہ وہ کب آئے گی اور ﴿نَذِيرٌ﴾ اس ڈرانے والے کو کہتے ہیں جو اس شر کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے جو وقوع پذیر ہونے والا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ (سبا: 46) ”وہ تو تم کو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔“ اور حدیث میں ہے: [أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ] ”میں (تم کو) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“^① النذیر العریان سے مراد ایسا ڈرانے والا جسے اس شر کی شدت کی وجہ سے، جسے اس نے دیکھا ہو، ڈرانے کی بہت جلدی ہو اور وہ اس کے آنے سے پہلے انھیں ڈرا رہا ہو، لہذا وہ ان کے پاس جلدی میں واضح طور پر ہی آجائے اور یہی بات ﴿اَزِفَتِ الْاَزْفَةُ﴾ سے مطابقت رکھتی ہے کہ روز قیامت قریب آگیا ہے جیسا کہ اس کے بعد آنے والی سورت کے آغاز میں فرمایا: ﴿اَفْتَكْبَرْتَ السَّاعَةَ﴾ (القمر: 54: 11) ”قیامت قریب آ پہنچی۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رحمہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّا كُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّمَا مَثَلُ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ كَقَوْمٍ نَزَلُوا فِي بَطْنٍ وَادٍ، فَجَاءَ ذَا بُعُودٍ وَجَاءَ ذَا بُعُودٍ حَتَّى أَنْصَحُوا خُبْرَ نَهْمٍ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ مَتَى يُؤْخَذُ بِهَا صَاحِبُهَا تُهْلِكُهُ] ”چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، چھوٹے گناہوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی وادی میں اترے، ان میں سے ایک شخص ایک لکڑی لے آیا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی حتیٰ کہ اس سے انھوں نے اپنی روٹی پکائی، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کے ارتکاب کرنے والے کا جب محاسبہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔“^② پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قرآن سن کر اس سے اعراض کرنے اور غافل ہو جانے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَعْجَبُونَ﴾ ”تم تعجب کرتے ہو“ اس بات سے کہ یہ صحیح ہے ﴿وَلَضَّحُونَ﴾ ”اور ہنستے ہو۔“ اس سے ازراہ مذاق ہنستے ہو ﴿وَلَا تَبْكُونَ﴾ ”اور روتے نہیں ہو۔“ جیسا کہ اس پر ایمان و یقین رکھنے والوں کا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَيَخْرُجُونَ لِلْذِّقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ (بنی اسرائیل: 109: 17) ”اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور یہ ان کو عجز و انکسار میں زیادہ کرتا ہے۔“

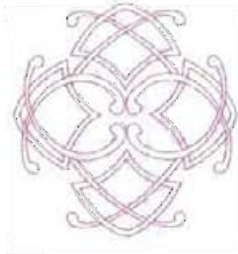
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْتُمْ سِيدُونَ﴾ ”اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔“ امام سفیان ثوری نے اپنے والد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے، یعنی زبان میں اُسْمِدْلَنَا کے معنی ہوتے ہیں

① صحیح البخاری، الرفاق، باب الانتهاء عن المعاصي، حديث: 6482 وصحيح مسلم، الفضائل، باب شفقتہ

على أمته.....، حديث: 2283 عن أبي موسى. ② مستند أحمد: 331/5.

کہ ہمارے لیے گانا گاؤ۔⁽¹⁾ عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔⁽²⁾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت کے مطابق ﴿سَيَذَرُكَ﴾⁽³⁾ کے معنی اعراض کرنے والوں کے ہیں۔⁽⁴⁾ مجاہد اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔⁽⁵⁾ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں، اس کی عبادت بجالائیں، توحید اور اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کو اختیار کریں ﴿فَاسْجُدْ وَابْتَغِ﴾⁽⁶⁾ ”تو تم اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔“ اس کے آگے جھک جاؤ، اخلاص کے ساتھ اسی کی بندگی کرو اور اس کی توحید کو اختیار کرو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم کی اس آیت پر سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا۔⁽⁷⁾ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے مطلب بن ابی وہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا اور آپ کے پاس موجود لوگوں نے بھی سجدہ کیا، میں نے اپنے سر کو اٹھایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، مطلب ان دنوں ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، اس کے بعد وہ جس کو بھی اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنتے تو اس کے ساتھ سجدہ کرتے۔⁽⁸⁾ امام نسائی نے اسے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔⁽⁹⁾

سورہ نجم کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



(1) تفسیر الطبری: 108/27 . (2) تفسیر الفرطبی: 123/17 . (3) تفسیر عبدالرزاق: 257/3 ، رقم: 3052 .
(4) تفسیر البغوی: 319/4 . (5) صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿فَاسْجُدْ وَابْتَغِ﴾ (النجم 53:62)،
حدیث: 4862 . (6) مسند أحمد: 400/6 . (7) سنن النسائی، الافتتاح، السجود فی ﴿وَالنَّجْمِ﴾ (النجم 53:1)،
حدیث: 959 .

تحقیق و تخریج کے مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاریخ الطبع
آداب الصحبة	لأبي عبد الرحمن السلمي	دار الصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبد الرحمن السيوطي (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للمحافظ سليمان بن أحمد الطبراني (260-360ھ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحاديث المختارة	لأبي عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد الحنبلي المقدسي (567-643ھ)	دار خضر	بيروت لبنان	1421ھ 2001م
أحكام القرآن	للإمام أبي بكر محمد بن عبد الله المعروف بابن العربي (468-543ھ)	دار الكتاب العربي	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
أحكام القرآن	لمحمد بن إدريس الشافعي أبو عبد الله (المتوفى 204ھ)	دار الكتب العلمية (C.D)	بيروت	
الأدب المفرد	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (194-256ھ)	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1998م
إرشاد الساري	للإمام شهاب الدين أبي العباس أحمد بن محمد الشافعي القسطلاني (المتوفى 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420ھ)	المكتب الإسلامي	بيروت	1405ھ 1985م

الاستذكار	لأبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر النمرى الأندلسي (5368-5463هـ)	دار الوعي	حلب القاهرة	1414هـ 1993م
أسد الغابة	لعز الدين ابن الأثير أبي الحسن علي بن محمد الحزري (المتوفى 630هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ)	المكتبة الإسلامية	عمان (اردن)	1421هـ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (773-852هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
الأعلام	لخير الدين الزركلي	دار العلم للملايين	بيروت لبنان	2005م
إكمال المعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسى بن عياض اليحصبي (المتوفى 544هـ)	دار الوفاء	بيروت لبنان	1419هـ 1998م
الأم	للإمام أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي القرشي (المتوفى 204هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1420هـ 2000م
بائبل، قرآن اور سائنس (اردو)	موريس بوكائى	نگارشات	لاهور پاکستان	1999م
البحر الزخار المعروف بمسند البزار	للإمام أبي بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتكي البزار (المتوفى 292هـ)	مؤسسة علوم القرآن ومكتبة العلوم والحكم	بيروت المدينة المنورة	1409هـ 1988م
البداية والنهاية	لأبي الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي (المتوفى 774هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1408هـ 1988م
البيان في عدّ آي القرآن	لأبي عمرو عثمان بن سعيد الأموي الداني (371-444هـ)	مركز المخطوطات	الكويت	1414هـ 1994م
تاج العروس	للإمام محب الدين أبي فيض السيد محمد مرتضى الحسيني الزبيدي (المتوفى 1205هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م

تاريخ ابن خلدون	لعبد الرحمن بن خلدون (732-808هـ / 1332-1406م)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1992م
تاريخ بغداد	للمحافظ أبي بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى 463هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
تاريخ دمشق	للإمام المحافظ أبي القاسم علي بن الحسن الدمشقي الشافعي المعروف بابن عساكر (499-571هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1421هـ 2001م
تاريخ الطبري	لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفى 310هـ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358هـ 1939م
التاريخ الكبير	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفي (194-256هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تحفة الأحوذى	للإمام المحافظ أبي العلاء محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم المباركفوري (المتوفى 1353هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تحفة الأخيار	لأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي (239-321هـ)	دار بلنسية	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
تحفة الأشراف	للمحافظ جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي (654-742هـ)	دار الغرب الإسلامي	بيروت	1999م
التخويف من النار	لأبي الفرج عبد الرحمن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلي (المتوفى 795هـ)	مكتبة دار البيان (C.D)	دمشق	1399هـ
تدريب الراوى	للمحافظ جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (849-911هـ)	دار الكتاب العربي	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى 748هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1998م

الترغيب والترهيب	للإمام الحافظ زكي الدين عبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى (المتوفى ٥65هـ)	دار الحديث	القاهرة	١407هـ 1987م
تغليق التعليق	لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني (المتوفى ٨52هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	١470هـ 1999م
تفسير البحر المحيط	لأبي حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان الأندلسي 654-745هـ 1256-1344م	(C.D)		
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	١420هـ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	١418هـ 1998م
تفسير الثعالبي (الجواهر الحسان)	للإمام عبد الرحمن الثعالبي	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	١416هـ 1996م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبد الله (المتوفى 161هـ)	دار الكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	١403هـ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	الرياض مكة المكرمة	١417هـ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	١415هـ 1995م
تفسير السمعاني	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار التميمي المروزي الشافعى (426-489هـ)	دار الوطن	الرياض	١418هـ 1997م

تفسير الطبري	لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفى 310هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى 211هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
تفسير القرطبي	لأبي عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي (المتوفى 671هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
تفسير الماوردي	لأبي الحسن علي بن محمد بن حبيب الماوردي البصري (364-450هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
تفسير معاني القرآن	للنحاس (المتوفى 338هـ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409هـ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير	للإمام عبدالرحمن بن الجوزي 508-597هـ 111-1204م	إدارة إحياء السنة گهر جا كه گوجرانواله	پاكستان	
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417هـ
التمهيد	للإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمري الأندلسي (368-463هـ)	مكتبة السوادى	جدة	1387هـ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبي الحسن علي بن محمد بن عراق الكناني (907-963هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1401هـ 1981م

تنوير المقياس من تفسير ابن عباس	للإمام السيد حبر الأمة عبد الله بن عباس الهاشمي القرشي (المتوفى 68هـ)	مطبعة الأمير قم ايران	
تيسير مصطلح الحديث	للدكتور محمود الطحان	نشر السنة ملتان باكستان	
جامع الأصول	للإمام أبي السعادات مبارك بن محمد ابن الأثير الجزري (544-606هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان	1404هـ 1984م
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذی (200-279هـ)	دار السلام الرياض السعودية	1420هـ 1999م
جامع العلوم والحكم	لأبي الفرج عبد الرحمن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلي (736-795هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان	1417هـ 1997م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي الشافعي (700-774هـ)	دار الفكر بيروت	1420هـ 2000م
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني الشافعي (المتوفى 430هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان	1418هـ 1997م
الحوض والكوثر	للإمام بقي بن مخلد القرطبي (201-276هـ)	مكتبة العلوم والحكم (C.D) المدينة المنورة	1413هـ
الدر المنثور في التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (المتوفى 911هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان	1421هـ 2000م
دلائل النبوة	لأبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (384-458هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان	1405هـ 1985م
الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج	للحافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي (849-911هـ)	شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم بيروت لبنان	

الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمن مبار كפורى (المتوفى 2006م)	المكتبة السلفية	لاهور پاكستان	1416هـ 1995م
روح المعاني	للعامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسى البغدادى (المتوفى 127هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417هـ 1997م
الروح	للإمام أبى عبد الله محمد بن أبى بكر الدمشقى، الشهير بابن قيم الجوزية (المتوفى 751هـ)	دار الكتاب العربى	بيروت	1422هـ 2001م
الروض الأنف فى تفسير السيرة النبوية لابن هشام	للإمام أبى القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد بن أبى الحسن الختعمى السهيلي (المتوفى 581هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	
الروض الدانى إلى المعجم الصغير للطبرانى	لحافظ أبى القاسم سليمان بن أحمد الطبرانى (260 - 360هـ)	المكتب الإسلامى، دار عمار	بيروت عمان	1405هـ 1985م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241هـ)	دار الكتاب العربى	بيروت لبنان	1425هـ 2004م
زاد المسير	للإمام أبى الفرج جمال الدين عبد الرحمن بن على بن محمد الجوزى (المتوفى 597هـ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414هـ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبى عبد الله محمد بن أبى بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الجوزية (691-751هـ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415هـ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415هـ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	///	///	///	1420هـ 2000م

سنن الدارقطني	للإمام الحافظ علي بن عمر الدارقطني (المتوفى 385هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
سنن الدارمي	للإمام أبي محمد عبدالله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام التميمي السمرقندي الدارمي (المتوفى 255هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
سنن أبي داود	للإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى 275هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
سنن سعيد بن منصور	للحافظ سعيد بن منصور الخراساني (المتوفى 227هـ)	دار الصميعي	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
السنن الكبرى	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي (384-458هـ)	إدارة تأليفات أشرفية	ملتان باكستان	1414هـ 1993م
السنن الكبرى	للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (المتوفى 303هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1411هـ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن يزيد الرقي ابن ماجه القزويني (209-273هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
سنن النسائي	للإمام الحافظ أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي النسائي (215-303هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
السيرة النبوية	لولي الدين أبي زيد عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحيم الحضرمي الأشبيلي المالكي المعروف بابن خلدون (723-808هـ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1418هـ 1998م
السيرة النبوية	لابن إسحاق (المتوفى 151هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1424هـ 2004م
السيرة النبوية	لأبي محمد عبد الملك بن هشام بن أيوب الجعفي (المتوفى 218هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	1415هـ 1995م

	بيروت لبنان	دار المعرفة (C.D)	للإمام ابن كثير	السيرة النبوية
1403هـ 1983م	بيروت	المكتب الإسلامي	للإمام الحافظ محي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي (436-516هـ)	شرح السنة
1423هـ 2003م	بيروت لبنان	المكتبة الإسلامية	للإمام العلامة محمد ناصر الدين الألباني رحمه الله المتوفى 1420هـ 1999م	شرح صحيح الأدب المفرد
1420هـ 2000م	الرياض السعودية	مكتبة الرشد	لابن بطال أبي الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (المتوفى 449هـ)	شرح صحيح البخاري
1408هـ 1988م	بيروت	المكتب الإسلامي	للعلامة ابن أبي العز الحنفى ، بتحقيق وتخريج محمد ناصر الدين الألباني	شرح العقيدة الطحاوية
1407هـ 1987م	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	لأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	شرح معاني الآثار
1414هـ 1994م	بيروت لبنان	مؤسسة قرطبة	لمحي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف بن مري الحزامي الحوراني الشافعي (المتوفى 676هـ)	شرح النووى
1410هـ 1990م	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	للإمام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (384-458هـ)	شعب الإيمان
1428هـ 2007م	المدينة المنورة	دار اليسر	للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذى (209-279هـ)	الشمائل المحمدية
1419هـ 1999م	بيروت لبنان	دار إحياء التراث العربي	لأبي نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي (المتوفى 398هـ)	الصحاح
1419هـ 1999م	الرياض السعودية	دار السلام	للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي (194-256هـ)	صحيح البخاري

صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421هـ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامي	بيروت لبنان	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسي	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبي بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوري (المتوفى 311هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
صحيح سنن أبي داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423هـ 2002م
صحيح السيرة النبوية ما صح من "سيرة رسول الله ﷺ ذكر أيامه وغزواته وسراياه والوفود إليه" للحافظ ابن كثير	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتبة الإسلامية	عمّان أردن	1421هـ 2000م
صحيح مسلم	للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (204-261هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
صفة الجنة	لأبي نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصفهاني (336-430هـ)	دار المأمون للتراث (C.D)	بيروت لبنان	1406هـ
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامي	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامي	بيروت	1415هـ 1994م

الطبقات الكبرى	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230هـ)	دار صادر	بيروت	1418هـ 1998م
طبقات المحدثين بأصبهان	لعبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان أبي محمد الأنصاري (274-369هـ)	مؤسسة الرسالة (C.D)	بيروت	1412هـ 1992م
علل الحديث	للإمام ابن أبي حاتم الرازي (240-327هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاکستان	
عمدة القاري	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني (المتوفى 855هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
عون المعبود	للعلمة أبي الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
غريب الحديث	لإبراهيم بن إسحاق الحربي أبي إسحاق (198-285هـ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1405هـ
فتح الباري	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (773-852هـ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاکستان	1401هـ 1981م
فتح البيان	لأبي الطيب صديق بن حسن بن علي الحسيني القنوجي البخاري (المتوفى 1307هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
فتح القدير	لمحمد بن علي بن محمد الشوكاني (1173-1250هـ)	دار ابن كثير، دار الكلم الطيب	دمشق بيروت	1414هـ 1994م
الفصول في سيرة الرسول ﷺ	للإمام الحافظ عماد الدين أبي الفداء إسماعيل ابن كثير (المتوفى 774هـ)	مدار الوطن للنشر.....	الرياض	1424هـ 2003م
فضائل القرآن	لأبي عبيد القاسم بن سلام الهروي (157-224هـ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420هـ 1999م

القدر	لأبى بكر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض (207-301هـ)	أضواء السلف (C.D)	السعودية	1418هـ 1998
الكامل فى ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبى أحمد عبدالله بن عدى الجرجاني (المتوفى 365هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1418هـ 1997م
الكامل فى التاريخ	للإمام أبى الحسن على بن أبى الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني المعروف "بابن الأثير" الجزرى (المتوفى 630هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
كتاب الأسماء والصفات	للإمام الحافظ أبى بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقي (المتوفى 458هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
كتاب الجهاد	لابن أبى عاصم (206-287هـ)	مكتبة العلوم والحكم	المدينة المنورة	1409هـ 1989م
كتاب الزهد	للإمام الشيخ عبد الله بن المبارك المروزي (المتوفى 181هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق عمان	1419هـ 1998م
كتاب السنة ومعه ظلال الجنة فى تخريج السنة	لأبى بكر عمرو بن أبى عاصم الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى 287هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق عمان	1419هـ 1998م
كتاب العرش	لأبى عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (المتوفى 748هـ)	مكتبة أضواء السلف	الرياض السعودية	1420هـ 1999م
كتاب العظمة	لأبى محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حيّان (274-369هـ)	دار العاصمة	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
كتاب العين	لأبى عبد الرحمن الخليل بن أحمد الفراهيدى (100-175هـ)	دار الهجرة	قمّ إيران	1405هـ

كتاب المغازي	لأبي عبد الله محمد بن عمر بن واقد الواقدي (المتوفى 207هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1424هـ 2004م
كتاب مقدس	بائبل سوسائي	اناركلي	لاهور	
الكشاف	للإمام محمود بن عمر الزمخشري (المتوفى 528هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407هـ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للمحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (735-807هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399هـ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبد الله المشهور بحاجي خليفة (1017-1067هـ)	دار إحياء التراث العربي	بيروت لبنان	
الآلآي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبي الفضل عبد الرحمن بن الكمال السيوطي (849-911هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مجمع الزوائد	للمحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (المتوفى 807هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المجموع شرح المهذب للشيرازي	للإمام أبي زكريا محي الدين بن شرف النووي (المتوفى 676هـ)	دار النفائس	الرياض	1415هـ 1995م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني (المتوفى 728هـ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلسي (المتوفى 546هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
المحلي	لأبي محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم (المتوفى 456هـ)	دار الجيل دار الآفاق	بيروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للمحافظ شهاب الدين أبي الفضل أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م

٥١٤٢٣ م٢٠٠٢	القاهرة	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	عبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله بن سلامة بن سعد زكي الدين أبو محمد المنذري الشامي المصري (المتوفى ٦٥٦هـ)	مختصر سنن أبي داود
٥١٤١٣ م١٩٩٣	الأردن	مكتبة المنار	للشيخ أبي عبد الله محمد بن نصر المروزي (المتوفى ٢٩٤هـ)	مختصر قيام الليل
٥١٤١٨ م١٩٩٨	بيروت لبنان	مؤسسة الرسالة	للإمام الحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى ٢٧٥هـ)	المراسيل
٥١٤٢٥ م٢٠٠٤	الرياض السعودية	دار الهجرة للنشر والتوزيع	رواية إسحاق بن منصور الكوسج حنبل وإسحاق ابن راهويه	مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق ابن راهويه
٥١٤١٣ م١٩٩٣	بيروت لبنان	الكتب الثقافية (C.D)	للإمام أبي بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاذان الخرائطي	مساوي الأخلاق وطرائق مكروها
٥١٤٢٠ م٢٠٠٠	مكة المكرمة السعودية	مكتبة نزار مصطفى الياز	للإمام أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (المتوفى ٤٠٥هـ)	المستدرک
٥١٤٠٣ م١٩٨٣	بيروت دمشق	المكتب الإسلامي	للإمام الحافظ أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني البغدادی (١٦٤-٢٤١هـ)	مسند أحمد (طبع ميمية)
٥١٤١٩ م١٩٩٨	الرياض السعودية	بيت الأفكار الدولية	للإمام الحافظ أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني البغدادی (١٦٤-٢٤١هـ)	مسند أحمد (مجلد واحد)
٥١٤١٧ م١٩٩٦	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	لأبي الحسن علي بن الجعد بن عبيد الجوهري (٢١٤-٣١٧هـ)	مسند ابن الجعد
٥١٤١٩ م١٩٩٩	إمبابة	هجر	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى ٢٠٤هـ)	مسند أبي داود الطيالسي

١٤١٢هـ	المدينة المنورة	مكتبة الإيمان (C.D)	للإسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلي (161-238)	مسند إسحاق ابن راهويه
١٩٩١م				
١٤٠٩هـ	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	للإمام الحافظ الكبير أبي بكر عبد الله بن الزبير (المتوفى ٢١٩هـ)	مسند الحميدى
١٩٨٨م				
.....		مكتبة الثقافة الدينية	للإمام الربيع بن حبيب	مسند الربيع
١٤٢٢هـ	مكة المكرمة	مكتبة نزار مصطفى الباز	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهبي بن حماد العقيلي (المتوفى ٣٢٢هـ)	المسند الضعيف
٢٠٠١م	السعودية			
١٤١٩هـ	بيروت لبنان	دار المعرفة	للإمام أبي عوانه يعقوب بن إسحاق الإسفرائيني (المتوفى ٣١٦هـ)	مسند أبي عوانه
١٩٩٨م				
١٤١٢هـ	بيروت دمشق	دار الثقافة العربية	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن المثنى التميمي (٢١٠-٣٠٧هـ)	مسند أبي يعلى الموصلي
١٩٩٢م				
١٤٠٨هـ	القاهرة	مكتبة السنة	لعبد بن حميد بن نصر أبو محمد الكشي	مسند عبد بن حميد
١٩٨٨م				
١٤٠٦هـ	بيروت لبنان	دار الكتب العلمية	لأبي شجاع شيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمي الهمداني، الملقب 'إلكيا' (٤٤٥-٥٠٩هـ / ١٠٥٣-١١١٥م)	مسند الفردوس بمأثور الخطاب
١٩٨٦م				
١٤١٦هـ	بيروت دمشق	دار الكتب العلمية	للإمام الحافظ أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة (المتوفى ٢٣٥هـ)	المصنف
١٩٩٥م				
١٤٠٣هـ	بيروت دمشق	المكتب الإسلامي	للحافظ الكبير أبي بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى ٢١١هـ)	المصنف
١٩٨٣م				
١٤١٤هـ	بيروت دمشق	دار المعرفة	للحافظ ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني (٧٧٣-٨٥٢هـ)	المطالب العالية
١٩٩٣م				

المعجم الأوسط	لأبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (260-360هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبي عبد الله ياقوت بن عبد الله الحموي الرومي البغدادي (المتوفى 626هـ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبي القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي (المتوفى 773هـ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421هـ 2000م
المعجم الكبير	للمحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (260-360هـ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420هـ 2000م
معجم لغة الفقهاء	محمد رؤاس قلعه جي و حامد صادق قنبي	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية	كراچی پاکستان	
معجم ما استعجم	لعبد الله بن عبدالعزيز البكري الأندلسي (المتوفى 487هـ)	عالم الكتب	بيروت	1403هـ 1983م
المغني	للإمام موفق الدين أبي محمد عبد الله بن أحمد بن قدامة (المتوفى 620هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902هـ)	دار الكتاب العربي	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المنتقى	لأبي محمد عبد الله بن علي بن الجارود النيسابوري (المتوفى 307هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاکستان	
منهاج السنة النبوية	لأبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية الحراني الدمشقي (المتوفى 728هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
منهج الحفاظ ابن حجر العسقلاني في العقيدة من خلال كتابه (فتح الباري)	محمد إسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419هـ 1998م

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	للمحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (735-807هـ)	دار الثقافة العربية	بيروت	1412هـ 1992م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	على حسن علي الحلبي، الدكتور إبراهيم طه القيسي، الدكتور حمدي محمد مراد	مكتبة المعارف	الرياض	1419هـ 1999م
موسوعة الأديان (الميسرة)	المشاركون في التحرير عدد من المؤلفين	دار النفائس	بيروت لبنان	1426هـ 2005م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن التركي	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
الموضوعات	لأبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي القرشي (510-597هـ)	مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1407هـ 1987م
الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دار المعرفة	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
ناسخ القرآن ومنسوخه 'نواسخ القرآن'	للمحافظ عبد الرحمن بن علي بن عبدالله ابن الجوزي (510-597هـ)	دار الثقافة العربية	دمشق بيروت	1411هـ 1990م
النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة	لجمال الدين أبي المحاسن يوسف بن تغري بُردى (813-874هـ)	وزارة الثقافة	مصر	
النكت الظراف على الأطراف في ذيل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف	للمحافظ ابن حجر العسقلاني (المتوفى 852هـ)	المكتب الإسلامي الدار القيمة	بيروت، الهند	1403هـ 1983م
النهاية في غريب الحديث والأثر	للإمام مجد الدين أبي السعادات المبارك بن محمد الجزري، ابن الأثير (544-606هـ)	مؤسسة إسماعيليان	قم، إيران	1364هـ 1985م
نوادير الأصول في معرفة أحاديث الرسول	لأبي عبدالله محمد الحكيم الترمذي	دار صادر	بيروت	

	بيروت لبنان	دار إحياء التراث العربي	للشيخ محمد بن علي بن محمد الشوكانى (1172-1250هـ)	نيل الأوطار
1422هـ 2001م	الدمام القاهرة	دار ابن القيم، ودار ابن عفان	للمحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	هداية الرواة

